تالیف
امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید

ادارہ ترجمان السنہ لاہور

الشیعة واهل البیت

شہید اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

ناشر ---------------- ادارہ ترجمان السنہ
طبع ---------------- فروری ۱۹۹۹ء
مطبع ---------------- موٹروے پرنٹرز لاہور

فہرست مضامین

مقدمہ

ہر قسم کی حمد و ثنا اللہ رب کریم کے لیے خاص ہے جس نے ہمیں ہدایت اسلام سے بہرہ ور فرمایا۔ اگر اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو یقیناً ہم ہدایت یافتہ نہ ہو سکتے۔ وہ اپنے پیارے پیغمبر محمد مصطفیٰ ﷺ پر ان گنت درود و سلام نازل فرمائے جو ہمیں انتہائی واضح اور روشن دین پر چھوڑ گئے ہیں جس کی راتیں بھی روشن ہیں۔ جس پہ چلنے والا سیدھے راستے سے بھٹک نہیں سکتا اور اسے چھوڑنے والا کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر مسلسل رحمتوں کا نزول فرمائے' جو ہدایت کے ستارے ہیں اور جنھوں نے پوری دنیا کو اپنی ضو فشانیوں سے منور کیا ہے' اور ان سے محبت کرنے والوں پر اپنی رحمتوں کا نزول جاری رکھے۔

مختصر حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ بات یاد رہے کہ میں نے آج سے نو سال قبل ایک کتاب "الشیعة و السنة" شیعہ عقائد کے متعلق لکھی جس میں ڈنکے کی چوٹ ان لوگوں کا جواب اور رد تھا جو اہل سنت کے متعلق انہی کے شہروں' میں انہی کے ملکوں میں رہنے والے لوگوں سے غلط باتیں منسوب کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ آپس میں قربت کا نعرہ لگا کر اس طرح کہ ہم اہل سنت کو شیعہ اور شیعیت کے قریب کر رہے ہیں۔ (آپس میں تعلق داری قائم کرنے کے لیے) حالانکہ وہ سراسر اپنے مذہب کے مطابق تقیہ کا استعمال کرتے ہیں جو قوم کو دھوکہ دہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے جس کو ڈھال بنا کر جھوٹ کا پرچار کیا جاتا ہے۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے تصور سے کہیں زیادہ اس کتاب نے پذیرائی حاصل کی اور فائدہ پہنچایا۔ اندرون و بیرون ملک اپنوں اور بیگانوں سے داد حاصل کی۔ بلکہ اصحاب محمد ﷺ سے مخلص اور وفادار لوگوں کے ہاں ایک ثقہ حوالہ کا درجہ پا گئی اور ایسے مومنوں کے دلوں کی تسکین کا ذریعہ بن گئی جو اس امت کے اسلاف کے پیروکار تھے' جن کے اکابرین نے اللہ کے جھنڈے کو آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچا دیا اور اللہ کے دشمنوں کی طاقت کو پاش پاش کر دیا جنھوں نے اپنے اپنے ملکوں میں سرکشی کا طوفان برپا کر رکھا تھا۔ اس کتاب کے شائع ہونے سے مسلم امہ کے ہر طبقے میں فرحت و

انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اہل تشیع کی یہ حقیقت سب کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ کیسے انہوں نے اپنے دوستوں اور ہم نواؤں کے ذریعے اہل بیت کی محبت کے پردہ میں اپنے جھوٹے نعروں اور شوشوں سے بہت سے دیندار لوگوں کو دھوکہ دے رکھا تھا۔ سب لوگ یہ جان گئے کہ یہ شیعہ حضرات اللہ کے اس دین کو اپنائے ہوئے نہیں ہیں جسے اللہ کے سچے پیغمبر محمد بن عبداللہ ﷺ لے کر آئے تھے۔ نیز یہ لوگ ہمارے اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتے جو اب لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو اللہ کی طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل پر جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے نازل کیا گیا۔ بلکہ ان کے تمام تر عقائد و اعتقادات ایسی چیزوں پر مبنی ہیں جن کا اسلام سے سرے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اس طرح لوگوں کو اس حقیقت کا بھی علم ہو گیا کہ شیعہ حضرات صحابہ کرامؓ کا تذکرہ کس قدر گالیوں اور دشنام طرازیوں کے ساتھ اپنی مجالس میں کرتے ہیں اور ان کے بارے میں انتہائی کینہ و بغض اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔ شاید یہ حقیقت لوگوں کے سامنے پہلی دفعہ منظر عام پر آ رہی ہے جن کے حوالہ جات شیعہ کی انتہائی معتبر کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ اس حد تک کہ ہم نے ان کتابوں کے صفحات نمبر، جلد نمبر اور مقام طبع تک کا ذکر کیا ہے اس کتاب کے ذریعے لوگوں کو اس بات کا بھی علم ہو گیا ہے کہ شیعہ حضرات اپنے آئمہ کے بارے میں جو عقیدہ اور تقیہ کرتے ہیں حقیقت میں وہ لوگ اپنے آئمہ کو انبیاءؑ اور رسلؑ سے بھی زیادہ اللہ وحدہ لاشریک کے قریب یا اس سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔

اس طرح ان کے آئمہ اور اہل بیت کی جانب سے اس قسم کے لوگوں کی مذمت ہم نے ثابت کی ہے جس کو لوگ سمجھ گئے ہیں۔ اور یہ بات بھی وہ جانچ گئے ہیں کہ یہ لوگ کس قدر چالیں چل رہے ہیں اور منصوبے بنا رہے ہیں۔ اور بظاہر اپنی دعوت میں یہ رنگ اور تاثر دے رہے ہیں کہ ہم تو اہل سنت سے اپنے آپ کو قریب کر رہے ہیں اور ان کو اپنے سے قریب کرنے کی ہماری کوشش ہے۔ (جبکہ حقیقت اس کے سراسر برعکس ہے)

اس کتاب نے شیعوں کی صفوں میں کھلبلی مچا دی۔ چونکہ ان کی سازشوں سے

پردہ ہٹ چکا ہے اور ان کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے بالکل صاف ہو گیا ہے۔ اس حد تک کہ ان کا ایک مصنف جس نے اس کتاب کا بے سود جواب دینے کی کوشش کی ہے' بے بس ہو کر بول اٹھا کہ "کتاب الشیعة و السنة کے فلاں صفحہ کو اٹھا کر دیکھو اور اس مقام کو غور سے پڑھو تو میری بات کی صداقت واضح ہو جائے گی جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اور تمہیں اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ یہ آدمی شیعوں کے خلاف لوگوں کے جذبات ابھار رہا ہے۔" اس حد تک اس نے کہا کہ "مجھے اس سال عمرہ کرنے کا موقع ملا تو میں نے وہاں اس آدمی (احسان الٰہی ظہیر) کی باتوں کو وہاں کے اہل علم سے اس قدر زیادہ سنا جو پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ وہ اس آدمی کی باتوں کو اس طرح دھرا رہے تھے جس طرح ایک طوطا مسلسل اپنی باتوں کو دھراتا ہے' تو میں سمجھ گیا کہ یہ سراسر اس کتاب کا اثر ہے" (الشیعة و السنة فی المیزان ص ۲۵' ۲۶)

اس طرح عراق کے کاظمی شیعہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے ایک بہت بڑے عالم نے مجھے لکھا جس کی تحریر سراسر میری ملامت پر مبنی تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں نے بغداد میں' جمعہ کے خطبہ میں' دیکھا کہ میرے ایک بڑے محبت کرنے والے اور مخلص دوست نے حسب عادت میرا خطبہ سنا لیکن وہ نماز کی تکبیر سے پہلے چلا گیا۔ میرے پوچھنے پر کہ تم نماز سے قبل کیوں چلے گئے اس نے جواب دیا میں آپ کے پیچھے اپنی نماز ناجائز سمجھتا ہوں۔ میری حیرانگی میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے کہا کیا عجیب بات ہو گئی ہے اس نے فوراً جواب دیا کہ میں پاکستان کے ایک عالم کی لکھی ہوئی کتاب الشیعة و السنة کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ جس کے پڑھنے سے میں نے اپنے سابقہ عقائد کو بدلنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ لیکن میری محبت آپ سے اور آپ کی تقریر سے ہوتی ہے اس لیے میں آپ کا خطبہ سننے کے لیے آ جاتا ہوں۔ البتہ نماز ادا نہیں کر سکتا"

اس عراقی عالم کے جواب میں میں نے اسی دن یہ خط لکھا "جناب س۔ خ! اگر میرا لکھا ہوا غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے تو آپ براہ کرم صحیح چیز بیان کر کے اللہ کے ہاں اجر حاصل کریں۔ اور اگر میری وہ تحریر صحیح اور صداقت پر مبنی ہے تو آپ فوراً حق کی طرف رجوع کر لیں اور اس چیز کو پرے پھینک دیں جس کے اظہار کے لیے آپ دنیا میں خفت اور عار محسوس کر رہے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ چیز آخرت میں سخت ترین

عذاب کا موجب بنے گی۔

"و عند اللہ فی ذاک الجزاء"

اور یقیناً حق کی طرف رجوع کرنے کی صورت میں اللہ کے ہاں آپ کے لیے بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔"

۱۹۸۰ء میں حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں میری ملاقات بعض اکابر شیعہ علماء سے ہوئی اور انہوں نے میری کتاب "الشیعة و السنة" کے متعلق مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان موجودہ حالات میں اور بالخصوص اس وقت اس کتاب کے لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ میں نے ان سے کہا جی ہاں! آپ کو یہ بات کہنے کا حق ہے لیکن کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ جو کچھ میری اس کتاب میں ہے وہی کچھ آپ کی کتابوں میں نہیں ہے؟ بیک زباں ہو کر انہوں نے کہا بالکل سچ ہے جو کچھ آپ نے لکھا ہے اور جو کچھ ہماری کتابوں میں ہے ہم اسی طرح ہیں لیکن ان مسائل کو سامنے رکھ کر جذبات کو اس طرح ابھارنا مناسب نہیں ہے۔ تو میں نے کہا آپ کا کیا خیال ہے؟ میں پھر ہمہ تن گوش ہو کر ان کی بات سننے کے لیے تیار ہو گیا۔ تو انہوں نے فرط مسرت اور خوشی سے کہا اس کتاب کو مکمل طور پر جلا دو اور آئندہ بالکل نہ چھاپو۔ میں نے جواباً کہا میں اس پر تیار ہوں۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ؟ انہوں نے فرط مسرت سے میری بات کی تہہ تک نہ پہنچتے ہوئے جواباً کہا "لیکن شرائط قابل قبول ہونی چاہئیں۔" میں نے کہا کہ اس کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے۔ اور وہ صرف ایک شرط ہے۔ انہوں نے فوراً کہا بتائیں وہ کیا ہے؟ میں نے کہا آپ بھی ان تمام کتابوں کو نکال باہر کیجئے جن سے میں نے یہ جھوٹی اور بے ہودہ باتیں نقل کی ہیں۔ اور ان کو جلا کر راکھ کر دیجئے تاکہ اس کے بعد کوئی اختلاف باقی نہ رہ پائے۔ اور نہ ہی کوئی آئندہ میرے بعد ان سے نقل کر پائے۔ اس طرح ہم ان جڑوں کو ہی کاٹ پھینکیں جن سے یہ بدبودار درخت پیدا ہوتے ہیں' تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ انہوں نے تھوڑی دیر سوچا پھر کہا کہ آپ کو تو پتہ ہے کہ یہ چیزیں کتابوں کے صفحات پر بکھری پڑی ہیں۔ ہر آدمی ان کو نہیں پڑھ سکتا تھا۔ لیکن آپ نے ان تمام کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ جن سے آپ مسلمانوں کے شیرازے کو بکھیرنا چاہتے ہیں۔ میں

نے کہا جی ہاں! میں نے ان تمام عقائد کو یکجا کر کے ہر کس و ناکس کے لیے آسان تر بنا دیا ہے۔ اس سے قبل صرف مخصوص طبقے کے ہاں یہ چیزیں معروف تھیں۔ جبکہ دوسرے لوگ ان سے لاعلم اور غفلت کا شکار تھے۔

میں نے یہ کتاب اس لیے لکھی تاکہ طرفین کے سامنے دلائل اور حق بات واضح ہو جائے کوئی کسی کو دھوکہ نہ دے سکے اور قربت پیدا ہو جائے۔ بلکہ قربت حقیقی پیدا ہو جائے اور یہ قرب دونوں اطراف سے ہو نہ کہ ایک طرف سے۔ جیسا کہ فضل بن عباس نے اپنے ان شعروں میں کہا

لا تطمعوا ان تهينونا و نكرمكم
و ان نكف الاذى منكم و تؤذونا
الله يعلم انا لا نحبكم
ولا نلومكم ان لا تحبونا

تم قطعاً ہم سے یہ امید نہ کرو کہ ہم تمہاری عزت کرتے رہیں اور تم ہمیں رسوا کرتے رہو اور یہ کہ ہم تم سے تکلیف والا ہاتھ اٹھا رکھیں اور تم برابر تکلیفیں پہنچاتے رہو۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ہم تم سے محبت کرتے ہیں اور نہ تمہیں ملامت کرتے ہیں بشرطیکہ تم ہم سے محبت کرو۔

رہی یہ بات کہ ہم تمہاری عزت کریں' تمہارے بڑوں کی اور تمہارے معزز لوگوں کی' اس صورت میں کہ تم ہم سے نفرت کرو اور اس امت کے محسنین اور بزرگوں سے تم بغض کرتے چلے جاؤ' یقیناً میں تو ان کی عزت کو دوبالا اور ان کی پگڑی کو بلند کرتا چلا جاؤں گا اور ان کی باتوں کو واضح کرتا چلا جاؤں گا جنہوں نے اسلامی فتوحات کے دروازے کھولے اور جنہوں نے ہمیشہ دین کی سربلندی کے لیے جہاد کیا۔ ہم تمہارے سامنے ہمیشہ سچی بات کریں اور خلوص کا ثبوت دیں لیکن تم ہمیشہ تقیہ کا استعمال کرتے ہوئے منافقت کا ثبوت دیتے رہو۔ ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ ناممکن ہے۔ ہاں البتہ اگر میری کتاب میں جو باتیں درج ہیں ان میں سے کوئی بات ایسی ہو جو تم میں یا تمہاری کتابوں میں موجود نہیں اور میں نے اس چیز کو تمہاری طرف منسوب کیا ہے تو میں اس کا مجرم ہوں۔ تم یا تمہارے علاوہ کوئی اور اس چیز کو ثابت کر سکتا ہے؟

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور میں اس کا شکر گزار اور ثناء خواں ہوں۔ اور میں کما حقہ اس کی شان اور عظمت بیان نہیں کر سکتا۔ عرب و عجم میں کسی کو یہ طاقت نہیں کہ اتنی جرات کرے اور آگے بڑھ کر میرے لکھے ہوئے کا جواب دے سکے۔ اور جب کہ جناب س خ بھی میری تردید میں لاچار اور بے بس ہو گئے تو انہوں نے بناوٹی رسائل اور جھوٹے خطوط کے انبار لگا دیئے جن کو ڈاک بھی اٹھانے کے لیے تیار نہیں۔ اور نہ ہی عرب ممالک کا نوجوان طبقہ انہیں پڑھنے کے لیے تیار ہے۔ وہ جوان جن کے بارے میں کسی قدیم شاعر نے کہا تھا۔

کتب القتل والقتال علینا
و علی الغانیات جر الذیول

لڑنا مرنا ہم پر فرض کیا گیا ہے اور گلوکاروں پر صرف خوبصورت لباس پہننا۔ ان رسائل کے بارے میں جو س خ نے مجھے لکھے' عجیب و غریب بات ہوئی بلکہ اس کو لطیفہ ہی سمجھنا چاہئے' بقول ان کے یہ رسائل پاکستان بھیجے گئے لیکن وہ لبنان جا پہنچے۔

لهم قلوب لا يفقهون بها
ان کے دل تو ہیں مگر سمجھ سے عاری

میں تو صرف ان سے یہی گزارش کر سکتا ہوں کہ جناب س ۔ خ ! صد افسوس آپ نے بلا وجہ اور بے سود جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اور دوسرے بھی آپ ہی کی طرح ہوں گے۔

دع المکارم لا ترحل لبغیتها
واقعد فانک انت الطاعم الکاسی

ان بلندیوں کو رہنے دو یہ چاہنے والے کے لیے خود نہیں آتیں۔ اور تم بیٹھ جاؤ چونکہ تم انتہائی ست آرزو مند ہو۔

بہرحال ہماری یہ کتاب الشیعة و السنة باوجود اپنے چھوٹے حجم کے بہت زیادہ فائدہ مند اور دور رس نتائج کی حامل تھی جس کو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا اس حد تک کہ صرف چند سالوں میں لاکھوں نسخے میری اجازت کے بغیر شائع ہو کر لوگوں تک پہنچ گئے۔ یہ تو میری معلومات کی حد تک ہے اور حقیقی تعداد کا اللہ ہی کو علم ہے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

اس کتاب کا مضمون بالکل مستقل ہے جس سے میرا پہلا بنیادی مقصد شیعہ مذہب کا تعارف اور ان کے حقائق سے پردہ اٹھانا ہے اور ان کی پوشیدہ باتوں کو واضح کرنا اور انہیں منظر عام پر لانا ہے۔ بالخصوص ان مسائل سے پردہ اٹھانا جن کو انہوں نے بگاڑ دیا ہے۔ اور ان عقائد کو بھی منکشف کرنا مقصود ہے جن کو خود شیعہ حضرات نے بنایا اور ایجاد کیا ہے۔

ہم نے شیعہ حضرات کو، بالخصوص ان کے عوام کو، اپنے مذہب کی حقیقت اور اپنے اصلی عقائد سے نا آشنا پایا ہے۔ اور وہ اپنے مذہب کی حقیقت سے گہری جہالت اور لا علمی میں ہیں۔ انہوں نے تو ان عقائد کو صرف خانوادۂ رسول ﷺ کی محبت و عقیدت میں اپنایا ہے۔ حالانکہ وہ تو اہل بیت سے بھی نا آشنا ہیں۔ ان کے اکابر چاہتے ہی نہیں کہ عام لوگوں کو رسول اکرم ﷺ کے اہل بیت کا پتہ چلے۔ انہوں نے اہل بیت سے نبیؐ کا گھرانہ مراد نہیں لیا بلکہ ان الفاظ کے پردے میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھرانہ لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اولاد علیؓ میں سے بھی تمام کو اہل بیت میں شامل نہیں کرتے بلکہ ان کی یہ زیادتی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کی اولاد کو بھی پوری طرح شامل نہیں کرتے۔ بلکہ معدودے چند اشخاص کو جو ہاتھ کی انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ یہ حقیقت اس کتاب کے قاری کے سامنے آئندہ صفحات میں بالکل واضح ہو جائے گی۔

بنیادی طور پر پہلا مقصد جس کی وجہ سے ہم نے اس کتاب کو لکھا ان لوگوں کو حقیقت سے آشنا کرنا مقصود ہے جن کو دھوکہ دیا گیا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کے اعتقادات کی اصلیت اور حقیقت سے واقف ہو سکیں اور حق کی طرف پلٹ آئیں۔ اگر اللہ کی توفیق ان کا مقدر بن جائے۔ وہ یقیناً پہچان لیں گے کہ اہل بیت کون ہیں؟ حتیٰ کہ خانوادہ علی رضی اللہ عنہ کے بھی تمام افراد اہل تشیع کی ان باتوں سے موافقت نہیں رکھتے بلکہ ان سے بیزار ہیں۔ بلکہ وہ لوگ ندی کا ایک کنارہ ہیں اور یہ دوسرا کنارہ۔ اور یہ سب کی سب باتیں ان لوگوں کی اپنی معتبر کتابوں کی اصل عبارات سے مترشح ہوتی

ہیں۔ ان تمام حقائق کے باوجود ان کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکار' ان کے ماننے والے' ان سے گہری عقیدت رکھنے والے اور محبت کرنے والے ہیں۔

اس طرح یہ کتاب اہل سنت کے ہاتھوں میں ایک ٹھوس دلیل اور روشنی کا مینار ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے اور صحابہ کرامؓ سے محبت کرنے والے' سلف صالحین کے پیروکار اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں' اور انہی کے دستور پر عمل پیرا ہیں۔ اللہ کے اس فرمان کو مانتے ہوئے (وہ لوگ جو نیکی میں ان کے نقش پا پر چلے) اور اس فرمان الٰہی کے مصداق "اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے' اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہوئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔"

شیعہ حضرات نے اصحاب رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے شدید بغض رکھتے ہوئے اپنے آئمہ کی تعلیمات کو بھی پس پشت ڈال دیا ہے حالانکہ وہ ان اماموں کے بارے میں معصومیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جن سے خطا اور غلطی کا تصور ناممکن ہے۔ اور یہ بات خود ان کی اپنی کتابوں سے ثابت ہے نہ کہ ان کے مخالفین اور دشمنوں کی کتابوں سے۔ اس سلسلے میں ان لوگوں نے ان تمام تعلقات اور روابط کو فراموش کر دیا ہے جو ان صحابہ کرامؓ میں آپس میں تھے۔ جیسے صدیق و فاروق سے' اور ذوالنورین و معاویہ رضی اللہ عنہم سے جو مومنوں کے ماموں ہیں' ان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلہ صحابہ کرام اور رفقائے کرام اور آپ کے وزراء' آپ کے مشیر حضرات' آپ کے مقربین' اللہ تعالیٰ ان تمام سے راضی ہو جن کا ذکر ان کی کتابوں میں محفوظ رہے۔

اس کتاب کا قاری اللہ کے فضل و کرم سے' جو مجھے شامل حال رہا ہے' اس کتاب کو بہت زیادہ ٹھوس اور یکتا پائے گا اور ایسے سچے دلائل اس کے سامنے ہوں گے جن سے عقل دنگ رہ جائے گی اور قدیم ترین کینہ و حسد کے بادل چھٹ جائیں گے۔ اس جہالت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا جو نسل در نسل اہل بیت کے نام اور ان کے حساب پر گھڑی کی جاتی رہی ہے۔ حالانکہ اہل بیت مخلص ترین لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء اور آپ کے صحابہؓ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے' ان سے شفقت سے پیش آنے والے تھے' رحم و کرم اور ان سے محبت بھرا انداز اپنانے والے تھے' وہ

آپس میں ایک دوسرے سے رشتے لینے اور دینے والے تھے۔

قاری اس چیز کو بھی محسوس کرے گا کہ ہم نے شیعہ کی بہت زیادہ معتبر کتابوں سے ان اہم نقاط کو باہر نکال کر رکھ دیا ہے۔ جن کو انہوں نے بہت زیادہ چھپانے کی کوشش کی اور دبیز تہوں میں دبانے کی تگ و دو کی اور انہوں نے اپنی رسوائی کے ڈر سے عام لوگوں کی نظروں سے ان کو چھپایا۔ ویسے اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں حق کو ثابت کرنے' باطل کو غلط قرار دینے' حقیقت کے چہرے سے نقاب اٹھانے اور سچ کی پیشانی سے زہریلے پسینے کو صاف کرنے میں نہ تو اپنی کسی کتاب کی ضرورت پیش آئی اور نہ ہی کسی روایت کی حتیٰ کہ ہمیں کسی تاریخی کتاب کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ صرف اور صرف شیعہ حضرات کی کتابوں اور روایات پر اکتفا کیا ہے۔ اور یہ محض ہم پر اللہ کے خاص انعام سے ہوا۔ تاکہ عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ ان حضرات کے لیے دندان شکن جواب اور ان کے خلاف ایک ٹھوس دلیل ثابت ہو کہ ان کے لیے اس سے فرار یا تاویل یا انہیں جھوٹا ثابت کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ ان چیزوں کی شہادت کے لیے ان کی اپنی کتابیں گواہ ہیں' ان کی روایتیں ان کے خلاف ماتم کناں ہیں۔ بالخصوص اس دن ان کے اعمال کے بارے میں ان کی زبانیں' ان کے ہاتھ' ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

ان کے امام بھی ان کے خلاف ہوں گے یہ کہتے ہوئے کہ ان لوگوں نے ہماری زندگی میں ہماری مخالفت کی اور ہمارے مرنے کے بعد بھی ہمارے خلاف چلتے رہے۔ ان لوگوں نے واقعتاً اپنے فعل سے اپنے آئمہ کی مخالفت کا ثبوت پیش کر دیا اور مسلسل ان کی خلاف ورزی کرتے چلے جا رہے ہیں' ان کے احکام کے الٹ کام کرتے ہیں اور ان کی نہ کہی ہوئی باتوں کو کہتے ہیں اور ان لوگوں سے دشمنی کرتے ہیں جن سے ان کے آئمہ نے دوستی کی اور ان لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں جو ان کے آئمہ کے سسرال تھے۔ اور ان کے مشیروں اور وزیروں کو سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ پھر اس پر بس نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ خود اہل بیت کی اہانت' قدح و جرح اور ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہوئے انہیں حقارت و ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور گستاخی کی اس حد کو پہنچ گئے ہیں کہ ان نفوس قدسیہ کے بارے گالی گلوچ سے ذرا نہیں چوکتے۔ بلکہ

اس سے بھی بڑھ کر جرات کرتے ہوئے اللہ کے نبیوں' پیغمبروں اور سید البشر و خیر الخلق محمد عربی (صلواۃ والسلام علیہم اجمعین) پر بھی جو اللہ کی بہترین مخلوق ہیں زبان درازی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان کی طرف ایسے جھوٹ بولے اور ایسے مسائل کی نسبت کی جاتی ہے جن سے عقل ہل جائے اور فکر و شعور ختم ہو جاتا ہے۔ فطرت سلیمہ اور ذوق سلیم ان کے ماننے سے انکاری ہے۔ ان تمام باتوں کا ثبوت ان کی ثقہ و معتبر کتابوں میں موجود ہے جنہیں انہوں نے خود شائع کیا ہے۔ ہم ان کے مصادر و مراجع ذکر کریں گے بلکہ صفحات' جلد اور مقام طبع حروف کی ترتیب سے نمبروار ذکر کریں گے۔

اللہ کے فضل و کرم سے ہمیں یقین ہے کہ ہماری مذکورہ باتوں کو نہ کوئی جھٹلانے کی اور نہ ہی انکار کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ اس کتاب سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچائے جیسے اس سے پہلے ہماری کتاب الشیعة و السنة سے فائدہ پہنچایا ہے۔ اس کتاب کو ان لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے جن کو وہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اس کتاب کو لکھ کر ہمارا خیال ہے کہ ہم نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے جو وعدہ ہم نے اپنی پہلی کتاب میں کیا تھا کہ ہم اس کے بعد ایک دوسری کتاب پیش کریں گے' اس کتاب کو ہم اپنے قارئین کے سامنے اس امید پر پیش کر رہے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی قیمتی آراء سے نوازیں گے۔ آیا ان کو اس کتاب کے بعد کسی اور مختصر کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی ہے یا نہیں تاکہ وہ کتاب تیار کر کے انہیں پیش کر سکیں؟ یہ بات یاد رہے کہ ہم نے شیعہ حضرات کی کتب کے مطالعہ میں بعض اوقات اس چیز کو محسوس کیا ہے کہ ہمارے لیے بھی بہت ساری چیزیں ان کی کتابوں میں پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ جلد ہی اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دے گا جن سے ہم ان کی کتابوں میں مدفون ان مزید حقائق کو لوگوں کے سامنے لا سکیں گے۔ اللہ کے لیے یہ کام مشکل نہیں ہے۔

آخر میں ہم یہ بات ذکر کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ اس نیک کام کے سلسلہ میں ہمارے ساتھ بہت سے بزرگوں اور بھائیوں نے ہر قسم کا تعاون کیا۔ اللہ کی توفیق اور پھر ان ساتھیوں کے تعاون سے جن کی بہت زیادہ خواہش تھی کہ اس

موضوع پر مسلسل لکھا جائے، خصوصاً موجودہ حالات کے پیش نظر لوگوں کا مطالبہ تھا کہ ہمیں شیعہ حضرات کے مذہب کی حقیقت، ان کے اصل عقائد اور ان کے موقف کا پتہ نہیں چل سکا ہے جو انہوں نے اس امت کے سلف صالحین اور نیکوکاروں کے بارے میں اختیار کر رکھا ہے۔ خاص طور پر ان شیعہ مولفین اور مصنفین کی دلچسپی کے بارے میں جو ہمیشہ اہل سنت اور ان کے عقائد کے رد میں، جن کا دارومدار کتاب و سنت پر ہے، لکھتے رہتے ہیں۔ شیعہ کی کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آتی (جب کہ ان کی مطبوعات کی تعداد بہت زیادہ ہے) الا یہ کہ وہ ضرور اصحاب رسول اللہ ﷺ اور ان سب سے بڑھ کر خصوصاً تینوں خلفائے راشدین، امہات المومنین پر جرح و قدح، لعن و طعن سے پر ہوتی ہیں۔ اور یہ سلسلہ لعن و طعن صرف ان کے لیے ہی نہیں بلکہ ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لیے بھی ہوتا ہے۔

اور صد افسوس ان تمام اہل سنت پر جو برادران یوسف (علیہ السلام) کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنی تصانیف میں ان پاکباز ہستیوں کے خلاف شیعہ کی جھوٹی باتوں، اتہامات اور سازشوں کو جگہ دیتے ہیں، ان کے باطل عقائد کو تحفظ بخشتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سب سے بہترین محمد عربی ﷺ، ان کے نیکوکار اصحاب، ان کی پاکباز آل، اور ان کے پیروکاروں پر اپنی رحمتوں اور برکات کا نزول قیامت تک کے لیے جاری رکھے۔

اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے جو بہترین توفیق دینے والا اور کارساز ہے۔

احسان الٰہی ظہیر

ابتسام کاٹیج، لاہور

۸ شوال ۱۴۰۲ھ

۲۹ جولائی ۱۹۸۲ء

پانچویں طبع کا مقدمہ

اس کتاب کو شائع کرتے وقت وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کو اس قدر پذیرائی حاصل ہو گی کہ پریس سے نکلتے ہی اس کے تمام نسخے ایک ہی ماہ میں ختم ہو جائیں گے۔ اور بہت بڑی تعداد میں دوسرے ماہ کتاب کی اشاعت کے لیے مجبور ہونا پڑے گا۔ اس طرح یہ بھی گمان نہ تھا کہ دوسرا مہینہ گزرنے بھی نہ پائے گا کہ ہمیں پھر بہت بڑی تعداد میں جو پہلی اور دوسری سے کہیں زیادہ تھی' کتاب شائع کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔ چوتھی مرتبہ شائع کرنے کے بعد' اب ہم پانچویں مرتبہ اس کتاب کو شائع کر رہے ہیں جب کہ پہلی طبع کو نو مہینے بھی نہیں گزرے۔ یہ سب اللہ کی ہی مہربانیاں ہیں جس نے اس کار خیر کی توفیق عنایت فرمائی۔ یہ کام جس کو ہم نہ کر سکتے تھے صرف اس کی رضا اور اس کے پیغمبر کے صحابہ کی محبت میں پایہ تکمیل تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کی نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ پر سلامتیاں اور خوشنودیاں نازل ہوں' آمین

یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ اس مدت کے دوران ہماری ایک اور کتاب شائع ہو کر بازار میں آ گئی جس کا تعلق بھی شیعہ سے تھا جس کا عنوان ''الشیعہ و القرآن'' ہے۔ اس کو بھی اللہ کے فضل سے وہی پذیرائی حاصل ہوئی جو سابقہ کتابوں کو ہوئی تھی۔ ہماری ایک اور کتاب اس دوران چھپی جس کا نام البریلویہ ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم تیری لامتناہی نعمتوں اور غیر محدود کرم پر تیری حمد و ثنا کرتے ہیں۔ اے اللہ! تجھ سے اور زیادہ توفیق اور عمل کا سوال کرتے ہیں تاکہ تیرے دین کی شان کو بلند کر سکیں اور اس کی سرحدوں کا دفاع کر سکیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرما' اپنے محبوب رسولؐ پر اور ہر اس شخص پر جو قیامت تک انکی سیرت طیبہ کی روشنی میں انکے نقش قدم پر چلے۔

احسان الٰہی ظہیر

۲۴ ستمبر ۱۹۸۷ء

بابِ اوّل

شیعہ اور اہلِ بیت

شیعہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے پیروکار اور اُن سے محبت کرنے والے ہیں۔ ان کا مذہب اہلِ بیت کے اقوال وافعال سے ماخوذ اور ان کی روایات وخیالات پر مبنی ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس پر بحث کرنے اور یہ ثابت کرنے سے پہلے کہ یہ بات کہاں تک سچ اور کہاں تک جھوٹ ہے، اس باب میں یہ گفتگو کریں کہ اہلِ بیت کون تھے؟ تاکہ ہر پڑھنے والا بات کو پوری طرح سمجھ جائے اور ہر تحقیق کرنے والا پوری طرح جان جائے کہ اس لفظ سے کون لوگ مراد لیے جاتے ہیں؟ شیعہ کا معنیٰ و مفہوم کیا ہے اور لفظ شیعہ بول کر کن کو مخاطب کیا جاتا ہے؟

اہلِ بیت دو لفظوں "اہل" اور "بیت" سے مرکب ہے۔ صاحب قاموس نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر لفظ "اہل" کو کسی کام کی طرف منسوب کیا جائے اور کہا جائے "اہل الامر" تو اس کا معنیٰ ہو گا، کام کرنے والے "اہل کار"۔ اسی طرح "اہل بیت" کا معنیٰ گھر کے افراد یعنی "اہل خانہ" اور "اہل مذہب" کا معنیٰ اس مذہب کے پیروکار ہو گا۔ اگر "اہل" کی نسبت کسی مرد کی طرف کی جائے

تو اس کا مطلب "اس کی بیوی" ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اگر اس لفظ کو منسوب کیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا آپؐ کی بیویاں، بیٹیاں، داماد حضرت علیؓ[1]، ان کی بیویاں، اور وہ سب لوگ جو ان کی اولاد میں سے ہیں۔ کسی نبی کے ساتھ لفظ "اہل" لگایا جائے تو اس سے اس نبی کی امت مراد لی جائے گی۔"[2]

مشہور امام لغت زبیدی نے کہا ہے، "اہل المذہب" کا مطلب ہے "اس دین کے پیرو اور اس کے ماننے والے"۔ "اہل الرجل"، "اس کی بیوی"۔ اس میں اس کی اولاد بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:
"وَسَارَ بِاَھْلِہٖ" "اور وہ (حضرت موسیٰؑ) اپنے اہل کو لے کر چلے"۔ یعنی اپنی بیوی کو لے کر چلے۔

"اہل النبیؐ" کا مطلب ہے آپؐ کی بیویاں، بیٹیاں، داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی بیویاں۔ "اھلہ" کا مطلب ہے "اس شخص کی اولاد"، اس میں پوتے اور دوسری اولاد بھی شامل ہوتی ہے۔ یہی مفہوم اللہ کے اس ارشاد کا ہے:

"وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا"

---

[1] نہ جانے حضرت علیؓ کی تخصیص، آپؐ کے دوسرے دامادوں۔ حضرت عثمان ذی النورینؓ، جن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آئیں اور ابوالعاصؓ بن ربیع، جو حضرت زینبؓ کے شوہر اور امامہ کے والد ہیں ــــ کو چھوڑ کر کیسے کر لی گئی؟ اگر یہ تخصیص اس وجہ سے ہے کہ آپؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، تو کیا حضرت علیؓ اکیلے تھے۔ جعفرؓ اور عقیلؓ آپؐ کے چچازاد بھائی نہیں تھے؟ اس کے علاوہ آپؐ کے سگے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب، اُن کے بیٹے اور دوسری اولاد بھی تو ہے۔ اس کا کوئی جواب؟

[2] "القاموس" ص۳۳۱ ج ۳، فصل الھمزہ والباء" باب اللام، مطبوعہ البابی مصر ۱۹۵۲ء

اور اس آیت میں بھی یہی مفہوم مراد ہے:

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"

ہر نبی کے اہل اس کی امت اور اس کی ملت کے لوگ ہوتے ہیں، جو نسب، دین، پیشہ، گھرانہ یا ملک و شہر کے اعتبار سے باہم منسلک ہوں۔ کسی شخص کے اہل بیت وہ افراد ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ ایک جگہ میں رہتے ہوں۔ پھر اس مفہوم میں وسعت پیدا ہو گئی اور اس کا اطلاق ان سب پر ہونے لگا جو نسب یا مندرجہ بالا باتوں میں مشترک ہوں۔

امام زبیدی آگے چل کر لکھتے ہیں کہ آل اللہ اور آل الرسول سے مراد ہے اللہ اور اس کے رسول کے دوست اور مددگار۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کا واقعۂ فیل کے وقت کہا ہوا یہ شعر بھی اسی معنیٰ میں ہے:

وانصر علی آل الصلیب   وعابدیه الیوم آلك

یعنی اے اللہ! آج کے روز صلیب کے مددگاروں اور اس کی عبادت کرنے والوں کے خلاف اپنی آل یعنی اپنے مددگاروں کی نصرت فرما!

ابن منظور افریقی نے لکھا ہے: "اہل المذہب" کا مطلب ہے "اس دین کے پیرو" اور "اہل الامر" کا مطلب ہے "ذمہ دار افراد"۔ اہل بیت النبی سے مراد آپ کی بیویاں، بیٹیاں، داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہر نبی کے اہل اس کی امت ہوتی ہے۔ "اہل الرجل" کا مطلب ہے "اس آدمی کی بیوی" کہا جاتا ہے: "اھل یاھل اھلا و اھولا" یعنی "شادی کرنا"۔ اسی طرح کسی کے شادی کرنے پر کہا جاتا ہے:

"اھل فلان امراۃ"۔ "تاھل" کا معنیٰ شادی کرنا۔ دعائیہ کلمہ بھی اس باب میں بولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے "آھلک اللہ فی الجنۃ ایھالا" یعنی "اللہ تجھے جنت میں داخل کرے اور جنت میں تیری شادی کرے"۔ ایک حدیث میں ہے:

"ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم اعطی الآھل حظین والعزب حظا"۔

"آھل" وہ آدمی جس کی بیوی ہو اور "عزب" وہ جس کی بیوی نہ ہو۔ "آل اللہ ورسولہ" کا مطلب "اللہ اور اس کے رسول کے دوست"۔ لفظ "آل" دراصل "اھل" تھا۔ ھاء کو ہمزہ سے بدل دیا تو آاھل بن گیا۔ دو ہمزے جمع ہو گئے۔ دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا تو آل بن گیا۔[۴]

جوہری نے کہا ہے کہ "اھل فلان" کا مطلب ہے "فلاں آدمی نے شادی کی"۔۔۔ ابو زید کہتا ہے کہ "أھلک اللہ فی الجنۃ" کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ تمہیں جنت میں داخل کرے اور وہاں تمہاری شادی کرے"۔[۵]

زمخشری اپنی کتاب "اساس البلاغۃ" میں لکھتا ہے: "تأھل" کا معنیٰ ہے، "اس آدمی نے شادی کی"۔ اور "اھلک اللہ فی الجنۃ" کا معنیٰ زمخشری نے بھی وہی بیان کیا ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔[۶]

خلیل نے بھی یہی کہا ہے کہ "اھل الرجل" کا معنیٰ "اس آدمی کی بیوی"

---

[۴] لسان العرب۔ ابن المنظور افریقی، صفحہ ۲۸۔۳۰ جلد ۱۱ مطبوعہ: دار صادر بیروت

[۵] الصحاح للجوہری جلد ۴ صفحہ ۱۶۲۹ مطبوعہ دار الکتاب العربی، مصر۔

[۶] اساس البلاغۃ صفحہ ۱۱ مطبوعہ مصر ۱۹۵۳ء

اور "تاھل" کا معنیٰ "شادی کرنا" ہے۔ اسی طرح "اہل بیت" گھر کے رہنے والے افراد، اور "اہلِ اسلام" کا معنیٰ "دین اسلام کے ماننے والے" ہے۔ ؎

امام راغب اصفہانی کہتے ہیں: کسی آدمی کے اہل وہ جملہ افراد ہوتے ہیں جو نسب، دین، پیشہ یا گھرانے کے اعتبار سے ایک ہوں، یا ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں۔ دراصل آدمی کے اہل وہ افراد ہوتے ہیں جو ایک ہی جگہ رہتے ہوں لیکن پھر یہ لفظ ایک نسب سے متعلق سب افراد پر بولا جانے لگا۔ نبی کریم ﷺ کے پورے خاندان کے بارے میں مطلقاً یہ لفظ بولا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں اہل البیت کا لفظ استعمال کیا ہے: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ"۔ اس کے بعد امام راغب کہتے ہیں کہ "اھل الرجل" کا مطلب "فلاں آدمی کی بیوی" اور "أھل الإسلام" سے تمام مسلمان مراد ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: "تاھل" کا معنیٰ "شادی کرنا" اور اسی سے یہ دعا بھی دی جاتی ہے "اھلك اللہ فی الجنة"، یعنی "اللہ تمہاری جنت میں شادی کرے"۔ ؎

لفظِ آل کے ضمن میں کہتے ہیں: "الآل" "اھل" سے بنا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں، اس لفظ کو وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کوئی چیز کسی انسان کی ذات کے ساتھ خاص ہو، یا کسی شخص کے قریبی عزیز داروں یا اس کے پیروکاروں پر بولا جاتا ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے: "وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ"۔ ایک جگہ ارشاد ہے: "أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ"۔

؎ مقاییس اللغۃ، ابوالحسن احمد بن فارس زکریا جلد ۱ صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ بیروت

؎ المفردات فی غرائب القرآن" ص ۲۸ مطبوعہ کراچی، پاکستان

یہ بھی کہا گیا ہے "آل النبی" صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد آپؐ کے عزیز و اقارب ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جنہوں نے براہِ راست آپؐ سے علم حاصل کیا ہے، اس لیے کہ اہلِ دین دو طرح کے لوگ ہیں، ایک وہ جن کا علم و یقین پختہ اور عمل صحیح ہے، اور ایسے لوگوں کو نبیؐ کی آل اور امت کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو سن سنا کر یقین لائے اور ان کو امت محمدؐ کہا جاتا ہے، آل نہیں کہا جاتا۔ تو ہر آل کو امت کہا جا سکتا ہے لیکن ہر امت آل نہیں ہو سکتی۔

کہتے ہیں جناب جعفرِ صادقؒ سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں، سب کے سب مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹ بھی ہے اور سچ بھی۔ ان سے اس کی وضاحت پوچھی گئی تو آپ نے کہا کہ یہ بات جھوٹ کہتے ہیں کہ پوری کی پوری امت آپؐ کی آل ہے اور یہ اس وقت سچ بھی ہے جب وہ شریعت کے شرائط و احکامات پورے کریں۔[۹]

معاصر شیعہ مصنف محمد جواد مغنیہ کہتا ہے: لغت میں اہل البیت، گھر کے رہنے والوں کو کہا جاتا ہے اور کسی آدمی کی آل، اس کے اہل ہی کو کہا جاتا ہے۔ البتہ آل کا لفظ کسی صاحبِ حیثیت آدمی کی اولاد پر بولا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک کی دو آیات میں اہل البیت کا لفظ آیا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت ۷۳ جس میں ارشاد ہے: "رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ" اور دوسری جگہ سورۂ احزاب کی آیت ۳۳ میں، جہاں فرمایا: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ

---

[۹] المفردات للراغب اصفہانی صفحہ ۲۹-۳۰

يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا"۔ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ پہلی آیت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اہلِ بیت اور دوسری آیت میں حضرت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہلِ بیت مراد ہیں۔ چونکہ قرآن نے اس لفظ کو حضورؐ کے اہلِ بیت کے لیے استعمال کیا اس لیے مسلمان بھی آلِ بیت اور اہلِ بیت کا لفظ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اور اب یہ لفظ اتنا معروف ہو چکا ہے کہ گویا حضورؐ کے اہلِ خانہ کا نام بن گیا ہے۔ اگر کوئی خاص قرینہ نہ ہو تو اہلِ بیت کے لفظ سے حضورؐ ہی کے اہلِ بیت سمجھے جاتے ہیں۔ جیسے کہ مدینہ (جس کے معنی شہر کے ہیں) اتنا معروف ہو چکا ہے کہ جب بھی بولا جاتا ہے، اس سے حضورؐ کا وہ شہر "مدینہ" ہی سمجھا جاتا ہے، جس کا پرانا نام یثرب ہے۔

نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ کی تعداد کے بارہ میں مسلمانوں کا اختلاف ہے۔ بعض ان کی تعداد اٹھارہ بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپؐ کی بیویوں کی تعداد گیارہ ہے۔ بہرصورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینتیس ۳۷ برس بیویوں کے ساتھ گزارے۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بیٹے اور بیٹیاں بھی دیں۔ لیکن سب آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کے سوا، آپؐ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں انتقال کر گئے۔ تمام مسلمانوں کے درمیان اس بات پر اتفاق ہے کہ علیؓ بن ابی طالب، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ اصل آلِ بیت ہیں۔[۵]

ان تمام حوالہ جات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل البیت اصل میں صرف بیویوں کے لیے استعمال ہوتا ہے پھر تجاوزاً اس لفظ کو اولاد اور عزیزو

---

[۵] "الشیعہ فی المیزان" ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الشروط، بیروت

اقارب کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا۔ قرآن پاک سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے قصہ میں، جب اللہؑ کے فرشتے آپؑ کے پاس بیٹے کی بشارت لے کر آئے، یہ لفظ آیا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ○ قَالَتْ يَا وَيْلَتَىٰ أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَٰذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ○ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ"[11]

اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو اپنے فرشتوں کی زبان سے خاص حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زوجہ مطہرہ کے لیے استعمال فرمایا ہے۔

شیعہ علماء و مفسرین نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے۔ طبرسی[12] نے "مجمع البیان"[13] اور کاشانی نے "منہج الصادقین"[14] میں، اگرچہ اس کی انتہائی غلط و بے بنیاد تاویل کی ہے، تاہم اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

---

[11] سورۃ ہود آیت ۷۱-۷۳، ترجمہ: "ابراہیمؑ کی بیوی کھڑی تھی، ہنس پڑی اور ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوبؑ کی۔ وہ ہائے ہائے کرنے لگی کہ میں جنوں گی؟ حالاں کہ میں بانجھ ہوں اور یہ میرا خاوند بوڑھا ہے، یہ بیشک عجیب امر ہے۔ فرشتوں نے کہا تو خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہے۔ اے ابراہیمؑ کے گھر والو تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شک وہ تعریفوں والا اور بزرگی والا ہے۔"

[12] طبرسی کا نام ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی ہے۔ اس کا شمار چھٹی صدی کے فاضل ترین شیعہ علماء

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام محکم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی اسیطرح فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

" فَلَمَّا قَضٰی مُوْسَی الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا "۔[16]

"تو جب موسیٰؑ نے مدت پوری کرلی اور اپنی بیوی کو لے کر چل پڑے، موسیٰؑ نے طور کی جانب آگ محسوس کی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے، ٹھہرو میں نے آگ محسوس کی ہے"۔

اس آیت میں "لاھلہ" سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ مراد ہیں۔ اس مقام پر تمام شیعہ مفسرین متفق ہیں کہ "الاھل" سے مراد آپؑ کی بیوی ہیں۔ اس لیے کہ اس وقت آپؑ کی بیوی کے سوا کوئی دوسرا آپؑ کے ساتھ نہیں تھا۔ طبرسی "اہل موسیٰؑ" کی تفسیر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "سورۂ نمل میں اللہ کے اس ارشاد: "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِاَهْلِهٖۤ" سے مراد آپؑ کی بیوی ہیں، جو حضرت شعیبؑ کی بیٹی تھیں"۔[17]

میں کیا جاتا ہے۔ اس کی تفسیر پانچ جلدوں اور دس پاروں میں موجود ہے۔

[13] جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ ط، بیروت، احیاء التراث العربی۔

[14] ملا فتح اللہ کاشانی بڑا متعصب شیعہ ہے۔ اس نے جو تفسیر لکھی ہے، اس کے نام سے ہی اس بات کا اندازہ ہوجاتا ہے چنانچہ اس تفسیر کا نام ہے "منہج الصادقین فی الزام المخالفین" یعنی "مخالفین کے الزامات کے جواب میں اہل حق کا صحیح راستہ"۔ [15] جلد ۴ صفحہ ۴۹۳ تہران۔

[16] سورۃ القصص آیت ۲۹ [17] تفسیر مجمع البیان جلد ۴ صفحہ ۲۱۱ سورۂ نمل۔

"وَسَارَ بِأَهْلِهٖ" کی تفسیر میں بھی کہتا ہے کہ "اھل کا مطلب آپؑ کی بیوی ہیں"۔[18] قمی[19] نے بھی اپنی تفسیر[20] میں یہی کہا ہے۔

عروسی حویزی اپنی تفسیر "نور الثقلین"[21] میں اور کاشانی تفسیر "منہج الصادقین" میں یہی لکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے شیعہ مفسرین نے یہی بیان کیا ہے۔

قرآن پاک میں سورۂ احزاب کی آیت ۳۳ میں بھی اہل البیت کا لفظ آیا ہے۔ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ"۔ یہاں بھی یہ لفظ خاص طور پر قصہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سیاق میں ارشاد ہوا ہے، "وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی ...... الآیۃ!" "اور جاہلیتِ اولی کی طرح برہنہ نہ پھرنا"۔[24]

جو بھی ان آیات کو پڑھے، وہ بنظرِ اول ہی یہ بات پوری طرح جان سکتا ہے کہ یہ لفظ خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہی کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ ابتداءِ آیت میں بھی اور سابقہ آیات میں بھی

---

[18] جلد ۴ صفحہ ۲۵۰ سورۃ القصص۔

[19] قمی کا پورا نام ابو الحسن علی بن ابراہیم القمی ہے۔ تیسری صدی ہجری کے شیعہ علماء میں ممتاز سمجھا جاتا ہے، ابتدائی شیعہ مفسرین کا امام ہے۔

[20] جلد ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ نجف ۱۳۸۶ھ۔

[21] حویزی کا نام عبد علی بن جمعہ ہے، متعصب شیعہ تھا سنِ وفات ۱۱۱۲ھ ہے۔

[22] جلد ۴ صفحہ ۱۲۶ ط: قم۔

[23] جلد ۷ صفحہ ۹۵ سورۃ القصص۔

[24] سورۂ احزاب آیت ۳۳

مخاطب صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ ہی ہیں۔ دوسری ملحقہ آیات میں بھی آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ ہی کا ذکر ہے۔

چنانچہ ابنِ ابی حاتم اور ابنِ عساکر عکرمہؓ کی روایت سے، اور ابن مردویہ سعیدؓ بن جبیر کی روایت سے حضرت عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [۲۵]

شوکانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ابنِ عباسؓ، عکرمہؓ، عطاء، کلبی، مقاتل، اور سعیدؓ بن جبیر نے کہا ہے کہ اس آیت میں مذکور اہل بیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ ہی مراد ہیں۔ اس کے بعد کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ" سے معلوم ہوتا ہے کہ "البیت" سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر، اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کے رہنے کی جگہ مراد ہے اور سیاقِ آیت "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ" سے لے کر آخر آیت "وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا" [۲۶] تک ازواجِ مطہراتؓ ہی کا ذکر چل رہا ہے۔

حدیث میں بھی یہ لفظ آیا ہے، حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں داخل ہوئے اور فرمایا:
"السلام علیکم اهل البیت ورحمة الله" حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا "وعلیك السلام ورحمة الله وبرکاته" [۲۷]

---

[۲۵] دیکھیے، دائرہ معارف اسلامیہ مستشرق A·S·THRITION کا اردو مقالہ ج ۲ ص ۵۰۶ ط لاہور پاکستان

بیت النبیؐ کا مطلب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ گھر جہاں آپؐ اپنی بیویوں کے ساتھ رہتے تھے۔

حاصل کلام یہ کہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلی اور حقیقی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مراد ہیں لیکن اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے آپؐ کی اولاد، آپؐ کے چچا اور ان کے بیٹے بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ، حسنینؓ اور حضرت علیؓ کو اپنی چادر میں لے کر فرمایا: "یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں" تاکہ وہ اللہ کے اس ارشاد میں شامل ہو جائیں: "إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ" اسی طرح آپؐ نے اپنے چچا عباسؓ کو بھی اس آیت میں شامل کرنے کے لیے اپنی چادر میں لیا۔

بعض روایات میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام بنی ہاشم داخل ہیں۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے، وہ اس کے برعکس چلتے ہیں۔ اور اہل بیت النبیؐ کو صرف ان چاروں: علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ تک محدود سمجھتے ہیں، اور ان کے علاوہ کسی کو اہل بیت نہیں سمجھتے۔ ایک اور دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ حسنینؓ کو چھوڑ کر حضرت علیؓ کی باقی ساری اولاد کو اہل بیت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک حضرت علیؓ کی اولاد، محمد بن حنفیہ، ابوبکر، عمر، عثمان،

---

۲۶ شوکانی کی تفسیر "فتح القدیر" جلد ۴ صفحہ ۲۷۰ - ط مصر، مصطفی البابی الحلبی ۱۳۴۹ھ۔

۲۷ صحیح بخاری کتاب التفسیر

عباس، جعفر، عبداللہ، عبیداللہ، یحییٰ وغیرہ، بارہ بیٹے اور اٹھارہ یا انیس بیٹیاں (باختلافِ روایات) سب اہل بیت سے خارج ہیں۔ شیعہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی اہلبیت میں سے نکال دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ آپؐ کی بیٹیوں، زینبؓ، امِ کلثومؓ اور ان کی اولاد کو اہل بیت میں سے نہیں سمجھتے، یہ لطیفہ بھی خوب ہے۔! ایسا ہی وہ حضرت علیؓ کے بیٹے حسنؓ کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو بھی اہلبیت میں داخل نہیں سمجھتے۔ اسی پر بس نہیں، اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی ہر اس اولاد کو اہل بیت سے خارج کر دیتے ہیں جو ان کے بے بنیاد مسلک کی پیروی، اور ان کی من چاہی باتوں پر چلنے سے انکار کرتا ہو۔

حضرت حسینؓ کی اولاد میں سے بہت سوا، پر انہوں نے جھوٹا، فاسق، فاجر اور کافر و مرتد ہونے کے فتوے لگائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائیوں، پھوپھیوں اور ان کی اولاد کو گالیاں دیں اور کافر تک کہا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ کو چھوڑ کر ابو طالب کی دوسری اولاد کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا ہے۔

یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ شیعہ حضرات، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپؐ کے تین بیٹوں، آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ اور ان کی اولاد کو بھی اہلِ بیت میں شامل نہیں سمجھتے۔ ہم نہیں سمجھ پائے کہ یہ کیسی تقسیم ہے اور کیونکر یہ تقسیم کی گئی ہے۔ کس بنیاد پر وہ ایسا کہتے ہیں؛

زیادہ ٹھیک اور واضح لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ حضرات کے ہاں اہلِ بیت کا تصور ــــ حضرت فاطمہؓ کی آدھی شخصیت، حضرت علیؓ کی آدھی شخصیت، حضرت حسنؓ کی آدھی شخصیت، حسینؓ سے لیکر حسن عسکری

تک نو اماموں اور دسویں خیالی دموہوم امام، جو نہ پیدا ہوا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو گا ــــ سے قائم ہے۔

یہ مفہوم ہے شیعہ کے نزدیک اہل بیت کا۔ اگر ہم اس بحث کو مزید پھیلانا چاہیں تو بات لمبی ہو جائے گی۔ ہم صرف اسی قدر پر اکتفار کرتے ہیں جو بات اور مسئلہ سمجھنے میں کافی ہو۔

لفظ "شیعہ" کے بارے میں مشہور زبان دان زبیدی کہتا ہے: "ہر وہ گروہ جو کسی ایک چیز پر متفق ہو جائے، اسے شیعہ کہا جاتے گا۔ جو بھی کسی دوسرے آدمی کی مدد کرے یا اس کے گروہ میں شامل ہو جائے، اسے کہا جائے گا "شیعۃ لہ"۔ شیعہ مشایعۃ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی اطاعت گزاری اور اتباع کرنے کے ہیں۔" [۲۸]

مشہور عربی زبان دان ابنِ منظور افریقی لکھتا ہے: "شیعہ، لوگوں کے اس گروہ کو کہا جاتا ہے، جو کسی ایک چیز پر اتفاق رکھتے ہوں لیکن اب زیادہ تر ان کے بارے میں بولا جانے لگا ہے جو علیؓ اور ان کے اہلِ بیت کے پیروکار ہیں۔" [۲۹]

مشہور شیعہ امام، نوبختی [۳۰] "فرق الشیعہ" میں لکھتا ہے کہ "شیعہ، علیؓ بن ابی طالب کی جماعت کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے شیعۂ علی کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد صرف شیعہ کہا جانے لگا۔

---

[۲۸] تاج العروس جلد ۵ صفحہ ۴۰۵ — [۲۹] لسان العرب — جلد ۸ صفحہ ۱۸۸۔

[۳۰] نوبختی کا نام ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں پیدا ہونے والے شیعہ کے بڑے اور معتمد علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

یہ حضرت علیؓ کی امامت کے قائل ہیں۔ شیعہ تین فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایک فرقہ کہتا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علیؓ امام ہیں، ان کی اطاعت فرض ہے...... اور ان کے بعد بھی امامت کا سلسلہ جاری ہے"۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ: "علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب اور حقدار تھے"... دونوں فرقے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی امامت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ علیؓ نے خود اقتدار ان کے سپرد کیا تھا اور اس بات پر خوش تھے۔ اور علیؓ نے مجبور ہو کر نہیں، بلکہ خوش دلی سے دونوں کے ہاتھ پر بیعت کی تھی"۔ ۳۱ھ

مشہور شیعہ مصنف محسن امین اپنی کتاب میں ازہری سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے: "شیعہ اس گروہ کا نام ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو بہت عزیز رکھتا اور ان کی پیروی کرتا ہے"۔ ۳۲ھ

اس کے بعد تاج الدین الحسینی کی عبارت نقل کرتا ہے کہ: "شیعۃ الرجل، کسی آدمی کے پیروکاروں اور معاونین کو کہا جاتا ہے، عربی میں کہا جاتا ہے: شایعہ، اس کا معنیٰ ہے: اس نے اس کی پیروی کی، اور مشایع کا مطلب ہے، پیروی کرنے والا، اور دراصل شیعہ اپنے اماموں کے معاونین و متبعین تھے، انہیں شیعہ کے نام سے اسی لیے پکارا جاتا ہے کہ جب خلافت بنو ہاشم سے بنو امیہ کے پاس چلی گئی اور حسن بن علیؓ سے معاویہ بن صخر نے اقتدار لے لیا اور یکے بعد دیگرے بنو امیہ میں سے خلیفہ بنتے چلے گئے۔۔۔ اس وقت مسلمانوں

۳۱ھ "فرق الشیعہ" ابو محمد حسن بن موسیٰ نوبختی صفحہ ۳۹ تا ۴۲، مطبع الحیدریہ ۱۹۵۹ء۔

۳۲ھ "اعیان الشیعۃ" جلد ۱ صفحہ ۱۱، بحث اول: طبع بیروت ۱۹۶۰ء

ی ایک کثیر تعداد، جن میں مہاجر بھی تھے اور انصار بھی، بنو امیہ سے بددل ہو کر بنو ہاشم کو پسند کرنے لگی۔ اس وقت علیؓ اور عباسؓ کی اولاد موجود تھی۔ یہ ان سے جا ملے۔ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ بنو ہاشم بنو امیہ سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ انہوں نے بنو ہاشم کی مدد کی اور ان کا ساتھ دیا۔ ان کے معاونین متبعین بنے۔ اسی وجہ سے انھیں شیعہ آلِ محمدؐ کہا جانے لگا۔ اس وقت تک بنو علی اور بنو عباس کے درمیان فکر و مذہب کا کوئی اختلاف نہیں تھا جب بنو عباس کا دورِ حکومت آیا اور عباسی فرزندوں نے بنو امیہ سے اقتدار چھین لیا تو شیطان نے ان میں پھوٹ ڈال دی اور بنو عباس اولادِ علی پر ظلم و ستم کرنے لگے۔ اس وقت ایک گروہ ایسا پیدا ہو گیا جو بنو عباس کی حرکتوں کو سخت ناپسند کرتا تھا اور اولادِ علی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا تھا۔ یہ لوگ اولادِ علی کو خلافت کے زیادہ اہل اور حقدار سمجھتے تھے۔ اس وقت سے اس کا نام شیعہ ہو گیا۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ علیؓ کی اولاد میں امامیہ کی امامت کا سلسلہ قائم مہدی محمد بن حسن تک برقرار ہے۔ یہ اپنے پہلوں کی طرح علی اور عباس کی اولاد کے پیروکار نہیں"۔ ۳۳ھ

ایک دوسرا معاصر شیعہ کہتا ہے: "شیعہ اپنے اصلی اور لغوی معنیٰ کے اعتبار سے کسی آدمی کے متبعین اور معاونین کو کہا جاتا ہے لیکن زیادہ تر یہ لفظ علیؓ اور ان کے اہلِ بیت کے پیروکار حضرات پر بولا جاتا ہے"۔ ۳۴ھ

۳۳ھ "اعیان الشیعہ" صفحہ ۱۳، ۱۴ کتاب "غایۃ الاختصار فی اخبار البیوتات العلمیۃ المحفوظۃ من الغبار" سے منقول۔

۳۴ھ سید امیر محمد کاظمی کی کتاب "الشیعۃ فی عقائدہم واحکامہم" صفحہ ۱۶ طبع بیروت۔ اس

ہم بتا چکے ہیں کہ شیعہ تمام اہلِ بیت کو چھوڑ کر، صرف چند آدمیوں کو اہلِ بیت سمجھتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں، بلکہ اہلِ بیت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی اصلی تعلیمات آگے بیان کی جائیں گی، ان شاء اللہ العزیز۔

مشہور مصنّف مغنیہ کہتا ہے "شیعہ وہ ہیں جو علی رضؓ سے، ان کے متبعین سے ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے ماننے والوں سے، محبت کریں" ۳۵ھ

شیعہ مصنّف محمّد حسین آل کاشف الغطاء لکھتا ہے " یہ لفظ (یعنی شیعہ) علی رضؓ اور اولادِ علی کے متبعین پر، اور ان کے ماننے والوں پر اس کثرت سے بولا جانے لگا کہ ان کا نام بن گیا" ۳۷ھ

یہ گروہ متبعینِ علی رضؓ اور اولادِ علی رضؓ کی مدح و تعریف میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے تمام حدوں سے گزر گیا، اس پر انہوں نے اپنے دین و مذہب کی بنیاد رکھی اور یہی ان کا مستقل دین ہو گیا۔ ایک ایسا دین ہے جو اس دین سے یکسر بے تعلق اور الگ ہے جو سچے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ موضوع احادیث گھڑ لیں اور کہنے لگے "دین صرف علی رضؓ کے پیروکاروں، ان کی اولاد اور ان سے محبت کرنے والوں کا ہے" جتلاتے پھرتے ہیں کہ

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے نہیں، بلکہ نبی کو چھوڑ کر علی رضؓ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ فرق نمایاں ہے!!

۳۵ھ "الشیعہ فی المیزان"، صفحہ ۱۷، ۱۹۔

۳۶ھ اس قول میں اور اس قول میں جسے سید محسن امین نے ازہری سے نقل کیا ہے، صریح تضاد ہے۔ محسن امین نے لکھا ہے کہ "شیعہ وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہمیں ان سے بڑا تعلق اور محبت ہے۔ ان کے لیے بڑا احترام کرتے اور ان کے فرمانبردار ہیں۔ ان کی طرف جھوٹی نسبتیں کرتے ہیں۔ اپنی کتاب[۳۸] "کافی" میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

"برید بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں منیٰ میں فسطاط کے مقام پر ابو جعفر علیہ السلام کے پاس موجود تھا، انہوں نے کٹی ہوئی ٹانگوں والے زیاد الاسود کو دیکھا۔ اس پر ترس آیا تو اس سے پوچھا، "تمہاری ٹانگوں کو کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا: "میں اپنے اونٹ سے گر پڑا تھا" تو حضرت ابو جعفر نے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا۔ اسی دوران زیاد نے کہا کہ "مجھے اپنے گناہوں پر بعض اوقات بہت ندامت ہوتی ہے" حتیٰ کہ مجھے خیال گزرتا ہے کہ میں تباہ و برباد ہو چکا ہوں لیکن جب میں سوچتا ہوں کہ مجھے آپ سے محبت ہے تو میری ندامت ختم ہو جاتی ہے۔"

تو ابو جعفر علیہ السلام نے کہا: "دین محبت ہی کا نام ہے... ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ: میں نماز نہیں پڑھتا

خاندان کو بہت عزیز رکھتے اور ان کی پیروی کرتے ہیں"۔ بڑی حیرت کی بات ہے کہ شیعہ نے خود اپنی کتابوں میں لفظ شیعہ کے متضاد معنیٰ بیان کیے ہیں اور مصنفین شیعہ میں سے کسی نے بھی تشیع کے واضح، صاف صاف، اور جامع مانع، معنیٰ بیان نہیں کیے۔ سب اپنے اپنے مطلب کی کہہ رہے ہیں۔ اگر بات ہمارے موضوع سے غیر متعلق نہ ہوتی تو ہم شیعہ کی اپنی کتابوں سے عجیب و غریب متضاد و متناقض باتیں آپ کو بتلاتے"[۳۷] اصل الشیعہ واصولہا، مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء [۳۸] کلینی کی کتاب کافی۔ شیعہ کی اہم ترین حدیث

لیکن نمازیوں سے محبت کرتا ہوں خود روزہ نہیں رکھتا لیکن روزہ داروں سے محبت کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے، اور تجھے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا"۔ اس کے بعد (ابو جعفر) نے کہا: "تم کیا چاہتے ہو؟ اگر آسمان سے کوئی مصیبت نازل ہو تو ہر قوم اپنی اپنی پناہ گاہوں کی جانب لپکے گی اور ہم اپنے نبیؐ کے ہاں پناہ لیں گے اور تم ہمارے ہاں پناہ لو گے"۔ ۳۹

اسی طرح کی ایک روایت شیعہ کی مشہور کتاب "الاصول من الکافی" میں نقل کی گئی ہے: "شیعہ کے پانچویں امام حضرت جعفر نے کہا: ہماری محبت ایمان ہے اور ہم سے بغض کفر ہے"۔ ۴۰

ایک اور روایت میں ہے "جو بھی ہم سے محبت کرے اور ہماری پیروی کرے، اللہ اس کا دل پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ اس وقت تک کسی آدمی کا دل پاک نہیں کرتا جب تک کہ وہ ہمارا فرمانبردار نہ بن جائے اور تابع نہ ہو جائے۔ اگر اس نے ہماری اطاعت قبول کر لی تو اللہ اسے سخت حساب سے بچالے گا اور سخت ڈر والے (قیامت) کے دن اسکی حفاظت

کی کتاب ہے۔ ان کی صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہے۔ شیعہ کے نزدیک یہ کتاب اسی پائے کی ہے جو اہل سنّت کے نزدیک صحیح بخاری کا درجہ ہے۔

۳۹ "کتاب الروضۃ من الکافی" تصنیف ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۱۹ھ، باب وصیۃ النبیؐ لامیر المؤمنین جلد ۸ ص ۸۰ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

۴۰ الاصول من الکافی کتاب الحجۃ جلد ۱ ص ۱۸۸

کرے گا۔ ۴۱

کافی میں ایک اور روایت منقول ہے (جس کے متعلق ان کے امام غائب کا کہنا ہے کہ "یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لیے کافی ہے") ۴۲ . . . .

. . . اس کافی میں وہ ابو حمزہ سے نقل کرتے ہیں کہ "اس نے کہا، مجھ سے ابو جعفر علیہ السلام نے کہا: اللہ کی عبادت وہی کرتا ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے جو اللہ کی معرفت نہیں رکھتا وہ بے خبری وگمراہی میں عبادت کرتا رہتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ پر قربان جاؤں، اللہ کی معرفت کا کیا مطلب ہے؟ ابو جعفر نے کہا: اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اس کی آل اور علیؓ کے متبعین کی تصدیق کرنا اور ان کی پیروی واقتدار کرنا۔ ائمہ علیہم السلام کی پیروی کرنا اور اللہ کے دشمنوں سے اللہ کو پاک سمجھنا، اس طرح اللہ کی معرفت حاصل کی جاتی ہے"۔ ۴۳

ان کے ائمہ کا بھی ان کے نزدیک جو مقام ومنصب ہے، وہ نبوت و رسالت سے کسی طرح کم نہیں۔ چنانچہ ایران کے موجودہ حکمران خمینی اپنی کتاب "ولایۃ الفقیہ او الحکومۃ الاسلامیہ" میں لکھتے ہیں: "یہ بات بھی ہمارے مذہب کے لوازمات میں سے ہے کہ ائمہ کو ان روحانی ومعنوی مقامات پر فائز سمجھیں جن پر کوئی مقرب فرشتہ، نبی اور رسول بھی فائز نہیں ہوتا۔ ہماری روایات میں بتایا گیا ہے کہ اس کائنات کے وجود پذیر ہونے سے پہلے ائمہ عرش خداوندی کے سائے تلے نور کی شکل میں موجود تھے اور ائمہ نے کہا ہے کہ ہماری خدا کے ساتھ کچھ ایسی حالتیں ہیں، جن تک نہ کسی فرشتے کی پہنچ ہے،

---

۴۱ الاصول من الکافی جلد ۱ صفحہ ۱۹۴

اور نہ کسی نبی و رسول کی۔ یہ وہ اساسی اور بنیادی اعتقادات ہیں جن پر ہمارا مذہب قائم ہے۔"[۴۴]

جنابِ خمینی کی یہ بات نئی یا حیران کن نہیں بلکہ پوری شیعہ قوم کا اپنے ائمہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ ابنِ بابویہ قمی جس کا لقب صدوق ہے، اپنی کتاب میں (جو ان کی صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہے) اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے اور روایت نقل کرتا ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے ایک دن سوال کیا: "یا رسولؐ اللہ، ہمارا یہ حال ہے تو آپؐ کا کیا حال ہوگا، اور آپؐ کے بعد جو وصی پیدا ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش و متفکر کھڑے رہے اور پھر فرمایا: "اے جابر تم نے بہت بڑی بات پوچھی ہے اور اس کا متحمل وہی ہو سکتا ہے جسے بہت زیادہ رحمت سے نوازا گیا ہو۔ یقیناً انبیاء اور اوصیاء عظمتِ خداوندی کے نور سے پیدا ہوئے ہیں، خدا انہیں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں میں ودیعت کرتا ہے، ان کی حفاظت خدا کے فرشتے کرتے ہیں، ان کی پرورش خدا کی حکمت سے کی جاتی ہے، علمِ خداوندی کی غذا دی جاتی ہے۔ ان کی پوری تعریف نہیں کی جا سکتی، ان کے احوال تم نہیں سمجھ

۴۲؎ منتہی الآمال صفحہ ۲۹۸، صافی جلد ا صفحہ ۴، مستدرک الوسائل جلد ۳ صفحہ ۵۳۲، ۵۳۳ معاشر الاصول صفحہ ۳۱ سے منقول، نہایۃ الدرایہ صفحہ ۲۱۹، روضات الجنات صفحہ ۵۳۳

۴۳؎ الاصول من الکافی جلد ا صفحہ ۱۸۰ کتاب الحجۃ باب معرفۃ الامام و الرد علیہ

۴۴؎ اصل کتاب فارسی میں ہے جس کا نام "ولایتِ فقیہ در خصوص حکومتِ اسلامی" ہے۔ امام خمینی کے نائب نے مرتب کی ہے۔

سکتے، کیونکہ وہ زمین پر خدا کے ستارے ہیں، کائنات میں اس کی نشانیاں ہیں۔ اس کے بندوں پر حکمران ہیں، ان کے نور سے شہر روشن ہیں، اس کی مخلوق پر حجت ہیں۔ اے جابر! یہ مخفی علم و خزینہ ہے۔ اس کے اہل کے سوا سب سے پوشیدہ رکھنا۔" ۴۵

شیعہ مصنف کلینی لکھتا ہے کہ "منصب امامت نبوت، رسالت اور خلت سے بھی بالاتر ہے۔" اپنے چھٹے امام جعفر بن محمد باقر کی طرف جھوٹی نسبت کر کے یہ روایت بیان کی کہ: "خدا نے ابراہیم کو پہلے عبد بنایا پھر نبی بنایا، پہلے نبی بنایا پھر رسول بنایا، پہلے رسول بنایا پھر خلیل بنایا، اور پہلے خلیل بنایا تب امام بنایا۔" ۴۶

مشہور شیعہ محدث حر عاملی ۴۷ نے اپنی کتاب میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "بارہ امام انبیاء، اوصیاء اور فرشتوں وغیرہ تمام مخلوقات سے افضل ہیں، اور انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں۔" اس باب میں اس نے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ ایک روایت یہ بیان

---

۴۵ من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۴ صفحہ ۴۱۴ اور ۴۱۵ "باب النوادر فی احوال الانبیاء والاوصیاء فی الولادۃ"

۴۶ کتاب "الحجۃ من الاصول" جلد ۱ صفحہ ۱۷۵۔ ایسی ہی روایت اپنے والد سے بھی کی ہے

۴۷ حر عاملی کا نام محمد بن حسن مشغری، عاملی ہے۔ ۱۰۳۲ھ میں جبل العامل کی ایک بستی مشغر میں پیدا ہوا۔ شیعوں کے بڑے علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے، متعدد کتابوں کا مصنف ہے۔ ان میں سے ایک کتاب ہے، جس کا حوالہ دیا گیا اور ایک "وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعۃ" ہے جس میں اس نے احکام شرعیہ سے متعلق شیعہ حضرات کی حدیثیں ستر

کی ہے کہ جعفر نے کہا: خدا نے اولوالعزم رسول پیدا کیے اور انہیں علم کی فضیلت بخشی، ہمیں ان کے علم کا وارث بنایا اور ان پر علم میں برتری دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم دیا گیا جو ان کو نہیں دیا گیا تھا، اور ہمیں ان کا علم بھی دیا گیا ہے"[۴۸]

کلینی ابو عبداللہ سے ایک اور روایت بیان کرتا ہے: "جو علی علیہ السلام لے کر آتے ہیں، اسے اپنا لو اور جس سے انہوں نے منع کیا ہے، رک جاؤ۔ ان (علی) کو ایسی فضیلت دی گئی ہے جیسی فضیلت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ علی کے احکامات میں سے کسی چیز پر بھی نکتہ چینی کرنا ایسا ہے گویا اللہ اور اس کے رسول پر نکتہ چینی کرنا۔ ان کی کسی چھوٹی یا بڑی بات کو رد کرنا خدا کے ساتھ شرک کرنے کے مترادف ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام ایک ایسا دروازہ ہیں کہ اسی سے گزر کر نبی کے پاس پہنچا جا سکتا ہے جو ان کے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلا، ہلاک ہوا۔ اسی طرح ایک کے بعد دوسرے آنے والے تمام انبیاء کو فضیلت دی گئی ہے۔ خدا نے انہیں زمین کے ستون بنایا ہے جس پر اہلِ زمین بستے ہیں۔ وہ زمین کے اوپر اور پاتال کے نیچے خدا کی حجت ہیں۔ امیر المؤمنین علیہ الصلوٰۃ اکثر کہا کرتے تھے، میں جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں فاروق اکبر ہوں اور میں ہی

کتابوں سے نقل کی ہیں جو زیادہ مشہور ہیں۔ رمضان ۱۰۴ھ میں خراسان کے مقام پر فوت ہوا۔

[۴۸] حر عاملی کی کتاب "الفصول المھمۃ" صفحہ ۱۵۲

صاحب کہا (حضرت موسیٰؑ کا لقب) اور میں ہی صاحب میسم ہوں۔ میرے بارے میں تمام فرشتوں، جبرائیل اور تمام رسولوں نے ویسا ہی اقرار کیا ہے، جیسا اقرار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا تھا۔ مجھ پر ویسی ہی چیز نازل کی گئی ہے جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی تھی، جو رب کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے تو عطا کیا جاتا تھا۔ میں دعا کرتا ہوں تو عطا کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اس کے کلام سے گفتگو کرتے تھے، میں بھی اس کے کلام سے گفتگو کرتا ہوں۔ مجھے ایسی خوبیاں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ مجھے آفتوں اور مصیبتوں کا علم دیا گیا ہے۔ انساب اور فصلِ خطاب کا علم دیا گیا ہے، جو میری نظروں سے اوجھل ہے۔"

شیعہ مفسرین کا امام۔ ابراہیم قمی۔ جس کی تفسیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "اس کی تفسیر بہت سی تفاسیر کے لیے اصل الاصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اصل میں صادقین علیہما السلام (جعفر اور باقر) کی تفسیر ہے۔ امام عسکری کے زمانے میں مؤلف نے اسے تالیف کیا۔ ان روایات کو بیان کرنے والا امام رضا علیہ السلام کا صحابی تھا، جس نے اپنے بیٹے سے یہ روایات بیان کیں"۔ [۵۰]

اس تفسیر میں "وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ" کے ضمن میں کہتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءؑ سے اپنے نبی محمدؐ کے بارے میں عہد لیا"۔ اس کے بعد لکھتا ہے ــــ "خدا نے آدم سے لے کر بعد میں آنے والے تمام انبیاءؑ سے یہ عہد لیا کہ جب وہ دنیا میں جائیں گے تو امیر المومنین علیہ السلام کی مدد کریں گے۔

---

[۴۸] یعنی کافر اور مومن کے درمیان تمیز کرنے والا ہوں گویا کہ میرے ہاتھ میں "میسم" ہے جس سے میں کافر کی پیشانی پر نشان لگاتا ہوں۔ [۴۹] "الاصول من الکافی" جلد ۱ صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷

"لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے۔ اور "وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" یعنی امیر المومنین کی مدد کریں گے"۔ ۵۱ھ

شیعہ مفسر عیاشی ۵۲ھ نے اپنی تفسیر میں اس پر مزید اضافہ کیا اور اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے: "آدم سے لے کر اب تک کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں جو دنیا میں بھیجا گیا ہو، اور جس نے امیر المومنین علی کے سامنے جنگ نہ کی ہو"۔ ۵۳ھ

ائمہ کے بارے میں شیعہ کے اعتقادات ہم پوری تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "شیعہ اور سنّی" میں بیان کر چکے ہیں۔ ۵۴ھ

۵۰ھ مقدمہ تفسیر قمی صفحہ ۱۵۔ از سید طیب موسوی جزائری شیعی۔

۵۱ھ تفسیر قمی جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ مطبعۃ النجف ۱۳۸۶ھ

۵۲ھ عیاشی کا پورا نام ابو النضر محمد بن مسعود عیاشی سلمی سمرقندی ہے، تیسری صدی ہجری کے شیعہ علماء میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ نجاشی نے اس کے بارے میں کہا ہے، ثقہ اور صدوق ہے، اس جماعت کے ممتاز ترین اور اکابر علماء میں سے ہے (رجال النجاشی صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ: قم، ایران) ابن الندیم کہتا ہے: "شیعہ امامیہ کے فقہاء میں شمار ہوتا ہے، اپنے زمانے میں یکتا تھا"۔ (اعیان الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۵۷) جہاں تک اس کی تفسیر کا تعلق ہے، وہ اہل بیت پر نازل شدہ احادیث پر مبنی ہے۔ اس کی تفسیر کچھ علی بن ابراہیم کی تفسیر جیسی ہے۔ (روضات الجنات جلد ۶ صفحہ ۱۱۹) ایک ہزار سال سے، بلکہ گیارہ صدیاں گزر چکی ہیں، کسی نے بھی اس کے کسی پہلو پر تنقید نہیں کی۔ مقدمہ تفسیر صفحہ "ج" از محمد حسین طباطبائی۔

۵۳ھ تفسیر عیاشی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، "البرہان" جلد ۱ صفحہ ۲۹۵ "الصافی" جلد ۱ صفحہ ۲۷۴

۵۴ھ اس کے لیے دیکھیے کتاب "الشیعۃ والسنۃ" صفحہ ۶۵ تا ۶۸، مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور

یہ تصور ہے ائمہ کا شیعہ کے ہاں۱؎ اور یہ وہ گروہ ہے جس کے بارے میں وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ اہلِ بیت ہیں جن کی پیروی کرنے، ان کے افکار و خیالات کو اپنانے، ان کے اقوال و افعال پر عمل کرنے اور ان کے احکامات اور فتووں کی اتباع کرنے کی وجہ سے لوگ ان سے ناخوش ہیں۔

یہ تمام اقوال، روایات اور دعوے شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں اور ان کے اپنے الفاظ میں نقل کیے گئے ہیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ شیعہ ایک ایسا طبقہ و گروہ ہے جو حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ میں سے گیارہ آدمیوں کی پیروی کا دعوای کرتا ہے۔ انہیں اللہ کے نبیوں اور رسولوں جیسا معصومؑ بلکہ ان سے اور اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی زیادہ افضل سمجھتا ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ان کا مذہب انہی (اہلِ بیت) کے افکار و خیالات پر مبنی ہے۔ اس بحث میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اہلِ بیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت ہرگز مراد نہیں۔ خود ان لوگوں نے اس بات کی نفی کی ہے۔

جہاں تک دعوئ اہل بیتِ علیؓ، ان میں سے چند مخصوص حضرات کی پیروی و اطاعت کا تعلق ہے ہم آئندہ ابواب میں ان دعووں کی صحت و صداقت پر غور کریں گے۔ "لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ" "تاکہ اللہ تعالیٰ حق کو حق ثابت کرے اور باطل کو باطل ثابت کرے خواہ مجرموں کو یہ بات ناپسند ہو۔"

بابِ ثانی

شیعہ اور اہلِ بیت کی مخالفت

شیعہ لوگوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اہل بیت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں اور مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے حق وصواب کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیزوں اور ان کے متعلقین سے خاص تعلق کی وجہ سے سب سے برتر اور سب سے زیادہ ہدایت پر ہیں۔

ہم پوری تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ ان کے نزدیک اہلِ بیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ ہرگز مراد نہیں، اور نہ ہی یہ لوگ ان کی پیروی اور ان سے محبت کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک، یہ لفظ باقی سب کو چھوڑ کر، صرف علی رضی اللہ عنہ اور ان کی کچھ اولاد پر بولا جاتا ہے۔

اس باب میں، ہم یہ بتائیں گے کہ شیعہ نہ اہلِ بیت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوائے پیروی ومحبت میں سچے ہیں اور نہ اہل بیتِ علیؓ سے محبت وپیروی کے دعویٰ میں کوئی سچائی ہے۔ ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے ہیں اور نہ ان کے خیالات ہی پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے راستہ پر نہیں چلتے۔ ان کے اقوال وخیالات کے مطابق اپنی زندگی نہیں گزارتے۔ ان کے احکامات و تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، بلکہ ان کے برعکس چلتے اور قولی وعملی طور پر کھلم کھلا

ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدینؓ، آپؐ کی پاک بیویوں اور آپؐ کے نیک طینت صحابہؓ کی جنھوں نے اس دین کو اور آپؐ کی رسالت کو، دوسرے انسانوں اور کائنات کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا۔ جو اللہ کے دین کو پھیلانے والے، اس کے علمبردار اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے والے ہیں۔ جنھوں نے اللہ کے راستے میں اس طرح جہاد کیا جس طرح جہاد کرنے کا حق تھا۔ اس کی رضا کی خاطر اپنی ہر متاع گراں مایہ کو نچھاور کر دیا۔ جو اس کی رحمت کے جویاں اور اس کے عذاب سے لرزاں تھے۔ رات ہوتی تو شب زندہ دار تھے، دن ہوتا تو روزہ دار۔ جن کے بارے میں خود رب بزرگ و برتر نے اپنی کتاب محکم میں فرمایا:

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ“ [1]

”جس پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ یہ اتارا گیا ہے حکمت والے قابلِ تعریف ذات کی طرف سے۔“

قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

”تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ“ [2]

”ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے پروردگار کو ڈرتے ہوئے اور جنت کی طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، اور ہمارے دیے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں۔“

---

[1] سورۃ فصلت، آیت ۴۲ [2] سورۃ سجدۃ آیت ۱۶۔

ایک جگہ فرمایا:

"اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" ؎۳

"وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوتے ہوں، اور اپنے پہلوؤں پر (لیٹے ہوتے ہوں) اور زمین و آسمان کی پیدائش کے متعلق سوچتے ہیں۔ اے ہمارے رب تو نے اسے بیکار پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما"

ایک جگہ رب تعالیٰ نے، جو سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے، اپنے برگزیدہ رسول ﷺ کے ساتھیوں کی ان الفاظ میں تعریف کی:

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ٻ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڗ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا" ؎۴

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ایماندار ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے

؎۳ سورۃ آل عمران آیت ۱۹۱ ؎۴ سورۃ فتح آیت ۲۹

مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر بڑے مہربان ہیں۔ تم ان کو رکوع و سجود کرتے دیکھتے ہو۔ وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ ان کی نشانی ان کی نمازوں کے اثر سے ان کے چہروں میں ہے۔ یہی اوصاف ان کے تورات میں مرقوم ہیں اور انجیل میں ان کے اوصاف ایک کھیتی کی طرح مرقوم ہیں جس سے ایک سوئی نکلی، پھر وہ مضبوط ہوئی پھر موٹی ہوئی، پھر وہ اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوئی کہ کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ کفار ان کی وجہ سے جلتے ہوں گے۔ اللہ نے ایمانداروں سے اور جو ان میں سے نیک اعمال کرتے ہیں، ان سے بخشش اور بڑے بدلہ کا وعدہ کیا ہوا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غزوۂ تبوک کے شرکاء کے بارے میں فرمایا:

"لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" ؁

"اللہ تعالیٰ نے نبیؐ پر اور مہاجروں اور انصار پر توجہ کی جو مشکل وقت میں جبکہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگا چکے تھے، نبیؐ کے ساتھ رہے وہ ان پر بڑا ہی مہربان نہایت رحم والا ہے۔"

غزوۂ حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کے لیے ارشاد ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ

عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۔ [۶]

"اللہ تعالیٰ ایمانداروں سے راضی ہوا جب وہ ایک درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے جو ان کے دلوں میں تھا، اللہ کو سب معلوم تھا۔ اور ان پر تسلی اتاری۔ اور ان کو ایک قریبی فتح دی، اور کئی غنیمتیں جن کو مسلمان لیتے رہے اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔"

مزید فرمایا:

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۔ [۷]

"پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستاتے گئے اور لڑے اور مارے گئے، ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کروں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اللہ کی طرف سے یہ ان کو بدلہ ملے گا (علاوہ اس کے اللہ کے ہاں اور بھی نیک بدلہ ہے۔"

---

[۵] سورۂ توبہ آیت ۱۱۷۔

[۶] سورۂ فتح ۱۸، ۱۹۔

اللہ نے ان کے سچے اور حقیقی ایمان کی یہ کہہ کر گواہی دی:

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ" ۸ھ

"اور وہ لوگ جو ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اور وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور عمدہ رزق ہے"

سب سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابہؓ اور انصارؓ کے بارے میں فرمایا:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" ۹ھ

"اور سبقت لے جانے والے پہلے مومن مہاجرین و انصار میں سے، اور وہ لوگ جو ان کی نیک روش کے تابع ہوئے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے!"

ایک اور جگہ سب مہاجرین اور انصار کے بارے میں یہ فرما کر ان کی فلاح و کامرانی کی ضمانت دیدی:

۸ھ سورۃ الانفال آیت ۷۴، ۹ھ سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰

"لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" ؎۱

"ان فقیر مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں اور اپنے مال و دولت سے نکالے گئے۔ وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور رضامندی، اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ؐ کی۔ یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے ان کے پہنچنے سے پہلے دارالایمان بنایا۔ جو لوگ ان کی طرف ہجرت کرکے آتے ہیں، وہ ان سے دلی محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو اللہ کی طرف سے ملا ہے، اپنے دلوں میں اس کی حاجت نہیں پاتے۔ ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے ان کو سخت حاجت ہو اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچ جائیں، وہی نجات یاب ہوں گے"۔

فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے صحابہؓ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

؎۱ سورۃ الحشر آیت ۸-۹

"لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ط اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ط وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ط وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ"۔ [1]

"تم میں سے وہ لوگ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا، ان سے درجات کے اعتبار سے بڑھ کر ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اپنے برگزیدہ نبی ﷺ کے ساتھ ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر، بلافصل کیا ہے، ایک جگہ فرمایا:

"اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا"۔ [2]

"بے شک ابراہیم علیہ السلام کے حقدار لوگ وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی، اور یہ نبی اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے"۔

ایک جگہ فرمایا:

"اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا"۔ [3]

"بلاشبہ تمہارا دوست اللہ ہے اور اس کا رسول ﷺ اور ایماندار"

---

[1] سورۃ الحدید آیت ۱۰ [2] سورۃ آلِ عمران آیت ۶۸ [3] سورۃ المائدۃ آیت ۵۵۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ [14]

"اور کہہ دیجیے، عمل کرو پس اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار"

ایک جگہ یوں فرمایا:

"لٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ" [15]

"لیکن رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے"

ایک مقام پر فرمایا:

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ" [16]

"اور اللہ کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیئے لیکن منافق نہیں جانتے!"

ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا:

"بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ" [17]

"بلکہ تم نے گمان کر لیا کہ ہرگز نہیں لوٹیں گے رسول اور ایماندار اپنے گھروں کو"

---

[14] سورۃ التوبۃ آیت ۱۰۵ [15] سورۃ التوبۃ آیت ۸۸ [16] سورۃ المنافقون، آیت ۸ [17] سورۃ الفتح آیت ۱۲

ایک آیت میں فرمایا،

"فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ"۔[18]

"پس اللہ نے اپنی تسلی نازل فرمائی اپنے رسولؐ پر اور مومنوں پر"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کی امت کے اولین اور صحیح معنوں میں ایمان لانے والے مومنین کا ذکر، جن میں سے افضل و اعلیٰ نبی علیہ السلام کے ساتھی ہیں، اپنے نبیؐ کے ذکر کے ساتھ ہی کیا اور فرمایا،

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ"۔[19]

"بے شک وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں آپؐ کی سوائے اسکے نہیں کہ وہ بیعت کرتے ہیں اللہ کی۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے"۔

اسی طرح جب اپنے نبیؐ کی ہجرت کا ذکر کرتا ہے تو ساتھ ہی آپکے ساتھیوں کا مکہ سے نکالا جانا بھی بیان فرماتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

"یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ"۔[20]

"وہ نکالتے ہیں رسولؐ کو اور تمہیں، اس واسطے کہ تم ایمان لائے ہو اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے"۔

---

[18] سورۃ الفتح آیت ۲۶

[19] سورۃ الفتح آیت ۱۰

[20] سورۃ الممتحنہ آیت ۱

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ساتھی اور یارِ غار کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

"اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ج فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ" ۲۱؎

"جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی کو غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اپنا اطمینان نازل فرما دیا۔"

آپؐ کی پاک بیویوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ" ۲۲؎

"نبیؐ زیادہ حق دار ہے مومنوں کا ان کے نفسوں سے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

ایک آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ" ۲۳؎

"اے نبیؐ کی بیویو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔"

قرآنِ پاک کی آیات صحابہؓ کے بارے میں یہ کہتی ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی آیات اس مضمون کی قرآنِ پاک میں موجود ہیں۔

آئیے اب اہلِ بیت کی پیروی اور محبت کے دعویداروں کو، اور ان کے معصوم ائمہ کو دیکھتے ہیں جو بقول ان کے آلِ بیت ہیں کہ وہ

۲۱؎ سورۃ التوبۃ آیت ۴۰

۲۲؎ سورۃ الاحزاب آیت ۶

۲۳؎ سورۃ الاحزاب آیت ۳۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں سے نفرت کرتے تھے، انھیں گالیاں بکتے یا اس سے بڑھ کر ان جھوٹے دعویداروں کی طرح انھیں کافر کہتے اور ان پر لعنت بھیجتے تھے؟؟ یا اس کے برعکس وہ ان کی فرمانبرداری اور اُن سے محبت کیا کرتے تھے، ان پر مہربانیاں کرتے اور ان کی مشکلوں میں مدد کیا کرتے تھے، اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیتے، اور ان کے دکھ درد بانٹا کرتے تھے۔ انہیں اپنے دینی، دنیاوی اور ملکی و حکومی معاملات میں شریک کیا کرتے تھے، ان کے حکم و اقتدار کی بیعت کیا کرتے تھے۔ اُن کے جھنڈے تلے جہاد کرتے اور اس مالِ غنیمت میں سے لیا کرتے تھے جو اس کے ذریعہ حاصل ہوتا تھا۔ ان سے سسرالی تعلقات قائم کرتے، ان کے ہاں سے خود شادیاں کرتے اور وہ ان کے ہاں سے شادیاں کرتے، ان کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام رکھتے اور ان کی یاد سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ اپنی مجلسوں میں ان کے تذکرے کرتے، مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے، ان کی بزرگیوں اور اچھائیوں کے تذکرے کرتے اور سب کے زہد و پاکیزگی کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ فضیلت والوں کی فضیلت، علم والوں کے علم، اور تقویٰ والوں کے تقویٰ کو تسلیم کرتے تھے؟

یہ تمام چیزیں ہم بیان کریں گے اور اس التزام کے ساتھ کہ جو کچھ کہیں گے خود شیعہ کی اپنی کتابوں سے۔ شاید حق ظاہر ہو جائے اور سچائی نکھر کر سامنے آجائے۔ باطل دب جائے اور جھوٹ مٹ جائے۔ اگر کہیں کوئی بات شیعہ کی کتابوں کے علاوہ کہیں سے ذکر کریں گے تو مثال و تائید کے لیے۔ استدلال اور اصل کے طور پر کوئی بات بھی شیعہ کی کتابوں کے علاوہ ذکر نہیں کریں گے۔ ہم فریق مخالف پر جو بات بھی ثابت کرینگے

ان کی اپنی کتابوں سے، ان کے اپنے الفاظ اور ان لوگوں کی زبان سے جنھیں یہ بزعم خود اپنے امام بنائے پھرتے ہیں، حالانکہ وہ ان سے بری ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، اور حق وہ جس کا مخالف بھی اقرار کرے۔ ہم صرف اس بات کو واضح اور صاف کرنا چاہتے ہیں کہ ائمہ حق اور اہلِ بیت کا اس قوم سے، تھوڑا یا زیادہ، کوئی تعلق نہیں۔ شاید اس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی ہدایت کا سامان کر دے جو محبت اہلِ بیت میں دھوکہ کھا گئے اور سمجھتے رہے کہ ان کے مزعومہ عقائد کو ائمہ اہلبیت ہی نے وضع کیا ہے۔ ان بنیادوں کے رکھنے والے اور ان اصول و قواعد کے بانی ائمہ ہی ہیں۔ یہ سمجھ کر وہ ائمہ سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت کرتے رہے، جو ان کے خیال میں اہل بیت کے دشمن، ان کے حق کو غصب کرنے والے اور انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے محروم کرنے والے ہیں اور ان کے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔

اس بحث سے ان شاء اللہ یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ شیعہ کا اہلِ بیت سے، اور اہل بیت کا شیعہ سے کیا تعلق ہے؟

ہمارے چوتھے خلیفۂ راشد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، جو ان کے نزدیک پہلے معصوم امام اور اہل بیت کے سربراہ ہیں، تمام صحابہؓ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی انتہائی تعریف کرتے اور ان کی مدح و ثنا میں کہتے ہیں:

"میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو دیکھا ہے، مجھے تم میں ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا، وہ صبحیں کرتے تھے تو پراگندہ و پریشان۔ راتیں گزارتے تو سجدہ و قیام میں اپنی پیشانیوں

اور رخساروں کو سجدہ میں جھکائے ہوئے، کھڑے ہیں تو اپنی آخرت کی یاد میں پتھر کی طرح ساکت! سجدوں میں جاتے تو لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے یوں لگتا جیسے پتھر کی کوئی چٹان ان کے سامنے ہے۔ جب اللہ کو یاد کرتے تو ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جائیں اور ان کے دامن تک تر بتر ہو جاتے۔۔ عذاب کے ڈر اور ثواب کی امید میں یوں جھکتے اور بے قرار و مضطر رہتے تھے جیسے تیز آندھیوں اور جھکڑوں میں درخت ہلتے ہیں۔" ۲۴؎

یہ اہلِ بیت کے سربراہ ہیں جو نبیؐ کے ساتھیوں کی تعریف کر رہے ہیں۔ اپنے اس گروہ اور ساتھیوں پر انہیں ترجیح دے رہے ہیں جس نے جنگوں اور لڑائیوں میں ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ دشمن کے ساتھ مقابلہ کا وقت آیا تو بزدلی کا ثبوت دیا اور سربراہِ اہل بیت کو اکیلا چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ آپؓ ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارے ایمان و یقین میں اضافہ ہوتا تھا، چند لقموں پر گزارہ کرتے اور دکھوں اور پریشانیوں میں صبر کرتے تھے، دشمن کے ساتھ

۲۴؎ نہج البلاغہ صفحہ ۱۴۳ مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۳۸۰ھ، تحقیق صبحی صالح

پوری کوشش سے جہاد کرتے، ہمارا اور دشمن کا آدمی دو سانڈوں
کی طرح ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور جھپٹتے تھے۔ دونوں
ایک دوسرے کو موت کا پیالہ پلانا چاہتے تھے۔ کبھی دشمن
ہم پر غالب آجاتا اور کبھی ہم دشمن پر غالب آجاتے۔ جب
اللہ نے ہماری سچائی دیکھی تو ہمارے دشمنوں پر ذلت و رسوائی
اور ہم پر فتح و کامرانی نازل کی۔ حتیٰ کہ اسلام خوب مستحکم ہو گیا۔
اور ملکوں میں پھیل گیا۔ میری جان کی قسم اگر ہم وہ کرتے جو تم
کرتے ہو تو دین ہرگز پختہ نہ ہوتا اور نہ ہی ایمان میں پختگی آتی،
خدا کی قسم ہم دودھ دوہتے تو خون نکلتا اور ندامت و پریشانی
ہم پر طاری رہتی۔"[۲۵]

اپنے منافق اور دھوکے باز گروہ کے مقابل ان کا ذکر کرتے ہیں اور
ان کے چلے جانے پر افسوس کے عالم میں لکھتے ہیں "کہاں ہیں وہ جنھیں
اسلام کے لیے پکارا گیا تو انہوں نے لبیک کہا، قرآن پڑھا تو اس کے مطابق
سب کچھ کیا، انہیں جنگ کی طرف چلنے کو کہا گیا تو یوں بےتابانہ دوڑے
جیسے اونٹنی اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہے۔ تلواروں کو میانوں سے کھینچ
لیا اور زمین کے اطراف واکناف کو صف بصف ہو کر گھیر لیا، کچھ مارے
گئے، کچھ بچ گئے، نہ زندہ بچ جانے والوں کو مبارکباد دیتے اور نہ مرنے
والوں کی تعزیت کرتے! وہ جن کی آنکھیں بہت رونے سے کمزور ہو گئیں،
روزے رکھنے سے پیٹ خالی ہو گئے، دعائیں مانگ مانگ کر ہونٹ خشک

---

[۲۵] نہج البلاغہ، تحقیق صبحی صالح صفحہ ۹۱-۹۲- مطبوعہ بیروت۔

ہو گئے۔ راتوں کو بیدار رہ کر ان کے رنگ پیلے ہو گئے۔ ان کے چہروں پر اللہ سے ڈرنے والوں کا نور تھا۔ وہ چلے جانے والے میرے بھائی تھے ہمیں حق ہے کہ ان کے شیفتہ و مشتاق ہوں اور ان کے فراق اور جدائی میں اپنے ہاتھ کاٹ کھائیں۔" ۲۶ھ

جب انھیں یاد کرتے ہیں جو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازے گئے اور جنھیں خدا کے کرم و احسان کا ایک کثیر حصہ عطا کیا گیا تو کہتے ہیں، "اے خدا کے بندو! جان لو یقیناً متقی دنیا میں موجودہ نعمتیں بھی اور آخرت کی نعمتیں بھی پا گئے۔ دنیا والوں کو انہوں نے اپنی دنیا میں تو شریک کیا، اپنی آخرت میں شریک نہیں کیا، دنیا میں ٹھہرے تو سب سے بہتر انداز میں ٹھہرے، سب سے اچھا کھایا، دنیا کی ان تمام آسائشوں سے لطف اندوز ہوئے جن سے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ متکبر اور جابر لوگ دنیا میں جو حاصل کر سکتے ہیں، سب انہیں ملا۔ پھر جب انہوں نے دُنیا سے منہ موڑا تو نفع مند تجارت کی اور بہت سا نفع حاصل کیا۔ دنیا کو چھوڑنے کی لذت انہوں نے اپنی دنیا ہی میں پالی۔ انھیں کامل یقین ہے کہ کل جب ان کی آخرت ہو گی تو وہ خدا کے ہمسائے ہوں گے جہاں نہ ان کی کوئی بات رد کی جائے گی اور نہ ہی انکی لذت و انبساط میں کوئی کمی ہو گی۔" ۲۷ھ

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے جواب میں مہاجر صحابہؓ کی تعریف

۲۶ھ نہج البلاغہ، تحقیق صبحی صالح صفحہ ۱۷۷-۸۰ مطبوعہ بیروت۔

۲۷ھ "نہج البلاغۃ"، صفحہ ۳۸۳ تحقیق صبحی صالح۔

کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"سبقت لے جانے والے اپنی سبقت کی وجہ سے فلاح و کامرانی کو پہنچے اور سب سے اول، ہجرت کرنے والے فضیلت کو پا گئے"۔ ۲۸ھ

مزید فرمایا :

"آپ جانتے ہیں کہ مہاجرین میں خیرِ کثیر ہے۔ اللہ ان کو بہترین جزا دے"۔ ۲۹ھ

اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار صحابہؓ کی یہ کہہ کر تعریف کرتے ہیں کہ "بخدا اسلام ان کی دولتمندی کی وجہ سے اس طرح پھلا پھولا جیسے بچھیرا پھلتا پھولتا ہے۔ ان کی زبانیں فصیح اور ہاتھ پُر قوت ہیں"۔ ۳۰ھ

صحابہؓ کی بے حد تعریف و توصیف کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کا، اور حضرت معاویہؓ اور انصارِ صحابہؓ کا موازنہ یہ کہہ کر کرتے ہیں: "امابعد! بخدا شہروں میں تمہارے شہر والوں کی تعداد عرب میں انصار کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو جو بھی حکم دیا وہ اس سے باز رہے یہاں تک کہ رسولؐ نے خدا کے تمام احکامات پہنچا دیے، سوائے دو قبیلوں کے، جو ایک چھوٹی سی جگہ میں پیدا ہوتے۔ نہ وہ عرب میں سب سے بڑے اور نہ تعداد کے لحاظ سے کثیر ہیں۔ انہوں نے نبیؐ، نبیؐ کی آل، اور آپؐ کے ساتھیوں کو پناہ دی اور اللہ اور اس کے دین

۲۸ھ "نہج البلاغۃ" صفحہ ۳۸۳ تحقیق صبحی صالح

۲۹ھ "

۳۰ھ " ۵۵۷ "

کی مدد کی، عرب نے انھیں ایک ہی کمان سے تیر مارے۔ یہودی بھی ان کے حلیف ہو گئے۔ یہودیوں اور سب قبائل، ایک کے بعد ایک نے اُن سے جنگ کی۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے دین کی نصرت کی طرف متوجہ ہوتے۔ کچھ کو گرفتار کر کے ان پر قابو پا لیا۔ یہودیوں سے معاہدے کر کے انہیں فتح کر لیا۔ نجد، تہامہ، مکہ، یمامہ، حزن اور سہل والوں کے لیے دین کے چشمے جاری کیے۔ جلادوں کے تیروں تلے اپنے صبر کا مظاہرہ کیا۔ تا آنکہ عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے سامنے جھک گیا اور رسول اللہ وفات پا جانے سے پہلے ہی ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن چکے تھے۔ اس وقت عرب میں ان لوگوں کی جو تعداد تھی، اب اس وقت لوگوں میں تمہاری تعداد ان سے زیادہ ہے۔" ۳۱؎

شیعہ کے اپنے قول کے مطابق تمام رسولوں کے سردار، خود انصار صحابہؓ کی تعریف کرتے ہیں: "یا اللہ انصار، انصار کی اولاد، ان کی اولاد کی اولاد کو بخش دے۔ اے جماعتِ انصار! کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ لوگ تو بکریاں اور مال و دولت لے جائیں اور تمہارے نصیب میں خود اللہ کا رسول آ جائے۔" ۳۲؎

ایک اور موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انصار میری جماعت ہے۔ اگر لوگ کسی ایک جانب چلیں اور انصار ایک جانب تو میں انصار کے ساتھ چلوں گا۔" ۳۳؎

۳۱؎ "الغارات" جلد ۲ صفحہ ۴۷۹، ۴۸۰

۳۲؎ تفسیر منہج الصادقین" جلد ۴ صفحہ ۲۴۰، "کشف الغمہ" جلد ۱ صفحہ ۲۲۴

۳۳؎ ایضاً

مجلسیؒ نے طوسی سے ایک معتبر روایت بیان کی ہے جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ علی رضؓ بن ابی طالب نے اپنے ساتھیوں سے کہا: "میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارے میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ انھیں گالیاں مت دینا اس لیے کہ وہ تمہارے نبیؐ کے ساتھی ہیں۔ وہ ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے نہ خود دین میں کوئی نئی چیز داخل کی اور نہ ہی کسی بدعتی کو عزت دی۔ ہاں! مجھے رسول اللہؐ نے ان کے بارے میں یہ نصیحت کی ہے"۔ ۳۵

۳۴؎ مجلسی کا پورا نام ملا محمد باقر بن محمد بن محمد تقی مجلسی ہے۔ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ہوا اور ۱۱۱۰ھ میں فوت ہوا، اہلِ سنت کے شدید ترین دشمنوں میں سے ہے، متاخرین شیعہ میں اس جیسا بدگو، گندی زبان والا اور فحش گو کوئی نہیں۔ جب بھی بات کرے گا اس کے منہ سے گندی بات ہی نکلے گی۔ اسے "خاتمۃ المجتہدین" اور "امام الائمۃ فی المتاخرین" کہا جاتا ہے۔ قمی کہتا ہے: "مجلسی شیخ الاسلام والمسلمین ہے، دین و مذہب کو عام کرنے والا امام، علامہ اور محقق ہے۔ جتنی توفیق اس پرعزم شیخ شیخوں کے سردار، اور چٹان کی مانند حوصلہ رکھنے والے کو ملی خدا نے اتنی توفیق کسی کو نہیں دی۔ اس نے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیا، مذہب کو پھیلایا، بدعتیوں کے حملوں کو روکا، ملحدین کی بے بنیاد باتوں کا قلع قمع کیا، دینِ مبین کی سنتوں کو زندہ کیا، ائمہ مسلمین کی بہت سی پاکیزہ، صاف ستھری اور ہمیشہ باقی رہنے والی حدیثیں مختلف طریقوں سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلائیں"۔

خوانساری کہتا ہے، "یہ شیخ اپنے وقت میں علم حدیث اور تمام علوم کا امام تھا۔ دارالسلطنت اصفہان کا شیخ الاسلام تھا، دینی و دنیاوی ریاست کا رئیس تھا، جمعہ اور جماعت میں امام تھا۔۔۔۔۔ ہمارے اس شیخ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب

مہاجرین اور انصار دونوں کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "امام کے تعین و انتخاب کا اختیار انہی کے ہاتھوں میں ہے۔ وہی قرنِ اول میں مسلمانوں میں حل و عقد کے مالک سمجھے جاتے تھے۔ اور کسی کو یہ حق نہیں تھا کہ ان کی کسی بات کو رد کرے یا ان کے بغیر کوئی کام کرے یا ان کی کسی بات سے منہ پھیرے اس لیے کہ وہی مسلمانوں میں اہل ترین لوگ تھے۔ اور یہی بات معاویہ بن سفیانؓ نے امیرِ شام کو مؤمنین کی حکومت اور مسلمانوں پر حکمرانی کے دعوے کے جواب میں لکھی۔ امام وہ ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی امام بنائیں"۔ اسی ضمن میں خود حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ امامت کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔ یہ بات خود شیعہ حضرات کی اپنی کتاب میں موجود ہے:

"مجلسِ شوریٰ مہاجر اور انصار صحابہؓ پر مشتمل ہو گی وہ جس پر متفق ہو جائیں اور جسے امامت کے لیے نامزد کر دیں، اسی میں اللہ کی مشیت و رضا ہو گی۔ اگر ان میں سے (یعنی صحابہ میں سے) کسی پر کسی قسم کی کوئی قابلِ اعتراض بات یا بدعت پائی جائے تو اسے خارج کر دیا جائے گا۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا"۔ ۳۶ھ

"بحار الانوار" ہے جس میں آپ نے تمام علوم جمع کر دیے ہیں۔ یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی عربی اور فارسی میں کئی کتابیں ہیں، (روضات الجنات جلد ۲ صفحہ ۷۸ اور اس کے بعد کے صفحات)

۳۵ھ "حیات القلوب" للمجلسی جلد ۲ صفحہ ۶۲۱

۳۶ھ "نہج البلاغۃ" جلد ۳ صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت، بتحقیق محمد عبدہ صفحہ ۳۶۷ تحقیق صبحی۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے اس قول کے بارے میں شیعہ کیا موقف اختیار کرتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں:

۱۔ مجلسِ شورٰی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر اور انصار صحابہ پر مشتمل ہو گی۔ اور شیعہ حضرات کے عقیدے کے برعکس تمام اختیارات انہی کے ہاتھوں میں ہوں گے۔

۲۔ صحابہؓ کا کسی شخص پر متفق ہو جانا اللہ کی خوشنودی کا سبب ہے۔ اور اس پاک و برتر ذات کی رضا کی علامت ہے۔

۳۔ ان کے زمانے میں امامت ان کے انتخاب اور مرضی کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی تھی [۳۷]

۴۔ کوئی بھی صحابہ کی بات کو رد نہیں کرتا اور نہ ان کے حکم سے انحراف کرتا ہے۔ سوائے اس کے جو بدبخت، باغی اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹ کر کسی اور ڈگر پر چل نکلا ہو۔

۵۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مخالف کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا فیصلہ تلوار کریگی۔

۶۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور ان سے محبت کرنے والے مہاجر اور انصار صحابہؓ، جو اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ جن سے راضی ہو گیا، اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والی علیؓ کی اولاد کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے ہاں پکڑ ہو گی۔

حسینؓ کے بیٹے علی جن کا لقب زین العابدین ہے اور جو قوم شیعہ

---

[۳۷] اس سے شیعہ حضرات کا یہ اشکال رفع ہو گیا کہ اسلام میں امامت و خلافت تعیین، وصیت یا کسی کو نامزد کر دینے سے عمل میں آتی ہے جیسا کہ یہ حضرات اپنے معصوم ائمہ کی تردید کرتے ہوئے سمجھتے ہیں، بلکہ واضح ہو گیا کہ اسلام میں امامت و خلافت شورٰی اور

کے چوتھے امام ہیں، اپنے وقت میں اہل بیت کے سربراہ تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو یاد کرتے اور نمازوں میں ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے توحید کی دعوت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں نبی کریمؐ کی مدد کی۔ وہ کہتے ہیں: "یا اللہ! ان کے لیے میں تجھ سے تیری رضا اور مغفرت کی دعا مانگتا ہوں۔ خاص طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ساتھیوں کے لیے جنھوں نے صحابہؓ کے ساتھ حسن سلوک کیا، جنھوں نے ان کی مدد میں مصیبتیں جھیلیں۔ ان کی نصرت کی اور ان کا استقبال کرنے کے لیے دوڑے، ان کی دعوت کو قبول کرنے میں سبقت لے گئے۔ آپؐ کی رسالت کا اعلان سنتے ہی اسے قبول کر لیا۔ آپؐ کے پیغام کو پھیلانے کے لیے اپنی بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ ان کی نبوت کے استحکام کی خاطر اپنے باپوں اور بیٹوں کو قتل کر دیا۔ جب انؐ کی جماعت سے تعلق قائم ہو گیا تو ان لوگوں نے اپنے قبیلوں کو چھوڑ دیا۔ جب آپؐ کی قرابت کے زیرِ سایہ جگہ مل گئی تو تمام رشتہ داریاں ختم کر دیں، یا اللہ! تجھے اور تجھ سے محبت کرنے والوں کو نہیں چھوڑا۔ ان سے راضی ہو جا جو تیرے حق کے لیے لڑتے رہے۔ سب کچھ انہوں نے تیرے لیے اور تیری خوشنودی کی خاطر کیا۔ ان کا تیری وجہ سے اپنے دیاروں کو چھوڑنا اور اپنی معاش کی وسعت و فراوانی سے نکل کر تنگی میں مبتلا ہونا قبول کرنا۔ انہوں نے تیرے دین کو استحکام بخشا۔ یا اللہ تابعین پر بھی اپنی رحمت و مغفرت نازل فرما، جو یہ دعائیں مانگتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا

انتخاب ہی کے ذریعے عمل میں آتی ہے۔

رِبالاَدیان ——— جو انھی کی سمت چلے۔ اسی طرف گئے، جس طرف وہ گئے۔ اگر وہ انھی کے نقش قدم پر چلے تو ان کی نصرت میں کوئی شک نہیں۔ وہی (یعنی صحابہ) ان کے لیے منارِ ہدایت ہیں۔ یہ انھی کے معین و مددگار ہیں۔ انھی کے دین کے پیرو اور انھی کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنے والے ہیں، ان سے اتفاق رکھتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو ان تک پہنچایا اس میں ان پر کوئی الزام نہیں دیتے۔" ۳۸

ان کی اولاد میں سے حسن بن علی، جو حسن عسکری کے نام سے مشہور، اور شیعہ کے گیارہویں امام ہیں، اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "موسیٰ کلیم اللہ نے اپنے رب سے پوچھا "کیا دوسرے انبیاءؑ کے صحابہ آپ کے نزدیک میرے صحابہ سے زیادہ عزت والے ہیں؟" اللہ نے فرمایا: "اے موسیٰ کیا تو نہیں جانتا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو دوسرے تمام رسولوں کے صحابہ پر وہی برتری حاصل ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے تمام نبیوں اور رسولوں پر ہے۔" ۳۹

اس کے بعد حسن عسکری کی تفسیر میں لکھا ہے: "جو آدمی بھی آلِ محمدؐ اور آپؐ کے بہترین صحابہؓ میں سے کسی کے ساتھ بھی بغض رکھے، اللہ اس کو ایسا عذاب دے گا کہ اگر اسے تمام مخلوق پر تقسیم کر دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں۔" ۴۰

---

۳۸ صحیفہ کاملہ لزین العابدینؒ، صفحہ ۱۳ مطبوعہ کلکتہ، ہند ۱۲۴۸ھ

۳۹ تفسیر حسن عسکری صفحہ ۶۵ مطبوعہ ہند، "البرہان جلد ۳ صفحہ ۲۲۸۔ یہ عبارت البرہان سے لی گئی ہے۔ ۴۰ تفسیر حسن عسکری صفحہ ۱۹۶۔

اسی لیے ان کے دادا، اور شیعہ کے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے جب اس حدیث "اصحابی کالنجوم فبأیھم اقتدیتم اهتدیتم"[41] اور ایک دوسری حدیث "دعوالی اصحابی" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا "ھذا صحیح" "یہ صحیح ہے"۔[42]

اس کے ساتھ ہی ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی، فقیہ اہل بیت اور جنھیں علی رضی اللہ عنہ نے اپنا عامل مقرر کیا تھا یعنی عبداللہ بن عباسؓ کا صحابہؓ کے بارے میں بیان نقل کرتے ہیں: "بیشک اللہ بڑی بزرگی و عزت اور پاک ناموں والا ہے، اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے صحابہ دیئے جنھوں نے اپنی جانیں اور مال آپؐ پر نچھاور کر دیے۔ آپؐ کے سوا سب کو چھوڑ دیا۔ اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: (رحماء بینھم) جنھوں نے دین کے راستے بتائے، مسلمانوں کو کوشش کے لیے ابھارا تا آنکہ دین کے راستے واضح ہو گئے، اسباب دین پختہ ہو گئے۔ اللہ کی مدد ظہور میں آئی اور اللہ کا دین مستحکم ہو گیا، دینِ خداوندی کے نشانات خوب روشن ہو گئے جن سے شرک دب گیا۔ شرک کے سرچشمے نابود اور اس کے مرکز مٹ گئے۔ اللہ کا کلمہ بلند تر اور کافروں کی بات پست تر ہو گئی۔ ان پاکیزہ نفوس اور پاکیزہ و اعلیٰ روحوں پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ جو اپنی زندگیوں میں اللہ کے ولی اور

۴۱؎ ملحوظ رہے کہ یہ عبارت، جسے ہم نے نقل کیا ہے، خود شیعہ حضرات کی اپنی روایت ہے۔ ان کی اپنی روایت ان کے خلاف حجت بن رہی ہے۔

۴۲؎ رضا کی اس عبارت کو ابن بابویہ قمی نے جس کا لقب صدوق ہے، نبی صلی اللہ

موت کے بعد بھی زندہ ہیں۔ جو مخلوقِ خدا کے سچے خیر خواہ ہیں، جو آخرت میں جانے سے پہلے ہی آخرت کی طرف کوچ کر چکے تھے جو دنیا سے جا چکے لیکن ابھی تک دنیا میں ہیں"۔ ۴۳

علی بن زین العابدین کا بیٹا محمد باقر ایک روایت بیان کرتا ہے، جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے نفاق کی نفی کرتا ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ صحابہ ایمان والے اور اللہ بزرگ و برتر سے محبت کرنے والے ہیں۔ عیاشی اور بحرانی نے اپنی اپنی تفاسیر میں آیت: "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" کے ضمن میں اس روایت کو نقل کیا ہے"۔ ۴۴

سلام روایت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: میں ابو جعفر کے پاس تھا، اسی دوران میں حمران بن اعین آیا اور آپ سے چند چیزوں کے بارے میں پوچھا۔ جب حمران اٹھنے لگا تو ابو جعفر سے کہنے لگا: "میں تمہیں بتاتا ہوں۔ خدا تمہیں لمبی عمر دے اور ہم اس سے فائدہ حاصل کریں۔

علیہ وسلم کے اس ارشاد کے تحت نقل کیا ہے: "اصحابی کالنجوم"۔ (عیون اخبار الرضا) جلد ۲ صفحہ ۸۷

۴۳ "مروج الذہب" ج ۳ ص ۵۲ - ۵۳ مطبوعہ دار الاندلس، بیروت

۴۴ بحرانی کا پورا نام ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل ہے۔ گیارہویں صدی کے وسط میں "توبلی" نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ ۱۱۰۷ھ میں فوت ہوا۔

خوانساری اس کے بارے میں کہتا ہے: فاضل، عالم، ماہر، محقق اور تفسیر عربیت اور علم رجال کا ماہر تھا، فاضل محدث تھا، اس نے ان تمام احادیث کو تلاش کیا اور

ہم جب تمہارے پاس آتے ہیں تو جو کچھ تمہارے ہاں سے ہمیں ملتا ہے اس سے ہمارے دلوں میں رقت طاری ہو جاتی ہے، ہمارے دل دنیا سے بھر جاتے ہیں۔ لوگوں کے پاس مال و دولت ہمیں بہت حقیر نظر آتا ہے۔ پھر جب ہم تمہارے پاس سے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، تاجروں اور دوسرے لوگوں سے ملتے ہیں تو دنیا ہمیں اچھی لگنے لگتی ہے"! اس نے یہ کہا، اس پر ابو جعفر نے کہا: "دلوں کا حال یہی ہوتا ہے۔ ان کی کیفیتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں!" ـــــ پھر ابو جعفر نے کہا:
"اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے کہا تھا: "یا رسول اللہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہم میں نفاق نہ پایا جاتا ہو" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا "کیوں تمہیں نفاق کا ڈر محسوس ہوا"؟ اس پر صحابہؓ کہنے لگے:
"جب ہم لوگ آپؐ کے پاس موجود ہوتے ہیں اور آپؐ ہمیں آخرت سے ڈراتے رہتے ہیں، ہم لوگ دنیا کو بھول جاتے ہیں اور آپؐ کے پاس بیٹھے بیٹھے یوں لگتا ہے جیسے ہم اپنی آنکھوں سے آخرت، جنت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب آپؐ کے پاس سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں، اپنے بچوں سے پیار کرتے ہیں، اپنے اہل و عیال اور مال و دولت کو دیکھتے ہیں تو ہم میں تبدیلی آجاتی ہے اور وہ کیفیت جو آپؐ کے پاس بیٹھے ہم پر طاری ہوئی تھی اس طرح ختم ہو جاتی

جمع کیا جو اس سے پہلے ہمارے شیخ مجلسی کے سوا کسی نے جمع نہیں کیں، اس کی تصنیفات میں ایک "البرہان فی تفسیر القرآن" بھی ہے (روضات الجنات جلد ۸ صفحہ ۱۸۱ ایضاً اعیان الشیعہ

ہے کہ گویا ہم پر کبھی وہ کیفیت گزری ہی نہیں۔ کیا آپؐ کو یہ خدشہ تو نہیں کہ ہم نفاق میں مبتلا ہیں؟ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا: "ہرگز نہیں۔ یہ تو شیطان کی چالیں ہیں جو تمہیں دنیا کی رغبت دلانا چاہتا ہے، بخدا اگر ہر وقت تم پر وہی حال و کیفیت طاری رہے جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تم پر طاری ہوتا ہے، تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں اور تم پانی پر چلنے لگو۔ اگر تم گناہ کر کے اللہ سے استغفار نہ کرتے تو اللہ ایک اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ سے مغفرت طلب کرتی اور پھر اللہ انھیں معاف کر دیتا۔ یقیناً مومن گناہ میں مبتلا ہو کر اللہ کی طرف پلٹتا ہے۔ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا "إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ" (اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کو پسند کرتا ہے) اس کے بعد فرمایا: "اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ" (اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو)[٤٥]

باقر کے بیٹے جعفر، جنہیں صادق کہتے ہیں، صحابہؓ کے بارے میں کہتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ ہزار صحابہ تھے، آٹھ ہزار مدینے کے، دو ہزار مکہ کے اور دو ہزار طلقاء۔ ان میں کوئی قدری نہ تھا، (فرقہ قدریہ کا پیرو) کوئی مرجئی نہ تھا، (فرقہ مرجیہ کا پیرو) کوئی حروری نہ تھا، (فرقہ حروریہ کا پیرو) کوئی معتزلی نہ تھا، (فرقہ معتزلہ کا پیرو) اور نہ ہی کوئی صاحبِ رائے تھا (قرآن و حدیث کے خلاف اپنی رائے کی پیروی کرنے والا — ان میں سے ہر فرقہ اپنے مخصوص عقائد رکھتا تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ شب و روز روتے اور دعا مانگا کرتے تھے: "یا اللہ! خمیر کی روٹی کھانے

---

٤٥ "تفسیر عیاشی" جلد ا صفحہ ١٠٩، "البرہان" جلد ا صفحہ ٢١٥

سے پہلے ہی ہماری روحیں قبض کر لینا"[۴۶]

شیعہ کے ایک اور امام علی بن موسیٰ رضا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے، "جس نے میری زندگی میں مجھے دیکھا یا میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی"۔[۴۷]

"تمام مخلوقات کے سردار، صادق و امین اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صحابہ کے بارے میں جنت وسعادت سے بہرہ ور ہونے کی شہادت دی ہے"۔ اس روایت کو شیعوں کے محدث اور امام قمی[۴۸] نے جنہیں قوم شیعہ نے صدوق (سچا) کا لقب دے رکھا ہے، اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ کتاب خود شیعہ حضرات ہی کی شائع کردہ ہے: "ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا"[۴۹]

---

۴۶ "کتاب الخصال" للقمی صفحہ ۶۴۰ مطبوعہ مکتبۃ الصدوق، طہران۔

۴۷ "عیون اخبار الرضا" ابن بابویہ قمی جلد ۱ صفحہ ۱۱۵

۴۸ اس کا پورا نام ابوجعفر محمد بن علی بن حسن بن بابویہ قمی (صدوق) ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں پیدا ہوا اور ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ قم میں نشو ونما پائی۔ رے کے مقام پر اس کی قبر ہے، اس کا شمار قوم شیعہ کے اکابرین اور بڑے محدثین میں ہوتا ہے۔ اس کی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" ان چار کتابوں میں سے ایک ہے جو شیعہ حضرات کے ہاں حدیث کی اہم اور صحیح ترین کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ

اسی جیسی ایک اور روایت حمیری قمی نے جعفر بن باقر سے نقل کی ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ، بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے زندگی میں یا میری وفات کے بعد میری زیارت کی، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا" ۵۱ھ

بھی اس کی متعدد تصنیفات ہیں۔ جنھیں بنیادی مصادر کی حیثیت حاصل ہے۔ شیعوں کا کہنا ہے کہ اہل قم میں سے اس جیسا حافظہ اور وسیع علم کسی کا نہیں"۔ (اعیان الشیعہ جلد ا صفحہ ۱۰۴ "الخلاصہ" للحلی)

کہتے ہیں آپ اور آپ کے بھائی، حسین بن روح کی دُعا سے پیدا ہوئے۔ آپ حسین بن روح اور ابن بابویہ قمی کے درمیان واسطہ تھے (روضات الجنات للخوانساری جلد ۶ صفحہ ۱۳۶)

مجلسی نے اس کے بارے میں کہا ہے، "اُس کی کتاب کی تمام حدیثوں کو صحیح قرار دیکر تمام اصحاب نے اسے ثقہ قرار دیا ہے جو بھی آپ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، اسے بلا تامل صحیح سمجھا جائے گا بلکہ وہ ارکانِ دین میں سے ایک رکن ہے" (خوانساری سے منقول جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

۴۹ھ "کتاب الخصال لابن بابویہ" جلد ۲ صفحہ ۳۴۲

۵۰ھ اس کا پورا نام ابوالعباس عبداللہ بن جعفر بن حسن حمیری القمی ہے۔ قم والوں کا شیخ اور قم کا ایک ممتاز فرد تھا۔ ثقہ ہے۔ محمد عسکری کے ساتھیوں میں سے ہے۔ سن دو سو ستر میں کوفہ آیا۔ اہل کوفہ میں سے بہت سے افراد نے اس سے روایات سنیں۔ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن میں ایک کتاب "قرب الاسناد" ہے (الکنی والالقاب جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)۔ یہ کلینی کے اساتذہ میں سے تھا۔ کافی میں اس کی بہت سی روایات

صحابہؓ کے بارے میں شیعہ حضرات کا موقف

خدا کی مخلوق میں بہترین اور کائنات کے اعلیٰ ترین افراد، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارے میں اہلِ بیت کا نقطہ نظر اور موقف یہ تھا جو ابھی ہم نے مختلف حوالوں کے ساتھ بیان کیا۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے جو اہل بیت کی محبت و پیروی کے دعویدار ہیں، صحابہؓ کے بارے میں ان کا نقطہ نظر اس سے یکسر مختلف اور جدا ہے۔ یہ لوگ ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا حال سن کر جلتے ہیں، جن میں وہ ہمیشہ مصروف رہے۔ صحابہؓ کی ان عظیم الشان فتوحات کا ذکر سن کر کڑھتے ہیں جنہوں نے ان کے آباء و اجداد کو ذلیل کر کے رکھ دیا تھا، ان کی شوکت و عظمت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کی جمعیت کو پارہ پارہ کر دیا تھا، انکی بستیوں اور کفر کے شاخسانوں کو روند ڈالا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ساتھی، جنھوں نے شرک اور شرک کرنے والوں کو خستہ و خراب کر کے رکھ دیا تھا۔ پتھر کے ان ناتراشیدہ معبودوں اور ترشی موتیوں کو جن کے رُوبرو یہ جھکتے اور پوجا کرتے، نیست و نابود کر کے چھوڑا تھا۔ ان کے اثر و اقتدار کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ان کے محلات، عمارتیں اور محفوظ پناہ گاہوں کو اجاڑ کے رکھ دیا۔ فنا رسیدہ و برباد کر دیا۔ اور پھر وہاں اللہ کی توحید اور اسلام کا لہراتا پرچم بلند کیا۔

نقل کی گئی ہیں۔ ابو الحسن کے ساتھ اس کی مکاتبت رہی۔

(مقدمہ قرب الاسناد صفحہ ۲)

۵۱؎ "قرب الاسناد" صفحہ ۳۱ ط طہران

مجوسیوں (آگ پرستوں) اور یہودیوں نے اپنی جمعیتیں اکٹھی کیں۔ مفسدین و تخریب کاروں کو ساتھ ملایا کہ اس پھیلتی ہوئی روشنی کے آگے بند باندھیں، اس سیلاب تند و تیز کا راستہ روکیں۔ سب کینہ رکھنے والوں، حسد کرنے والوں اور انتقام کی آگ میں جلنے والوں نے جمع ہو کر آلِ بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ حالانکہ آلِ بیت کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور پھر اپنی قلم اور زبانوں کی تلواریں ان مجاہدین کے خلاف سونت کر کھڑے ہو گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور آپؐ کی محبت میں سرشار، آپ کے محبوب ساتھی تھے جنھیں آپؐ کی پیروی و اتباع میں موت بھی عزیز تھی جو آپؐ کے لیے ہر عمدہ و گراں مایہ چیز کو ترک کر دینے اور آپؐ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی اولاد، ماں باپ اور اپنی جانیں قربان کر دیا کرتے تھے، جو آپؐ ہی کے نقش قدم پر چلنے والے اور آپؐ ہی کے بتائے ہوئے طریق پر گامزن رہے۔

رضوان اللہ علیہم اجمعین!

ایک کم بخت شیعہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ: صرف چار آدمیوں کے سوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب کے سب مرتد ہو گئے (کتاب سلیم بن قیس العامری ص ۹۲ طبع دار الفنون، بیروت)۔ اسی طرح کی اور بہت سی باتیں ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔

محمد بن یعقوب کلینی نے، جسے شیعہ حضرات کے ہاں امام بخاریؒ جیسا مقام حاصل ہے، اس سے بھی بعید تر ایک بات کہی ہے اس نے لکھا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف تین آدمی مقداد بن اسودؓ، ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ کے علاوہ سب کے سب مرتد ہو گئے تھے۵۲،

---

۵۲ عجیب بات ہے کہ یہ ناپاک یہودیت کی اولاد خود تو ایسی ایسی کتابیں شائع

یہی بات مجلسی بھی کہتا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف تین آدمی بچے، ابوذر، مقداد اور سلمان۔ باقی سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

کرتے ہیں جن میں شروع سے آخر تک اس امت کے بہترین افراد، اہلِ خیر القرون کو گالیاں بکی گئی ہیں، ان پر بہتان لگائے گئے ہیں اور پھر ان کتابوں کے جواب میں لکھی گئی کتابوں کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مصنف کی کتاب "الشیعہ والسنۃ" جس میں مصنف نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس امتِ مرحومہ کے محسنین کے متعلق کیا نظریات اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، کے بارے میں کہتے ہیں: "اس وقت جبکہ مسلمانوں کو باہمی اتحاد و اتفاق کی شدید ضرورت ہے، مناسب نہیں کہ ایسی کتابیں لکھی اور شائع کی جائیں، ہم نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ کیسا اتحاد و اتفاق چاہتے ہیں؟

ہم ان لوگوں کو گالی دیتے ہیں نہ ان کے بڑوں کو کوستے ہیں۔ ہم نے صرف لوگوں کو یہ دکھایا ہے کہ ان لوگوں نے کل کیا کیا ہے اور آج کیا کر رہے ہیں۔ پتہ نہیں یہ لوگ کس چیز سے خوفزدہ ہیں؟ ہم نہیں سمجھ سکے کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو وسیع النظر، کشادہ دل، صلح جو اور اہلِ سنت کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے خواہاں کہتے ہیں، کیا وہ واقعی بھولے ہیں یا دھوکہ دے رہے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ لوگ، جب ہم حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کریں تو ہمیں کیوں روکتے ہیں؟ ہم ان لوگوں کا دفاع کیوں نہ کریں کہ اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہم گائے کے پوجنے والے ہوتے یا ستاروں، لات، منات، عزیٰ، پتھروں اور درختوں کی پرستش کرنے والے۔ اگر یہ لوگ اسلام کا پرچم بلند نہ کرتے، توحید کا پھریرا نہ لہراتے تو ہم اپنے رب بزرگ و برتر کو جان سکتے نہ اپنے نبیؐ قائد محمد کو پہچان سکتے۔ صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ۔ اگر یہ نہ ہوتے تو

کاش کوئی ان بدبختوں سے پوچھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کہاں گئے؟ اہلِ بیت میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ، آپؐ کے چچازاد بھائی ابنِ عباسؓ، علیؓ کے بھائی عقیلؓ، بلکہ خود حضرت علیؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نواسے حسنؓ و حسینؓ کہاں گئے؟

کیا تمہیں خداوندِ ذوالجلال سے بھی شرم نہیں آتی؟

اسی پر بس نہیں، کلینی نے اپنی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر

ہمیں ہرگز اس چیز کا علم نہ ہوتا جو اللہ نے اپنے بندے اور محبوب پر اتاری۔ ہمیں رسول اللہ کی سنت و حکمت کا علم نہ ہوتا۔ ہم قرآن کو نہ پہچان سکتے، جو تمام جہانوں کے لیے رحمت و ہدایت اور سراپا نور ہے۔

ہاں اس سے ان روشن دماغوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ کتاب سلیم بن قیس العامری سے انھیں دکھ نہیں ہوتا جس میں ان کے جعفر نے کہا ہے۔ جی ہاں ان کا جعفر، وہ جعفر نہیں جسے ہم جانتے ہیں کہ وہ صادق ہے ـــــ اس نے کہا ہے:

"ہمارے شیعہ اور ہمارے محبت کرنے والوں میں سے جس کے پاس کتاب سلیم بن قیس العامری نہ ہو گویا اس کے پاس ہماری کوئی چیز نہیں۔ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں میں سے ایک راز ہے"۔ اس کتاب کا کوئی ورق بلکہ کوئی صفحہ ہم نے ایسا نہیں پایا جو واہیات، بکواسات اور گالی گلوچ سے پُر نہ ہو۔ ایک کتاب سلیم بن قیس ہی نہیں، اس جیسی کئی کتابیں ہیں ان لوگوں کی، جو حساب و شمار سے باہر ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ہم ان بے حمیت لوگوں سے کہتے ہیں کہ: تمہاری وسیع ظرفی اور روشن دماغی تمہیں مبارک۔ ہم کبھی اور کبھی یہ برداشت نہیں کریں گے۔ جب تک ہماری رگوں میں خون، جسم میں جان اور منہ میں زبان ہے، ہم خاموش نہیں رہیں گے۔

اس سے بھی زیادہ سخت ایک اور بات کہی ہے، لکھتا ہے "لوگ گھبرا جاتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ: لوگ (یعنی صحابہ کرام، مرتد ہو گئے" اس کے بعد کہتا ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگ اہل جاہلیت کی طرف پلٹ آئے۔ انصار الگ ہو گئے (یعنی حضرت ابوبکرؓ سے) اور کسی اچھی بات پر الگ نہیں ہوئے (یعنی ان کا انتخاب حق کے لیے یا باطل کے دفعیہ کے لیے نہیں تھا) بلکہ انہوں نے تعصب وحمیت کی وجہ سے ایک باطل کی جگہ دوسرا باطل منتخب کر لیا۔ حاشیہ نویس ملعون نے اس روایت کے ضمن میں یہی لکھا ہے) لوگ سعد کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کی طرح رجز پڑھنے لگے (بالکل اور سراسر جھوٹ) اے سعد! تجھ ہی سے امیدیں ہیں، تیرے بال کنگھی کیے ہوئے اور تو بہت طاقتور ہے"[۵۳] اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک بھی باقی نہ بچا؟ نہ ابوذرؓ نہ سلمان اور نہ مقداد؟

ایک ہمعصر شیعہ مصنف نے اس سے بالکل مختلف ایک بات کہی ہے۔ باقی سب حضرات شیعہ تو نعوذ باللہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صحابہؓ اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہو گئے لیکن ان کینہ پروروں کا ایک مصنف سرے سے صحابہؓ کے داخل اسلام ہونے ہی کا منکر ہے۔ وہ ہمیں جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم —— بقول اس کے —— شیعہ حضرات پر یہ تہمت لگا کر

---

۵۳ "کتاب الروضۃ من الکافی" جلد ۸ صفحہ ۲۴۵

۵۴ "حیات القلوب" للمجلسی، فارسی جلد ۲ صفحہ ۶۴۰

۵۵ "کتاب الروضۃ من الکافی" جلد ۸ صفحہ ۲۹۶

انصاف نہیں کرتے کہ شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو کافر کہتے ہیں۔ اور عین اس وقت جب وہ یہ جواب دیتا ہے اس بات کا اقرار و اثبات بھی کرتا ہے جو ہم نے بیان کی

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

لکھتا ہے "اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ عرب اس وقت تک محمدؐ پر ایمان نہیں لائے جب تک کہ دعوت اسلامیہ نے ان کے کان اچھی طرح کھٹکھٹائے نہیں۔^{۵۶} محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی، پس وہی ایمان لایا جو ایمان لایا۔ ان میں سے کچھ پیچھے ہٹ گئے اور اسلام کی دعوت قبول نہ کی، ایسے بھی تھے جنھوں نے بہت دیر کر دی، کچھ ایسے تھے جو اسلام میں داخل ہوئے لیکن اندر سے منافق تھے۔ بعض ایسے لوگ داخل ہوئے جن پر خوف اور ڈر کی وجہ سے زمین تنگ ہو چکی تھی، اور کسی آدمی نے بھی اسلام عقلی طور پر قبول نہیں کیا۔ صرف ایک شخصیت تھی جس نے اپنی مرضی اور بصیرت سے اسلام قبول کیا جو اپنے شہر سے حق کی طلب میں نکلا۔ خطرات و مصائب سے دوچار ہوا۔ اور، اور بالآخر محمدؐ کے پاس آیا اور آپؐ پر ایمان لے آیا (یعنی حضرت سلمانؓ)"^{۵۸}

قمی "ارشادِ خداوندی "وَحَسِبُوٓا اَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ" کی تفسیر کے تحت لکھتا ہے: "قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں بتا رہا ہے چنانچہ کہتا ہے (وَحَسِبُوٓا اَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ) یعنی انہیں آزمایا نہیں جائے گا اور نہ اللہ انھیں امیر المؤمنین کے ذریعہ امتحان میں ڈالے گا فَعَمُوا

---

۵۶ دیکھیے کس طرح کینہ ان کے منہ سے نکل رہا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا

وَصَمُّوا" پس وہ اندھے اور بہرے ہو گئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان موجود تھے (پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے) جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھا لیا گیا اور امیر المؤمنین کو ان پر قائم کر دیا گیا، پس وہ قیامت تک کے لیے ان (علیؓ) کے معاملے میں اندھے اور بہرے ہو گئے"۔ [۵۹]

اسی طرح کی اور بہت سی خرافات ان کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں [۶۰] ہم نے خود ان کی اپنی کتابوں سے کئی حوالے نقل کر کے آپ کو دکھایا ہے کہ صحابہؓ کے بارے میں حضراتِ شیعہ کا تصور اور نقطۂ نظر کیا ہے پچھلے باب میں ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ اہلِ بیت صحابہؓ کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

ہے، عرب قوم جس نے سب سے اول، اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام پر لبیک کہا اور اسے پوری دنیا تک پہنچایا، ان کے خلاف کتنا بغض ہے ان کے دلوں میں۔

[۵۷] یہاں تک کہ علیؓ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کو بھی نکال دیا۔ کہ سلمانؓ کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں کیا۔

[۵۸] کتاب الشیعہ والسنۃ فی المیزان" صفحہ ۲۰-۲۱ - یہ کتاب بیروت سے شائع ہوئی ہے اور مصنف نے اپنے نام کی جگہ صرف س-خ لکھا ہے۔ کسی غیر معروف مصنف نے یہ کتاب، ہماری کتاب" الشیعہ والسنۃ" کے جواب میں لکھی ہے لیکن پوری کتاب میں سے ایک عبارت اور اس کے مصادر و مآخذ میں سے کسی ایک کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکا۔ کسی ایک مسئلہ کو یا ہمارے اخذ کردہ نتائج میں سے کسی ایک نتیجہ کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔ خدائے بزرگ و برتر ہی نے ہمیں اس بات کی توفیق دی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ جو اسلام میں ایک

حضرت صدیقِ اکبرؓ کے بارے میں اہلِ بیت کا نقطۂ نظر:

مجموعی طور پر صحابہؓ کے بارے میں دونوں نقطہ ہائے نظر بیان کرنے کے بعد اب ہم آپ کو بتائیں گے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جن کی شان میں اللہ نے فرمایا " ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ " کے متعلق حضرات اہل بیت کیا نقطہ نظر رکھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، آپؐ کے داماد، اور آپؐ کے دونوں نواسوں کے والد علیؓ بن ابی طالب اس وقت کو یاد کر کے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگ صدیقِ اکبرؓ پر بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے اور ایک ہجوم کر دیا، آپ صدیق اکبرؓ کی اس بیعت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: اس موقعہ پر میں ابو بکرؓ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر کے ان حالات میں اٹھا کہ باطل مٹ چکا اور دب چکا تھا۔ اور خدا کا بول بالا ہو چکا تھا وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ، پھر ابو بکر صدیقؓ نے تمام امور اپنی نگرانی میں لے لیے اور سب امور آسانی، درستگی، میانہ روی اور عمدہ طریقے پر سر انجام دینے لگے، میں خیر خواہانہ طور پر آپ کے ساتھ رہا

مقدس مقام رکھتی ہیں انکا اور اس ملت بیضاء کے سچے محبین کا دفاع کر سکیں۔ یا اللہ ہمیں سیدھا اور ہدایت کا راستہ دکھا۔ یا اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جو حق کو پہچان کر اسی کی پیروی کرتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ

اور ان امور میں جن میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے، میں پوری طرح اطاعت کرتا رہا۔ ۱۶۳

ایک اور خط میں جسے آپ نے قیس بن سعد بن عبادہ انصاری کے ہاتھ اہلِ مصر کے نام بھیجا، جب انھیں وہاں کا عامل مقرر کیا گیا، لکھتے ہیں "اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط اللہ کے بندے علی امیرالمؤمنین کی طرف سے ہر اس مسلمان کے نام ہے جس تک پہنچے، سلامتی ہو تم پر، میں تمھارے لیے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، امابعد! یقیناً اللہ نے اپنے اعلیٰ نظام اور بہترین تدبیر و تقدیر کے ساتھ اپنے لیے، اپنے فرشتوں اور رسولوں کے لیے اسلام کو بطورِ دین منتخب کیا، رسولوں کے ذریعہ اپنے بندوں تک پہنچایا اور اپنے برگزیدہ و منتخب بندوں کو عطا کیا، پس سب سے زیادہ فضیلت و بزرگی اور عزت کی جو چیز اللہ نے اس امت کو مرحمت کی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو کتاب و حکمت اور سنت و فرائض کی تعلیم دی، انھیں ادب سکھایا کہ وہ ہدایت یاب ہوں، انھیں متفق

رؤوفٌ رحیمٌ۔

۱۶۱ یہاں روایت میں "انثیال" کا لفظ آیا ہے۔ اس لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے شارح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید کہتا ہے: انثیال الناس ای انصبابھم من کل وجہ کما ینثال التراب۔ یعنی لوگوں کا ہر طرف سے امڈ پڑنا جس طرح آندھی میں ریت کے ذرات ہر طرف سے امڈ آتے ہیں ۱۶۲ اس جگہ اجفال کا لفظ آیا ہے۔ اجفال کے معنیٰ جلدی کرنا کے ہیں ۱۶۳ "الغارات" جلد ۱ صفحہ ۳۰۷

کیا کہ ان میں تفریق نہ رہے، انھیں پاک کیا تاکہ وہ ستھرے اور صاف ہو جائیں۔ جب وہ اپنا فرض پورا کر چکے جو ان کے ذمہ تھا تو اللہ نے انھیں اٹھا لیا۔ اللہ کی رحمتیں اور سلام ہو ان پر، اللہ انھیں اپنی رحمت و رضا عطا کرے۔ بیشک وہ عزت و بزرگی والا ہے۔

ان کے بعد مسلمانوں نے ان دو کو اپنا خلیفہ بنایا جو بہت صالح و پارسا اور اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والے تھے، جو بہترین سیرت و کردار کے مالک اور سنت کے مطابق کام کرنے والے تھے، پھر وہ دونوں بھی فوت ہو گئے۔ اللہ کی رحمت ہو ان دونوں پر۔" ۶۴

ایک اور جگہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت اور آپؓ کی سیرت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: "مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے میں سے اس آدمی کو چنا جو کسی خوف کے بغیر جہاں تک ممکن تھا درست اور ٹھیک راستے پر چلتا رہا۔" ۶۵

مسلمانوں نے کیوں ابوبکرؓ کو نبیؐ کا جانشین اور اپنا امام منتخب کیا؟ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوامؓ اس کا جواب دیتے ہیں، آپ کہتے ہیں: "ہم نے دیکھا کہ ابوبکرؓ ہی خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، وہی صاحبِ غار اور

زیرِ عنوان "رسالۃ علی علیہ السلام الی اصحابہ بعد مقتل محمد بن ابی بکر"

۶۴ "الغارات" جلد ا ص ۲۱۰ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہی روایت شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید میں ہے "ناسخ التواریخ جلد ۳ صفحہ ۲۴۱ مطبوعہ ایران۔ "مجمع البحار" للمجلسی ۶۵ "شرح نہج البلاغۃ لمیثم البحرانی صفحہ ۴۰۰۔

دو میں سے دوسرے ہیں۔ہمیں آپؓ کی عمر بھی معلوم تھی اور اس لیے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں آپؓ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا"۔ ؎۶۶

گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کی خلافت کا اشارہ کر گئے تھے۔

یہی بات دوسرے الفاظ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوسفیانؓ کے جواب میں اس وقت کہی جب وہ آپؓ کو خلافت کے مطالبہ پر برانگیختہ کر رہے تھے۔ ابن ابی الحدید ؎۶۷ لکھتا ہے: "ابوسفیان حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور

؎۶۶ "شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید الشیعی جلد ۱ صفحہ ۳۳۲

؎۶۷ اس کا نام عزالدین عبدالحمید بن ابی الحسن بن ابی الحدید المدائنی ہے۔ نہج البلاغۃ کا شارح ہے، اکابر فضلاء اور عظیم و متبحر علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اہل بیت کی عصمت و طہارت کا بیرو کار ہے۔ دین میں اس کا کتنا بلند مقام ہے اور علی کی ولایت میں کس قدر غالی، اس کے لیے اس کی شرح دیکھ لینا ہی کافی ہے جس میں اس نے ہر اچھی اور عمدہ چیز کو جمع کر دیا ہے۔ اس کی شرح تمام عمدہ اور پاکیزہ چیزوں پر مشتمل ہے۔ ۵۸۶ھ میں ذی الحجۃ کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوا۔ اس کی تصانیف میں بیس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب "شرح نہج البلاغۃ" ہے۔ یہ شرح اس نے وزیر مؤید الدین محمد بن علقمی کی لائبریری کے لیے لکھی۔ جب لکھ چکا تو اپنے بھائی موفق الدین ابی المعالی کے ہاتھ اس کے پاس بھیجی۔ اس نے اس کو ایک لاکھ دینار، خلعت اور گھوڑا بھیجا"۔ (روضات الجنات جلد ۵ صفحہ ۲۰-۲۱)

مدائن میں پیدا ہوا۔ زیادہ تر اہل مدائن انتہائی غالی شیعہ تھے۔ یہ بھی انہی کی رو میں بہہ گیا اور ان کا مذہب قبول کر لیا۔ اس نے انہی کے طریقہ پر عقائد کو نظم میں بیان

ان سے کہا: آپ نے خلافت قریش کے کمزور ترین گھر کے سپرد کر دی۔ بخدا اگر آپ چاہیں تو میں انسانوں اور گھوڑوں کی بہت جمعیت آپ کو فراہم کر دوں۔ اس پر علی علیہ السلام نے کہا: عرصۂ دراز تک تم اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ دھوکا کرتے رہے لیکن تم اسلام اور اہلِ اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ ہمیں تمہارے افراد اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں، اگر ہم ابو بکر کو خلافت کا پوری طرح اہل نہ دیکھتے تو ہم خلافت کبھی نہ چھوڑتے۔"۶۸ھ

کیا ہے ان اشعار میں غلو او رافراط بہت زیادہ ہے۔ ایک نظم میں کہتا ہے:
"غیب کی چیزوں کا علم اس کے پاس بغیر روک ٹوک کے جاتا ہے۔ روشن صبح سفر کرنے والی ہے اسے روکا نہیں جاتا۔ آخرت کے دن اس کے پاس ہمارا حساب ہوگا۔ وہی کل ہمیں لذت دے گا اور ڈرانے والا ہے۔ میں نے دینِ اعتزال کو دیکھا اور میں ہر شیعہ کو تیری وجہ سے چاہتا ہوں۔ میں جان چکا ہوں کہ تمہارے مہدی کے بغیر اس دن چھٹکارا نہیں (میں چھٹکارے) کی توقع رکھتا ہوں۔ بخدا میں حسین اور اس کے جسم کو نہیں بھول سکتا۔ کہ کھروں کے نیچے ٹکڑے ٹکڑے ننگا پڑا تھا۔ افسوس اس خون پر جو۔ امید کے ہاتھوں ناحق بہا اور ضائع ہو گیا۔"

ابو العباس انکار کرتا ہے کہ وہ:
"وہی ہے جس نے اس مصیبت پر ابھارا اور برانگیختہ کیا۔ جب ہر کجی درست ہو رہی تھی۔ زبان فرمانبردار اور جوانی آسودہ حال تھی۔ تلوار تیز اور دل پر جوش تھا۔"

اس کے بعد یہ بغداد چلا گیا اور اعتزال کی جانب مائل ہو گیا۔ اور جیسا کہ صاحب نسخۃ السحر نے کہا ہے، غالی شیعہ ہونے کے بعد یہ پھر معتزلی ہو گیا۔ ۶۵۵ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ آیت اللہ علامہ حلی نے اس کی

خود شیعہ حضرات نے اپنی کتابوں میں اس بات کو مختلف پیرایہ ہائے اظہار کے ساتھ متعدد مقامات پر نقل کیا ہے کہ علیؓ صدیق اکبرؓ کو اُن کے ان گنت فضائل ومناقب کی وجہ سے صحابہؓ میں سے خلافت کا سب سے زیادہ حقدار و مستحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن ملجم کے نیزہ مارنے کے بعد آپ کی وفات کے قریب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد امام و خلیفہ کون ہوگا؟

ابو وائل اور حکیم علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ کسی کے لیے وصیت نہیں کریں گے؟ اس پر آپ نے کہا کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں کی تو کیا میں وصیت کروں گا (رسولؐ اللہ نے وصیت تو نہیں کی) لیکن آپ نے فرمایا، اگر خدا ان کے لیے بہتری چاہتا ہوگا تو انھیں اپنے نبی کے بعد سب سے بہتر فرد پر متفق کر دے گا۔"[۶۹]

اس جیسی ایک اور روایت شیعہ راوی "علم الہدیٰ"[۷۰] نے اپنی کتاب شافی میں نقل کی ہے:

روایات نقل کی ہیں۔ (الکنی والالقاب جلد ۱ صفحہ ۱۸۵

۶۸ "شرح ابن ابی الحدید" جلد ۱ صفحہ ۱۳۰

۶۹ تلخیص الشافی" للطوسی جلد ۲ صفحہ ۳۷۲ مطبوعہ نجف

۷۰ اس کا پورا نام علی بن حسین بن موسیٰ ہے۔ اپنے لقب علم الہدیٰ اور السید مرتضیٰ کے نام سے مشہور ہے ۳۵۵ھ میں پیدا ہوا اور ۴۳۶ھ میں وفات پائی۔ مذہب شیعہ کے ارکان میں سے ایک رکن اور اس کے بانیوں میں سے ہے۔ شیعہ حضرات نے اس کی تعریف میں بے حد مبالغہ آرائی کی ہے۔ اس کے بھائی شریف رضی، صاحب نہج البلاغۃ

"امیر المومنین سے روایت ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ وصیت نہیں کریں گے؟ تو آپ نے کہا: رسول اللہؐ نے وصیت نہیں کی میں بھی نہیں کروں گا، لیکن اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے خیر و خوبی چاہتے ہوں گے تو انھیں لوگوں میں سے بہترین فرد پر متفق و جمع کر دیں گے، جیسے اللہ نے لوگوں کو نبیؐ کے بعد بہترین فرد پر جمع کر دیا تھا۔" ۱۷۰

علیؓ بن ابی طالب اپنی جماعت اور متبعین کے لیے چاہتے ہیں کہ اللہ انھیں توفیق دے کہ وہ کسی بہتر و پارسا آدمی پر متفق ہو جائیں۔ جیسا کہ امتِ مسلمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک صالح اور بہترین آدمی پر متفق ہو گئی تھی، یعنی ابو بکر صدیقؓ پر، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری مخلوق میں سے بہترین فرد تھے، جنہیں فاطمہ زہراؓ

نے اس کی بے حد تعریف کی ہے۔ خوانساری اس کے بارے میں کہتا ہے: شریف مرتضیٰ علم و فہم اور کلام و شعر کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں یکتا تھا۔ وجیہ اور عزت والا تھا۔ جہاں تک اس کی تصانیف کا تعلق ہے تو وہ سب کی سب اصول و تاسیس کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس سے پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں۔ بطورِ مثال "کتاب الشافی" امامت میں ایک ایسی کتاب ہے جس کی کوئی نظیر نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ: یہ کتاب اپنے نام کی طرح شافی و کافی ہے (روضات الجنات جلد ۴ صفحہ ۲۹۵ اور مابعد کے صفحات)

قمی کہتا ہے، وہ علماء امت کا سردار ہے۔ آثارِ امت کو زندہ کرنے والا ہے۔ اس کو دو شرف حاصل ہیں ..... اس لیے وہ تمام علوم جمع کیے جنھیں کسی نے جمع نہیں کیا تھا۔ اسے اس بارے میں ایسا شرف حاصل ہے جس میں وہ واحد

کے شوہر علیؓ بن ابی طالب نے امام الهدی، شیخ الاسلام، رجل قریش اور رسول اللہؐ کے بعد مقتدائے امت، کے نام سے موسوم کیا تھا۔ چنانچہ سیدؔ مرتضیٰ علم الہدی نے اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا ہے، لکھا ہے: "جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش میں سے ایک آدمی امیر المؤمنینؓ کے پاس آکر کہنے لگا: میں نے سنا ہے ابھی ابھی آپ خطبہ میں یہ دعا مانگ رہے تھے، خدایا ہماری اصلاح بھی اس چیز سے کر جس سے تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح کی، وہ دو کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا، وہ دو میرے پیارے اور محبوب تھے، وہ دو تیرے چچا ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ دونوں امام الہدی، شیخ الاسلام، قریشی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدائے امت ہیں۔ جس نے ان دونوں کی اقتداء کی محفوظ رہا۔ جو ان کے نقش قدم پر چلا صراطِ مستقیم پر چلا۔"[۲۲]

اس کے علاوہ اس کتاب میں بار ہا یہ جملہ دہرایا گیا ہے "علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں کہا: اس امت میں نبی کے بعد بہترین افراد ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔" اگر یہ نہ بھی کہا ہوتا تب بھی ان سے یہ روایت موجود ہے کہ "ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑی پر تھے، اچانک پہاڑی ہلنے لگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رک جا کہ تجھ پر نبیؐ، صدیق اور شہید کھڑے ہیں۔"[۲۳]

یکتا ہے۔ تمام مخالف وموافق اس کے فضل پر متفق ہیں ..... اس کی بہت سی مشہور تصانیف ہیں۔ "الشافی" امامت میں ایک ایسی کتاب ہے کہ اس جیسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ آیت اور علامہ نے کہا ہے .... اس سے امامیہ نے فائدہ اٹھایا

غور کیجئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے۔ ہاں! حضرت علیؓ ہمارے چوتھے خلیفۂ راشد اور حضراتِ شیعہ کے پہلے امام معصومؒ، جن کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ جس نے ان کی ولایت کا انکار کیا، وہ کافر ہو گیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ان کی اتباع کرنے والے ہی کے لیے نجات ہے، ان سے عداوت رکھنے والا کافر اور ہلاک و برباد ہونے والا ہے۔ جو ان کے علاوہ کسی اور کا سہارا پکڑے، مشرک اور گمراہ ہے"۔ ۷۴

شیعہ حضرات اپنے ائمہ سے نقل کرتے ہیں کہ "خدا نے یہ بات ممنوع کر دی ہے کہ قیامت کے دن کوئی قوم اس قوم کی دوست بنے، جس کے اعمال اس قوم کے اعمال سے مختلف ہوں۔ ربِ کعبہ کی قسم، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا"۔ ۷۵

اس قوم پر، جو علیؓ اور علیؓ کے دو بیٹوں کی پیروی کے بلند بانگ دعوے کرتی ہے، فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ، آپؐ کے دوستوں اور ساتھیوں کے بارے میں بھی ان کے خیالات و اعتقادات کی پیروی اور احترام کریں۔ بالخصوص آپؐ کے رفیقِ غار کے بارے میں، جن کے متعلق ابھی ہم نے سربراہِ اہل بیت، علیؓ بن ابی طالب کے فرمان، ان کی رائے اور عقیدے کو، خود حضراتِ شیعہ کی اپنی کتابوں اور ان کے اپنے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اگلی فصل میں ہم ان شاء اللہ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے بارے میں دیگر اہلبیت کی رائے پیش کریں گے۔

ہے۔ وہ اُن کا رکن اور انھیں جمع کرنے والا ہے (الکنی والالقاب جلد ۲ صفحہ ۲۹-۱۳۰)

صدیقِ اکبرؓ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی رائے

حضرت ابنِ عباسؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علی رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی، اور حضرت علیؓ کے عامل، جن کے بارے میں جعفر بن باقر کہتے ہیں: "جب ابنِ عباسؓ کا انتقال ہوا اور انھیں نکالا گیا، لوگوں نے دیکھا کہ ان کے کفن سے ایک سفید پرندہ نکل کر فضا کی طرف اڑ گیا۔ اور اڑتے اڑتے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جعفر کہنے لگے "میرے والد ان سے بہت محبت کیا کرتے تھے۔"[۷۶]

مفید[۷۷] آپؓ کی اور حضرت علیؓ کی محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے

۷۱؎ الشافی صفحہ ۱۷۱ مطبوعہ نجف

۷۲؎ "تلخیص الشافی" جلد ۲ صفحہ ۴۲۸

۷۳؎ "الاحتجاج" للطبرسی

۷۴؎ "فرق الشیعہ" للنوبختی صفحہ ۱۴ مطبوعہ نجف ۱۹۵۱ء۔ "تفسیر قمی" جلد ۱ ص ۱۵۶ بضمن آیت "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا"؟

۷۵؎ "کتاب الروضۃ من الکافی" للکلینی جلد ۸ صفحہ ۲۵۴

۷۶؎ "رجال الکشی"، زیر عنوان عبداللہ بن عباسؓ صفحہ ۵۵ مطبوعہ کربلا۔

۷۷؎ اس کا پورا نام محمد بن محمد بن نعمان العکبری البغدادی ہے۔ ۳۳۸ھ میں پیدا ہوا اور ۴۱۳ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ السید مرتضیٰ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی

"امیرالمؤمنین ایک رات کا کھانا حسنؓ کے پاس کھایا کرتے تھے، ایک رات حسینؓ کے پاس اور ایک رات عبداللہ بن عباسؓ کے پاس" ؁۷۸

یہی حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت صدیقؓ کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اللہ ابوبکرؓ پر رحم کرے، آپؓ فقیروں پر رحم کرنے والے، قرآن کی تلاوت کرنے والے، بری بات سے روکنے والے، دین کے پہچاننے والے اللہ سے ڈرنے والے، ناجائز امور پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے، اچھی باتوں کا حکم کرنے والے، رات کو اللہ کے حضور کھڑا ہونے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے، آپؓ تمام صحابہ میں سے تقویٰ و طہارت میں برتر مقام کے حامل، اور زہد و پاکیزگی میں سب سے بلند تر تھے" ؁۷۹

یہ مفید کے نام سے مشہور ہے اس لیے کہ بقول ان کے۔ "امام غائب نے اسے یہ لقب دیا تھا" (معالم العلماء ص ۱۰۱) شیعہ حضرات کے اکابر اور بڑے مشائخ و اساتذہ میں شمار ہوتا ہے۔ متاخرین میں سے سب نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ فقہ، کلام، اور حدیث میں اس کی فضیلت مشہور و مسلم ہے۔ اپنے زمانہ میں سب سے ثقہ اور سب سے بڑا عالم تھا۔ اس کے وقت میں امامیہ کی ریاست ختم ہوگئی تھی... اس کی تقریباً دو سو چھوٹی بڑی تصنیفات ہیں (روضات الجنات جلد ۶ صفحہ ۱۵۳) کہتے ہیں امامِ وقت (مزعومہ امام غائب) نے اپنے خط میں اسے "الاخ السدید" اور "المولیٰ الرشید" کہہ کر مخاطب کیا ہے "اے ہمارے مخلص آقا، ہمارے مددگار، اے وہ جسے حق کا الہام ہوتا ہے اور جو حق کی دلیل ہے، اے نیک بندے، حق کے حامی، کلمۂ حق کے ساتھ اس کی دعوت دینے والے (المقدمۃ للارشاد صفحہ ۴) ؁۷۸ "الارشاد" صفحہ ۱۴ ؁۷۹ "ناسخ التواریخ" جلد ۵ کتاب ۲ ص ۱۴۳-۱۴۴ مطبوعہ ایران

امیر المؤمنین کے صاحبزادے حضرت حسنؓ! جی ہاں وہ حسن بن علیؓ جنھیں قوم شیعہ دوسرا معصوم امام مانتی ہے۔ اور بقول ان کے خدا نے پوری امت پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ حسنؓ کی اتباع کرے۔ صدیق اکبرؓ کے بارے میں اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: "ابو بکرؓ مجھے اپنے جسم کی طرح عزیز ہیں"۔ ۸۰ھ

حسن بن علی رضی اللہ عنہما، ابو بکرؓ اور عمرؓ کا اس حد تک احترام و توقیر کیا کرتے تھے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس ان کی دیگر شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ "وہ لوگوں کے تمام فیصلے و احکامات اللہ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور "خلفاء راشدینؓ" کی سیرت کے مطابق کیا کریں۔ اور ایک نسخہ میں "خلفاء صالحین" کا لفظ استعمال کیا گیا"۔ ۸۱ھ

شیعہ حضرات کے چوتھے امام، علی بن حسن بن علی، ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ: عراق کے چند لوگ آپ کے پاس آئے اور آکر حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ ناروا الفاظ کہنے لگے۔ جب وہ اپنی بات کہہ چکے تو علی بن حسن نے ان سے پوچھا: مجھے بتاؤ، کیا تم وہ ہو جن کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے:

"اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا - الآية"! (الحشر: ۸) انہوں نے کہا: "نہیں"۔ پھر پوچھا

۸۰ھ "عیون الاخبار" جلد ا صفحہ ۳۱۳ "معانی الاخبار" صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ایران

۸۱ھ "منتہی الآمال" صفحہ ۲۱۲ جلد ۲ مطبوعہ ایران

"کیا وہ ہو جن کے بارے میں کہا گیا ہے": "وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ"۔ کہنے لگے کہ "نہیں"۔ یہ سن کر علی بن حسن کہنے لگے کہ تم نے دونوں گروہوں سے اپنے آپ کو بری قرار دیا ہے، اب میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے: "يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" اللہ تمہیں تباہ کرے میرے پاس سے اٹھ جاؤ"۔ ۸۲؎

حضرات شیعہ کے نزدیک پانچویں معصوم امام زین العابدین کے بیٹے محمد بن علی بن حسین جن کا لقب باقر ہے، ایک دفعہ ان سے تلوار مزین کرنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ علی بن عیسٰی اربلی ۸۳؎ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں یہ روایت نقل کی ہے: ابو عبداللہ جعفی عروہ بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں، میں نے ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے پوچھا کہ "تلوار مزین و آراستہ کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے"؟ تو انہوں نے کہا کہ "اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اپنی تلوار کو مزین

۸۲؎ "کشف الغمۃ" للاربلی جلد ۲ صفحہ ۷۸۔ مطبوعہ: تبریز، ایران

۸۳؎ اربلی کا پورا نام بہاء الدین ابو الحسن علی بن حسین فخر الدین عیسٰی بن ابی الفتح اربلی ہے۔ ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں موصل کے قریب اربل نامی ایک شہر میں پیدا ہوا اور ۶۹۳ھ میں بغداد میں فوت ہوا۔ قمی اس کے بارے میں کہتا ہے:

کیا ہے"۔ راوی کہتے ہیں، میں نے کہا: "کیا آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہیں؟"
یہ سن کر آپ ایک دم اچھل پڑے۔ قبلہ کی جانب منہ کر لیا اور کہنے لگے:
"ہاں ہاں، میں انھیں صدّیق کہتا ہوں۔ جو انھیں صدیق نہ کہے، خدا کرے
کہ دنیا و آخرت میں کبھی سچا نہ ہو۔" ۸۴ھ

آپ ابو بکرؓ کو صدّیق کیوں نہ کہتے کہ آپ کے دادا، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے، جو زبانِ وحی گفتگو کرتے تھے، آپؓ کو صدّیق کہا تھا۔ شیعہ مصنف
بحرانی اپنی تفسیر "البرہان" میں علی بن ابراہیم سے روایت نقل کرتا ہے،
کہتا ہے: "مجھ سے میرے والد نے بعض راویوں کے حوالہ سے ابو عبد اللہ
کی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
غار میں تھے تو آپؐ نے ابو بکرؓ سے کہا، "مجھے یوں لگتا ہے گویا میں جعفر اور
اس کے ساتھیوں کی کشتی کو سمندر میں تیرتا دیکھ رہا ہوں، انصار کی طرف
دیکھو"۔ ابو بکرؓ نے پوچھا، "یا رسولؐ اللہ کیا آپؐ انھیں دیکھ رہے ہیں؟" آپؐ
نے فرمایا: "ہاں!" ابو بکرؓ نے عرض کیا: "مجھے بھی دکھائیے"، تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا اور آپؓ بھی انہیں دیکھنے لگے،
اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انت الصّدّیق"۔ ۸۵ھ

اربلی امامیہ کے اکابر علماء میں سے تھا۔ عالم، فاضل، شاعر، ادیب اور بہترین املا نگار
تھا۔ ماہر محدّث اور بزرگ و ثقہ آدمی تھا۔ بے شمار فضائل و محاسن کا مالک،
"کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ"، کا مصنف ہے۔ ۶۸۷ھ میں اپنی تصنیف سے فارغ ہوا
ائمہ کی تعریف میں اس نے بہت سے اشعار لکھے ہیں، جن میں کچھ "کشف الغمہ" میں
ذکر کیے گئے ہیں۔ اس کی کتاب "کشف الغمہ" ایک نفیس جامع [illegible] ایک عمدہ کتاب

ایک روایت میں طبرسی[ؒ] باقر سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: "نہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضل کا منکر ہوں نہ عمر رضی اللہ عنہ کے فضل کا منکر ہوں لیکن افضلیت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر تھے"۔[۸۷]

ہے" (الکنی والالقاب جلد ۳ صفحہ ۱۴-۱۵ ط- قم، ایران) خوانساری کہتا ہے: شیعہ علماء کے اکابر محدثین میں سے تھا- ساتویں صدی کے عظیم ترین علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے..... تمام امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ علی بن عیسیٰ ان کے عظیم ترین علماء میں سے ہے اور اپنے علماء میں ایک منفرد اور ایک ممتاز فرد ہے- اس کی نقل (روایت) کو مامون سمجھا گیا اور اس پر اعتماد کیا گیا ہے (روضات الجنات جلد ۴ صفحہ ۳۴۱-۳۴۲

۸۴ "کشف الغمہ" جلد ۲ صفحہ ۱۴۷

۸۵ "البرہان" جلد ۲ صفحہ ۱۲۵

۸۶ یہ آدمی ابو المنصور احمد بن علی بن ابی طالب ہے- یہ طبرستان کا رہنے والا تھا- یہ آدمی ہمارے متقدمین میں سے فاضل ترین آدمی تھا- اس کی کتاب "الاحتجاج" قوم کے ہاں مشہور و معروف ہے- "امل الآمل" میں بھی اس کا ذکر کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ عالم، فاضل، محدث اور ثقہ آدمی تھا- اس کی کتاب "الاحتجاج" بہت عمدہ اور بہت سے فوائد کی حامل ہے (روضات الجنات جلد ۱ صفحہ ۶۵)

طبرسی کہتا ہے: شیخ، عالم، فاضل، کامل اور ماہر تھا- فقیہ و محدث اور بزرگ و ثقہ تھا"، (الکنی والالقاب جلد ۲ صفحہ ۴۰۴)

۸۷ "الاحتجاج" للطبرسی صفحہ ۲۳۰ زیر عنوان "احتجاج ابی جعفر بن علی فی الانواع الشتی من العلوم الدینیہ" مطبوعہ مشہد، کربلاء

صادق لقب رکھنے والے باقر کے بیٹے ابو عبداللہ جعفر۔ جو شیعہ کے ہاں چھٹے امام معصوم سمجھے جاتے ہیں ۔۔۔ سے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں پوچھا گیا، خیال رہے کہ اس روایت کو نقل کرنے والا انتہائی متعصب اور غالی شیعہ قاضی نور اللہ شوشتری [۸۸] ہے، جسے ۱۰۱۹ھ میں قتل کر دیا گیا تھا، لکھتا ہے" ایک آدمی نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا، اے اولادِ رسول، آپ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ امام صادق نے کہا: دونوں امام عادل، اور انصاف کرنے والے تھے، دونوں حق پر تھے، اور حق ہی پر ان کی موت آئی، اللہ قیامت تک ان دونوں پر اپنی رحمت نازل کرتا رہے" [۸۹]

۸۸ھ اس کا نام نور اللہ بن شرف الدین الشوشتری تھا۔ ہندوستان کے مشہور شیعہ علماء میں سے تھا۔ مغل بادشاہ جہانگیر کے عہدِ حکومت میں لاہور کا قاضی تھا۔ محدث، متکلم، محقق، فاضل اور اعلیٰ نسب والا تھا۔ بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے اپنے مذہب کی تائید اور مخالفین کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں، گیارہویں صدی میں جہانگیر کے دورِ حکومت میں اکبر آباد کے مقام پر رافضی ہونے کے الزام میں اسے قتل کر دیا گیا۔ اسے شہید ثالث کہا جاتا ہے۔ "مجالس المؤمنین" "احقاق الحق"، اور مصائب النواصب اسی کی کتابیں ہیں۔ اس کے علمی تبحر، فضل، علوم پر دسترس اور لکھنے کی اعلیٰ صلاحیت کے لیے اس کی کتاب" احقاق الحق" کو پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ یہ شیخ بہائی کا ہمعصر تھا۔ اکبر آباد ہندوستان میں شیعہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ (الکنیٰ والالقاب جلد ۳ صفحہ ۵۴)

۸۹ھ "احقاق الحق للشوشتری ج ۱ ص ۱۶ مطبوعہ مصر۔

کلینی نے آپ سے روایت کرتے ہوئے "فروع" میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ "ابوبکرؓ کی وفات کے قریب جب آپؓ سے کہا گیا کہ آپ وصیت کر جائیں تو ابوبکرؓ نے فرمایا، میں پانچ آدمیوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں اور پانچ آدمی بہت ہیں، اللہ تعالیٰ پانچ ہی پر راضی ہے، چنانچہ آپ نے پانچ کے بارے میں وصیت کی۔ بعد میں ان کی موت کے قریب رب نے ان پانچ کو بھی تین کر دیا۔ اگر آپ کو علم ہوتا کہ تین ہی بہتر ہیں تو آپ تین ہی کے بارے میں وصیت کرتے۔ پھر تم جانتے ہو کہ ایک شخص کے بعد پرہیزگاری و بزرگی میں سلمان اور ابوذر رضی اللہ عنہما کا مقام ہے"

آپ سے کہا گیا کہ، اے ابو عبداللہ آپ اس قدر پرہیزگار ہو کر یہ کرتے ہیں، حالانکہ آپ کو اتنی بھی خبر نہیں کہ آپ نے آج مرنا ہے یا کل مرجانا ہے! آپ کا جواب یہ تھا کہ: جیسے تمہیں میری موت کا خدشہ ہے ایسے ہی تم میری زندگی کے لیے امید کیوں نہیں رکھتے؟ جاہلو! کیا تمہیں خبر نہیں کہ انسان کا نفس اس وقت تک پراگندہ رہتا ہے جب تک کہ اسے قابلِ اعتماد معاش کا سہارا نہ ہو، جب قابلِ اعتماد معاش مل جائے تو نفس بے فکر و مطمئن ہو جاتا ہے۔ جہاں تک ابوذرؓ کا تعلق ہے، اس کے پاس اونٹنیاں اور بکریاں تھیں جن کا دودھ دوہتے اور جب ان کے اہلِ خانہ کا گوشت کھانے کو جی چاہتا یا ان کے ہاں کوئی مہمان آجاتا تو ان میں سے کسی کو ذبح کر لیتے۔ یا کسی ضرورتمند و محتاج کو دیکھتے تو اس کے کھانے کے لیے بکری وغیرہ ذبح کر دیتے۔ اس کا گوشت کر کے اسے سب میں تقسیم کر دیتے اور اپنے لیے بھی اتنا ہی حصہ رکھتے، کسی سے زیادہ نہ لیتے، ان سے بڑھ کر زاہد کون ہوگا؟ انھی کے بارے میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے فرمایا ہے"۔ ۹۰

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ صدیق اکبرؓ زہد میں وہ مقام رکھتے ہیں جو پوری امت میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ ابوذرؓ اور سلمانؓ کا مقام بھی زہد میں آپؓ کے بعد ہی آتا ہے"۔ ۹۱

شیعہ مورخ اربلی آپکے بارے میں کہتا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے "ابوبکرؓ نے مجھے دو دفعہ جنم دیا" اس لیے کہ "آپ کی والدہ ام فروہ، قاسم بن محمد بن ابی بکر کی بیٹی تھیں اور آپ کی نانی اسماء، عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی بیٹی تھیں"۔ ۹۲

سید مرتضیٰ اپنی کتاب "الشافی" میں جعفر بن محمد کے بارے میں بیان کرتا ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ دونوں پر بھی سلام پڑھتے"۔ ۹۳

یہ اتنی اچھی اور خوبصورت باتیں ہیں کہ جی چاہتا ہے آدمی بیان کرتا چلا جائے، لیکن بات زیادہ لمبی ہو جائے گی، ہم صرف اختصار کے ساتھ آپ کو ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں۔ آئیے دیکھیں قوم شیعہ کے آخری امام، حسن بن علی جنھیں حسن عسکری کہا جاتا ہے، شیعہ حضرات کے نزدیک گیارہویں معصوم امام ہیں ——— صدیق اکبرؓ کے بارے میں

---

۹۰ کتاب المعیشۃ "الفروع من الکافی" جلد ۵ ص ۶۸

۹۱ "کشف الغمۃ" جلد ۲ صفحہ ۱۶۱

۹۲ "فرق الشیعہ" للنوبختی صفحہ ۷۸

۹۳ "کتاب الشافی صفحہ ۲۳۸" شرح نہج البلاغۃ" جلد ۴ ص ۱۴۰ مطبوعہ بیروت

کیا کہتے ہیں۔ آپ واقعہ ہجرت بیان کرتے ہوتے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دینے کے بعد ابو بکرؓ سے پوچھا: "اے ابو بکر! کہ تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ رہو اور وہی طلب کرو جو میں طلب کروں، کیا تمہیں علم ہے کہ میری وجہ سے تمہیں کتنے آلام و مصائب جھیلنا پڑیں گے؟" یہ سن کر ابو بکرؓ نے کہا: "یا رسولؐ اللہ! اگر میں اس وقت تک زندہ رہوں جب تک یہ کائنات باقی ہے اور پوری زندگی میں مجھے سخت ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے کرب و اذیت کا ایسا عالم ہو کہ نہ پوری طرح موت آئے اور نہ ایک لمحہ سکون میسر آئے، بخدا آپؐ کی محبت میں، مجھے ایسی زندگی اس زندگی سے عزیز تر ہے کہ آپؐ کا مخالف ہوتے ہوئے عیش و عشرت کی زندگی بسر کروں اور دنیا کے کل بادشاہوں کے خزانوں کا مالک ہو جاؤں۔ میں، میرا مال اور میری اولاد آپؐ پر قربان۔" یہ سن کر نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک رب نے تیرے دل پر اپنی خاص تجلی ڈالی ہے جس کی وجہ سے تیری زبان پر یہ جاری ہوا۔ اللہ نے تجھے میرے لیے آنکھ اور کان جیسا کیا ہے، میری ذات میں تجھے وہی مقام و منزلت حاصل ہے جو جسم میں سر اور بدن میں روح کو حاصل ہوتی ہے۔" ۹۴

قارئین دیکھ سکتے ہیں کہ ہم نے تمام روایات، اور ہر روایت حوالہ کے ساتھ شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کچھ روایات، سرکارِ دو جہاں، رسولِ جن و بشر، سے منقول ہیں۔ میرے ماں باپ

---

۹۴ "تفسیر الحسن العسکری" صفحہ ۱۶۴ - ۱۶۵ مطبوعہ ایران۔

آپ پر قربان! اور پھر علیؓ بن ابی طالب سے لے کر، جو بقول ان کے پہلے امامِ معصوم ہیں، آخری امام ظاہر تک سے منقولہ روایات پیش کی گئی ہیں۔

اب اس بحث کو سمیٹتے ہوئے، اور قارئین کی سہولت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم اہلِ بیت سے منقولہ مزید دو روایتیں نذرِ قارئین کرتے ہیں۔ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ یہ روایتیں بھی انہی حضرات کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔

پہلی روایت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے، جو محمد باقر کے سگے بھائی اور جعفر صادق کے چچا تھے، منقول ہے۔ ان راوی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "وہ قرآن کے حلیف تھے"۔ ۹۵

بہت سے شیعہ ان کے بارے میں امام ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں، اس اعتقاد کی وجہ یہ ہے کہ "وہ تلوار لے کر نکلے تھے"۔ ۹۶

مشہور شیعہ مصنّف ابو الفرج اصفہانی[۹۷]، اشنانی سے عبداللہ بن جریر کی روایت نقل کرتا ہے کہ انہوں نے کہا، "میں نے جعفر بن محمدؒ (یعنی جعفر صادق) کو زید بن علی کی سواری کے ساتھ اس کی رکابیں تھامے اور اس کی زین کا کپڑا درست کرتے دیکھا ہے"۔ ۹۸

---

۹۵ "الارشاد" للمفید صفحہ ۲۶۸ بعنوان "ذکر اخوتہ" (باقر کے بھائیوں کے ذکر کے ضمن میں)۔

۹۶ ایضاً

۹۷ اس کا نام ابو الفرج علی بن حسین بن محمد ہے۔ اصفہان میں ۲۸۴ھ میں پیدا ہوا۔ پھر بغداد چلا گیا اور وہیں پلا بڑھا اور مناصب حاصل کیے ۳۵۶ھ میں

شیعہ مصنف، صاحب ناسخ التواریخ[۹۹] کی روایت کے مطابق انہی یعنی زید بن زین العابدین بن حسین سے بھی ابو بکرؓ کے بارے میں پوچھا گیا تھا، روایت میں ہے کہ: کوفہ کے بہت سے ممتاز اور معزز لوگوں نے ایک دن حاضر ہو کر زید کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور آپ سے پوچھنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ ابو بکرؓ و عمرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ زید نے کہا: میں خود بھی ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی میں نے اہل بیت نبیؐ میں سے کسی کو ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ کہتے سنا ہے۔ نہ انہوں نے کبھی ہم پر ظلم کیا نہ کسی اور پر، دونوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت کے مطابق عمل کیا"[۱۰۰]

اس کے بعد کہتے ہیں: جب لوگوں نے آپ سے ابو بکرؓ و عمرؓ کے

وفات پائی۔ بنی بویہ کا محبوب اور مقرب تھا۔ شاید اسی وجہ سے اس کی عزت اور قدردانی کی گئی کہ وہ شیعہ کے ساتھ متفق تھا۔ شعر و ادب میں اس کی بہت سی مشہور تصانیف ہیں، جن میں سب سے مشہور "الاغانی" اور "مقاتل الطالبین" ہے۔ محسن امین نے اسے شیعہ شعراء اور مورخین کے طبقہ میں ذکر کیا ہے (اعیان الشیعہ ج ا ص ۱۷۵)

۹۸ "مقاتل الطالبین" للاصفہانی ص ۱۲۹ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت

۹۹ "ناسخ التواریخ" سپہر کی تصنیف، جو شاہ ناصر الدین اور اس کے بیٹے مظفر الدین کا معاصر تھا۔ اس کی کتاب "ناسخ التواریخ" ایسی چھپی ہے کہ ابھی تک اس جیسا کام نہیں کیا جا سکا۔ "اعیان الشیعہ" بعنوان طبقات المورخین قسم اجلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

۱۰۰ "ناسخ التواریخ ج ۲ صفحہ ۵۹۰ زیر عنوان "احوال الامام زین العابدین"

بارے میں یہ باتیں سنیں تو آپ سے الگ ہو گئے اور ان کا میلان باقر کی طرف ہو گیا۔ چنانچہ زید نے کہا، "رفضونا الیوم" (آج یہ لوگ ہم کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ رَفَضَ کے معنیٰ چھوڑ دینا اور پھینک دینا، کے ہیں) اسی لیے اس گروہ کو رافضی کہا جاتا ہے"۔ ۱۰۱ھ

دوسری روایت اس شخصیت سے ہے جس کے متعلق شیعہ نے بے شمار من گھڑت کہانیوں کے جال بن رکھے ہیں، یعنی سلمان فارسیؓ، جن کے بارے میں کہا گیا ہے: "سلمان محمدی ہمارے اہل بیت میں سے ایک فرد تھے"۔ اور ایک جگہ کہا گیا ہے کہ "یقیناً سلمان ہم اہل بیت میں سے تھے"۔ ۱۰۲ھ

ایک روایت میں ہے: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سوائے تین آدمیوں کے سب کے سب مرتد ہو گئے تھے، وہ تین مقدادؓ ابوذر اور سلمان ہیں۔ خدا کی رحمت اور برکتیں ہوں ان پر"۔ ۱۰۳ھ

حضرت سلمانؓ کے بارے میں حضرت علیؓ نے کہا ہے: "بے شک سلمان زمین پر خدا کا دروازہ تھے، جس نے اسے پہچان لیا وہ مومن ہے، جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے"۔ ۱۰۴ھ

اب سنیے یہی سلمانؓ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: "ابوبکرؓ نے جو تم سے بالاتر مقام حاصل کیا ہے تو نماز اور روزہ کی بنا پر نہیں بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو ان کے دل میں موجود تھی"۔ ۱۰۵ھ

۱۰۱ھ ایضاً

اس کے علاوہ دیکھیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کو اس حد تک چاہتے تھے کہ جنگِ بدر میں جب ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے کے مقابلے میں، جو سوار اور پوری طرح مسلح تھا، نکلنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر آپؓ کو روک دیا: "اپنی تلوار اٹھا کر اپنی جگہ واپس چلے جاؤ اور ہمیں اپنی ذات سے نفع اٹھانے کا موقع دو"۔[۱۰۶] اور پھر آپؓ نے اپنی زندگی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کے لیے وقف کر دیا۔ بحث کے آخر میں بس یہی بات ہم کہنا چاہتے تھے۔

صدیقِ اکبرؓ کی خلافت

نبیوں اور رسولوں کے بعد، تمام مخلوقات میں سے بہترین فرد، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں ہم آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کے خیالات واعتقادات بتا چکے ہیں، اب ہم بتائیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت، اور مسلمانوں کی امارت وامامت کے مسئلہ میں بھی اہلبیت اور آپؓ کے درمیان کوئی نقطۂ اختلاف نہیں تھا۔ اہل بیت نے بھی اسی طرح آپؓ کی بیعت کی ہے جس طرح دوسرے تمام لوگوں نے

---

[۱۰۲] "رجال الکشی" ص ۱۸-۲۰ مطبع الاعلمی، کربلا۔

[۱۰۳] "الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۲۴۵

[۱۰۴] "رجال الکشی" ص ۷۰

[۱۰۵] "مجالس المومنین" للشوشتری ص ۸۹

[۱۰۶] "کشف الغمۃ" جلد ۱ صفحہ ۱۹۰

آپ رضؓ کی بیعت کی۔ اہل بیت قدم بقدم آپ رضؓ کے ساتھ چلتے رہے مسلمانوں کے دکھ درد بانٹتے رہے، آپ رضؓ کی بہتری و بہبود میں پورے پورے شریک رہے۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ حضرت علیؓ آپ رضؓ کے قریبی مشیرین میں سے تھے، آپ رضؓ سرکاری معاملات اور لوگوں کے مسائل کا حل کرنے میں صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے اور اپنی فہم و فراست سے انتہائی نفع مند اور قیمتی مشوروں سے نوازتے، آپ رضؓ کے ساتھ تبادلۂ خیالات کرتے۔ کوئی روکنے والا انہیں نہ روک سکا اور نہ کوئی باز رکھنے والی قوت انہیں اس سے باز رکھ سکی۔ آپ صدیقؓ کی امامت میں نمازیں ادا کرتے، ان کے احکامات کی تعمیل کرتے اور ان کے فیصلوں کے مطابق فیصلے کرتے۔ ان کے احکامات کو دلیل سمجھتے اور ان کی بات کو سند کا درجہ دیتے۔ خلوص، محبت و تعلق کا اظہار اور برکت کے لیے آپ رضؓ نے اپنے بیٹوں کے نام ابوبکر رضؓ کے نام پر رکھے۔

اہلِ بیت کو آپ رضؓ سے کس قدر محبت تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہلِ بیت نے آپ سے اور آپ کی اولاد سے سسرالی تعلقات قائم کیے۔ خود ان کے ہاں سے شادیاں کیں اور اپنے ہاں سے ان کی شادیاں کروائیں۔ سب حضرات آپس میں ایک دوسرے کو تحائف دیتے اور لیتے رہے۔ آپ کے اور اہل بیت کے تعلقات اس طرح کے تھے جیسے بہت ہی محبت رکھنے والے عزیزوں اور انتہائی قریبی رشتہ داروں میں ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ تھا، اور یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا کہ سب ایک ہی شجرِ پُر بہار کی شاخیں اور ایک ہی نخلستانِ پُرثمر کے پھل تھے، وہ ویسے نہیں تھے جیسا مکار یہودیوں کی اولاد نے انھیں سمجھا ہے۔ بخدا محمد ﷺ کی پرعظمت امت کے خلاف بغض

رکھنے والوں، مسلمانوں پر حسد کرنے والوں اور اللہ کا کلمہ و پرچم بلند کرنے والوں کے خلاف دل میں نفرت رکھنے والوں نے آپ کو غلط سمجھا ہے۔

جہاں تک حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے کا تعلق ہے، اس ضمن میں اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ خود علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ رضی کی خلافت کا صحیح ہونا دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں چنانچہ امیر شام حضرت معاویہ بن ابی سفیان رض کو جواب دیتے ہوئے آپ رض لکھتے ہیں:

"میرے ہاتھ پر بھی قوم کے انہی افراد نے بیعت کی ہے جنھوں نے ابوبکر رض، عمر رض اور عثمان رض کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس کے بعد نہ موجودہ افراد کو کوئی اختیار باقی رہتا ہے اور نہ دور والے اسے رد کر سکتے ہیں۔ شوریٰ مہاجرین اور انصار سے ترتیب پائی تھی، وہ جس آدمی پر بھی متفق ہو کر اسے امام بنا دیتے، اسی میں اللہ کی رضا شامل ہو جاتی۔ بیعت کے بعد کوئی آدمی بھی امام کی اطاعت سے خارج نہیں، سوائے اس صورت کے کہ امام میں کوئی طعن یا بدعت پائی جائے۔ اس صورت میں امام کو اس چیز سے روکا جائے گا۔ اگر وہ نہ مانے تو مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے اس کے خلاف جدوجہد کی جائے گی اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا۔" ۱۰۷

ایک جگہ علی رض کہتے ہیں: "تم لوگ میری بیعت اس چیز پر کر رہے ہو جس پر مجھ سے پہلوں کی بیعت کی گئی۔ لوگوں کو اختیار صرف اس وقت تک ہے، جب تک وہ بیعت نہیں کرتے۔ جب بیعت کر چکیں، ان کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا" ۱۰۸

---

۱۰۷ "نہج البلاغۃ"، ص ۳۶۶-۳۶۷ مطبوعہ بیروت تحقیق صبحی صالح۔

ان الفاظ میں کوئی اشکال اور ابہام نہیں، بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ خلافت کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ مسلمان کسی آدمی پر متفق و متحد ہو جائیں، اور عصرِ اول میں خاص طور پر انصار و مہاجرین کا کسی آدمی پر متفق ہونا ضروری تھا۔ انصار اور مہاجرین ابوبکرؓ اور عمرؓ پر متفق ہو چکے تھے۔ اب نہ وہاں موجود افراد کو کوئی اختیار باقی رہتا ہے اور نہ غیر موجود افراد اسے رد کر سکتے ہیں۔ ہم پچھلی فصل میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سے مروی دو روایتیں ذکر کر چکے ہیں، جنھیں ثقفی نے "غارات" میں نقل کیا ہے۔ ان میں حضرت علیؓ نے خود بیان کیا ہے کہ لوگ بیعت کے لیے ابوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے اور ان پر ایک ہجوم کر دیا۔ کسی دلِ انصاف پسند کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپؓ کی امامت و خلافت کے صحیح ہونے کا اقرار و اعتراف کر لیا جائے۔

شیعہ کی کتاب "غارات" میں مذکور ایک اور روایت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت و امامت کا ذکر کرتے ہوئے اس بات کا اقرار کیا ہے، آپ کہتے ہیں: "ہم اللہ کے فیصلے پر خوش ہیں، اور اللہ کا کام اسی کے سپرد کرتے ہیں .... میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں بیعت کرنے سے پہلے ہی ان کی اطاعت کا عہد اپنے گلے میں ڈال چکا تھا"۱۱۰

---

۱۰۸ "ناسخ التواریخ" جلد ۳ جزء ۲ ۱۰۹ اس کا نام ابو اسحاق ابراہیم ثقفی کوفی اصفہانی ہے۔ سن دو سو چھیں یا اس سے دو سال پہلے پیدا ہوا۔ ۲۸۳ھ میں اصفہان میں وفات پائی۔ شیعہ حضرات کے اکابر مؤلفین اور راویوں میں شمار کیا جاتا ہے، جیسا کہ نوری

جب حضرت علیؓ نے یہ محسوس کیا تو آپؓ صدیقؓ کی طرف گئے اور جس طرح مہاجرین اور انصار نے بیعت کی تھی، آپؓ نے بھی صدیقِ اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کیونکہ وہ آج امیر المؤمنین اور مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے تھے۔ وہ لوگ (حضرات صحابہ) قوم شیعہ کے عقیدے کے مطابق تقیہ نہیں کرتے تھے، اسی بات کا اظہار کرتے جو ان کے دل میں ہوتی، ان کے دل تقیہ کی آلودگی سے پاک تھے حضرت علیؓ پرانی یادوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اس موقعہ پر میں ابو بکرؓ کے پاس گیا اور ان کی بیعت کر کے ان کی معاونت کی ..... ابو بکرؓ نے تمام امور اپنی نگرانی میں لیے اور سب امور آسانی، درستگی، میانہ روی اور عمدہ طریقہ پر سرانجام دینے لگے۔ میں خیر خواہانہ جذبہ کے ساتھ آپؓ کے ساتھ رہا اور ان امور میں جن میں وہ اللہ کی اطاعت کرتے، میں دل وجان سے آپؓ کی اطاعت کرتا رہا"۔ [۱۱۱]

طبرسی نے بیان کیا ہے "ابراہیم ثقفی مشہور ہے اور اس پر تمام اصحاب نے اعتماد کیا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ اس کے احوال سے معلوم ہوتا ہے وہ بڑے مولفین اور راویوں میں سے ہے۔ بڑے بڑے راویوں نے اس سے روایت کی ہے (المستدرک جلد ۳ ص ۵۴۹-۵۵۰) خوانساری نے "روضات الجنات" میں اسے "الشیخ المحدث" "المروج الصالح السدید" کے نام سے پکارا ہے۔ "الغارات" کا مصنف ہے، ——— "البحار" میں اس سے بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں"۔ اس کی تقریباً پچاس عمدہ تصنیفات ہیں" (اعیان الشیعہ قسم ۲ ص ۱۰۳)

[۱۱۰] "نہج البلاغہ" ص ۸۱ خطبہ ۳۷ مطبوعہ بیروت بتحقیق صبحی صالح۔

[۱۱۱] "منار الہدی" لعلی البحرانی الشیعی ص ۳۷۳ "ناسخ التواریخ" ج ۳ ص ۵۳۲

ابو سفیانؓ اور عباسؓ نے جب آپؓ کو خلافت کے لیے ابھارنا چاہا تو آپ نے انھیں دو ٹوک جواب دیا۔ اس لیے کہ، جیسا ہم بیان کر چکے ہیں، آپؓ سمجھتے تھے کہ صدیقؓ کی خلافت قائم ہو جانے کے بعد اب آپؓ کو خلافت کا حق نہیں رہا۔

امیرِ شام معاویہ بن ابی سفیانؓ کے نام ایک خط میں بھی آپ نے خلیفۂ اوّل حضرت صدیقؓ کی خلافت، اور آپؓ کے افضل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ صدیقِ اکبرؓ کے انتقال فرما جانے کے بعد علیؓ آپ کے لیے اللہ سے مغفرت و احسان کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اور ان کے دنیا سے اٹھ جانے پر اظہارِ غم اور افسوس کیا کرتے تھے، لکھتے ہیں: "اللہ نے مسلمانوں میں سے بہت سے افراد کو اپنی تائید و مدد کے لیے چن لیا تھا۔ اسلام میں جو کوئی جس منزلت کا حامل ہوتا ہے، اللہ بھی اپنے ہاں اُسے وہی مقام و عزت بخشتا ہے۔ ان میں اللہ اور رسولؐ کے نزدیک سب سے بلند تر مقام کے حامل، آپؐ کے خلیفہ صدیقؓ اور صدیقؓ کے خلیفہ فاروقؓ ہیں۔" "بے شک وہ دونوں اسلام میں عظیم مقام پر فائز ہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے، انھیں اسلام کی وجہ سے بہت تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں۔ اللہ انھیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے۔"[۱۱۲]

طوسی[۱۱۳] حضرت علیؓ کے بارے میں ایک روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جب علیؓ جنگِ جمل میں شکست کھانے والوں سے ملے تو آپؓ نے کہا: تم لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی اور میرے ساتھ انصاف کیا تھا۔ جیسے تم نے ابوبکرؓ کی بیعت کی ہے، میں نے بھی ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی۔

---

۱۱۲ ابن ہیثم شرح نہج البلاغۃ ط: ایران ص ۴۸۸ ۱۱۳ اُس کا نام محمد بن حسن

تم نے عمرؓ کی بیعت کی، میں نے بھی عمرؓ کی بیعت کی اور اسے نبھایا ہے۔ تم نے عثمانؓ کی بیعت کی، میں بھی عثمانؓ کی بیعت کر چکا ہوں، اس کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ تم میرے پاس آئے۔ تم میں سے کسی کو بلایا یا مجبور نہیں کیا گیا تھا۔ [۱] تم نے میری بیعت بھی اسی طرح کی،

بن علی طوسی ہے۔ ۳۸۵ھ میں پیدا ہوا اور ۴۶۰ھ میں نجف میں فوت ہوا۔ اسے "شیخ الطائفہ" کا لقب دیا گیا ہے۔" (تنقیح المقال ص ۱۰۵ ج ۳)

"وہ شیعہ حضرات کا ستون تھا، شیعہ کے جھنڈے کو بلند کرنے والا تھا غرضیکہ شیخ الطائفہ تھا۔ وہ شیعہ کا سردار تھا جس کے سامنے گردنیں جھک جایا کرتی تھیں، اس نے اسلام کے تمام علوم پر لکھا ہے" وہ امام اور سند کا درجہ رکھتا تھا، اس کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے شیخ مفید اور السید مرتضیٰ وغیرہ کا شاگرد تھا (الکنیٰ و الالقاب ج ۳ ص ۳۵۷) یہ صحاح اربعہ میں سے دو کتابوں "التہذیب" اور "الاستبصار" کا مصنف ہے۔

"اس نے اسلام کے ہر فن پر کتاب لکھی ہے، وہ عقائد اور اصول و فروع کو درست کرنے والا ہے۔ تمام فضائل اس میں پائے جاتے تھے۔" (روضات الجنات ج ۶ ص ۲۱۶)

[۱] کیا خلافت منصوص (نص سے ثابت) ہے؟

اس روایت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ علیؓ بن ابی طالب نہیں سمجھتے تھے کہ خلافت و امامت صرف نص ہی سے منعقد ہو سکتی ہے" اور یہ کہ "امامت خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ایک عہد ہے جو ایک کے بعد دوسرے سے کیا جاتا ہے۔" (الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۷۷) اور یہ کہ "یہ رسول اللہ کی طرف سے عہد ہے جو ایک

اگر آپؓ کا یہ اعتقاد ہوتا تو آپ ابو بکرؓ کی خلافت کا اعتقاد نہ رکھتے۔ آپ کے مشیروں میں شامل نہ ہوتے۔ اور وہ باتیں نہ کہتے جو آپ نے اہلِ جمل سے کہی تھیں۔ ہم پیچھے آپ کی اس روایت کو نقل کر چکے ہیں کہ "پھر تم لوگ میرے پاس اس حال میں آئے کہ تمہیں بلایا نہیں گیا تھا" اگر آپ اللہ کی طرف سے امام ہوتے تو آپ انہیں اپنی امامت کی دعوت دیتے رہتے اور جب لوگوں نے حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے آپؓ کو بلایا تو آپ ہرگز یہ نہ کہتے کہ "مجھے چھوڑ دو اور کسی اور کو ڈھونڈو۔ ہمیں ایسی صورتِ حال کا سامنا ہے جس کے کئی پہلو اور گوشے ہیں، دل اس پر نہیں ٹھہرتے، عقلیں اس پر قائم نہیں رہتیں۔ اس کے بعد کہا: "اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی تم جیسا ایک فرد ہوں۔ شاید تم جس کے سپرد اپنا معاملہ کر دو وہ تمہاری بات زیادہ سنے، زیادہ مانے۔ میں تمہارا وزیر بنوں یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر بنوں" (یہ خطاب علیؓ نے اس وقت کیا جب عثمانؓ کے قتل کے بعد لوگوں نے آپ کی بیعت کرنا چاہی)۔" (نہج البلاغۃ خطبہ ۹۲ ص ۱۳۶

آدمی کے بعد دوسرے سے کیا جاتا ہے۔" (الاصول من الکافی ج ا ص ۲۷۷)

اس کی تفصیل کے لیے شیعہ حضرات کی یہ کتابیں دیکھیے: "اصل الشیعہ واصولہا" لمحمد حسین آل کاشف الغطاء" الاعتقادات" لابن بابویہ قمی، "الالفین" للحلی اور "بحار الانوار" للمجلسی وغیرہ۔

اور پورا کرتے ہوئے" ۱۱۵

مطبوعہ، بیروت)

کیا آپؓ کے اس کلام سے بڑھ کر اور کوئی دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ خلافت کے خواہاں نہیں تھے ؟ شیعہ حضرات تو منکرِ خلافت کو یہود، مجوس نصاریٰ اور مشرکین سے بھی بڑھ کر کافر سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے مفید نے کہا ہے:

امامیہ اس بات پر متفق ہیں کہ ائمہ میں سے کوئی بھی اگر امامت سے انکار کرے اور امام کی اطاعت نہ کرے جس کی اطاعت اللہ نے فرض کر دی ہے اور اس چیز سے انکار کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ واجب کر دی ہے، تو وہ کافر ہے اور اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رکھا جائے" ۱۱۵

ان کا سب سے بڑا محدث کلینی کہتا ہے: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "سأل سائل بعذاب واقع للكافرين (بولاية علي) ليس له دافع (پوچھنے والے نے علی کی ولایت سے انکار کرنے والوں پر ہونے والے عذاب کے متعلق پوچھا جس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے) بخدا اسی طرح یہ آیت جبرئیل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لے کر نازل ہوئے تھے" ۱۱۶ محمد باقر کی طرف سے جھوٹی نسبت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ نے

---

۱۱۵ "بحار الانوار" للمجلسی جلد ۲۳ ص ۳۹۰ "المفید" سے نقل کرتے ہوئے۔

۱۱۶ کتاب الحجۃ من الاصول فی الکافی ج ۱ ص ۴۲۲

کہا ہے: "خدا کی عبادت وہی کرتا ہے، جسے خدا کی معرفت حاصل ہے۔ جسے خدا کی معرفت حاصل نہیں، وہ یوں ہی گمراہ ہو کر عبادت کرتا رہتا ہے۔ میں نے کہا: میں آپ کے قربان، خدا کی معرفت کیا ہے؟ آپ نے کہا: خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق، علی کی محبت، ان کی امامت اور دوسرے تمام ائمہ ہدایت علیہم السلام کی امامت کی تصدیق اور اس کے دشمنوں سے خدا کے روبرو اپنی برارت کا اظہار"۔[۱۱۷]

ابن بابویہ قمی صدوق اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے:
ہمارا عقیدہ ہے کہ جس نے امیر المومنین علی بن ابی طالب اور آپ کے بعد دوسرے ائمہ کی امامت کا انکار کیا، گویا اس نے تمام انبیاء کی نبوت کا انکار کیا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس نے امیر المومنین کی امامت کا اقرار کیا، لیکن دوسرے ائمہ میں سے کسی اور امام کا انکار کیا، تو گویا اس نے تمام انبیاء کا اقرار کر لیا۔ لیکن ہمارے نبی محمدؐ کی نبوت کا انکار کر دیا"۔[۱۱۸]
تو جب خود علی بن ابی طالب ہی امامت کا انکار کر دیں تو کیا کیا جائے؟
یہ عبارت خود ان لوگوں کی سب سے مقدس کتاب میں موجود ہے۔ ان کے نزدیک سب سے مقدس کتاب یہی ہے۔ کیونکہ قرآن کا تو وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں تحریف اور تغیر و تبدل ہو چکا ہے (یہ مسئلہ ہم اپنی کتاب "الشیعہ والسنۃ" میں واضح دلائل کے ساتھ خود ان حضرات کی اپنی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں۔

---

[۱۱۷] باب معرفۃ الامام والرد الیہ من "الاصول فی الکافی" ج ۱ ص ۱۸۰

[۱۱۸] "الاعتقادات" للقمی ص ۱۳۰

جی ہاں! ان کی سب سے مقدس کتاب "نہج البلاغۃ" جس میں علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود کہہ رہے ہیں کہ میں مقتدی بنوں یہ اس سے بہتر ہے کہ میں امام بنوں۔ ہم دوبارہ آپ کی بات آپ کو سنائے دیتے ہیں، آپ کہتے ہیں: "مجھے چھوڑ دو، میرے سوا کسی اور کو ڈھونڈو، میں تم ہی جیسے ہی ہوں۔ شاید وہ تمہاری بات زیادہ سننے اور ماننے جس کے سپرد تم اپنا معاملہ کرو گے۔ میں تمہارا وزیر بنوں یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر بنوں"۔ [۱۲۰]

اس سے اس بات کی بھی تائید ہوتی ہے کہ علیؓ اپنی ولایت کے مسئلہ کو اس نظر سے نہیں دیکھتے تھے جس نظر سے یہ دیکھتے ہیں، جیسا کہ ابن ابی الحدید نے عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

"رسول اللہ کے مرض وفات میں علیؓ آپؐ کے پاس سے اٹھ کر لوگوں کی طرف آئے، لوگوں نے آپؓ سے پوچھا: اے ابو حسن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ آپ نے کہا: الحمد للہ صحت یاب ہو گئے ہیں۔ راوی کہتا ہے۔ عباسؓ نے علیؓ کو ہاتھ سے پکڑا اور کہا: اے علی، تو عصا کا بندہ ہے، تین قسمیں کھانے کے بعد کہا، میں نے رسول اللہ کے چہرے کو دیکھا ہے، میں بنی عبد المطلب کے چہروں سے موت پہچان لیتا ہوں۔ پھر وہ رسولؐ اللہ کی طرف گئے اور ان سے یہ بات بیان کی کہ اگر ہم میں سے ہے تو ہمیں بتا دیجئے اور اگر ہمارے علاوہ کوئی ہے تو ہمیں اس کی وصیت کر دیجئے، آپؐ نے کہا: میں ایسا نہیں کروں گا، بخدا اگر آج میں نے

---

[۱۱۹] "الامالی" لشیخ الطائفہ الطوسی ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ نجف

[۱۲۰] نہج البلاغۃ" خطبہ ۱۲ ص ۱۳۶ مطبوعہ بیروت

روک دیا تو پھر اس کے بعد لوگ اس کے پاس نہیں آئیں گے۔ راوی کہتا ہے، چنانچہ اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی"۔ ۱۲۱ھ

ابن ابی الحدید نے سقیفہ اور بیعتِ ابوبکرؓ کی روایات بیان کرنے کے بعد لکھا ہے، جان لیجئے کہ اس باب میں آثار و روایات بہت ہیں۔ جو بھی ان پر غور کرے اور انصاف کرے وہ جان لے گا کہ اس مسئلہ میں قطعی اور واضح نص ایسی موجود نہیں ہے جس سے تمام شکوک کا خاتمہ ہو جائے اور دوسرا کوئی احتمال باقی نہ رہے"۔ ۱۲۲ھ

علی رضی اللہ عنہ نے طلحہؓ و زبیرؓ کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا تھا کہ: "بخدا مجھے خلافت سے کوئی دلچسپی نہیں اور نہ ہی ولایت میں میرے لیے کوئی کشش ہے، مگر تم نے مجھے اس کی دعوت دی اور اس پر تیار کیا"۔ ۱۲۳ھ

اس جیسی ایک اور روایت بھی نصر بن مزاحم شیعی ۱۲۴ھ نے بیان کی ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حبیب بن مسلمہ فہری، شرجبیل بن سمط اور معن بن یزید کو بھیجا کہ وہ قاتلین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کریں، علیؓ بن ابی طالب نے اللہ کی حمد اور بسم اللہ پڑھنے کے بعد انھیں جواب دیتے ہوئے کہا:

"اما بعد! اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جنھوں نے لوگوں کو

۱۲۱ھ "شرح نہج البلاغۃ ج اص ۱۳۲ ۱۲۲ھ ایضاً ۱۲۳ھ "نہج البلاغۃ ص ۳۲۲

۱۲۴ھ اس کا نام ابوالفضل نصر بن مزاحم تمیمی کوفی اور لقب عطار ہے" یہ متقدمین راویوں میں سے ہے بلکہ تابعین کے درجہ اور اوائل ائمہ طاہرین کے تیسرے طبقہ میں سے ہے"۔

(روضات الجنات جلد ۸ صفحہ ۱۶۶)

نجاشی نے کہا ہے: صحیح راہ پر چلنے والا، راست معاملہ اور "صفین" "جمل"

طبرسی نے بھی محمد باقر سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے یہ بات قطعی اور حتمی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ علی رض نے ابوبکر رض کی خلافت کو تسلیم کیا اور ان کے ہاتھ پر امارت و خلافت کی بیعت کی ــــ طبرسی بیان کرتا ہے کہ اسامہ بن زید رض (جہاد کے لیے) جانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاء اعلیٰ کی طرف چلے گئے۔ جب اسامہ رض کو نبی ص کے انتقال کی اطلاع پہنچی، آپ رض اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ پلٹ آئے۔ مدینہ میں آکر آپ رض نے دیکھا کہ ابوبکر رض کے پاس

گمراہی سے دور کیا، ہلاکت سے بچایا اور پارہ پارہ ہو جانے کے بعد جمع کیا، پھر اللہ نے انھیں اٹھا لیا، آپ ص کے ذمہ جو کچھ تھا آپ ص نے ادا کر دیا، پھر ابوبکر رض اور عمر رض خلیفہ بنے، دونوں اعلیٰ سیرت والے تھے، دونوں نے امت سے انصاف کیا...... پھر لوگوں کا معاملہ عثمان رض کے سپرد ہوا، آپ رض نے کچھ ایسے کام کیے جن کی وجہ سے لوگوں نے آپ میں عیب نکالے، لوگ آپ رض کی طرف بڑھے اور آپ رض کو مار ڈالا، پھر لوگ میرے پاس آئے، میں انہیں چھوڑ دینا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کہنے لگے: بیعت کر لیجئے، میں نے انکار کیا، وہ مجھے کہنے لگے: بیعت کر لیجئے لوگ آپ کے سوا کسی پر راضی نہیں، ہمیں خدشہ ہے کہ آپ نے بیعت نہ کی تو لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ چنانچہ میں نے انھیں بیعت کر لیا۔" [۱۲۵]

شیعہ مورخ لکھتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بعد عمر رض کو

اور "مقتل الحسین" وغیرہ کتابوں کا مصنف ہے (النجاشی ص ۳۰۱ - ۳۰۲)

۱۲۵ "کتاب صفین"، مطبوعہ ایران ص ۱۰۵

بہت بڑی تعداد میں لوگ جمع ہیں، یہ دیکھ کر آپؓ علی بن ابی طالب کی طرف چلے گئے اور ان سے پوچھا: یہ سب کچھ کیا ہے؟ علیؓ نے جواب دیا، وہی کچھ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اسامہؓ نے پوچھا، کیا آپ نے بھی بیعت کر لی ہے؟ علیؓ نے کہا: ہاں "[۱۲۶]

شیعہ حضرات کے متاخرین ائمہ میں سے محمد حسین آل کاشف الغطاء نے بھی یہ کہہ کر اس بات کا اقرار کیا ہے کہ: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہانِ فانی سے اس دارِ قرار کی طرف کوچ کر گئے تو صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ حضرت علیؓ کو اس لیے خلیفہ نہ بنایا جائے کہ آپ عمر میں چھوٹے تھے یا اس لیے بھی کہ قریش کو یہ بات ناگوارِ خاطر تھی کہ نبوت اور خلافت، دونوں شرف بنی ہاشم میں جمع ہو جائیں۔" اس کے بعد کہتا ہے "جب علیؓ نے دیکھا کہ خلیفہ اول اور ثانی دونوں حضرات نے کلمہ توحید پھیلانے، اسلامی لشکر تیار کرنے، اور فتوحات کا دائرہ بڑھانے میں اپنی تمام تر کوششیں اور صلاحیتیں صرف کر دی ہیں، نہ لوگوں کو قید و بند کی مشقت میں ڈالا اور نہ ان پر ظلم و استبداد کیا ہے تو انہوں نے بھی بیعت کر کے مصالحت کر لی۔"[۱۲۷]

خلیفہ بنانا چاہا تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا، یہ دیکھ کر علیؓ طلحہؓ سے کہنے لگے: اگر ابو بکرؓ نے عمرؓ کے سوا کسی اور کو خلیفہ بنایا تو لوگ اس کی اطاعت نہیں کریں گے" (تاریخ روضۃ الصفا، فارسی ص ۲۰۶ ط بمبئی)

ایک سوال اب بھی باقی رہ جاتا ہے کہ علیؓ نے بیعت میں چند روز کی

---

[۱۲۶] "الاحتجاج" للطبرسی ص ۵۰ مطبوع: مشہد عراق

[۱۲۷] "اصل الشیعۃ واصولہا"، مطبوعہ: دار البحار بیروت ۱۹۶۰ء ص ۹۱

تاخیر کیوں کی؟ اس کا جواب ابنِ ابی الحدید دیتا ہے، بیان کرتا ہے کہ:
"پھر ابو بکرؓ کھڑے ہوئے، لوگوں سے خطاب کیا اور ان سے معذرت کرتے ہوئے کہا: میری بیعت اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوئی ہے، مجھے فتنہ کا اندیشہ تھا جس سے اللہ نے ہمیں بچا لیا۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی بھی خلافت کی خواہش نہیں کی۔ مجھ پر اتنی بھاری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے، جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میری جگہ آجائے، جو مجھ سے بہتر اس ذمہ داری کو نبھا سکے۔ آپ نے لوگوں سے معذرت کرنی شروع کر دی۔ مہاجرین نے آپؓ کی معذرت قبول کر لی، یہ دیکھ کر علیؓ اور زبیرؓ کہنے لگے: ہمیں صرف مشورہ کے وقت ذرا غصہ آگیا تھا، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اس وقت لوگوں میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ابو بکرؓ ہے۔ آپ صاحبِ غار ہیں، آپ کی عمر مبارک بھی ہمیں معلوم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں آپ ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔" ۱۲۸ھ

ابنِ ابی الحدید نے اس کی شرح میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی ایک اور روایت نقل کرتے ہوئے کہا ہے: "خالد بن سعید ان عاملین میں سے تھے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں متعین کیا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما چکے تو آپ مدینہ آئے، اس وقت لوگ ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ آپ کچھ دن رکے رہے اور ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی۔" ۱۲۹ھ

۱۲۸ھ "شرح نہج البلاغۃ"، لابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۱۳۲

۱۲۹ھ "شرح نہج البلاغۃ"، ج ۱ ص ۱۳۴، ۱۳۵۔

حضرت علیؓ کا صدیقؓ کے پیچھے نمازیں پڑھنا اور اُن سے تحائف قبول کرنا!

اب ہم آپ کو بتائیں گے کہ علی رضی اللہ عنہ، صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر خوش اور خلافت کے معاملات اور اہم فیصلوں میں آپؓ کے شریک رہا کرتے تھے۔ آپ سے تحائف قبول کرتے، آپ کے پاس شکایات لے کر جاتے، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھتے، آپ کے ساتھ محبت واخوت کا برتاؤ کرتے۔ آپ کے حقیقی محسن، اور آپ سے نفرت کرنے والے کے خلاف نفرت رکھتے تھے۔

اس بات کو خلفاء راشدینؓ و نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے بدترین دشمنوں اور ان کے پیروکار اور تبعین نے بھی تسلیم کیا ہے۔

اصل موضوع کی طرف آنے سے پہلے ایک روایت ہم آپ کو سنا دینا چاہتے ہیں، لوگوں نے جب چاہا کہ آپ خلیفہ وامیر بنیں تو آپ نے قوم سے کہا: "میں تمہارا امیر بنوں، تمہارے لیے اس سے بہتر یہ ہے کہ میں تمہارا وزیر بنوں" ۱۳۰

متعصب اور غالی ترین شیعہ مؤرخ یعقوبی، صدیقؓ اور فاروقؓ کے اس زمانہ کا تذکرہ کرتا ہے جب علیؓ کو آپ حضرات کے ہاں ایک اہم

"نہج البلاغہ" ص ۱۳۶ تحقیق صبحی صالح

اور ذی اثر و اقتدار مشیر کا مقام حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت صدیقؓ کے دور کا ایک واقعہ لکھتا ہے کہ: "جب ابوبکر صدیقؓ نے روم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کی جماعت سے مشورہ کیا، بعض حضرات نے اسی وقت اور بعض حضرات نے کچھ تاخیر کا مشورہ دیا۔ آپ نے علیؓ بن ابی طالب سے مشورہ کیا تو آپ نے کر گزرنے کا مشورہ دیا۔ صدیقؓ نے پوچھا: کیا میں اس معرکہ میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ علیؓ نے کہا: میں آپ کو خیر کی خوشخبری دیتا ہوں۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں حکم دیا کہ روم جانے کی تیاریاں کریں۔" ۱۳۲ھ

ایک اور روایت میں ہے کہ: صدیقؓ نے علیؓ سے پوچھا، آپ کیونکر یہ خوشخبری سنا رہے ہیں؛ علیؓ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری دیتے ہوئے سنا ہے۔ اس پر ابوبکرؓ نے کہا: اے ابوالحسن، آپ نے مجھے خوش کر دیا اس چیز سے، جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔" ۱۳۳ھ

۱۳۱ھ اس کا نام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی ہے، یہ شیعہ تھا۔ اس کا دادا ابوالمنصور کے غلاموں میں سے تھا۔ یہ سیاح تھا اور سفر کرنا اسے پسند تھا، اس نے تمام مشرقی، مغربی، اسلامی ممالک کی سیاحت کی اور ۲۶۰ھ میں آرمیلیہ میں داخل ہوا۔ پھر رہنہ کا سفر کیا اور پھر مصر اور مغربی ممالک کا رخ کیا، اس نے سیاحت کی ایک کتاب "کتاب البلدان" لکھی ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ کی مشہور کتاب "تاریخ الیعقوبی" اور دوسری کتابیں بھی لکھی ہیں ۲۸۴ھ میں وفات پائی (الکنی والالقاب جلد ۳ صفحہ ۲۴۶) "صاحب الاعیان" نے اسے شیعہ مورخین کے

مشہور مورخ یعقوبی نے بھی لکھا ہے کہ: ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں جن بزرگوں سے فقہ کے مسائل معلوم کیے جاتے تھے ان میں علیؓ بن ابی طالب عمرؓ بن خطاب، معاذؓ بن جبل، ابیؓ بن کعب، زیدؓ بن ثابت اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا نام آتا ہے"۔ ۱۳۴ھ

علیؓ اور ابوبکرؓ کے آپس میں تعلق و محبت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے علیؓ کے مشورے اور فیصلے کو تمام صحابہ کے مشوروں پر ترجیح دی۔

ہماری تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ انتہائی متعصب اور غالی شیعہ محمد بن نعمان عکبری نے بھی جسے شیخ مفید کہا جاتا ہے' اپنی کتاب "الارشاد" میں ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں "امیر المؤمنین علیہ السلام کے فیصلے" کے نام سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔

اس باب میں اس نے ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں علیؓ کے کیے گئے متعدد فیصلے ذکر کیے ہیں، ایک فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے "ابوبکرؓ کے سامنے ایک آدمی لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی، آپ نے اس پر حد قائم کرنا چاہی تو وہ کہنے لگا: میں نے شراب اس وقت پی جب مجھے اس کے حرام ہونے کا علم نہیں تھا، اس لیے کہ میں ایک ایسی

طبقہ میں شمار کیا ہے۔ (اعیان الشیعہ)

۱۳۲ھ تاریخ الیعقوبی ص ۱۳۲-۱۳۳ جلد ۲ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء

۱۳۳ھ تاریخ الیعقوبی" جلد ۲ کتاب ۲ ص ۱۵۸ زیرِ عنوان "عہد ابی بکر"

۱۳۴ھ تاریخ الیعقوبی" ص ۱۳۸ ج ۲

قوم میں پلا بڑھا ہوں جس کے ہاں اسے حلال سمجھا جاتا ہے، مجھے اب تک اس کی حرمت کا علم نہیں تھا۔ ابوبکرؓ کے لیے اس صورتِ حال میں فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ امیر المؤمنین سے اس مسئلے کے بارے میں حکم دریافت کر لیا جائے، چنانچہ ابوبکرؓ نے ایک آدمی کو آپ کے پاس مسئلہ پوچھنے کے لیے بھیجا، امیر المؤمنین نے کہا: مسلمانوں میں سے دو ثقہ و معتبر آدمیوں کو حکم دیں کہ وہ اسے لے کر مہاجرین اور انصار کی مجلسوں کا چکر لگائیں اور اعلان کرتے جائیں کہ کیا کسی نے اس آدمی کو حرمتِ شراب والی آیت سنائی یا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ذکر کی ہے؟ اگر ان میں سے دو آدمی اس بات کی گواہی دے دیں تو اس پر حد قائم کی جائے اور اگر کوئی بھی اقرار نہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ابوبکرؓ نے ایسا ہی کیا، مہاجرین اور انصار میں سے کسی نے بھی اس بات کا اقرار نہ کیا کہ اس نے حرمتِ شراب والی آیت اسے سنائی یا شراب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ

۱۳۵؎ اس مضمون کی بہت سی روایات ہمارے ہاں موجود ہیں کہ ابوبکرؓ نے کئی مسائل و مشکلات میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ آپ کے مشیروں میں ایک علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے ساتھیوں کی رائے پر آپ کی رائے کو ترجیح دی۔ "البدایہ والنہایہ" لابن کثیر، "ریاض النضرۃ" لمحب الطبری، "کنز العمال"، "تاریخ الملوک والامم" للطبری، "تاریخ ابن خلدون" کے علاوہ بھی دوسری کئی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے، ہم ان کا حوالہ اس لیے نہیں دیتے کہ ہم نے عہد کر رکھا ہے کہ ان کی اپنی ہی کتابوں سے حوالے ذکر کریں گے۔

علیہ وسلم کی کوئی حدیث اس کے سامنے بیان کی ہے، ابو بکرؓ نے علیؓ کے فیصلے پر اتفاق کرتے ہوئے اس کی توبہ قبول کی اور اسے چھوڑ دیا" ۱۳۶ھ

علیؓ آپؓ کے احکامات کی تعمیل کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کفار کا ایک وفد مدینہ منورہ آگیا، اس وقت چونکہ مسلمان جہاد، مرتدین کا فتنہ فرو کرنے اور سرکشوں اور باغیوں کے سر کچلنے کے لیے مختلف اطراف و جوانب میں جا چکے تھے، اس لیے مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت کمزور تھی۔ صدیقؓ کو خطرہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ کہیں مسلمانوں کے دار الخلافہ میں کوئی شرارت نہ کریں، یہ سوچ کر ابو بکرؓ نے مدینہ کی نگرانی کا حکم دیا اور نگرانوں کو حکم دیا کہ وہ رات کو چھپ کر ان کے لشکر کی نگرانی کریں، آپ نے علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ کو ان کی نگرانی کا حکم دیا اور یہ حضرات اس وقت تک نگرانی کرتے رہے جب تک ان کی طرف سے محفوظ نہیں ہو گئے" ۱۳۷ھ

ابو بکر رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کی والدہ اور سید اہل بیت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان اس قدر باہمی محبت، تعلق اور الفت و اعتماد تھا کہ علی رضی اللہ عنہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے تحائف و ہدایا اسی طرح بسر و چشم قبول کرتے جس طرح بھائی بھائی اور آپس میں انتہائی محبت رکھنے والے ایک دوسرے سے تحائف قبول کرتے ہیں۔ صہبا لونڈی جو جنگ عین التمر میں گرفتار کر کے لائی گئی اور

۱۳۶ھ "الارشاد للمفید ص ۱۰۷ مطبوعہ ایران

۱۳۷ھ "شرح نہج البلاغہ" ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ تبریز

جس کے بطن سے آپؓ کے دو بچے، عمر اور رقیہ پیدا ہوئے، آپ کو ابوبکرؓ نے پیش کی تھی۔ "عمر اور رقیہ دو بچے بنی تغلب کی ایک لونڈی صہبا کے بطن سے تھے، جسے ابوبکرؓ کی خلافت اور خالد بن ولیدؓ کی امارت میں عین التمر میں گرفتار کیا گیا تھا"۔ ۱۳۸ھ

"اس کا نام ام حبیب بنت ربیعہ تھا"۔ ۱۳۹ھ

صدّیق رضی اللہ عنہ نے ایک اور لونڈی، خولہ بنت جعفر بنت قیس بھی آپ کو پیش کی تھیں، جو جنگِ یمامہ کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ انہی سے حسنینؓ کے بعد آپ کے سب سے افضل بیٹے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے۔

"انھیں مرتدین میں گرفتار کیا گیا تھا، اور انہی کی طرف علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ کو منسوب کیا جاتا ہے"۔ ۱۴۰ھ

اس کے علاوہ بھی کئی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد نے مالی تحائف، خمس اور مالِ غنیمت ۱۴۱ھ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے لیا ہے ———————— بلکہ صدّیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں خمس اور مالِ غنیمت کے متولی و نگران اور تقسیم کرنے والے ہی حضرت علیؓ ہوا کرتے تھے" تمام اموال علیؓ

۱۳۸ھ "شرح نہج البلاغۃ" جلد ۲ ص ۱۸، "عمدۃ الطالب" ط: نجف ص ۳۶۱

۱۳۹ھ "الارشاد" ص ۱۸۶

۱۴۰ھ "عمدۃ الطالب" فصل ثالث، صفحہ ۳۵۲ "حق الیقین" ص ۲۱۳

۱۴۱ھ ابوداؤد میں علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپؓ نے کہا: میں عباس،

کی نگرانی میں رہا کرتے تھے، ان کے بعد حسنؓ، ان کے بعد حسینؓ، ان کے بعد حسنؓ کے بیٹے حسن اور ان کے بعد زید بن حسن کی زیرِ نگرانی رہا کرتے تھے"۔ ۱۴۲ھ

آپ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پانچوں نمازیں مسجدِ نبویؐ میں ادا کیا کرتے تھے تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ علیؓ ابوبکرؓ کی خلافت پر راضی و متفق اور ان سے محبت والفت رکھتے ہیں۔ ۱۴۳ھ

طوسی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے علی رضی اللہ عنہ کی نماز کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: "بظاہر وہ (یعنی صدیقؓ) مسلمان ہی لگتے تھے"۔ ۱۴۴ھ

فاطمہ اور زید بن حارثہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے، میں نے کہا: یا رسول اللہ، اگر کتاب اللہ کے مطابق اس خمس میں آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق بھی ہے تو اسے اپنی زندگی ہی میں تقسیم کر دیجیے تاکہ آپؐ کے بعد کوئی مجھ سے نہ لڑے، راوی کہتا ہے، آپؐ نے ایسا ہی کیا: آپؐ نے زندگی ہی میں اسے تقسیم کر دیا، اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ والی بنے تا آنکہ عمر رضی اللہ عنہ کا آخری دور آیا تو آپ کے پاس بہت سا مال آیا۔ آپ نے ہمارا حق (حصہ) علیحدہ کر کے میرے پاس بھیجا، میں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں دوسرے مسلمانوں کو ضرورت ہے انھیں دے دیجئے۔ چنانچہ دوسرے مسلمانوں کو دے دیا گیا"۔ (ابوداؤد، کتاب الخراج، مسند احمد، مسنداتِ علی)

۱۴۲ھ شرح نہج البلاغۃ لابنِ ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۱۱۸۔

۱۴۳ھ "الاحتجاج" للطبرسی ص ۵۳، کتاب سلیم بن قیس ص ۲۵۳، "مرآۃ العقول" للمجلسی ص ۳۸۸ ط ایران ۱۴۴ھ "تلخیص الشافی" ص ۳۵۴ مطبوعہ ایران

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی شادی کرانے میں حضرت صدیقؓ کی کوششیں!

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ فاطمہؓ کے ساتھ علیؓ کی شادی میں واسطہ بنے اور اس سلسلے میں آپ کی پوری پوری مدد و اعانت کی۔ اور پھر خود ہی علیؓ و فاطمہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے گواہ بھی بنے۔ ابو جعفر طوسی نے، جسے شیعہ حضرات اپنا عظیم ترین عالم اور شیخ الطائفہ کے نام سے پکارتے ہیں، ضحاک بن مزاحم سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے علی بن ابی طالب کو یہ کہتے سنا ہے: ابو بکرؓ اور عمرؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ان سے فاطمہؓ کے بارے میں بات کریں، علیؓ نے کہا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو ہنس پڑے اور کہنے لگے: اے علیؓ، تمہیں کیا خواہش یہاں لے کر آئی ہے اور تمہیں کیا چاہیے؛ علیؓ نے کہا، میں نے آپؐ کو اپنی رشتہ داری، اپنا سب سے پہلے اسلام لانا، آپؐ کی مدد کرنا اور جہاد کرنا یاد دلایا۔ آپؐ نے فرمایا: اے علیؓ تم نے سچ کہا، تم جو کہتے ہو تمہارا مقام اس سے بھی افضل ہے، اس پر میں نے کہا: یا رسول اللہ، فاطمہؓ کے ساتھ میری شادی کر دیجئے" ۱۴۵

مجلسی، انتہائی غلیظ الفاظ و القاب اور گندی گندی گالیوں کے بغیر جیسے "لعنتی چہروں والے، شیطان" العیاذ باللہ (ان کا ذکر اپنی جگہ آئے گا) ـــــــ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ، بالخصوص حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ذکر کر ہی نہیں سکتا۔ یہ بدزبان اسی واقعہ کو مزید وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: "ایک دن ابوبکرؓ، عمرؓ، اور سعدؓ بن معاذ مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھے ہوئے تھے اور باہم فاطمہ علیہا السلام[146] کی شادی کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا:

"قریش کے اشراف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عقد کی خواہش کی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ معاملہ میں نے اللہ کے سپرد کر رکھا ہے ـــــــ اور ہم سمجھتے ہیں کہ فاطمہ علیؓ بن ابی طالب ہی کے لیے ہیں ـــــ جہاں تک علیؓ بن ابی طالب کا تعلق ہے، آپ نے ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فقر وتنگدستی کی وجہ سے اپنی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا"۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ اور سعدؓ سے کہا: "آؤ ہم علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلیں اور انھیں ابھاریں اور برانگیختہ کریں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اس خواہش کا اظہار کریں، وہ صرف فقر کی وجہ سے خاموش ہیں۔ ہم اس مسئلے میں ان کی مدد کرتے ہیں[147]" سعدؓ نے جواباً کہا: "کتنی اچھی بات آپ نے سوچی"، پھر یہ سب حضرات امیر المومنین علیہ السلام

---

۱۴۵ "الامالی" للطوسی جلد ۱ ص ۳۸

۱۴۶ رسولِ صادق وامین کے ساتھی کس قدر نیک اور غمگسار تھے کہ رسول اللہ کے معاملات

کے گھر چلے گئے، ان سے ملے تو وہ پوچھنے لگے، "آپ اس وقت کس لیے تشریف لائے؟" ابوبکرؓ نے کہا: "اے ابوالحسن! خوبی کی کوئی بات ایسی نہیں جس میں آپ سبقت نہ لے گئے ہوں . . . . . . تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی بیٹی فاطمہؓ کے لیے آپ اظہارِ خواہش کیوں نہیں کرتے؟" ابوبکرؓ سے یہ بات سن کر علیؓ کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے، کہنے لگے "تم نے میرے زخموں کو کریدا ہے، میرے جذبات کو جھنجھوڑا ہے، میرے ان خوابوں کو بیدار کیا ہے جنھیں میں ایک مدت سے چھپائے بیٹھا تھا[۱۴۸] کون ان سے شادی کا خواہش مند نہیں ہوگا؟ صرف میری غربت میرے آڑے آتی ہے[۱۴۹] مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس حال میں ہو کر آپؐ سے اس خواہش کا اظہار کروں۔"[۱۵۰]

صرف یہی نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہؓ کے ساتھ شادی پر تیار کیا بلکہ آپؓ نے عملی طور پر اس سلسلے میں پورا پورا تعاون کیا۔ آپ نے رسولِ دوجہاں، نبی آخرالزماںؐ کے حکم سے شادی کی تیاری کے اسباب مہیا کیے۔ طبرسی روایت کرتا ہے کہ علیؓ نے اپنی زرہ بیچی اور اس کی قیمت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے:

"پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم دونوں ہاتھوں سے پکڑ

کے بارے میں سوچا کرتے تھے، نبیؐ کی محبت و وفا کی وجہ سے وہ بھی اس بات میں فکر مند ہو جاتے تھے جس کی وجہ سے آپؐ فکر مند ہوتے۔ کیا اتباع تھی کیا اطاعت تھی!

۱۴۷ ان لوگوں کے خیالات کے برعکس صحابہؓ کس قدر باہم رحمدل، محبت کرنے والے

لیے اور ابو بکرؓ کو دیتے ہوئے کہا "اس سے فاطمہؓ کے لیے کچھ اچھے کپڑے اور گھریلو سامان خرید لاؤ"۔ عمار بن یاسر اور چند دوسرے صحابہؓ کو بھی آپ کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ یہ حضرات بازار پہنچ گئے۔ آپ کے ساتھی جو بھی چیز پسند کرتے اس وقت تک نہ خریدتے، جب تک ابو بکرؓ کو نہ دکھا لیتے۔ اگر آپ بھی اسے پسند کرتے تو خرید لیتے...... جب خریداری مکمل ہو چکی تو کچھ سامان ابو بکرؓ نے اٹھایا اور باقی سامان صحابہؓ اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے"۔ ۱۵۱ھ

اور مہربان تھے ۱۴۸ھ ان لوگوں کو ایسے واہیات قصے گھڑتے ہوئے حیا بھی نہیں آتی، اس قدر گھٹیا اور حیا سوز عبارت اور پھر اسے ان مقدس شخصیات کی طرف منسوب کرتے ہیں؛ یہ کب باز آئیں گے؟

۱۴۹ھ آپ کا فقر کیسا تھا، انتہائی غالی شیعہ جیسے قمی اور مجلسی وغیرہ نے لکھا ہے کہ: جب رسولؐ اللہ نے فاطمہؓ کی شادی علیؓ سے کرنے کا ارادہ کیا تو فاطمہؓ کو بتایا، فاطمہؓ کہنے لگیں، یا رسولؐ اللہ آپ جو بہتر سمجھتے ہیں وہ کر لیجیے۔ لیکن میں نے قریش کی عورتوں کو علیؓ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے کہ وہ اندر کو دھنسے ہوئے پیٹ والا، لمبی لمبی کلائیوں اور موٹے موٹے جوڑوں والا ہے۔ کنپٹیوں سے گنجا اور موٹی موٹی آنکھوں والا ہے۔ اس کے کندھے اونٹ کی طرح ہلتے ہیں ہنسی سے دانت نکلے رہتے ہیں اس کے پاس مال بھی نہیں۔ رسولؐ اللہ نے علیؓ کے بارے میں کہی گئی ان چیزوں سے انکار نہیں کیا ـ بلکہ ان لوگوں کی روایت کے مطابق کہا کہ: اے فاطمہ! کیا تو نہیں جانتی کہ اللہ نے دنیا پر نظر ڈالی تو پوری دنیا کے مردوں میں سے مجھے چن لیا، پھر دیکھا تو پوری دنیا کی عورتوں میں سے تجھے چن لیا۔ اے فاطمہؓ!

صرف یہی کچھ نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت صدیق اور آپ کے ساتھی علیؓ کی شادی کے گواہوں میں سے تھے۔ مشہور شیعہ راوی خوارزمی[۱۵۲]، مجلسی، اور اربلی روایت کرتے ہیں کہ "صدیقؓ، فاروقؓ اور سعدؓ بن معاذ علیؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج کر مسجد میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے کہ رسول اللہ کے قبول فرمانے کی خبر سن کر اپنے سینوں کو ٹھنڈا کریں، وہی بات ہوئی جن کی ان حضرات کو توقع تھی۔ علیؓ کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے اٹھا اور خوشی ومسرت میں مست وسرشار تھا۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے میرا استقبال کیا اور مجھ سے پوچھنے لگے: کیا خبر لائے ہو؟ میں نے کہا: رسول اللہ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کا نکاح میرے ساتھ کر دیا۔ یہ سن کر وہ دونوں بہت خوش ہوئے اور مجھے لے کر مسجد میں آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے بالکل قریب آکر بیٹھ گئے۔ مسرت وشادمانی

جب خدا مجھے رات کو آسمانوں پر لے گیا تو میں نے بیت المقدس کے اوپر لکھا ہوا دیکھا کہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بوزیرہ "میں نے پوچھا میرا وزیر کون ہے؟ تو خدا نے فرمایا، علی بن ابی طالب" "تفسیر القمی" جلد ۲ صفحہ ۳۳۶ "جلاء العیون" ص ۱۸۵ ج ۱)

۱۵۰ "جلاء العیون" للملا مجلسی ج ۱ ص ۱۶۹ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ طہران۔ ترجمہ از فارسی۔

۱۵۱ "الامالی" جلد ۱ صفحہ ۳۹ "مناقب" لابن شہر آشوب المازندرانی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ ہند" "جلاء العیون" فارسی ج ۱ ص ۱۷۶۔

سے آپؐ کا چہرہ دمک رہا تھا، آپؐ نے فرمایا، اے بلال! بلالؓ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسولؐ میں حاضر ہوں، آپؐ نے فرمایا: مہاجرین اور انصار کو میرے پاس لے آؤ۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ منبر کی ایک سیڑھی پر چڑھے، خدا کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! جبرئیل علیہ السلام ابھی ابھی میرے پاس آئے ہیں اور آکر مجھے بتایا ہے کہ میرے پروردگار نے تمام فرشتوں کو بیتِ معمور کے پاس جمع کیا۔ سب فرشتوں کو گواہ بنایا ہے کہ خدا نے اپنی بندی فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ کا نکاح اپنے بندے علیؓ بن ابی طالب سے کر دیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین میں اس کا نکاح کر دوں اور تم سب کو اس پر گواہ بناؤں" ۱۵۳؎

اربلی اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں یہ روایت بیان کر کے گواہوں سے پردہ اٹھاتا ہے:

"انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ آپؐ پر وحی آنا شروع ہوئی، جب وحی نازل ہو چکی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا، اے انس! کیا تم جانتے ہو کہ جبرئیلؑ عرش والے سے کیا لے کر آئے ہیں؟ انسؓ کہتے ہیں، میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔

۱۵۲؎ اس کا نام ابو المؤید الموفق بن احمد الخوارزمی تھا، شیعہ تھا، "فقیہ، شاعر، محدث اور خطیب تھا، اہل بیت علیہم السلام کے مناقب میں اس نے ایک کتاب لکھی ہے، ۵۶۸ھ میں فوت ہوا۔ خوارزم زمخشر کے ایک قصبہ کا نام ہے" الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۲")

۱۵۳؎ "المناقب" للخوارزمی ص ۲۵۱، ۲۵۲ "کشف الغمۃ" جلد ۱ ص ۳۵۸ "بحار الانوار"

آپؐ نے فرمایا، اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔ جاؤ جا کر ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر کو، اور اتنے ہی آدمی انصار سے بلا لاؤ، انس کہتے ہیں، میں ان حضرات کو آپ کے پاس بلانے کے لیے گیا، جب یہ حضرات آکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی حمد و ثنا، کے بعد فرمایا! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے عوض فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے کر دیا ہے۔" ۱۵۴ھ (رضی اللہ عنہم)

جب علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر حسنؓ پیدا ہوئے تو حسنؓ کے نانا کے یار غار، آپ کے والد علیؓ کے دوست، علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کروانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، آپ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے آپ سے لاڈ پیار کرتے اور آپؓ کو کھلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: بخدا یہ تو علیؓ کی شکل پر نہیں نبیؐ کی شکل پر ہے۔" ۱۵۵ھ

"یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہے۔" ۱۵۶ھ

"آپ حضرات کے آپس میں اس قدر گہرے مراسم تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ، اسماءؓ بنت عمیس ہی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مرض وفات میں آپ کی تیمارداری کرتی، اور آخری دموں تک آپؓ کے ساتھ رہیں۔

للمجلسی ج ۱۰ ص ۳۸-۳۹ "جلاء العیون" جلد ا صفحہ ۱۸۴۔

۱۵۴ھ "کشف الغمہ" جلد ا صفحہ ۳۴۸-۳۴۹ مطبوعہ تبریز "بحار الانوار" ج ا ص ۴۷-۴۸

۱۵۵ھ "تاریخ الیعقوبی" جلد ۲ صفحہ ۱۱۷

۱۵۶ھ دیکھیے "تاریخ الیعقوبی" جلد ۲ صفحہ ۱۱۷

آپ کو غسل دینے اور آخری ٹھکانے تک پہنچانے میں بھی شریک رہیں۔"

"علیؓ خود بھی آپ کی تیمارداری کیا کرتے تھے اور اسماءؓ بنت عمیس کو بھی آپ کی تیمارداری پر متعین کیا تھا۔"[۱۵۷]

"آپ نے اسماءؓ کو فاطمہؓ کے کفن دینے، دفن کرنے، اور جنازے کے ساتھ چلنے کا حکم دیا تھا، چنانچہ اسماءؓ نے ایسا ہی کیا۔"[۱۵۸]

"وہی (یعنی اسماءؓ) تھیں جو آخری دم تک ان کے پاس رہیں، اور وفات کے بعد آپ کی تعریف کرتی رہیں۔"[۱۵۹]

"آپ (اسماءؓ) ان کے (فاطمہؓ کے) غسل میں شریک تھیں۔"[۱۶۰]

شیعہ حضرات کے اعتقادات کے برعکس صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ علی رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کا حال دریافت کرتے رہے۔

"ایک دفعہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں، علیؓ پانچوں نمازیں مسجد میں ادا کیا کرتے تھے، ایک دفعہ جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ آپ سے پوچھنے لگے، رسول اللہ کی بیٹی کا کیا حال ہے؟"[۱۶۱]

دوسری طرف آپ کی زوجہ اسماءؓ بھی آپؓ کی بیماری کے عالم میں آپ کی تیمارداری کرتی اور طبیبہ کے فرائض انجام دیتی رہیں۔

---

[۱۵۷] "الامالی" للطوسی ج ۱ ص ۱۰۷

[۱۵۸] "جلاء العیون" ص ۲۳۵-۲۴۲

[۱۵۹] "جلاء العیون" ص ۲۳۷

[۱۶۰] "کشف الغمہ" ج ۱ ص ۵۰۴

[۱۶۱] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۲۵۳

"جس روز فاطمہؓ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، مدینہ مردوں اور عورتوں کے گریۂ و بکا سے لرز اٹھا، لوگ اسی طرح ششدر و حیران تھے جس طرح رسول اللہ کی وفات کے دن، ابوبکرؓ اور عمرؓ تعزیت کے لیے علیؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا، اے ابوالحسن! رسول اللہ کی بیٹی کی نمازِ جنازہ پڑھنے میں ہم کو پیچھے نہ چھوڑ دینا۔"[۱۶۲]

صدیقؓ اور اہلِ بیت کے درمیان سسرالی تعلقات

حقیقت یہ ہے کہ صدیق اور نبوت کے گھرانہ میں اس قدر گہرے، مضبوط اور پختہ روابط و مراسم تھے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے دور اور جدا نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ جھوٹے قصے کہانیاں سنانے والے، بے بنیاد و بے اصل باتوں کے کتنے ہی جال آپ کے گرد بُن دیں۔ "وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ"[۱۶۳]

"اور بے شک سب گھروں میں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے اگر یہ جانتے ہوتے!"

حاسدین کتنا ہی جلتے رہیں، مخالفین اپنے دلوں میں کتنی ہی کڑھن رکھتے ہوں، یہ بات اپنی جگہ ثابت اور اٹل حقیقت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ، حضرت عائشہؓ

---

۱۶۲ ایضاً ص ۲۵۵

۱۶۳ سورۃ "العنکبوت" آیۃ ۴۱

سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والی ہیں۔ جب قرآن نے آپؓ کی پاکیزگی و صفائی کی گواہی دی ہے، اب منکرین ہزار انکار کریں، اور بدراہ لوگ جو چاہیں بکتے رہیں۔

حضرت اسماءؓ بنت عمیس، جن کا ابھی ذکر گزرا ہے، علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی، جعفرؓ بن ابی طالب کی زوجہ تھیں، آپؓ کا انتقال ہو گیا تو حضرت صدیقؓ نے آپؓ سے شادی کر لی، آپؓ سے حضرت ابوبکرؓ کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا جس کا نام آپؓ نے محمدؒ رکھا۔ انہیں علی رضی اللہ عنہ نے مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد علیؓ بن ابی طالب، نے آپ سے شادی کی اور ان کے بطن سے آپ کا بھی ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام آپ نے یحییٰ رکھا۔ ۱۶۴ھ

شیعہ حضرات کے پانچویں امام اور علیؓ کے پوتے ــــ محمد باقر نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی سے شادی کی تھی، کلینی اپنی کتاب "اصول" میں "جعفر کی ولادت" کے ضمن میں بیان کرتا ہے: "ابو عبداللہ علیہ السلام ۸۳ھ میں پیدا ہوئے، اور شوال سن ایک سو اڑھتالیس ھ میں فوت ہوئے۔ آپ نے ۶۵ برس عمر پائی، آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کے والد، دادا، حسن بن علی علیہم السلام، آپ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ان کی والدہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو دفن کیا گیا تھا" ۱۶۵ھ

۱۶۴ھ دیکھیے "مجالس المومنین" للشوشتری المجلس الرابع، "حق الیقین" للمجلسی "الارشاد" للمفید ص ۱۸۶ "جلاء العیون" للمجلسی

۱۶۵ھ کتاب الحجۃ من الاصول من الکافی ج ۱ ص ۴۷۲، اسی جیسی ایک روایت "الفرق" للنوبختی میں بھی ہے۔

مشہور شیعہ ماہر نسب ابن عنبہ[۱۶۶] کہتا ہے: "جعفر کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ، اور آپ کی نانی اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھیں، اس لیے جعفر صادق کہا کرتے تھے: ابوبکر نے مجھے دو دفعہ جنم دیا ہے۔"[۱۶۷]

ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور علیؓ کے پوتے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ مشہور شیعہ مؤرخ مفید علی بن حسین کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: "حسن بن علی کے بعد آپ کے بیٹے ابومحمد علی بن حسین زین العابدین علیہما السلام امام ہیں، آپ کی کنیت بھی ابوبکر تھی۔ آپ کی والدہ شاہ زناں بنت یزدجرد بن شہریار بن کسرٰی تھیں۔ کہا جاتا ہے؛ کہ ان کا نام شہربانویہ تھا، امیر المؤمنین نے حریث بن جابر کو مشرق کی ایک جانب کا والی مقرر کیا، یزدجرد بن شہریار بن کسرٰی نے ان کی طرف اپنی دو بیٹیاں بھیجیں، شاہ زناں کے ساتھ امیر المؤمنین کے بیٹے حسین نے شادی کر لی اور ان سے زین العابدین پیدا ہوئے۔ دوسری کے ساتھ محمد بن ابی بکر نے نکاح کر لیا اور ان سے قاسم بن محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ لہٰذا یہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔"[۱۶۸]

---

[۱۶۶] اس کا نام جمال الدین احمد بن علی بن حسین حسنی ہے۔ کتاب "عمدۃ الطالب" کا مصنف ہے۔ قمی نے اس کے بارے میں کہا ہے: سید بزرگ علامہ اور ماہر نسب تھا۔ امامیہ کا عالم تھا، بارہ سال تک سید ابن حمیۃ سے فقہ، حدیث اور نسب پڑھتا رہا۔ بجمان کے مہینہ میں ۸۲۸ میں فوت ہوا (الکنی والالقاب ج ۱ ص ۳۵۰ ط ۳ "اعیان الشیعہ" ص ۲۵ قسم اول جز ثانی ص ۱۳۵ زیر عنوان "النسابون من الشیعہ")

[۱۶۷] "عمدۃ الطالب" ص ۱۹۵ ط طہران ۱۹۶۱ء۔

[۱۶۸] "الارشاد" للمفید ص ۲۵۳۔ اس جیسی روایت "کشف الغمہ" اور "منتہی الآمال" للشیخ

مجلسی نے بھی اس بات کو "جلاء العیون" میں ذکر کر کے ان روایات کو غلط قرار دیا ہے، جو مفید اور بابویہ نے نقل کی ہیں کہ شہربانویہ — جیساکہ مفید نے لکھا ہے — علیؓ کے عہدِ خلافت میں گرفتار کر کے لائی گئیں، یا — جیساکہ ابنِ بابویہ قمی نے لکھا ہے — عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں لائی گئیں۔ صحیح روایت یہ ہے کہ یہ عمرؓ کے عہدِ خلافت میں لائی گئیں۔ جیساکہ قطب راوندی[۱۶۹] نے روایت کی ہے۔ اس کے بعد اس نے تسلیم کیا ہے کہ قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر اور زین العابدین بن حسین بن علی، آپس میں خالہ زاد بھائی تھے" [۱۷۰]

مورخین اور ماہرینِ نسب نے ایک اور رشتہ کا ذکر بھی کیا ہے، بتاتے ہیں کہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن صدیقؓ کی شادی، عبداللہ بن زبیرؓ سے پہلے یا بعد میں حسین بن علیؓ بن ابی طالب سے بھی ہوئی تھی۔

محمدؒ بن ابی بکرؓ جو اسماءؓ بنت عمیس کے بطن سے تھے، علیؓ کے سوتیلے بیٹے اور ان کے لاڈلے تھے، علیؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں انہیں مصر کا والی مقرر کیا تھا۔

عباس القمی ج ۲ ص ۳ میں بھی ہے۔

[۱۶۹] "اس کا نام سعید بن ہبۃ اللہ بن حسن ہے، چھٹی صدی ہجری میں پیدا ہوا۔ اور ۵۷۳ھ میں قم کے مقام پر وفات پائی اور وہیں دفنایا گیا۔ متبحر عالم، فقیہ، محدث، مفسر، محقق اور انتہائی ثقہ آدمی تھا، "الخرائج والجرائح" "قصص الانبیاء" اور "شرح النہج" کا مصنف ہے۔ شیعہ حضرات کے اکابر محدثین میں ہے"۔ (الکنی والالقاب ج ۲ ص ۵۸)

[۱۷۰] "جلاء العیون" فارسی ص ۶۷۳، ۶۷۴

"علی علیہ السلام کہا کرتے تھے، محمدؒ ابوبکر کی پشت سے میرا بیٹا ہے"[۱۷۱]

صدیق رضؓ کے ساتھ اہلِ بیت کی محبت دگرویدگی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اہلِ بیت آپؓ کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام بھی ابوبکر رکھ کرتے تھے، سب سے پہلے علی بن ابی طالب نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا، مفید "امیر المومنین کی اولاد، ان کی تعداد، ان کے نام اور ان کے مختصر حالات" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

"۱۲- محمد اصغر کی کنیت ابوبکر تھی - ۱۳- عبیداللہ، یہ دونوں اپنی مہربان ماں لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ سمیت اپنے بھائی حسین کے ساتھ شہید ہو گئے تھے"[۱۷۲]

مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے: "آپ کی (علیؓ کی) نرینہ اولاد کی تعداد چودہ ہے۔ حسنؓ، حسینؓ اور باقیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے ... عبیداللہ اور ابوبکر بھی تھے۔ ان کے بعد ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود حنظلیہ جو بنی تمیم سے تھیں، کے ہاں علیؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی"[۱۷۳]

مشہور شیعہ مصنف اصفہانی "مقاتل الطالبیین" میں "حسین بن علیؓ بن ابی طالب کی شہادت اور ان کے ساتھ شہید ہونے والوں کا ذکر" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے "ان میں ابوبکر بن علیؓ بن ابی طالب اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بھی تھیں ..... ابوجعفر لکھتا ہے کہ ہمدان کے ایک آدمی

---

[۱۷۱] "الدرة النجفیہ" للدنبلی الشیعی شرح نہج البلاغۃ ص ۱۱۳ مطبوعہ ایران

[۱۷۲] "الارشاد" ص ۱۸۶

[۱۷۳] "تاریخ الیعقوبی" جلد ۲ ص ۲۱۳

نے انھیں مار ڈالا تھا، مدائنی لکھتا ہے کہ یہ ان کی پنڈلیوں کے قریب مقتول حالت میں پائے گئے، کسی کو علم نہیں کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے"۔[۱۷۴]

یہ واقعات علیؓ کے دل میں صدیقؓ کے لیے التفات و محبت، احترام و توقیر اور عزت و عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ آپ کا یہ بیٹا (جس کا نام آپ نے ابوبکر رکھا) صدیقؓ کے خلافت و امامت پر فائز ہو جانے بلکہ آپؓ کی وفات کے بھی بعد کا واقعہ ہے، جیسا کہ صاف ظاہر ہے۔

کیا لوگوں کو علیؓ اور اولادِ علی کی محبت کا فریب دینے والے شیعہ آج کسی کا نام ابوبکر رکھتے ہیں، اگر نہیں رکھتے تو سوچیے کیا وہ علیؓ کے پیرو ہوئے یا مخالف؟

ہم قارئین کی نظریں اس نکتہ کی جانب بھی مبذول کرنا چاہتے ہیں کہ علیؓ نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر، آپ کی وفات کے بعد صرف اظہارِ محبت و وفا اور برکت حاصل کرنے کی نیت سے رکھا تھا۔ جہاں تک ہم شیعہ حضرات کی کتابوں سے مطالعہ و تحقیق کر سکے ہیں، علیؓ سے پہلے پورے بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی اپنے بچے کا نام ابوبکر نہیں رکھا تھا۔ سوچیے کہ کس کے نام پر آپ نے اپنے بیٹے کا نام ابوبکر رکھا؟

صرف علیؓ ہی نے صدیقؓ سے اظہارِ محبت و خلوص اور برکت کے لیے

---

۱۷۴ "مقاتل الطالبیین" لابی الفرج اصفہانی، مطبوعہ: دار المعرفت بیروت ص ۱۴۲
(۱) جیسی روایت کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۴ "جلاء العیون للمجلسی ص ۵۸۲ میں بھی ہے۔

اپنے بیٹے کا نام ابوبکر نہیں رکھا بلکہ آپ کے بعد آپ کی اولاد بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلی اور اپنے بچوں کے نام ابوبکر رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسا، حضرت فاطمہؓ کا بیٹا اور آپ کی سب سے بڑی اولاد، حسن بن علیؓ ——— شیعہ کے نزدیک دوسرے معصوم امام ـــ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا تھا۔ مورخ یعقوبی بیان کرتا ہے:

"حسنؓ کی اولادِ نرینہ میں آٹھ لڑکے تھے جن کے نام حسن بن حسن، آپ کی والدہ خولہ تھیں ..... اور ابوبکر اور عبدالرحمٰن تھے۔ مختلف ماؤں سے اور بھی آپ کی اولاد تھی جن میں طلحہ اور عبیداللہ بھی ہیں۔"[۱۷۵]

"شیعہ مورخ اصفہانی بتاتا ہے" کربلا میں حسینؓ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں ابوبکر بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب تھے۔ آپؑ کو عقبہ غنوی نے شہید کیا تھا۔"[۱۷۶]

مشہور شیعہ مورخ مسعودی نے "التنبیہ والاشراف" میں حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہونے والوں کا ذکر کرتے ہوتے بتایا ہے کہ حسین بن علیؓ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام صدیق کے نام پر رکھا تھا، لکھتا ہے:

"کربلا میں شہید ہونے والوں میں حسینؓ کے تین بیٹے بھی تھے، علی اکبر، عبداللہ الصبی، اور ابوبکر بن حسین بن علیؓ۔"[۱۷۷]

---

[۱۷۵] "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۲۸ منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۴۰

[۱۷۶] "مقاتل الطالبیین" ص ۸۷

[۱۷۷] "التنبیہ والاشراف" ص ۲۶۳

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ "زین العابدین بن حسینؓ بھی ابوبکر کنیت رکھتے تھے" ۱۷۸ھ

اسی طرح علی بن ابی طالب کے پوتے حسن بن حسن بن علیؓ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا تھا۔ اصفہانی محمدؒ بن علی حمزہ علوی سے روایت کرتا ہے کہ ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ساتھ شہید ہونے والوں میں ابوبکر بن حسن بن حسن بھی تھے" ۱۷۹ھ

حضرات شیعہ کے ساتویں امام موسیٰ بن جعفر کاظم نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر رکھا تھا" ۱۸۰ھ

مورخ اصفہانی لکھتا ہے، آپ کے بیٹے علی ــــ شیعہ حضرات کے آٹھویں امام ــــ کو بھی ابوبکر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کے بعد عیسیٰ بن مہران سے ابو الصلت ہروی کی روایت بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"ایک دن مامون نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا، میں نے کہا: اس میں ہمارے ابوبکر کی رائے یہ ہے، عیسیٰ بن مہران کہتا ہے: میں نے ابو الصلت سے پوچھا: آپ کا ابوبکر کون؟ انہوں نے کہا: علی بن موسیٰ رضا کی کنیت بھی ابوبکر تھی اور آپ کی والدہ ام ولد تھیں" ۱۸۱ھ

۱۷۸ھ "کشف الغمہ" جلد ۲ صفحہ ۷۴

۱۷۹ھ "مقاتل الطالبیین" ص ۱۸۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۱۸۰ھ "کشف الغمہ" جلد ۲ صفحہ ۷۴

۱۸۱ھ "مقاتل الطالبیین" ص ۵۶۱، ۵۶۲

یہ بات بھی قابلِ بیان ہے کہ انہی، موسیٰ رضا کاظم نے صدیق کی بیٹی صدیقہ عائشہؓ کے نام پر اپنی ایک بیٹی کا نام بھی عائشہ رکھا تھا۔ چنانچہ مفید" موسیٰ بن جعفر کی اولاد اور ان کے حالات" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

" ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد سینتیس تھی، جن کے نام علی بن موسیٰ رضا علیہما السلام ..... فاطمہ .... عائشہ.... اور ام سلمہ" تھے" ۱۸۲ھ

" آپ کے دادا علی بن حسین نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا"۔ ۱۸۳ھ

شیعہ حضرات کے دسویں امام —— علی بن محمد ہادی ابوالحسن نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔ مفید بیان کرتا ہے:

" ابوالحسن علیہما السلام نے رجب ۲۵۴ھ میں وفات پائی۔ آپ کو آپ کے گھر میں خفیہ طور پر دفن کر دیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں... ابو محمد حسن ...... اور بیٹی عائشہ کو چھوڑا"۔ ۱۸۴ھ

اس بات کو ختم کرنے سے پہلے ہم آپ کو یہ بتائے دیتے ہیں کہ ہاشمی خاندان میں سے کثیر افراد نے اپنے اور اپنے بچوں کے نام ابوبکر رکھے تھے، علی بن ابی طالب کے بھتیجے عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب کے بارے

۱۸۲ھ " الارشاد" ص ۳۰۲، ۳۰۳۔ " الفصول المهمة" ص ۲۴۲ " کشف الغمة" ج ۲ ص ۲۳۷

۱۸۳ھ " کشف الغمة" ج ۲ ص ۹۰

۱۸۴ھ ایضاً ص ۳۳۴ " الفصول المهمة" ص ۲۸۳

میں بھی آپ کو بتا دیں کہ آپ نے بھی ایک بیٹے کا نام ابوبکر کے نام پر رکھا تھا۔ اصفہانی "مقاتل الطالبیین" میں لکھتا ہے:

"ابوبکر بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب یوم حرہ کو اس جنگ میں مارے گئے جو مسرف بن عقبہ اور اہلِ مدینہ کے درمیان لڑی گئی"۔[۱۸۵]

آج شیعہ حضرات لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ وہ آپس میں بغض و عداوت رکھتے اور ہمیشہ برسرِ پیکار رہتے تھے لیکن صاحبانِ عقل و خرد اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ تو ان حضرات کے باہمی محبت و تعلق کی دلیل ہے۔

باغِ فدک کا جھگڑا

حضرت فاروقؓ اور اہلِ بیت کے ساتھ آپؓ کے تعلقات کا بیان کرنے سے پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ کچھ دیر رک کر اس سوال پر غور کر لیں جو ان حضراتِ گرامی و ذی وقار کے مابین وجہِ اختلاف ہے۔ اگر ان حضرات میں جیسا کہ گزر چکا ہے، باہم اس قدر محبت و گرویدگی تھی تو فدک کا جھگڑا کیا ہے؛ جسے منافقین و فتنہ جو اور امتِ محمدیہؐ کے دشمن ایک زمانہ گزر گیا ہے کہ بھڑکا رہے ہیں، اپنے ناپاک مقاصد اور خود غرضیوں کے لیے اسے بڑھا چڑھا کر اک دھوم مچا رکھی ہے۔ چاہتے ہیں کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ، بالخصوص حضورؐ کے اہلِ بیت اور عام مسلمانوں کے درمیان بُعد و افتراق، پھوٹ اور اختلاف ثابت کریں۔ دراصل وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہلِ بیت ایک طرف تھے اور

---

[۱۸۵] "مقاتل الطالبیین" ص ۱۲۳

مہاجرین و انصار میں سے "السابقون الاولون" اور پوری امت دوسری طرف۔

بخدا ایسی بات نہیں تھی، یہ مسئلہ اتنا بڑا اور اہم ہرگز نہیں تھا جتنا ان لوگوں نے صرف طعن و تشنیع کے لیے کر دیا ہے۔ جھگڑا صرف اتنا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرما جانے کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور مسلمانوں کی امارت کے لیے ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپؓ کو اپنا خلیفہ بنا دیا" اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ کو آپ کے پاس بھیجا گیا کہ آپ فدک[۱۸۶] میں سے اپنی میراث کا سوال کریں جو اللہ نے اپنے نبیؐ کو عطا کیا تھا۔ ابو بکرؓ نے آپؓ کو جواب میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہم (یعنی انبیاءؑ) میراث نہیں چھوڑتے، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے، آل محمدؐ کو بھی اس مال میں سے حصہ دیا جاتا ہے ..... اللہ کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں اپنی طرف سے کوئی تغیر نہیں کر سکتا۔ تمام صدقات اسی طرح رہیں گے جس طرح حضورؐ کے عہد مبارک میں تھے۔ میں بھی ان صدقات کو انہی مصارف میں استعمال کروں گا، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم استعمال کیا کرتے تھے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کرنے سے رسولؐ اللہ کے اقرباء سے صلہ رحمی کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

۱۸۶ھ "فدک" خیبر کا ایک قصبہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: حجاز کا ایک کنارہ ہے جس میں چشمہ اور کھجوروں کے درخت ہیں، یہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو عطا کیا تھا (لسان العرب ج ۲ ص ۲۰۳)

جب حضرت صدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو یہ بات بتائی تو حضرت فاطمہؓ نے اپنے مطالبہ سے رجوع کر لیا اور پھر تا حیات اس مسئلہ پر کوئی بات نہیں کی، بلکہ شیعہ حضرات کی اپنی روایات میں ہے کہ آپؓ اس پر راضی ہو گئیں۔ مشہور شیعہ مصنف ابن میثم[۱۸۷] "نہج البلاغۃ" کی شرح میں یہ روایت لکھتا ہے:

"ابو بکرؓ نے فاطمہؓ سے کہا، جو آپ کے والد محترم کا تھا وہ آپ کا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک میں سے آپ کے لیے کچھ رکھ لیا کرتے تھے، باقی اللہ کے راستہ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم میں آپ کے ساتھ ویسا ہی کروں گا جیسا آپؐ کیا کرتے تھے۔ یہ سن کر فاطمہؓ خوش ہو گئیں اور اس بات کا آپ سے عہد لے لیا۔"[۱۸۸]

اس جیسی روایت دنبلی نے اپنی شرح "الدرۃ النجفیۃ" میں بیان کی ہے۔[۱۸۹]

---

[۱۸۷] اس کا نام کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں پیدا ہوا۔ عالم ربانی، فلسفی، محقق، صاحبِ حکمت اور نہج البلاغۃ کی شروحات کا مصنف ہے۔ محقق طوسی سے روایت کرتا ہے ... کہا گیا ہے کہ: خواجہ نصیر الدین طوسی نے فقہ کمال الدین میثم سے اور میثم نے حکمت خواجہ سے پڑھی تھی ۶۷۹ھ میں وفات پائی اور ماحوذ کے قریب ایک بستی ہلتا میں دفنایا گیا (الکنی والالقاب ج اص ۴۱۹) اسی نے کہا تھا (اشعار)

"میں نے علوم وفنون اس لیے چاہے تھے کہ اس سے برتری حاصل کروں۔"

"مجھے بس اسی قدر ملا کہ اسی تھوڑے سے میں بلند ہو گیا۔"

شیعہ حضرات کو یہ گوارا نہیں کہ فاطمہؓ اتنی آسانی سے اس فیصلہ پر راضی ہو جائیں۔ انہوں نے صفحوں پر صفحے سیاہ کر دیئے، بیشمار کتابیں اس پر لکھ ماری ہیں، جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو گالیاں بکیں۔ طعن و تشنیع کے تیر برسائے، آپؓ کو کافر، فاسق، مرتد اور اسلام سے خارج کہا، لکھا ہے کہ صحابہؓ اہلِ بیت پر ظلم کرتے اور ستم ڈھاتے تھے۔ یہ معاملہ جن سے متعلق تھا، انہوں نے ایک دوسرے کو کچھ نہ کہا، زیادہ نہ کم۔ اور یہ بدبخت اپنی طرف سے ان پر تہمتیں دھرتے ہیں۔ ہم شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے اس بات کو ثابت کریں گے بلکہ خود ان کے ائمہ نے تسلیم کیا ہے کہ ابوبکرؓ نے صرف یہ بات زبان ہی سے نہیں کہی بلکہ اپنے عمل سے اس کو پورا کیا ہے۔ ابن میثم، دنبلی، ابنِ ابی الحدید، اور معاصر شیعہ مصنف فیض الاسلام علی نقی نے یہ روایت نقل کی ہے:

"ابوبکرؓ باغِ فدک کے غلہ میں سے اتنا لیکر اہلِ بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا۔ باقی سب تقسیم کر دیا کرتے، آپ کے بعد عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے، عثمانؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے اور ان کے بعد علیؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"[۱۹]

"مجھے معلوم ہو گیا کہ سب کے سب محاسن
فرع ہیں اور حقیقت میں مال ہی اصل ہے۔"

"اس کی ایسی ایسی عجیب تصنیفات ہیں جن کے بارے میں زمانے میں سے کسی نے بھی نہیں سنا اور نہ ہی بڑے بڑوں میں سے کوئی اسے پا سکا ہے۔" (روضات الجنات ج ۲ ص ۲۱۸ اور مابعد)

اور یہ لوگ اس پر راضی بھی کیوں ہوں؟ ان کے بڑے تو یہ کہتے ہیں:
مجلسی نے لکھا ہے "ابوبکرؓ اور عمرؓ کا اہلِ بیتِ رسولؐ سے فدک کو غصب کر لینا سب سے بڑی آفت اور سب سے بڑا حادثہ ہے۔۔۔ المناک اور کرب انگیز بات یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے امیر المومنین کی خلافت غصب کر لی۔ مہاجرین اور انصار سے جبری بیعت لے لی (؟) فدک اہلِ بیت سے اس اندیشہ کی بنا پر چھین لیا کہ اگر ان کے پاس رہے گا تو لوگ مال کے لالچ میں ان کی طرف میلان رکھیں گے اور ان ظالموں (یعنی ابوبکرؓ اور ان کے ساتھیوں) کو چھوڑ دیں گے۔ ان کو اس حد تک فقر و غربت میں مبتلا کر دیا کہ ان کے پاس کچھ بھی نہ بچا۔ یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو ان کی طرف کوئی میلان و دلچسپی نہ رہے کہ کہیں لوگ ان کی باطل خلافت کو نہ توڑ دیں اسی لیے یہ لوگ من گھڑت اور ناپاک یہ روایت پیش کرنے لگے کہ: ہم انبیاء کا طبقہ، وراثت نہیں چھوڑتے۔ ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔" ۱۹۲ھ

۱۸۸ھ "شرح نہج البلاغہ" لابنِ میثم البحرانی ج ۵ ص ۷ مطبوعہ طہران

۱۸۹ھ ایضاً ص ۳۳۱ - ۳۳۲ - ایران

۱۹۰ھ "شرح نہج البلاغہ" لابنِ ابی الحدید ج ۴ "شرح نہج البلاغہ" لابنِ میثم البحرانی ج ۵ ص ۱۰۷ "الدرۃ النجفیۃ" ص ۳۳۲ "شرح النہج" فارسی لعلی نقی ج ۵ ص ۹۶۰، مطبوعہ طہران۔

۱۹۱ھ گالی گلوچ اور دشنام طرازی میں مجلسی جیسا بے باک کم ہی ہو گا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ساتھی کا ذکر بھی لعن طعن، اور تکفیر و تفسیق کے بغیر نہیں کرتا۔ اس نے فدک کی بحث میں لکھا ہے کہ جب ابوبکرؓ نے فاطمہؓ سے اس بات پر گواہ طلب کیے کہ

کتنے ہی راہ گم کردہ اس کے پیچھے پیچھے چلتے گئے؛ کینہ رکھتے ہوئے ان واقعات پر جو وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ قوم کے بیوقوف افراد نہیں جانتے کہ جس گھر کو وہ مکڑی کے جال کی طرح بن رہے ہیں، حق کے ایک ہی جھکڑ کے سامنے اس کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔

یہ روایت جسے انہوں نے صدیقؓ کے ساتھ حسد و کینہ کی بنا پر رد کر دیا ہے، نہیں جانتے کہ ان کے پانچویں معصوم امام نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اور خود ان کی اپنی کتاب میں موجود ہے، ہاں ہاں! ان کی اپنی کتاب "کافی" میں، جسے وہ سب سے صحیح کتاب سمجھتے ہیں اور جس کے بارے میں کہتے ہیں، "شیعہ کے لیے یہ کتاب کافی ہے"۔ اسی کتاب میں کلینی نے حماد بن عیسٰی سے، حماد بن عیسٰی نے قداح سے ابو عبداللہ کی روایت نقل کرتے ہوتے کہا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علم کو تلاش کرتے ہوئے علم کے راستے پر چلے" اللہ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے ..... اور عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے، جیسے چودھویں کا چاند سارے ستاروں سے افضل ہے۔ علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں جو دینار و درہم

فدک ان کا ہے تو علیؓ نے ابو بکرؓ سے کہا: کیا تو گواہ طلب کرتا ہے؟ کیا گواہ ہی سب کچھ ہیں؟ آپ نے کہا! ہاں، اس پر علیؓ نے آپ سے کہا، اگر گواہ گواہی دیدیں کہ فاطمہؓ نے زنا کیا ہے تو تُو کیا کرے گا؟ آپ نے کہا: میں دوسرے تمام لوگوں کی طرح اس پر بھی حد قائم کروں گا (عیاذاً باللہ) (حق الیقین للمجلسی ص ۱۹۳) دیکھئے کس قدر جرأت بلیا کی ہے۔ ذرا شرم نہیں آتی ۱۹۲ھ "حق الیقین" فارسی للملا مجلسی ص ۱۹۱ بعنوان "مطاعن ابی بکر"

وراثت میں نہیں چھوڑتے لیکن علم کی میراث چھوڑتے ہیں، جو اس میں سے کچھ حاصل کر لے اس نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔" ۱۹۳ھ

جعفر ابو عبداللہ نے ایک اور روایت میں کہا ہے "علماء انبیاء کے وارث ہیں اور ان کا مالِ میراث درہم و دینار نہیں ہوتا، انہیں انبیاء کی احادیث میں سے کچھ احادیث میراث میں ملتی ہیں۔" ۱۹۴ھ

مجلسی اور اس جیسے دوسرے اصحابِ ضلال کے پاس ان روایات کا کیا جواب ہے؟ فارسی کا ایک شعر ہے جس کا مفہوم ہے کہ "اگر یہ گناہ کی بات ہے تو پھر تمہارا شہر بھی اس گناہ سے خالی نہیں۔"

اس کے علاوہ بھی دو روایتیں ہیں جن سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے، ان روایات کو بھی اس نے روایت کیا ہے جسے شیعہ قوم "صدوق" کے نام سے پکارتی ہے:

"ابراہیم بن علی رافعی نے اپنے باپ سے اس نے اپنی دادی بنت ابی رافع سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں فاطمہؓ بنتِ رسول اللہ اپنے دونوں بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کو لے کر آپؐ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، یا رسولؐ اللہ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں، ان کو اپنی کچھ میراث دے دیجیے، رسولؐ اللہ نے فرمایا: حسنؓ کے لیے میری ہیبت اور بزرگی ہے اور حسینؓ کے لیے میری جرأت اور میری سخاوت۔" ۱۹۵ھ

۱۹۳ھ "الاصول من الکافی"، کتاب فضل العلم، باب ثواب العالم والمتعلم ج ا ص ۳۴

۱۹۴ھ "الاصول من الکافی" باب صفۃ العلم وفضلہ وفضل العلماء ج ا ص ۳۲

۱۹۵ھ "کتاب الخصال للقمی" ص ۷۷

دوسری روایت میں ہے: ''فاطمہ علیہا السلام نے کہا: یارسول اللہؐ یہ آپ کے دو بیٹے ہیں، انہیں کچھ عطا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسنؓ کو میں نے اپنا رعب اور بزرگی دی اور حسینؓ کو اپنی سخاوت و شجاعت''۔ ۱۹۶ھ

مجلسی وغیرہ اور بہت سے دوسرے شیعہ حضرات یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ابوبکرؓ اور آپؓ کے ساتھیوں نے باغ فدک آپ کو اس لیے نہیں دیا تھا کہ وہ علیؓ اور اہل بیت کو مفلس و قلاش کر دینا چاہتے تھے تاکہ لوگ مال و دولت کے لالچ میں ان کی طرف نہ کھنچے جائیں۔ ہمیں ان پر اور ان کی عقلوں پر ترس آتا ہے کہ یہ لوگ علیؓ اور اہل بیت کو اس آخری زمانے کے حکمرانوں جیسا سمجھتے تھے جو دولت کے بل بوتے پر مال اور رشوت دے کر بڑے بڑے عہدے حاصل کرتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ بات بھی تھی تو مال کی وافر مقدار ان کے پاس موجود تھی، دیکھئے کلینی اس کا ذکر کرتا ہے۔ قوم شیعہ کے دسویں امام ابوالحسن سے روایت ہے کہ سات باغات فاطمہ علیہا السلام کے لیے وقف تھے۔ وہ باغات یہ ہیں: (۱) دلال (۲) عوف (۳) حسنی (۴) صافیہ (۵) مال ام ابراہیم (۶) مثیب (۷) برقہ'' ۱۹۷ھ

جو سات باغات کا مالک ہو اس کے پاس دولت کی کمی ہوگی؟

کیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا سمجھتے ہیں کہ آپؐ نے سرکاری مال کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا تھا؟ عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ اس دور

۱۹۶ھ ایضاً

۱۹۷ھ کتاب الوصایا ''الفروع من الکافی'' ج ۷، ص ۴۷-۴۸

میں بھی، جو لوٹ کھسوٹ کا دور ہے، دین سے بیگانگی اور حرام و حلال سے بے پرواہی کا دور ہے، اس دورِ پرفتن میں بھی بادشاہ اور حکام جب زمین کے کسی ٹکڑے کے حاکم بن جاتے ہیں یا اسے فتح کر لیتے ہیں تو دوسروں کو فراموش کر کے سب کچھ اپنی ذاتی ملکیت نہیں سمجھ لیتے، بلکہ مال کو ملک و ملت کے لیے، رعایا کی بہبود کے لیے اور عوام کی ہر قسم کی ضروریات پر صرف کرتے ہیں۔ میری جان اور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، کیا یہ لوگ انہیں ایسا سمجھتے ہیں کہ آپؐ اپنے آپ کو سب لوگوں پر ترجیح دیتے تھے؟ بخدا یہ افتراء و بہتان ہے۔ اللہؐ کا مہربان و عظیم رسولؐ ان گھٹیا جذبات سے بلند تر اور پاک تھا۔

ایک اور چیز بھی قابلِ غور ہے کہ اگر فدک کی زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تھی تو حضرت فاطمہؓ اکیلی ہی اس کی وارث تو نہ تھیں، صدیقؓ اور فاروقؓ کی بیٹیاں بھی اس کی وراثت میں شریک تھیں، اگر صدیقؓ و فاروقؓ نے فاطمہؓ کو اس وراثت سے محروم رکھا تو اپنی بیٹیوں کو بھی تو محروم رکھا۔ ان کے علاوہ نبیؐ کے چچا عباسؓ بھی زندہ تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بھی وارثوں میں تھے۔

یہ بات بھی آپ کو بتا دیں کہ یہ اعتراض کرنے والے بیچارے شیعہ حضرات اتنا بھی نہیں جانتے کہ ان کے مذہب میں عورت کو غیر منقولہ جائداد اور زمین کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ملتا۔ ان کے محدثین نے اس مسئلہ کو مستقل ابواب و عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ دیکھیے کلینی نے ایک مستقل باب اس عنوان سے لکھا ہے "عورتوں کو غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملتا"۔ اس عنوان کے تحت اس نے متعدد روایات بیان کی ہیں۔

ان کے چوتھے امام ــــ ابو جعفر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: "عورتوں کو زمین اور غیر منقولہ مالِ وراثت میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔"[198]

ابن بابویہ قمی صدوق نے اپنی صحیح "من لایحضرہ الفقیہ" میں یہ روایت بیان کی ہے:

"ابو عبداللہ جعفر کی روایت ــــ ان کے پانچویں امام کی روایت ــــ یسر نے بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے (یعنی جعفر سے) عورتوں کی میراث کے بارے میں پوچھا: آپ نے کہا: جہاں تک زمین اور غیر منقولہ جائداد کا تعلق ہے، اس میں عورتوں کی میراث نہیں۔"[199]

اسی طرح اور بہت سی روایات بھی بیان کی گئی ہیں جن کی بناء پر اُن کے علماء نے اتفاق کیا ہے کہ زمین اور غیر منقولہ جائداد میں عورتوں کو میراث نہیں دی جاتی۔[200] اگر عورتوں کو زمین اور باغات وغیرہ کی جائیداد نہیں دی جاتی تو فاطمہؓ نے ــــ بقول ان کے ــــ کس طرح فدک کا مطالبہ کیا تھا۔ کوئی کوڑھ مغز بھی اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ یقیناً فدک غیر منقولہ جائداد تھی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فاطمہؓ صدیقؓ سے خفا ہو کر پھر آئیں اور آخری دم تک ان سے بات نہ کی، ہاں! آپ اپنے مطالبہ سے

---

[198] "الفروع من الکافی" کتاب المواریث ج ۷، ص ۱۳۷

[199] ایضاً کتاب الفرائض والمیراث ج ۴ ص ۳۴۷

[200] اس کے علاوہ شیعہ حضرات کی فقہی کتب دیکھیے۔

پھر گئیں اور پھر اپنی پوری زندگی میں اس موضوع پر کبھی بات نہ کی۔ ۔ ۔
۔۔نیز جہاں تک ان کے حقوق غصب کرنے کا سوال ہے، اس بارے میں مجلسی باوجود شدید نفرت وکراہت کے یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ :

" ابو بکرؓ نے جب دیکھا کہ فاطمہؓ خفا ہو گئیں تو ان سے کہنے لگے: میں آپ کے فضل اور رسول اللہ علیہ السلام سے آپ کی قرابت کا منکر نہیں۔ میں نے صرف رسولؐ اللہ کے حکم کی تعمیل میں فدک آپ کو نہیں دیا۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو یہ کہتے سنا ہے، ہم انبیاء کا گروہ مال وراثت نہیں چھوڑتے۔ ہمارا ترکہ کتاب وحکمت اور علم ہے۔ اس مسئلے میں میں تنہا نہیں، میں نے یہ کام مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے۔ اگر آپ مال ودولت ہی چاہتی ہیں تو میرے مال سے جتنا چاہیں لے لیں، آپ اپنے والد کی طرف سے عورتوں کی سردار ہیں، اپنی اولاد کے لیے شجرۂ طیبہ ہیں، کوئی آدمی بھی آپ کے فضل کا انکار نہیں کر سکتا۔"[101]

اب اس کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابو بکرؓ آپؓ سے برہم وناشاد تھے، آپ کا حق غصب کیا تھا، آپ کو تکلیف ومشقت میں ڈالنا چاہتے تھے اور اپنے ذاتی اغراض ومقاصد کے لیے آپؓ کو تنگدستی میں مبتلا کر دینا چاہتے تھے۔

کوئی نہیں کہہ سکتا سوائے اس کے جس کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہوں، عقل پر پتھر پڑ چکے ہوں، جو حواس باختہ اور دماغی خلل کا شکار ہو چکا ہو۔

۱۰۱؎ "حق الیقین" ص ۲۰۱، ۲۰۲ ترجمہ از فارسی

اس کمزور بنیاد پر وہ ماتمی مجلسوں، اہلِ بیت کے حقوق غصب ہو جانے کا واویلا، اور خلفاء راشدین رضی، باقی صحابہؓ اور اہلِ بیت کے درمیان عداوت و کدورت کی اس عمارت کو قائم کرنا چاہتے ہیں جس کی بنیادیں اول روز ہی منہدم ہو چکی تھیں، وہم و تخیلات کے جس تانے بانے کو بننا چاہتے تھے، ہواؤں کے تھپیڑوں سے اس کی دھجیاں فضا میں بکھر چکی ہیں۔ ابنِ سبا کی اس ذریت پر سربراہِ اہلِ بیت، فاطمہ کے شوہر، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما نے اقتدار پر فائز ہوتے ہی ضربِ کاری لگائی تھی۔ دیکھیے امامِ شیعہ سید مرتضیٰ علم الھدیٰ لکھتا ہے:

"جب فدک کے انکار کا معاملہ علیؓ بن ابی طالب تک پہنچا تو آپ نے کہا: مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس چیز کو دے ڈالوں جس کو ابو بکرؓ نے روک لیا تھا اور عمرؓ نے بھی اسے اسی حال میں رہنے دیا۔"[۲۰۲]

اسی لیے جب ابو جعفر محمد باقر سے اس کے بارے میں کثیر النوال نے پوچھا "اللہ مجھے آپ پر قربان کردے۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے آپ کا حق روک کر آپ پر ظلم کیا ہے"؟ یا ان الفاظ میں کہا کہ: "آپ کا کچھ حق تلف کیا ہے"؟ آپ نے کہا: "ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے اس بندے پر قرآن نازل کیا جو سارے جہانوں کے لیے نذیر (ڈرانے والے) ہیں، ہم پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا۔" میں نے کہا، "قربان جاؤں کیا میں بھی ان دونوں سے محبت رکھوں"؟

کہنے لگے، "ہاں تیرا ستیاناس! تو ان دونوں سے محبت رکھ، پھر اگر کوئی

---

۲۰۲ "الشافی" للمرتضیٰ ص ۲۳۱ "شرح نہج البلاغۃ لابن الحدید ج ۴

تکلیف تجھے پہنچے تو میری گردن پر"۔ ۲۰۳ھ

باقر کے بھائی زید بن علی بن حسین نے بھی فدک کے مسئلے میں وہی کچھ کیا تھا جو آپ کے دادا علیؓ بن ابی طالب نے کیا تھا، بحتری بن حسان کے پوچھنے پر آپ نے کہا"ابو بکرؓ کی تحقیر و توہین کے طور پر میں نے زید بن علی علیہ السلام سے کہا: ابو بکرؓ نے فدک فاطمہؓ سے چھین لیا: یہ سن کر آپ کہنے لگے: ابو بکرؓ مہربان آدمی تھے، وہ ناپسند کرتے تھے کہ رسول اللہ کے کیے ہوئے کسی کام میں تغیر و تبدل کریں۔ فاطمہؓ ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فدک دیا تھا، آپؓ نے ان سے کہا، آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے؟ آپ علی علیہ السلام کو لے آئیں، انہوں نے اس بات کی گواہی دی۔ ان کے بعد ام ایمنؓ آئیں اور کہنے لگیں، کیا تم دونوں گواہی نہیں دیتے کہ میں اہل جنت میں سے ہوں، دونوں کہنے لگے: کیوں نہیں، ابو زید نے کہا: یعنی انہوں نے ابو بکرؓ اور عمرؓ سے کہا، کہنے لگیں: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک ان (فاطمہؓ) کو دیا تھا، اس پر ابو بکرؓ نے کہا: کسی اور آدمی یا عورت کو بھی اس جھگڑے میں فیصلہ کرنے کا حقدار سمجھتی ہیں، اس پر ابو زید کہنے لگے، اللہ کی قسم اگر فیصلہ میرے پاس آتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکرؓ نے کیا ہے"۔ ۲۰۴ھ

کیا بات واضح اور صاف نہیں ہو گئی؟ کیا اب بھی محتاج تشریح ہے؟

۲۰۳ھ "شرح نہج البلاغة"، لابن ابی الحدید ج ۴ ص ۸۲

۲۰۴ھ "شرح نہج البلاغة"، لابن ابی الحدید ج ۴ ص ۸۲

یہ سلسلہ گفتگو ختم کرنے سے پہلے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس موضوع پر کلینی کی نقل کردہ دو روایتیں اور پیش کردیں۔ پہلی روایت ابو عبداللہ جعفر کی ہے، آپ نے کہا: ”مالِ غنیمت وُہ ہے کہ اس پر کسی بخیل کا دل نہ ڈگمگایا ہو، یا قوم نے مصالحت نہ کرلی ہو، یا کسی قوم نے خود اپنے ہاتھوں سے نہ دیا ہو، ہر بنجر زمین اور جنگلات کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپؐ کے بعد امام وقت، جس مصرف میں چاہیں استعمال کریں“۔[۲۰۵] یہ مطلب صاف واضح ہے کہ نبیؐ کے بعد امام وقت سب لوگوں سے زیادہ اس میں تصرّف کا حقدار ہے۔

دوسری روایت ایک لطیفہ سے کم نہیں۔ اسے بھی ”الاصول من الکافی“ میں نقل کیا گیا ہے۔ روایت سنیے، شیعہ حضرات کے ساتویں امام —— ابوالحسن موسیٰ، مہدی کے پاس آئے، دیکھا کہ وہ مظالم دور کر رہے ہیں، ان سے کہنے لگے، اے امیر المومنین! ہمارے مظالم کیوں دور نہیں کیے جاتے؟ وہ پوچھنے لگے: ابوالحسن کون سے مظالم؟ کہا کہ، فدک، مہدی نے ان سے کہا، اے ابوالحسن اس کی حدودِ اربعہ بتاؤ، آپ کہنے لگے: اس کی ایک حد جبلِ احد ہے، ایک حد عریشِ مصر ہے، ایک حد سیف البحر ہے، ایک حد دومۃ الجندل ہے“[۲۰۶]

گویا کہ پوری آدھی دنیا! کہاں چھوٹا سا خیبر کا گاؤں اور کہاں آدھی دنیا؟ ذرا دیکھیے یہ قوم کس قدر جھوٹ بولتی ہے، ان کی مبالغہ آرائیاں

---

[۲۰۵] ”الاصول من الکافی“ کتاب الحجۃ، باب الفئ والانفال ج ۱ ص ۵۳۹

[۲۰۶] ”الاصول من الکافی“ باب الفئ والانفال ج ۱ ص ۵۴۳

دیکھیے، کس طرح یہ لوگ اتنی سی بات کو افسانہ کر دیتے ہیں۔ بس اسی سے ان حضرات کی مبالغہ آرائیوں کا اندازہ کر لیجئے۔

اس پر ہم فدک، امیر المؤمنین، خلیفۂ رسولِ صادق و امین کی خلافت کی افضلیت و حقانیت، اور شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے نقل کردہ روایات کی روشنی میں اہلِ بیت سے آپؓ کی محبت کی بحث ختم کرتے ہیں۔ اور اب خلیفۂ راشد، خلیفہ ثانی فاروقؓ کے بارے میں گفتگو کریں گے جو حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والے ہیں، جو اللہ پر راضی ہیں اور اللہ ان پر راضی ہے۔

فاروقؓ کے متعلق اہلِ بیت کا مؤقف

امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب، شہسوارِ اسلام، ملتِ اسلامیہ کا عظیم عبقری، قافلۂ سالارانِ اسلام کا قائد، مسلمانوں کی عزت و وقار کا بانی، درخشانیوں اور تابناکیوں کا موسّس، جس نے قیصر کو فتح کیا، کسریٰ کو ذلیل و رسوا کر کے دین کا جھنڈا بلند کیا، اس کا بول بالا کیا، جزیرۂ عرب سے لے کر دنیا کے دوسرے کونے تک دین کا پہنچانے والا، انصاف پھیلانے والا، دور و نزدیک سب پر شریعت لاگو کرنے والا، وہ جس نے جابر و سرکش اور حقیر و بے بس کے درمیان عدل کیا، جس نے حق بات میں کسی ملامت گر کی ملامت کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا، نہ کسی کی ملامت اسے عیب دار کر سکی، جس سے شرک و بدعت اور کفر و ضلالت کے اندھیرے بادل چھٹ گئے، حق و شریعت کا حامی، حق و باطل کا دو ٹوک کر دینے والا، جس نے رعایا کے امراء و غرباء، امیر و مامور سب سے انصاف کیا، اللہ کے دین اور حق کو عزت بخشنے والا، طاغوتی طاقتوں اور کفر و بت پرستی کو

ذلیل وابتر کرنے والا، امین، راشد، اصلاح کرنے اور ہدایت دینے والا۔ رضی اللہ عنہ، وہ عمرؓ بن الخطاب جو اہلِ بیت کو بھی اتنا ہی پیارا تھا جتنا سیّدِ اولادِ آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، وہ عمرؓ جو زمین پر تھا اور رسولؐ اللہ اس کے بارے میں کہہ رہے تھے: "میں جنت میں گیا..... وہاں میں نے ایک محل دیکھا۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا محل ہے؟ فرشتوں نے کہا: عمرؓ بن الخطاب کا"[۲۰۷]

ہمیشہ وحی کی زبان میں گفتگو کرنے والی ذات (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے آپؓ کے بارے میں فرمایا ہے: "میں سو رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کنویں پر کھڑا ہوں، جس پر ایک ڈول ہے، میں نے اس میں سے جتنا اللہ کو منظور تھا، (پانی) کھینچا، پھر ڈول ابنِ ابی قحافہ (ابو بکر صدیقؓ) نے پکڑ لیا اور اس میں سے ایک ڈول یا دو ڈول کھینچے[۲۰۸] ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری سی تھی، اللہ ان کی کمزوری معاف کرے، پھر وہی ڈول بہت بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا[۲۰۹] اور اسے عمرؓ بن الخطاب نے پکڑ لیا۔ میں نے کسی عبقری کو عمرؓ کی طرح کھینچتے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ سب لوگوں کے جانور تک سیراب ہو گئے"[۲۱۰] اور ایک روایت میں ہے "حتیٰ کہ لوگ خوب سیراب ہو گئے"[۲۱۱]

---

[۲۰۷] متفق علیہ

[۲۰۸] روایت میں "ذنوب" کا لفظ ہے "ذنوب" کے معنی "ڈول" کے ہوتے ہیں۔

[۲۰۹] یہاں "غربا" کا لفظ ہے اس کے معنی بڑے ڈول کے ہیں۔

[۲۱۰] یعنی اس قدر کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پلایا اور انہوں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔

[۲۱۱] متفق علیہ

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل بنا دیا ہے" ۲۱۲؎

یہی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں ہم نے (میری جان اور ماں باپ آپؐ پر قربان) امام کونین، رسولِ جن و بشر کی تین حدیثیں، خلافِ وعدہ وعادت اہلِ سنت کی معتبر کتابوں سے نقل کی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں جو روایت بھی نقل کی، شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کی۔ یہ روایات صرف اس لیے نقل کی ہیں کہ ہم عنقریب آپ کو بتائیں گے کہ علی بن ابی طالبؓ سربراہِ اہل بیت اور قوم شیعہ کے پہلے امام معصوم، اپنے واشگاف الفاظ واقوال میں ان تین روایات کی تائید کیا کرتے تھے۔ ان حضرات کی کتابوں کے اوراق وصفحات اس بات کی تائید و توثیق کریں گے۔

آئیے دیکھیں اہلِ بیت اور اکابرینِ اہلِ بیت، ملتِ اسلامیہ کے اس عظیم محسن و مصلح کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، فاروق رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے دورِ حکومت کو یاد کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کی تصدیق کرتے ہیں جو آپؐ نے دیکھا تھا اور فاروقؓ کو اس کی بشارت سنائی تھی۔

"اور ان پر (مسلمانوں پر) ایک والی مقرر ہوا۔ پس دین قائم ہو گیا، پختہ و مضبوط ہو گیا" ۲۱۳؎

۲۱۲؎ ترمذی نے اسے روایت کیا ہے ۲۱۳؎ "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح بعنوان غریب کلامہ المحتاج الی التفسیر" ص ۵۵۷، دار الکتاب بیروت "نہج البلاغۃ" تحقیق شیخ محمد عبدہ ج ۴ ص ۱۰۷ مطبوعہ دار المعرفۃ۔ بیروت

شارح "نہج البلاغۃ" مشہور شیعہ میثم بحرانی اور دنبلی اس کلام کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: "وہ والی عمرؓ بن الخطاب ہیں اور روایت میں مذکورہ الفاظ (ضرب بجرانہ) استعارہ کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ معنیٰ یہ کہ دین اس طرح پختہ اور مضبوط ہو گیا جس طرح زمین پر بیٹھا ہوا اونٹ"۔ ۲۱۴ھ

معتزلی شیعہ، ابن ابی الحدید اسی خطبہ کے ضمن میں سابقہ تقریر کو ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: "یہ والی عمرؓ بن الخطاب تھے اور یہ کلام آپؓ ہی کے طویل دورِ خلافت میں دیے گئے خطبات میں سے ایک خطبہ سے ماخوذ ہے۔ اس میں (علیؓ نے) عمرؓ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت، آپ کے ساتھ خصوصی تعلق اور رازداری و اعتماد کا ذکر کیا ہے، آپؓ کے بارے میں کہا: پھر مسلمانوں نے آپؐ کے بعد اپنی مرضی سے ایک آدمی چن لیا۔ جس نے ضعیف العمری کے باوجود حسبِ استطاعت اصلاحِ احوال پر بھرپور توجہ دی۔ اس کے بعد پھر ان پر ایک والی مقرر ہوا، پس دین قائم اور خوب پختہ و مضبوط ہو گیا"۔ ۲۱۵ھ

دیکھیے علیؓ کس طرح ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو ان صفاتِ حمیدہ سے متصف کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کی ٹھیک ٹھیک اور حرف بحرف تصدیق کر رہے ہیں، فاروق کو آپؐ کی

۲۱۴ھ "شرح نہج البلاغۃ" لابن میثم ج ۵ ص ۴۶۳ "الدرۃ النجفیۃ" ص ۳۹۴

۲۱۵ھ "شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید ج ۵ ص ۵۱۹

بشارت کا مصداق بنا رہے ہے، اس بات کا اقرار و اعتراف کر رہے ہیں کہ دین آپؓ کے عہدِ مبارک میں مضبوط ہو گیا، آپ کی بابرکت خلافت کے دوران میں اللّٰہ کی زمین پر اسلام پختہ و جاگزیں ہو گیا، حضراتِ شیعہ کے نزدیک علیؓ بن ابی طالب امام معصوم ہیں جو کبھی غلطی نہیں کرتے۔ پھر اس قول کو قبول کرنے والا کوئی ہے؛

اس خطبہ کے بارے میں کیا رائے ہے، جس میں آپؓ نے عمرؓ کی نہایت تعریف و توصیف کی ہے۔ اپنے دورِ خلافت میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے آپؓ کو رسولؐ اللہ کی بشارتوں کا مصداق بتایا ہے۔ اس وقت تو تقیہ کی ضرورت نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی طرف سے ان بہترین خلائق کے سر بے بنیاد الزامات تھوپتے ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین،

صرف ایک خطبہ ہی نہیں، نہج البلاغۃ میں متعدد خطبات حضرت علیؓ سے منقول ہیں، جن میں آپؓ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ سے دین کو عزت ملی، اسلام سربلند ہوا، مسلمانوں کو عظمت و وقار نصیب ہوا، اسلامی ممالک کی حدود دور دور تک پھیل گئیں۔ آپؓ نے لوگوں پر شریعتِ اسلامیہ کو جاری کیا، ہر فتنہ کی جڑ کاٹ کے رکھ دی۔ ہر کجی کو ٹھیک کر دیا۔ باطل کو دبا کر رسولؐ اللہ کی سنت کو احیاء بخشا، ان کے دل میں اللّٰہ کا خوف اور اس کی اطاعت کا جذبہ موجزن تھا۔ دیکھیے رسولؐ اللہ کے چچیرے بھائی اور آپؐ کے نواسوں کے والد کس طرح آپؓ کی بے اندازہ تعریف کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں؛

" فلاں آدمی مستحق تعریف ہے کہ اس نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کر دیا، مرض کو دور کر دیا، فتنہ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ سنت کو قائم کیا، بہت کم عیوب والا تھا،

پاک دامن رخصت ہوا۔ شر سے اجتناب کیا۔ خیر کو پا لیا۔ اللہ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا، اس کے حق کو ادا کرنے میں ہمیشہ تقویٰ سے کام لیا۔ خود گزر گیا اور دوسروں کو مختلف راہوں میں بھٹکتا چھوڑ گیا، جن میں گمراہ سیدھے راستہ پر نہیں چل سکتا اور سیدھی راہ پر چلنے والا یقین نہیں پا سکتا[216]

ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ "عرب کہا کرتے تھے ـــ بلادِ فلاں، اس جملہ کا مطلب ہے، فلاں مستحق تعریف ہے .... اور یہاں فلاں آدمی سے مقصود عمرؓ بن الخطاب ہیں، مجھے رضی ابوالحسن کے ہاتھوں کا لکھا ہوا "نہج البلاغة" کا نسخہ مل گیا، اس میں فلاں کے تحت لکھا تھا، فلاں آدمی عمرؓ ہے ...... میں نے اس کے بارے میں ابو جعفر یحییٰ بن ابی زید علوی سے پوچھا تو آپ نے کہا، اس سے مراد عمرؓ ہیں، میں نے پوچھا: امیر المؤمنین رضؓ نے عمرؓ کی تعریف کی ہے؟ آپ نے کہا: ہاں"[217]

یہی بات ابن میثم[218]، دنبلی اور علی نقی نے اپنی کتاب "الدرة النجفیه"[219]، اور "نہج البلاغة" کی فارسی شرح میں بھی لکھی ہے[220]

علی رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ آپؓ کس طرح ببانگِ دہل فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے موقف کا اعلان و اظہار کر رہے ہیں، برملا کہہ رہے ہیں کہ عمرؓ نے قوم کے ٹیڑھے پن کو ٹھیک کر دیا۔ کج رو مریضوں کا علاج

---

[216] "نہج البلاغة"، تحقیق صبحی صالح ص ۳۵۰ "نہج البلاغة"، تحقیق محمد عبدہ ج ۲ ص ۳۲۲

[217] "شرح نہج البلاغة" لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۲ جزء ۱۲

[218] اس کے لیے دیکھیے ابن میثم کی لکھی ہوئی نہج البلاغة کی شرح ج ۴ ص ۹۶-۹۷

[219] ص ۲۵۰ [220] ج ۴ ص ۱۲۷

کیا، سنتِ نبویؐ پر عمل پیرا رہے، ہر فتنہ و آزمائش کو پیچھے چھوڑ کر نکل گئے، نہ وُہ فتنہ کو پہنچے اور نہ کوئی فتنہ انھیں پا سکا، اپنے رب کے پاس اس حال میں گئے کہ ان کا دامن کسی ملامت کی آلودگی سے داغدار نہیں تھا، بہترین خلافت و ولایت قائم کی، اور پھر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے قتل و غارت کی کثافت سے پاکیزہ رہے، اللہ کے نافرمان نہ تھے، اللہ کا حق ادا کرنے میں ہمیشہ تقولے سے کام لیا، نہ اس میں کوئی کمی کی نہ ظلم کیا۔

یقیناً آپؓ کی شخصیت ایسی ہی تھی کہ آپؓ کے دور میں اللہ تعالیٰ کا دین مضبوط تر ہو جاتا۔ قائدِ اہلِ بیت، فاروقؓ کو اسلام کی قرارگاہ و مرکز اور مسلمانوں کی جائے پناہ سمجھتے تھے، غزوۂ روم میں جانے کے لیے جب فاروقؓ نے آپؓ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے فاروق رضی اللہ عنہ کو ان اوصاف کا حامل قرار دیا، آپؓ کہتے ہیں:

"اگر آپ خود بنفسِ نفیس دشمن کی طرف چلے گئے تو آپ اپنے مرکز سے دور ہو جائیں گے۔ مسلمانوں کے دوسرے شہروں کا محافظ و نگہبان کوئی نہیں رہے گا، آپ کے بعد کوئی نہیں جس کی طرف مسلمان جائیں، آپ دشمن کی طرف کسی اور جنگجو کو قائد بنا کر بھیج دیجئے۔ ان کے ساتھ شجاع اور نصیحت قبول کرنے والوں کو روانہ کر دیجیے، اگر اللہ نے انہیں غلبہ دیا تو یہی آپ کی منشا ہے۔ بصورتِ دیگر آپ لوگوں کو سہارا دینے والے اور مسلمانوں کی جائے پناہ ہوں گے۔" ۲۲۱ھ

۲۲۱ھ "نہج البلاغہ"، تحقیق صبحی صالح ص ۱۹۳

ابن ابی الحدید اس خطبہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے (جس روایت کا ترجمہ ابھی ہم نے پیش کیا اس کے عربی الفاظ کی وضاحت و تشریح کرتے ہوئے) "تنکب کا مطلب ہے کہ سفر پر جانے سے آپ دوسرے لوگوں سے منقطع ہو جائیں گے، یہ معنیٰ اس لیے ہیں کہ "قس" کا عطف بن رہا ہے (گرائمر کی رو سے وضاحت کر رہے ہیں) اور آپ ایسی جائے پناہ ہیں جس کی طرف لوگ پناہ ڈھونڈتے ہیں، روایت میں مذکور لفظ "کانفہ" کے معنیٰ "محافظ" کے ہیں.... (حَفَزَ کے معنیٰ بتاتے ہوئے کہتے ہیں) حَفَزْتُ الرَّجُلَ اَحْفِزُہٗ، جب کہا جائے تو اس کا مطلب ہوتا ہے میں نے اسے بھیجا، روانہ کیا اور خوب چلایا (یعنی تیز دوڑایا) ردا کا مطلب ہے: مدد۔ مثابۃ کا مطلب، امن وامان کی جگہ۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا" اس سلسلے میں علی علیہ السلام نے مشورہ دیا ہے کہ آپ خود کو خطرے میں نہ ڈالیں، آپ کے اس دنیا سے گزر جانے سے گویا سب مسلمان گزر جائیں گے۔ آپ اپنی طرف سے لوگوں میں سے کسی کو امیر بنا کر بھیجیں اور خود مدینہ میں ٹھہریں کہ اگر وہ ناکام ہو گئے تو آپ ان کی جائے قرار ہوں گے۔" ۲۲۲ھ

کوئی پڑھنے والا جب حضرت علیؓ کا یہ خطبہ پڑھے تو ان الفاظ سے محسوس کر سکتا ہے کہ کس طرح علیؓ کے دل میں فاروقؓ کی محبت جوش مار رہی ہے۔ کس حد تک آپؓ فاروقؓ کی شخصیت کے گرویدہ و شیدا ہیں، ان کی زندگی آپ کو کتنی عزیز ہے، ان کی زندگی اور خلافت واقتدار سے

۲۲۲ھ شرح نہج البلاغۃ ج ۲ جزء ۸ ص ۳۶۹-۳۷۰

آپ کی کتنی امیدیں اور تمنائیں وابستہ ہیں۔

آپؓ کی ذات سے نفرت اور بغض کرنے والو! دیکھو! علیؓ آپؓ کو اسلام اور مسلمانوں کا عظیم سرمایہ سمجھتے تھے۔ یہ بات بھی قابلِ بیان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ فاروق رضی اللہ عنہ بنفسِ نفیس اس معرکہ میں شریک ہونے کا عزم مصمم کر چکے ہیں۔ اس کے باوجود جہاں تک ہو سکا آپ نے انھیں روکنے کی کوشش کی، اس لیے کہ علیؓ دیکھ رہے تھے کہ آپ اسلام کے لیے عزت و سربلندی کا سبب ہیں۔ انہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو اسلام اور پورا عالم اسلام اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔ امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب چاہتے تھے کہ اسلامی دارالحکومت میں علیؓ بن ابی طالب ان کی نیابت کے فرائض سرانجام دیں۔[۲۲۳]

اگر ان حضرات کے موہومہ خیالات کے مطابق آپؓ کے حقوق سلب کیے گئے تھے تو آپؓ کے لیے یہ سنہری موقعہ تھا کہ زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے کر ان کی تلافی کر لیتے۔ جس کے ذکر سے ان کی کتابیں اور صحیفے بھرے پڑے ہیں، ایک زمانہ گزر گیا ہے کہ اس پر واویلا کر رہے ہیں۔ یوسف کے بھائیوں کی طرح ماتم کناں ہیں، بات بالکل اس سے مختلف ہے، جن کی طرف سے یہ وکالت و نیابت بلکہ جنگ و جدال کر رہے ہیں، ان کا نقطہ نظر اس سے یکسر جدا ہے۔ حضرت علیؓ اپنی پوری مدتِ خلافت میں اسی طرح آپؓ کے ساتھ محبت و شیفتگی کا برتاؤ کرتے رہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ فاروقؓ اپنے آپ کو خطرات و حوادث سے دوچار کریں،

۲۲۳ھ اپنے مقام پر اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

علیؓ ایک نگران کی طرح آپ کے ساتھ رہے، آپ کی زندگی کی حفاظت کرتے رہے، ساری ساری رات آپ کے لیے جاگتے رہے، ان کی خواہش تھی کہ اللہ آپ کو لمبی زندگی دے، آپ کے خیر خواہ و ہمدرد اور امت کی فلاح اور درستگی کے آرزومند تھے۔ چنانچہ جنگِ فارس میں جب آپؓ نے خود لڑائی میں جانے کے متعلق آپؓ سے مشورہ پوچھا تو آپ نے یہ کہتے ہوئے انھیں روک دیا:

"ایسے امور میں فتح و شکست کا دارومدار قلت و کثرت پر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا دین ہے، اسی نے اسے غالب کیا ہے یہ اللہ کا لشکر ہے، اسی نے اسے آمادہ و تیار کیا ہے، جو پہنچ چکا سو پہنچ چکا، جو ظاہر ہو چکا سو ظاہر ہو چکا، ہمارے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے، وہی اپنے لشکر کو کامرانی بخشنے والا ہے، نگران کا کام موتیوں کی لڑی جیسا ہے جو سب موتیوں کو پروئیتی اور جمع رکھتی ہے۔ اگر لڑی ٹوٹ جائے تو موتی بکھر جاتے ہیں (قوموں کا نظم و ضبط تباہ ہو جاتا ہے) پھر ان سب کو کبھی ایک رخ پر جمع نہیں کیا جاسکتا، آج عرب اگرچہ تھوڑے ہیں لیکن اسلام کی برکت سے بہت ہیں، آج سب عرب اجتماع چاہتے ہیں! آپ قائد بنیں، عرب کو اپنے گرد جمع کر لیں، جنگ کی آگ میں دوسروں کو جانے دیں، اگر آپ نے یہ جگہ چھوڑ دی تو عرب کے اطراف و اکناف میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ آپ اپنے پیچھے جن خطرات کو چھوڑ کر جائیں گے وہ پیش آمدہ خطرہ سے زیادہ اہم اور توجہ کے قابل ہیں۔

کل جب عجمی آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے: یہی عرب کی بنیاد اور جڑ ہے۔ اگر تم اسے کاٹ ڈالو تو آرام پا جاؤ گے، وہ سب جمع ہو کر آپ پر

ٹوٹ پڑیں گے، آپ کے درپے ہو جائیں گے۔ باقی آپ نے جو ذکر کیا ہے کہ دشمن مسلمانوں سے جنگ و قتال کے لیے چل پڑا ہے تو اللہ سبحانہ کو ان کا چلنا آپ سے زیادہ ناپسند ہے، وہ ذات زیادہ قدرت رکھتی ہے کہ اپنی ناپسند چیز کو بدل ڈالے، آپ نے ان کی تعداد کا ذکر کیا، ہم کبھی کثرت کے بل بوتے پر جنگ نہیں کرتے، ہم تو بس اللہ کی نصرت و اعانت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں"۔[۲۲۴]

کیا یہ بات پڑھ کر بھی کسی شکی کا شک باقی رہ سکتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ فاروقؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کا مصداق سمجھا کرتے تھے، ان خوابوں کا مصداق جو آپ نے بیان کیے اور مسلمانوں کو بشارت دی تھی کہ اسلام آپؓ کے عہد میں اپنے کمال کو پہنچ جائے گا، سوچیے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کیوں کہا تھا: "ہمارے ساتھ اللہ نے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے، وہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کو کامیابی بخشنے والا ہے۔"

یہ کہہ کر آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں: (پوری روایت گزر چکی ہے) "پھر وہ ڈول ایک بہت بڑے ڈول میں تبدیل ہو گیا اور اسے عمرؓ بن الخطاب نے پکڑ لیا، میں نے کسی عبقری کو عمرؓ کی طرح کھینچتا نہیں دیکھا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔"

یہ بات کہہ کر آپ لوگوں کی نظر یں اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی طرف مبذول

---

[۲۲۴] "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی ص ۲۰۳، ۲۰۴ بعنوان "علیؓ کا وہ کلام جب عمرؓ نے آپ سے مشورہ لیا تھا کہ کیا وہ خود ایرانیوں کے ساتھ جنگ کے لیے جائیں؟"

کرنا چاہتے ہیں، اللہ نے اپنی کتاب میں — جس میں حق ہی حق ہے، باطل کا شائبہ تک نہیں، ارشاد فرمایا ہے: "وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا"[۲۲۵]

"اللہ نے تم میں سے ایمانداروں اور نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے وہ ضرور انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط فرمائے گا جسے اللہ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے، اور وہ ضرور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرے گا۔"

یہ جملہ کہہ کر کہ "ہمارے ساتھ اللہ نے (فتح و نصرت کا) وعدہ کیا ہے" اس بات پر متوجہ و متنبہ کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور نیک اعمال کرنے والوں کے ساتھ زمین پر غلبہ و اقتدار کا وعدہ کیا ہے، اے فاروقؓ، ہم سب مومن ہیں، آپ ہمارے امیر ہیں۔ آپ کے عہدِ خلافت میں اللہ اپنا وعدہ پورا کرے گا اور اس لشکر کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کرے گا جو آپ کے جھنڈے تلے اور آپ کی مدبرانہ قیادت و توجہات کے زیرِ سایہ دشمنوں سے جنگ کرے گا۔ اس لیے کہ اللہ کا دین ضرور غالب و بالا ہو کر رہے گا تا آنکہ خوب مستحکم ہو جائے۔ اس لیے کہ آپ نگران و منتظم ہیں، آپ سب معاملات کو ترتیب دینے والے ہیں، آپ ہی سے عزت و وقار

---

۲۲۵ سورۃ "النور" آیت ۸۵

ہے، اگر آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے، سب کچھ ضائع ہو جائے گا۔ جمیعت پراگندگی کا شکار ہو جائے گی، قوت کمزوری میں بدل جائے گی۔ لوگ اس طرح پھٹ جائیں گے کہ پھر ابد تک ان کے اجتماع و اتحاد کی امید نہیں کی جا سکتی"[226] جس مالا کا دھاگہ ٹوٹ جائے اس کے موتی پراگندہ و پریشان ہو جاتے ہیں اور کبھی جڑ نہیں سکتے۔

اس قول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی طرف بھی اشارہ ہے: "اللّٰھم اعزّ الاسلام بعمر بن الخطاب" "یا اللہ اسلام کو عمرؓ بن الخطاب سے عزت و قوت عطا فرما"۔ مجلسی نے "بحار الانوار" میں محمد باقر سے اس دعا کی روایت نقل کی ہے ۲۲۷ یاد رکھیے کہ رسول کی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔

سیدِ اہلِ بیت نے یہ کہہ کر ان کو متنبہ کر دیا جو اپنے آپ کو شیعۂ علیؓ کہتے ہیں۔ آپ انکو بتا دینا چاہتے تھے کہ فاروقؓ کو ایک آدمی مت سمجھو، وہ اسلام کا مرکز ہیں، انہی کے گرد اسلام کی چکی اور مسلمانانِ عرب گھومتے ہیں، جب مرکز نہ ہو گا تو چکی بھی نہ گھومے گی۔ بغیر مرکز کے چکی گھوم سکتی ہے؟ اسی لیے آپؓ اصرار کرتے رہے کہ: "اگر آپ نے یہ جگہ چھوڑ دی تو عرب کے اطراف و اکناف میں بغاوتیں اٹھ کھڑی ہوں گی"۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ فاروقؓ ہی جڑ اور بنیاد ہیں، جڑ کٹ جائے تو شاخیں سوکھ جاتی ہیں، آپ ہی مرکز و محور ہیں، محور نہ رہے تو چکی بھی نہیں گھوم سکتی۔ آپکے

۲۲۶ھ ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا، آپ کی شہادت کے بعد فتنوں کا دروازہ کھل گیا اور آج تک بند نہیں ہو سکا، اسی مضمون کی ایک حدیث بھی ہے۔

دل میں قوم کا درد ہے، آپ ان کی خطرات سے حفاظت کرتے ہیں، وُہ کہتے تھے، ہم آپ کو نہیں جانے دیں گے، آپ کو موت کی بھیڑ میں گم نہیں ہونے دیں گے۔ ہم آپ سے بے پرواہ نہیں ہو سکتے، ہم آپ کے مقابلے میں کسی اور کی پرواہ نہیں کرتے۔

علیؓ بن ابی طالب نے اپنی قلبی کیفیات و جذبات کا کتنے خوبصورت پیرائے میں اظہار کیا ہے۔ اس سے دیکھ لیا جا سکتا ہے کہ علیؓ، عمرؓ بن الخطاب کے بارے میں کیا اعتقادات و جذبات رکھتے تھے، رضی اللہ عنہما و رضیا عنہ!

علی رضی اللہ عنہ کا اس بات پر بھی ایمان تھا کہ، اللہ نے حق کو عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے، آپؓ دیکھتے تھے کہ عمرؓ رسولؐ اللہ کی روایات کے بہت بڑے محدّث ہیں، اس لیے آپ چھوٹے چھوٹے اور معمولی و غیر اہم کاموں میں بھی آپ کی سیرت و عمل کی مخالفت نہیں کیا کرتے تھے، شیعہ مصنف دینوری بیان کرتا ہے کہ جب علیؓ کوفہ آئے تو" آپ سے پوچھا گیا، یا امیر المؤمنین! کیا آپ محل میں ٹھہریں گے؟ آپ نے کہا: مجھے وہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں جسے عمرؓ بن الخطاب ناپسند کرتے تھے، میں کھلے میدان میں ٹھہروں گا، پھر آپ سب سے بڑی مسجد میں گئے، دو رکعت

۲۲۷ھ "بحار الانوار" ج ۴ کتاب السماء والعالم۔

اس کا نام ابو حنیفہ دینوری احمد بن داؤد ہے۔ دینور کا باشندہ تھا۔ دینور ہمدان کا پہاڑی علاقہ ہے" جو کچھ اس نے روایت کیا ہے وہ ثقہ ہے، صدق کی وجہ سے معروف ہے" جیسا کہ ابن الندیم نے کہا ہے، ۲۸۱ یا ۲۸۲ یا ۲۹۰ ھ میں فوت ہوا۔ زیادہ تر اس نے

نماز ادا کی اور اس کے بعد کھلے میدان میں ٹھہرے"۲۲۹ھ

اسی طرح جب آپؓ سے فدک واپس کرنے کے بارے میں بات کی گئی تو آپ نے عمرؓ کی مخالفت گوارا نہ کی اور انکار کر دیا۔ سید مرتضیٰ بیان کرتا ہے؛

"جب فدک کی واپسی کا معاملہ علیؓ بن ابی طالب تک پہنچا تو آپؓ نے کہا؛ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس چیز کو لوٹا دوں جسے ابوبکرؓ نے روک رکھا تھا، اور عمرؓ نے بھی اسے ویسے ہی رہنے دیا تھا"۲۳۰ھ

ان دو روایتوں کی تائید کے لیے ہم انہی کی کتابوں سے مزید تین روایتیں آپ کے گوش گزار کرتے ہیں،

پہلی روایت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ نے کہا مجھے علم نہیں کہ علیؓ نے کوفہ میں آکر کسی کام میں بھی عمرؓ کی مخالفت کی ہو یا ان کی قائم کردہ کسی چیز میں کوئی تغیر و تبدل کیا ہو"۲۳۱ھ

دوسری روایت ـــــ "اہلِ نجران آپ کے پاس شکایت لے کر آئے کہ عمرؓ نے ان کے ساتھ ظلم کیا ہے، آپؓ نے ان کے جواب میں کہا، عمرؓ درست معاملہ کرنے والے تھے، میں ان کے کیے ہوئے کسی کام میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا"۲۳۲ھ

روایات یعقوب بن اسحاق لیث سے سنیں جو شیعہ نحوی تھا۔ یہ ایرانیوں کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا امامیہ میں سے ہونا واضح ہے۔ (الذریعۃ لآقا بزرگ الطہرانی ج ۱ ص ۳۳۸)

۲۲۹ھ "الاخبار الطوال" لاحمد بن داؤد دینوری ص ۱۵۲

۲۳۰ھ "کتاب الشافی فی الامامۃ" ص ۲۱۳ "شرح نہج البلاغۃ" لابنِ ابی الحدید

۲۳۱ھ "ریاض النضرۃ" لمحب الطبری ج ۲ ص ۸۵

تیسری روایت ــــــ "علیؓ جب کوفہ آئے تو آپؓ نے فرمایا: میں اس گرہ کو نہیں کھول سکتا جسے عمرؓ نے باندھا ہے"[۲۳۳]

علیؓ اس لیے اس حد تک آپ کی اطاعت کرتے تھے کہ رسول اللہ کی احادیث کے مطابق آپ کو اللہ کی طرف سے الہام ہوتا تھا، آپ ایک راست معاملہ انسان تھے۔ اور اس لیے کہ، جس طرف آپ جاتے حق آپؓ کے ساتھ ساتھ جاتا۔

جہاں تک عمرؓ کے اہلِ جنت میں سے ہونے کا تعلق ہے، جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں مروی ہے جسے ہم ذکر کر چکے ہیں، خود علی بن ابی طالب اور آپ کے چچازاد بھائی اور معتمد ترین و با اعتبار شخصیت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس بات کی گواہی دی ہے۔

ابنِ ابی الحدید اس روایت کو نقل کرتا ہے کہ جب فاروقؓ کو ابولؤلؤ مجوسی فارسی نے زخمی کر دیا، رسول اللہ کے دو چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما آپؓ کے پاس آئے، ابنِ عباسؓ کہنے لگے: ہم نے (علیؓ کی بیٹی) امِ کلثوم کو کہتے سنا ہے، "آہ عمر!"، ان کے ساتھ اور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو رو رہی تھیں، ان کی آہ و بکا سے پورا گھر لرز رہا تھا، عمرؓ نے کہا: ستیاناس کیا عمر کو اللہ بخشے گا نہیں، میں نے کہا، اللہ کی قسم!

۲۳۲ھ "البیہقی" ج ۱۰ ص ۱۳۰ "الکامل" لابنِ اثیر ج ۲ ص ۲۰۱ مطبوعہ مصر "التاریخ الکبیر" للامام البخاری ج ۴ ص ۱۴۵ مطبوعہ ہندوستان "کتاب الخراج" لابنِ آدم ص ۲۳ مطبوعہ مصر "کتاب الاموال" ص ۹۸ "فتوح البلدان ص ۷۳۔

۲۳۳ھ "کتاب الخراج" لابنِ آدم ص ۲۳ "فتوح البلدان" للبلاذری ص ۷۳ مطبوعہ مصر

(مجھے یقین ہے آپ ضرور بخشے جائیں گے) لیکن دوزخ کو دیکھیں گے، اس قدر کہ اللہ نے فرمایا ہے "وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا" (تم میں سے ہر کوئی دوزخ کے قریب سے گزریگا) آپ کو میری بات پسند آئی، سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: اے ابن عباس! کیا آپ میرے بارے میں اس بات کی گواہی دیتے ہیں؟ میں ڈر سے خاموش ہو گیا۔ علی علیہ السلام نے میرے کندھے کے درمیان ہاتھ مارا اور کہا: اقرار کر، ایک روایت میں ہے، اے امیر المؤمنین آپ کیوں خوفزدہ ہیں؟ اللہ کی قسم آپ کا اسلام باعث عزت ہے، آپ کی امارت باعث فخر ہے۔ آپ نے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیا ہے، آپ نے کہا: اے ابن عباس رضی کیا تم اقرار کرتے ہو؟ کہتے ہیں: یوں لگتا تھا گویا وہ اقرار کرنا نہیں چاہتے تھے، خاموش رہے اس پر علی علیہ السلام نے ان سے کہا: کہہ دے، ہاں! میں تیرے ساتھ ہوں، آپ نے کہہ دیا: ہاں" ۲۳۴ھ

شیعہ حضرات کے پہلے امام معصوم —— حضرت علیؓ کا اس بات پر ایمان تھا کہ آپؓ اہل جنت میں سے ہیں، اس لیے کہ آپؓ نے خود، صادق وامین، افضل مخلوقات، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق گو سے سن رکھا تھا۔ اسی لیے آپؓ آرزو کیا کرتے تھے کہ کاش اللہ ان کے اعمال کو ان اعمال کے ساتھ ملا دے جو فاروقؓ نے اپنی حیات مبارکہ میں سرانجام دیے، شیعہ راویوں میں سے سید مرتضیٰ ابو جعفر طوسی، ابن بابویہ اور ابن ابی الحدید سب نے یہ روایت نقل کی ہے۔

۲۳۴ھ "ابن ابی الحدید" جلد ۳ صفحہ ۱۴۶، اسی جیسی روایت "کتاب الآثار ص ۲۰۷" "سیرۃ عمرؓ" لابن جوزی ص ۱۹۳ مطبوعہ مصر میں بھی ہے۔

جب عمرؓ کو غسل اور کفن دیا گیا اس وقت علی علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا: "اللہ ان پر رحمتیں اور سلام نازل فرمائے، روئے زمین پر کوئی آدمی نہیں جس کے بارے میں میری یہ خواہش ہو کہ میرے اعمال اس کے عملوں کے ساتھ ملا دیے جائیں، سوائے اس آدمی کے جو تمہارے درمیان کفن میں لپٹا پڑا ہے۔" [۲۳۵]

یہ روایت ان تمام کتب احادیث میں مروی ہے: حاکم کی "المستدرک" [۲۳۶] ذہبی کی "التلخیص" "مسند احمد" "مسندات علی" طبقات ابن سعد" [۲۳۷] اور اسی جیسی روایت بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے۔

ابن ابی الحدید بیان کرتا ہے "جب امیر المؤمنین زخمی ہو گئے تو لوگ آپ کے گرد اکٹھے ہو گئے، آپ خون میں لت پت تھے، ابھی تک آپؓ نے نمازِ فجر بھی نہیں پڑھی تھی، آپ سے کہا گیا: نماز اے امیر المؤمنین، آپ نے سر اٹھایا اور کہا:

جس نے اپنی نماز ضائع کی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، پھر آپ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے زخم سے خون پھوٹ نکلا، آپ نے کہا: مجھے عمامہ لا دو، وہ آپؓ نے زخم پر باندھ لیا پھر نماز پڑھی اور ذکر کیا، اس کے بعد اپنے بیٹے عبد اللہؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور کہا:

---

۲۳۵ "کتاب الشافی" لعلم الہدیٰ ص ۱۷۱ "تلخیص الشافی" للطوسی ج ۲ ص ۴۲۸ مطبوعہ ایران "معانی الاخبار" للصدوق ص ۱۱۷ مطبوعہ ایران۔

۲۳۶ ج ۳ ص ۹۲

۲۳۷ احوال عمر ج ۳ ص ۲۶۹ - ۲۷۰ مطبوعہ لندن

اے عبداللہ! میرے رخسار کو زمین کے ساتھ لگاؤ، عبداللہ کہتے ہیں، میں نے ایسا نہیں کیا، میں سمجھا کہ آپ ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں، آپ نے یہی بات دوبارہ کہی کہ، میرے بیٹے میرے رخسار زمین کے ساتھ لگادو، میں نے ایسا نہیں کیا، آپ نے تیسری دفعہ کہا: میرے رخسار کو زمین کے ساتھ کیوں نہیں لگاتے؟ اب میں سمجھ گیا کہ آپ ہوش و حواس میں ہیں، آپ خود اس لیے نہیں رکھ سکتے تھے کہ آپ پر درد و ضعف کا غلبہ تھا، میں نے آپ کا رخسار زمین کے ساتھ لگادیا، میں نے آپؓ کی ڈاڑھی کے کناروں کے بال دیکھے جو مٹی سے اٹے پڑے تھے، آپ روئے حتیٰ کہ میں نے دیکھا مٹی آپ کی آنکھوں سے چمٹ گئی، میں نے اپنے کان قریب کیے تاکہ سن سکوں آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ کہہ رہے تھے: "عمر کا ستیاناس، عمر کی ماں کی تباہی اگر اللہ نے عمر سے درگزر نہ کیا۔" اور ایک روایت میں ہے کہ علی علیہ السلام آپ کے قریب آئے، آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اور کہا: "کوئی آدمی نہیں جس کے بارے میں میں چاہوں کہ میرے اعمال اس کے عملوں کے ساتھ ملا دیے جائیں سوائے اس آدمی کے جو لپٹا پڑا ہے"[۲۳۸]

کیا اس کے بعد بھی کسی لکھنے والے کے لیے اس بات کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ سردارِ اہلِ بیت علی رضی اللہ عنہ، آپؓ کو جنتیوں میں شمار کرتے تھے؛ ظاہر ہے کسی جنتی شخص کے بارے میں ہی یہ خواہش رکھی جاسکتی ہے کہ اس کے نامۂ اعمال کے ساتھ اپنا نامۂ اعمال ملایا جائے۔

اس سے زیادہ بھی آپ نے کچھ کہا ہے؟ ہاں ہاں: اس سے بھی بڑھ کر،

۲۳۸ه "شرح النہج" لابنِ ابی الحدید ج ۳ ص ۱۴۷

علی رضی اللہ نے فرمایا ہے کہ:

"نبیؐ کے بعد اس امت میں سب سے بہترین ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں" ۲۳۹

آپؓ اپنے اس خط میں ابو بکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں کہتے ہیں، "دونوں ہدایت کے امام تھے، دونوں اسلام کے سردار تھے، رسولؐ اللہ کے بعد وہی دونوں مقتدائے قوم تھے۔ جس نے ان دونوں کی پیروی کی، محفوظ رہا" ۲۴۰

آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا، ابو بکرؓ کا مرتبہ میرے نزدیک کان جیسا ہے اور عمرؓ میری آنکھوں جیسا" ۲۴۱

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اس روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے خود علیؓ ہیں، آپ سے یہ روایت آپ کے بیٹے حسن نے کی ہے۔ رضی اللہ عنہما۔

فاروقؓ کی تعریف میں اہلبیت کے اقوال!

اہلِ بیت کے مشہور ترین اور ممتاز فرد، نبی علیہ السلام کے چچا زاد بھائی، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما آپؓ کی مدح وثنا کرتے ہوئے کہتے ہیں؛

---

۲۳۹ "کتاب الشافی" ج ۲ ص ۴۲۸

۲۴۰ "تلخیص الشافی" للطوسی ج ۲ ص ۴۲۸

۲۴۱ "عیون اخبار الرضا" لابنِ بابویہ قمی ج ۱ ص ۳۱۳ "معانی الاخبار" للقمی ص ۱۱۰ "تفسیر الحسن العسکری"

"اللہ ابو حفص (حضرت حفصہؓ کے والد، فاروق رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے، اللہ کی قسم وہ اسلام کے حلیف تھے، یتیموں کی جائے قرار تھے، احسان کرنا آپ پر ختم تھا، ایمان والے تھے، کمزوروں کی جائے پناہ اور موحدین کا سہارا تھے، آپ نے اللہ کے حق کو صبر اور ذمہ داری سے پورا کیا تا آنکہ دین نکھر گیا، ممالک فتح کر لیے گئے اور بندوں کو امن نصیب ہوا"۔ ۲۴۲ ھ

اسی طرح باقی سارے اہلِ بیت بھی آپ کی بے حد تعریف و ثنا کیا کرتے تھے، جیسا کہ صدیقؓ کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ وہاں ہم زین العابدین علی بن حسین بن علیؓ، ان کے بیٹے محمدؒ باقر، زید شہید، ابنِ باقر جعفر صادقؒ کی روایات بیان کر چکے ہیں، یہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ آپ ان دونوں حضرات کی قبروں پر جاتے، دونوں کو سلام کہتے اور دونوں سے محبت رکھتے تھے۔ یہ سب واقعات ہم ابو بکرؓ بن ابی قحافہ کے ذکر میں بیان کر آئے ہیں۔

کسی اور بات کی طرف آنے سے پہلے ہم آپ کو ایک اور روایت سنا دینا چاہتے ہیں، جو کلینی نے اپنی کتاب "الروضۃ من الکافی" میں بیان کی ہے۔

شیعہ حضرات کے چھٹے امامِ معصوم ـــــ جعفر بن محمدؒ صرف آپ دونوں حضرات سے محبت ہی نہیں رکھتے تھے، بلکہ محبت کی وجہ سے آپ دونوں کے احکامات کی تعمیل بھی کیا کرتے تھے۔ ابو بصیرؒ جنھیں شیعہ آپ کا معتمد و مشہور ساتھی کہتے ہیں، بیان کرتا ہے کہ "میں ابو عبد اللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت امِ خالد، جسے یوسف بن عمر نے علیحدہ

---

۲۴۲ ھ "مروج الذہب" للمسعودی ج ۳ ص ۵۱، "ناسخ التواریخ" ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ ایران

کر دیا تھا، آئی اور آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے لگی، ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا: اس کی باتیں سننا چاہتے ہو؟ کہتے ہیں، میں نے کہا: ہاں، کہنے لگے کہ پھر اسے اجازت دے دو، کہتے ہیں، مجھے آپ نے چٹائی پر بٹھا لیا، پھر وہ آئی اور گفتگو شروع کی، وہ نہایت فصیح و بلیغ انداز میں گفتگو کر رہی تھی، میں نے ابو عبد اللہ سے ابو بکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں پوچھا، آپ نے اس عورت سے کہا ان دونوں سے محبت رکھو، کہنے لگی: میں جب اپنے رب سے ملوں گی تو کہوں گی: تو نے مجھے ان دونوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے؛ ابو عبد اللہ نے کہا: ہاں"۔ ۲۴۳

ذرا دیکھیے ان کے چھٹے امام، جن کے نام پر اپنے بے بنیاد مذہب کو قائم کیے ہوئے ہیں، کس قدر آپ سے محبت کرتے تھے، یہ ان کی شریعت پہ چلنے کے جھوٹے دعویدار، جعفری نام رکھنے والے، جعفری مذہب رکھنے والے، دیکھ لیں کہ آپ ابو بکرؓ و عمرؓ سے نہ صرف یہ کہ خود محبت کرتے تھے، بلکہ اپنے پیروکاروں کو ان سے محبت رکھنے کا حکم بھی دیا کرتے تھے۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ پروردگار! ان سب پر بھی رحم فرما جو خود اور جس کے آباء و اجداد ابو بکرؓ اور عمرؓ کے دورِ ولایت میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی سب صحابہؓ پر بھی اپنی رحمتیں، سلامتی اور اپنی رضا مرحمت فرما!

---

۲۴۳ " الروضۃ من الکافی" جلد ۸ صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ ایران، بعنوان حدیث "ابی بصیر مع المرأۃ"۔

فاروقؓ کے ساتھ امِ کلثومؓ بنتِ علیؓ کی شادی

اسی محبت و التفات کی وجہ سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی جو فاطمہؓ بنتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھیں، فاروقؓ سے کر دی تھی۔ آپ کے رشتہ مانگتے ہی علیؓ نے اس پیغام کو قبول کر لیا، اور کیوں نہ کرتے کہ آپ کی ذات پر اعتماد و اعتبار تھا۔ علیؓ آپؓ کے فضائل و مناقب اور آپ کی خوبیوں اور اعلیٰ سیرت سے واقف تھے، آپ بتا دینا چاہتے تھے کہ ہمارے درمیان کتنے پاکیزہ مراسم ہیں، کتنے مضبوط و مبارک تعلقات ہیں، اب اگر امتِ اسلامیہ کے دشمن اور یہودی حسد کی آگ میں جلتے ہیں تو جلا کریں، جملہ مورخین و ماہرینِ انساب، تمام شیعہ محدثین، ان کے فقہاء و اکابر علماء اور (بقول ان کے) معصوم ائمہ، سب کے سب اس شادی کا اقرار کر رہے ہیں، اس سلسلے کی روایات ہم نے اپنی کتاب "شیعہ و سنت" میں بیان کی ہیں۔

اب مزید فائدہ کے لیے اور اس بات کو ختم کرتے ہوئے کچھ اور ایسی روایات قارئین کے پیشِ نظر رکھیں گے جو وہاں بیان نہیں کی گئیں، مشہور شیعہ مورخ احمد بن ابی یعقوب اپنی تاریخ میں دورِ خلافت امیر المؤمنین عمرؓ بن الخطاب کو بیان کرتے ہوئے ۱۷ھ کے واقعات کے ضمن میں لکھتا ہے:

"اس سال عمرؓ بن الخطاب نے علیؓ بن ابی طالب کی طرف کلثوم بنت علیؓ کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا، آپ کی والدہ فاطمہؓ بنتِ رسول اللہؐ تھیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں امِ کلثومؓ سے اس لیے شادی کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا ہے، سب نسب اور سبب روزِ قیامت منقطع ہو جائیں گے، سوائے میرے سبب، میرے

نسب اور میرے سسرال کے، میں چاہتا ہوں کہ میرا بھی سبب اور سسرالی تعلق رسول اللہ سے رہے، چنانچہ آپؓ نے ان کی شادی کر دی اور دس ہزار دینار حق مہر مقرر کیا۔"[۲۴۴]

اسی طرح طبری نے اپنی تاریخ "تاریخ الامم والملوک"[۲۴۵]، ابن کثیر نے "البدایۃ والنہایۃ"، ابن الاثیر نے "الکامل"[۲۴۷]، ابن سعد نے "طبقات ابن سعد"[۲۴۸] ابو الفداء نے اپنی تاریخ، اور دیگر متعدد مورخین نے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔

شیعہ حضرات کے اصحاب صحاح اربعہ نے بھی اس شادی کو تسلیم کیا ہے۔ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی کتاب "الکافی" میں اقرار کیا ہے کہ علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی فاروقؓ سے کر دی[۲۴۹]، سلیمان بن خالد کی روایت بھی نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

---

[۲۴۴] "تاریخ الیعقوبی"، جلد ۲ صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰

[۲۴۵] جلد ۵ ص ۱۶ مطبوعہ مصر، قدیم

[۲۴۶] جلد ۷، صفحہ ۱۳۹

[۲۴۷] جلد ۳ ص ۲۹ - ط دار الکتاب بیروت

[۲۴۸] صفحہ ۳۴۰ مطبوعہ لندن

[۲۴۹] دیکھیے "الفروع من الکافی" کتاب النکاح، باب تزویج ام کلثوم جلد ۵ ص ۳۴۶۔

اس باب میں دو روایتیں ہیں۔ اہلِ سنت حضرات کی کتابوں میں فاروقؓ کے ساتھ ام کلثوم کی شادی کے بارے میں بہت سی روایات ہیں، دیکھیے، المستدرک للحاکم، باب النظر الی المرأۃ اذا اراد ان یتزوجہا ج ۳ ص ۱۲۰ مطبوعہ ہندوستان، امام بخاریؒ نے بھی صحیح بخاری "کتاب الجہاد" (باب حمل النساء القرب) میں اس شادی کا ذکر کیا ہے۔

"میں نے جعفر صادق —— ابو عبداللہ علیہ السلام سے اس عورت کا مسئلہ پوچھا، جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو کہ وہ عدت کہاں گزارے؟ کیا شوہر کے گھر میں یا جہاں چاہے گزار سکتی ہے؟ آپ نے کہا: ہاں ہاں جہاں چاہے گزار سکتی ہے اور کہا کہ: جب عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو علیؓ ام کلثومؓ کے پاس آئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے گھر لے گئے۔" ۲۵۰ھ

ان کے چھٹے امام معصوم —— جعفر کی ایک اور روایت طوسی نے بیان کی ہے، جعفر اپنے والد باقر کی روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

"علیؓ کی بیٹی ام کلثوم اور ان کا بیٹا زید بن عمرؓ بن الخطاب، ایک ہی گھڑی میں دونوں فوت ہو گئے، کسی کو خبر نہیں کہ کس کا انتقال پہلے ہوا، چنانچہ کسی کو بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں بنایا گیا اور دونوں کی نمازِ جنازہ ایک ساتھ ادا کی گئی۔" ۲۵۱ھ

دیگر شیعہ محدثین و فقہاء نے بھی اس شادی کا ذکر کیا ہے، چنانچہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی کتاب "الشافی" ۲۵۲ھ اور "تنزیہ الانبیاء" ۲۵۳ھ میں

سنن نسائی کتاب الجنائز (باب اجتماع جنائز الرجال والنساء) سنن ابی داؤد (کتاب الجنائز باب اذا حضر جنائز الرجال والنساء من یقوم)

۲۵۰ھ "الفروع من الکافی" "کتاب الطلاق، باب المتوفی عنہا زوجہا ج ۶ ص ۱۱۵-۱۱۶۔ اسی باب میں اس بارے میں ایک اور روایت بھی ہے، اس روایت کو شیخ الطائفہ طوسی نے اپنی صحیح "الاستبصار" ابواب العدہ، باب المتوفی عنہا زوجہا جلد ۳ صفحہ ۳۵۲ میں بیان کیا ہے۔ ایک دوسری روایت معاویہ بن عمار سے بھی مروی ہے۔ یہ روایت تہذیب الاحکام "باب فی عدۃ النساء جلد ۸ ص ۱۶۱ میں مروی ہے۔

ابنِ شہر آشوب[۲۵۴] نے اپنی کتاب "مناقب آلِ ابی طالب"[۲۵۵] میں، اربلی نے[۲۵۶] کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ[۲۵۶] میں، ابن ابی الحدید نے[۲۵۷] شرح نہج البلاغۃ[۲۵۷] میں، مقدس اردبیلی نے "حدیقۃ الشیعۃ"[۲۵۸] میں، اور قاضی نور اللہ شوشتری نے، جسے شہیدِ ثالث کہتے ہیں، اپنی کتاب "مجالس المومنین" میں اس شادی کا ذکر کیا ہے۔[۲۵۸]

لکھتا ہے: نبی ﷺ نے اپنی بیٹی عثمان رضی اللہ عنہ کے عقد میں دے دی، اور علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی شادی عمر رضی اللہ عنہ سے کر دی۔[۲۵۹]

اسی طرح اس شادی کا ذکر کتاب "مصائب النواصب"[۲۶۰] میں سید نعمت اللہ جزائری نے کتاب "الانوار النعمانیہ" میں، ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار[۲۶۱] میں، شیعہ مورخ مرزا عباس علی نے اپنی تاریخ میں[۲۶۲] محمد جواد شری نے اپنی کتاب[۲۶۳] میں، عباس قمی نے "منتہی الآمال" میں،[۲۶۴] اور ان کے علاوہ

---

[۲۵۱] "تہذیب الاحکام" کتاب المیراث، باب میراث الغرقی والمہدوم ج ۹ ص ۲۶۲

[۲۵۲] صفحہ ۱۱۶

[۲۵۳] ص ۱۴۱ مطبوعہ ایران

[۲۵۴] اس کا نام رشید الدین ابو جعفر محمد بن علی شہر آشوب السروی المازندرانی ہے۔ "فخر شیعہ اور شریعت کو عام کرنے والا ہے، اس نے مناقب و فضائل کو زندہ کیا، علم کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر رہے۔ مشائخ امامیہ کا شیخ اور "المناقب" وغیرہ کتابوں کا مصنف ہے۔ اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا یکتا فردِ تھا۔ شیعہ حضرات کے ہاں اسے وہی مقام حاصل ہے جو اہلِ سنت کے ہاں خطیب بغدادی کو۔ ۵۸۸ھ میں حلب کے مقام پر فوت ہوا (الکنی والالقاب ج ۱ ص ۳۲۱)

[۲۵۵] ج ۳ ص ۱۶۲ مطبوعہ بمبئی ہندوستان۔

بے شمار مصنفین نے اس شادی کا ذکر کیا جن کی تعداد حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اب اس سے کوئی آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا سوائے اس کے جو انتہائی متعصب و جاہل ہو، یا انتہائی ہٹ دھرم اور جھگڑالو۔

شیعہ فقہا۔ اس شادی کو اس بات پر بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حلی "شرائع الاسلام" میں لکھتا ہے "آزاد عورت کا غلام مرد سے، عربی عورت کا عجمی مرد سے، اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد سے نکاح جائز ہے"۔ ۲۶۵ھ

۲۵۶ھ ص ۱۰۱ مطبوعہ ایران قدیم

۲۵۷ھ ج ۳ ص ۱۲۴

ھ ص ۲۷۷ مطبوعہ ایران

۲۵۸ھ ص ۷۶ مطبوعہ ایران قدیم ص ۸۲

۲۵۹ھ "مجالس المؤمنین" ص ۸۵

۲۶۰ھ ص ۱۷۰ مطبوعہ طہران

۲۶۱ھ باب احوال اولادہ وازواجہ ص ۶۲۱ مطبوعہ طہران

۲۶۲ھ "تاریخ طراز مذہب مظفری" فارسی، باب حکایۃ تزویج ام کلثومؓ من عمرؓ بن الخطاب

۲۶۳ھ "امیر المؤمنین" ص ۲۱۷ زیرِ عنوان "علیؓ فی عہدِ عمرؓ" مطبوعہ بیروت

۲۶۴ھ ج ۱ ص ۱۸۶ فصل ۶ زیرِ عنوان "ذکر اولاد امیر المؤمنین" مطبوعہ ایران، قدیم

۲۶۵ھ "شرائع الاسلام" فی الفقہ الجعفری للحلی (فقہ جعفریہ کی کتاب ہے) کتاب النکاح حلی ۶۷۲ھ میں فوت ہوا۔

اسی کے ضمن میں شارح شرائع الاسلام، زین الدین عاملی، جسے یہ لوگ شہیدِ ثانی کہتے ہیں، لکھتا ہے: "نبی ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا اور ایک بیٹی کا نکاح ابو العاص رضی اللہ عنہ بن ربیع سے کیا، اور یہ دونوں حضرات ہاشمی نہیں تھے۔ اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر رضی اللہ عنہ سے کیا، عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی فاطمہ سے شادی کی، اور مصعب بن زبیر نے آپ کی ہمشیرہ سکینہ سے نکاح کیا، یہ سب حضرات غیر ہاشمی تھے" [۲۶۶]

آخر میں مشہور معتزلی شیعہ ابن ابی الحدید کی ایک روایت سنا کر اب ہم اس موضوع کو ختم کرتے ہیں، روایت سنیئے!

"عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے بادشاہِ روم کی طرف ایلچی بھیجا، عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے چند دینار کی ایک خوشبو خریدی، اسے دو شیشیوں میں ڈالا اور بادشاہِ روم کی بیوی کی طرف ہدیہ بھیجا، ایلچی واپس آیا اور اپنے ہمراہ دو شیشیاں جواہر کی بھری لایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہا کے کمرہ میں جواہر بکھرے پڑے ہیں، آپ نے پوچھا: یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے؟ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے آپ کو بتایا، عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پکڑ لیا اور کہا: یہ سب مسلمانوں کے ہیں، آپ کہنے لگیں، کیسے، یہ تو میرے ہدیہ کے بدلے میں ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا تمہارا فیصلہ تمہارے والد پر رہا، علی علیہ السلام نے کہا: تمہارا اس میں سے صرف ایک دینار کی قیمت کے برابر حصہ ہے، باقی سب مسلمانوں کا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کا ایلچی لے کر آیا ہے" [۲۶۷]

---

۲۶۶ "مسالک الافہام" شرح "شرائع الاسلام" باب لواحق العقد جلد ۱

۲۶۷ "شرح نہج البلاغۃ" ج ۴ ص ۵۷۵ مطبوعہ بیروت ۱۳۰۵ھ

مختلف سیرت نگاروں اور علماء انساب نے بھی اس شادی کا ذکر کیا ہے، دیکھیے بلاذری "انساب الاشراف"[268] میں ابن حزم "جمھرۃ انساب العرب"[269] میں، بغدادی اپنی کتاب "المحبر"[270] میں، دینوری "المعارف"[271] میں، اور ان کے علاوہ بھی بے شمار مصنفین و مورخین اس شادی کا ذکر کرتے ہیں۔

اہلِ بیتؓ اور صدیقؓ کا باہمی احترام و اکرام!

یہ احترام واکرام کے جذبات و تعلقات یکطرفہ نہیں تھے، بلکہ سب آپس میں ایک دوسرے کا احترام اور پیار و محبت کے تعلقات رکھتے تھے، فاروقؓ اہلِ بیت کا اکرام و احترام اس سے بڑھ کر کرتے جو اہلِ بیت کا آپ کے ساتھ تھا، آپ ان کا بے حد احترام کرتے، اپنے اور اپنے گھر والوں سے بھی ان کے حقوق کو مقدم سمجھتے تھے، تمام مورخین لکھتے ہیں کہ جب فاروقؓ نے بیت المال سے مالی وظائف و عطیات مقرر کیے تو بنی ہاشم کو عقیدت و احترام کی وجہ سے سب پر مقدم رکھا کہ آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت و رشتہ داری ہے۔

مشہور مورخ یعقوبی اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

---

۲۶۸ جلد اص ۴۲۸ مطبوعہ مصر

۲۶۹ ص ۳۷، ۳۸۔ مطبوعہ مصر

۲۷۰ زیرِ عنوان "اصہار علیؓ" (علیؓ کے داماد) ص ۵۶، ۴۳۷، مطبوعہ دکن۔

۲۷۱ زیرِ عنوان "بنات علی (علیؓ کی بیٹیاں)، ص ۹۲ مطبوعہ مصر، ص ۷۹۔ ۸۰ زیرِ عنوان اولادِ عمرؓ بن الخطاب"

"عمرؓ نے دیوان (کھاتے، رجسٹر) مرتب کیے اور ۲۰ھ میں عطیات مقرر کیے"۔ کہتا ہے: "جب مال و دولت کی کثرت ہو گئی تو آپ کو مشورہ دیا گیا کہ آپ ایک دفتر (رجسٹر) ترتیب دیں، آپؓ نے عقیلؓ بن ابی طالب، مخرمہ بن نوفل، جبیرؓ بن مطعم بن نوفل بن عبدِ مناف کو بلوایا اور کہا: لوگوں کے نام لکھو اور بنی عبدِ مناف سے شروع کرو۔ سب سے پہلے علیؓ بن ابی طالب[۲۷۲] کے نام پانچ ہزار، حسن بن علیؓ کے نام تین ہزار، حسین بن علیؓ کے نام تین ہزار[۲۷۳] اور اپنے لیے چار ہزار درہم مقرر کیے۔[۲۷۴]۔۔۔۔۔سب سے پہلا مال جو آپ کی خدمت میں لایا گیا بحرین سے ابو ہریرہؓ نے پیش کیا تھا، اس[۲۷۵] کی مقدار سات لاکھ درہم تھی، آپ نے (یعنی فاروقؓ نے) کہا: حسبِ مراتب لوگوں کے نام لکھو ــــــ اور بنی عبدِ مناف سے لکھنا شروع کرو، پھر ابو بکرؓ اور اس کے متعلقین، پھر عمرؓ بن الخطاب اور اس کے متعلقین، جب عمرؓ نے دیکھا تو کہا، بخدا میں چاہتا ہوں کہ اپنا نام رسولؐ کے رشتہ داروں میں لکھواؤں لیکن رسولؐ اللہ سے شروع کرو اور پھر قریب تر کی ترتیب سے لکھتے جاؤ۔ حتیٰ کہ عمرؓ کو وہاں رکھو جہاں اللہ نے اُسے رکھا ہے"۔[۲۷۶]

۲۷۲ھ یہ سب کے سب علیؓ کے رشتہ دار، آپ کے بھائی اور چچا زاد بھائی ہیں۔

۲۷۳ھ سوائے اہلِ سنت کے، اہلِ سنت نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ فاروقؓ نے تمام بدری صحابہؓ کے لیے سوائے حسنؓ اور حسینؓ کے دو دو ہزار درہم مقرر کیے: حسنؓ اور حسینؓ کو رسولؐ اللہ کی قرابت کی وجہ سے ان کے والد کا حصہ بھی دیا اور اس طرح حسنؓ اور حسینؓ دونوں کے لیے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے، عباسؓ

ابنِ ابی الحدید نے لکھا ہے: نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے گھر والوں سے شروع کرو، اس کے بعد جو قریب تر ہو۔ چنانچہ

کے لیے بھی رسولؐ اللہ کی قرابت کی وجہ سے پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔" (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۱۳، ۲۱۴" کتاب الخراج" لابی یوسف ص ۲۳-۲۴، مطبوعہ مصر" فتوح البلدان" ص ۴۵۴، ۴۵۵ "کتاب الاموال" لابی عبید بن سلام)

بلاذری، یحییٰ بن آدم اور طرابلسی وغیرہ نے، جعفر بن محمد باقر، عبداللہ بن حسن اور علیؓ بن ابی طالب کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ "عمرؓ نے علیؓ کے لیے ایک حصہ علیحدہ کیا، پھر مزید اس میں اضافہ کیا۔" (فتوح البلدان للبلاذری ص ۲۰۸، "کتاب الخراج" لیحییٰ بن آدم ص ۸۷، مطبوعہ مصر قدیم، "الاسعاف فی احکام الاوقاف" للطرابلسی ص ۸ مطبوعہ مصر)

۲۷۴ اس کے باوجود یہ بات کہتے ہوئے انھیں شرم نہیں آتی کہ عمرؓ نے اہلِ بیت کے حقوق غصب کیے۔ یہی یعقوبی، جو ان کے چہروں پر حق کے تھپڑ مار رہا ہے، اسے بھی اللہ نے حق کے اعتراف واقرار کی توفیق دے دی۔ اس وقت علیؓ نہیں، عمرؓ امیر المومنین تھے۔

۲۷۵ جی ہاں! ابوہریرہؓ جن سے ان لوگوں کو صرف اس لیے حد درجہ کا بغض ہے کہ آپؓ نے رسولؐ اللہ کی وہ احادیث روایت کی ہیں جو آپ نے اپنے پاکیزہ صحابہؓ کے بارے میں فرمائی تھیں، بالخصوص صدیقؓ و فاروقؓ کے بارے میں، جی ہاں! یہ ابوہریرہؓ ہی تھے جو مال لے کر آئے تھے تو سب کے سب نے اللہ کے دیے ہوئے اس مال کو لے لیا جسے ابوہریرہ لائے تھے۔

۲۷۶ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ بیروت۔

بنی ہاشم سے ابتداء کی گئی، اس کے بعد بنی عبد المطلب کے نام لکھے گئے، اس کے بعد بنی شمس اور نوفل کے اور پھر قریش کی باقی شاخوں کے لوگوں کے نام، عمرؓ نے مدینہ کی عورتوں میں زنانہ چادریں تقسیم کیں، ان میں سے ایک خوبصورت چادر بچ گئی، موجود لوگوں میں سے کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ کی بیٹی کو دے دیں جو آپ کے گھر میں ہیں۔ ان کی مراد ام کلثوم بنتِ علیؓ سے تھی، آپؓ نے کہا میں ام سلیط کو یہ چادر دوں گا اس لیے کہ وہ ان میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے"۔[۲۷۷]

ثابت ہو گیا کہ فاروقؓ کسی کا بھی اتنا احترام و اکرام نہیں کیا کرتے تھے، جتنا اہلِ بیت کا احترام کرتے اور خیال رکھا کرتے تھے، بلکہ اپنے گھر والوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھا کرتے تھے۔

اپنے وقت میں دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ، کسرائ ایران یزدجرد کی بیٹی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ایران کے قیدیوں میں گرفتار ہو کر امیر المؤمنین اور خلیفۂ رسولؐ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کی گئیں، جب لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے سوچا کہ یہ امیر المؤمنین اپنے اس بیٹے کو دیں گے جو بڑے بہادر مجاہد تھے اور رسول اللہ کے جھنڈے تلے کئی ایک جنگوں میں دادِ شجاعت وصول کر چکے تھے، اس لیے کہ وہ یزدجرد کی بیٹی کے ہم پلہ تھے، لیکن فاروقؓ نے نہ انھیں اپنے لیے رکھا نہ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ اپنے گھر والوں میں سے اور کسی کے لیے، بلکہ

---

۲۷۷ ''نہج البلاغۃ'' لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۳-۱۱۴

سب پر نبی ﷺ کے اہلِ بیت کو مقدم سمجھتے ہوئے انھیں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دے دیا۔ انہی سے علی بن حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو حسینؓ کی اولاد میں سے کربلا میں بچ جانے والے واحد فرد تھے، آپ ہی سے حسینؓ کا سلسلۂ نسب آگے بڑھایا"۲۷۸ھ

مشہور شیعہ ماہرِ نسب ابنِ عنبہ نے بیان کیا ہے: "ان کا نام شہربانو تھا، کہا جاتا ہے کہ: آپ فتح مدائن کے مالِ غنیمت میں آئیں اور عمرؓ بن الخطاب نے انہیں حسین بن علیؓ کو دے دیا"۲۷۹ھ

مشہور شیعہ محدث اپنی صحیح "الکافی فی الاصول" میں محمد باقر سے نقل کرتا ہے کہ: جب یزدجرد کی بیٹی عمرؓ کے پاس آئیں تو مدینہ کی سب کنواریوں سے بڑھ کر تھیں، جب مسجد میں داخل ہوئیں تو ان کے حسن کی تابانی سے مسجد روشن ہو گئی، عمرؓ نے جب انھیں دیکھا تو آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی رہ گئے۔ وہ کہنے لگیں، اف بیروج باد اہرمز۔ عمرؓ نے کہا: مجھے گالی بکتی ہو اور ان کی طرف بڑھنا چاہا تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: آپ کو ایسا نہیں کہنا، اسے مسلمانوں میں سے اپنے لیے کوئی آدمی چن لینے دیجئے، آپؓ نے انھیں

۲۷۸ھ ان لوگوں سے پوچھیے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ حسینؓ کی اولاد میں سے ہیں پھر فاروقؓ کو گالیاں بکتے اور آلِ محمد پر ظلم کرنے والا کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ فاروقؓ نے آلِ محمدؐ کی خلافت غصب کر لی۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ان حضرات کا وجود بھی نہ ہوتا، اگر آپؓ غاصب تھے تو حسینؓ اس لونڈی کو قبول کرنے پر کیوں راضی ہوئے جسے ایک جنگ میں جو آپؓ کے جھنڈے تلے لڑی گئی تھی، گرفتار کیا گیا تھا، ذرا سوچیے غور کیجیے!

۲۷۹ھ "عمدة الطالب فی انساب ابی طالب" فصل ثالث زیرِ عنوان عقب الحسین (اولاد حسین) صفحہ ۱۹۲

کسی کو چن لینے کا اختیار دے دیا۔ وہ آئیں اور اپنا ہاتھ حسین علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا، امیر المومنین نے ان سے پوچھا، تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جہاں شاہ، امیر المؤمنین نے کہا: بلکہ شہر بانویہ پھر حسینؓ سے کہا: اے عبداللہ! یہ تمہارے لیے روئے زمین پر بہترین بچہ جنم دے گی، چنانچہ آپ نے علی بن حسین کو جنم دیا، اسی لیے علی بن حسینؓ کو ابن الخیرتین (بہترین ماں اور بہترین باپ کی اولاد) کہا جاتا ہے، عرب میں سے بہترین ہاشم ہیں اور عجم میں سے فارس، ابوالاسود دائلی نے آپ کے بارے میں ایک شعر کہا ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے)

"کسریٰ اور ہاشم کے ملاپ سے جنم لینے والا بیٹا
سب بچوں سے زیادہ محترم و مکرم ہے!" [۲۸۰]

جیسا کہ گزر چکا ہے، حسینؓ سے پہلے آپ کے والد علیؓ کی فاطمہؓ کے ساتھ شادی کروانے میں بھی آپؓ ان کی مدد کر چکے ہیں۔

حضرت فاروقِ اعظمؓ خمس اور مالِ غنیمت سب سے پہلے نبیؐ کے اہلبیت میں تقسیم کیا کرتے تھے، ایسا ہی رسول اللہؐ اور آپؐ کے بعد ابوبکرؓ بھی کیا کرتے تھے، یہ بات ہم ابوبکرؓ کے ذکر میں اور فدک کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ:

"ابوبکرؓ فدک کے غلہ میں سے اتنا اہلِ بیت کو دے دیا کرتے تھے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا، باقی کو تقسیم کر دیا کرتے تھے، ان کے بعد عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے، ان کے بعد عثمانؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے،

---

[۲۸۰] "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۴۶۷ "ناسخ التواریخ" ج ۱ ص ۲۰۴۔

ان کے بعد (انہی کے طریقوں اور معمولات کے مطابق) علیؓ بھی کیا کرتے تھے"۔ ۲۸۱ھ

آپ کے دل میں اہلِ بیت کے لیے کس قدر احترام تھا اس کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے جو ابنِ ابی الحدید نے یحییٰ بن سعید سے نقل کی ہے، آپ کہتے ہیں: "ایک دن عمرؓ نے حسین بن علیؓ کو اپنے پاس کسی کام کے لیے آنے کا حکم دیا، حسین بن علیؓ کی ملاقات عبداللہ بن عمرؓ سے ہوئی، آپ نے ان سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: والد کے ہاں گیا اجازت چاہی لیکن میرے والد نے مجھے اجازت نہیں دی، یہ سن کر حسینؓ لوٹ گئے اور گمان کیا وہ مصروف ہوں گے، دوسرے دن عمرؓ آپ سے ملے تو پوچھا: میرے پاس کیوں نہیں آئے؟ آپ نے کہا: میں آیا تھا لیکن آپ کے بیٹے عبداللہؓ نے بتایا کہ آپ نے ان کو آنے کی اجازت نہیں دی، اس لیے میں پلٹ گیا۔ عمرؓ نے کہا: کیا آپ میرے نزدیک اس جیسے ہیں؟ آپ آتے تو میں کیسے اجازت نہ دیتا"۔ ۲۸۲ھ

علی بن حسینؓ اپنے والد حسین بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب تمام بنی ہاشم کے بارے میں کہا کرتے تھے: "بنی ہاشم کی عیادت کرنا سنت ادا کرنے اور ان کی زیارت نفل ادا کرنے کے برابر ہے"۔ ۲۸۳ھ

طوسی اور صدوق نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کسی آدمی سے حضرت علیؑ

۲۸۱ھ "شرح نہج البلاغۃ" لابنِ میثم ج ۵ ص ۱۰۷ "الدرۃ النجفیۃ" ص ۳۳۳۔ ابنِ ابی الحدید

۲۸۲ھ "شرح نہج البلاغۃ" لابنِ ابی الحدید ج ۳ ص ۱۱۰

۲۸۳ھ "الامالی" للطوسی ج ۲ ص ۳۴۵ مطبوعہ نجف

بن ابی طالب کے متعلق کوئی ناروا بات نہ سنتے اور نہ برداشت کرتے تھے۔ ایک دفعہ "حضرت عمرؓ کی موجودگی میں کسی آدمی نے حضرت علیؓ کے بارے میں کوئی ناروا بات کہہ دی تو آپؓ نے حضورؐ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کیا اس صاحبِ قبر کو جانتے ہو؟.... جب بھی علیؓ کا ذکر کرو خوبی کے ساتھ کرو، اگر انہیں تکلیف پہنچاؤ گے تو اِن صاحبِ قبر کو تکلیف پہنچاؤ گے"۔[۲۸۴]

اہلِ بیت کی آپؓ سے محبت اور آپؓ کی بیعت کرنا

اہلِ بیتِ نبیؐ آپؓ کے ساتھ بے حد محبت اور آپ کی عزت و احترام کیا کرتے تھے، کوئی بھی آپؓ کے بارے میں کچھ ایسی ویسی بات کہتا تو اس کی بات پر ہرگز کان نہ دھرتے، کوئی اگر آپ پر طعن و تشنیع کرتا تو اہلبیت اسے سخت بُرا کہتے، اس کی تردید کرتے اور اسے سختی سے ڈانٹ دیا کرتے تھے۔ تفصیل ان شاء اللہ آگے بیان کی جائے گی۔

اہلِ بیت آپ کی عزت و احترام کے بدلے میں ہمیشہ آپ کے ساتھ احترام و توقیر کا معاملہ کرتے رہے، نبوت کے ثمرات انہیں دیے، ان سے شادیاں کیں، ان کی فرمانبرداری کی، پورے خلوص کے ساتھ اطاعت و وفا کرتے رہے، آپ کے خیر خواہ رہے، اس چیز کا مشورہ دیتے جو بہتر سمجھتے، وہ آپ کو اپنا وزیر بناتے تو آپ ان کی وزارت و نیابت قبول

---

۲۸۴ "الآمالی" للطوسی ج ۲ ص ۴۶ "الآمالی" للصدوق ص ۳۲۴ - اس جیسی روایت "المناقب" لابنِ شہر آشوب ج ۲ ص ۱۵۲ مطبوعہ ہندوستان میں بھی ہے۔

کرتے، ان کے جھنڈے تلے جہاد کرتے، کتاب و سنت کے مطابق نصیحت کی بات بتلانے میں کبھی پس و پیش نہیں کیا، جو مانگا پیش کر دیا، آپؓ کے لیے ہر قیمتی سے قیمتی چیز کو خرچ کر ڈالا۔

علیؓ بن ابی طالب اپنے ایک خط میں جو آپ نے مصر کے دوستوں کی طرف اپنے عامل مصر محمد بن ابی بکر کے قتل کے بعد لکھا، اس بات کا اقرار کر رہے ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"پھر ابو بکرؓ نے امورِ (سلطنت) سنبھال لیے ..... جب آپ اس دنیا سے چلے گئے تو عمرؓ نے انھیں اپنی ذمہ داری میں لے لیا، ہم نے آپ کی بات سنی، اطاعت کی اور خیر خواہ رہے" ۲۸۵ اس کے بعد حسبِ عادت آپؓ کی بے حد تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں — "اور عمرؓ نے اقتدار سنبھال لیا، آپ پسندیدہ سیرت اور بابرکت شخصیت کے مالک تھے" ۲۸۶ یعنی ہم نے آپ کی بیعت کرنے میں پس و پیش نہیں کی اور نہ آپ کی بات سننے، عمل کرنے اور نصیحت کرنے میں کبھی بخل سے کام لیا۔ کیونکہ آپ کی سیرت بہت پاکیزہ اور اعلیٰ تھی، آپ کی ذات بابرکت و متبرک تھی، آپ اپنے امور میں کامیاب رہے، اپنے مقاصد میں کامرانی حاصل کی۔ ہم نے آپ کی بیعت [ع]

---

۲۸۵ قوم شیعہ کے شیخ، طوسی نے بھی اپنی کتاب "الامالی" میں یہی بات علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

۲۸۶ س۔ خ کے پردے میں چھپنے والے کی مخالفت کے باوجود، جو جھوٹ کی اوڑھنی میں چھپنا چاہتا ہے۔ ہماری کتاب کا جواب دیتے

ع اس کے بعد ربط عبارت کے لئے دیکھئے ص ۲۱۱ (یہاں سے ص ۲۱۱ تک تمام تر حاشیہ ہے)

اور رد کرتے ہوئے بھی اسے ہی ثابت کر رہا ہے جو ہم کہہ چکے اور ثابت کر چکے ہیں ـــــ وہ سمجھتا ہے کہ وُہ ہمیں جھٹلا سکتا ہے، ایسے واضح حقائق کو جھٹلا سکتا ہے جن سے فرار ممکن نہیں۔ ہمارے پیش کردہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے فضائل کو نقل کرنے کے بعد کہتا ہے:

اگر اس وقت میں علی کے منبر کے نیچے موجود ہوتا جب آپ روئے تھے، اور ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کی تعریف میں یہ خطبہ دیا تھا، تو میں آپ سے کہتا: اے علی! ہمیں ان کی مخالفت اور خامیاں بیان کرنے کی جرأت دینے والے آپ ہی ہیں، آپ ہی نے رسول اللہ کے اہلِ بیت اور رسول اللہ کے منتخب ساتھیوں کو ان دونوں کی بیعت کرنے سے منع کیا تھا جس سے مجبور ہو کر عمر نے لکڑیاں اٹھائیں اور آپ کے گھر اور گھر والوں کو جلا ڈالنا چاہا، اس گھر کو جس میں رسول اللہ کی بیٹی تھی، اس سے (عمرؓ سے) کہا گیا کہ اس میں رسول اللہ کی بیٹی ہے تو وُہ کہنے لگا: بے شک ہو...... تا آنکہ آپ نے مجبور ہو کر چھ ماہ بعد بیعت کی، اس وقت تک بیعت نہیں کی، جب تک کہ آپ کی زوجہ فوت نہیں ہو گئیں۔ وہ اس پر برہم تھیں، جو اس نے آپ کے ساتھ اور ان کے ساتھ کیا تھا (فاطمہؓ) نے آپ کو وصیت کی تھی کہ انھیں رات کو دفنایا جائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ ایسا انہوں نے آپ کے ساتھ کیے گئے سلوک پر احتجاج کے طور پر کہا تھا:

اے علی ـــــ جب آپ جانتے تھے کہ رسول اللہ کے ہاں ان دونوں حضرات کا یہ مقام ہے تو آپ نے آپ کی زوجہ اور آپ کے ساتھیوں نے ایسا کیوں کیا؟ آپ کے اسی فعل نے ہمیں بے باک کر دیا ہے کہ ہم ان کے ان کاموں پر جو اُن سے سرزد ہوئے ہیں تنقید کریں۔

اے علی ! پھر آپ نے اس پر بس نہیں کی، آپ نے معاویہ بن ابی سفیان کو، جنھوں نے آپ کو اس واقعہ پر عار دلائی تھی اور کہا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو کمزور اونٹ کی طرح نکال باہر کیا، آپ نے انھیں خط میں فخر کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ ۔۔

واجب کر دی تھی رسول اللہ نے اپنی ولایت
غدیر خم کی صبح تم لوگوں کے درمیان !

تو اے علی، پھر آپ کیسے دعوے کر سکتے ہیں (کہ رسول اللہ ان دونوں حضرات کی رائے جیسی اور کوئی رائے نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی اور کسی سے اتنی محبت کرتے تھے جتنی آپ دونوں سے) ہم نے تاریخ میں بہت سے ایسے معاملات پڑھے ہیں جن میں عمر نے رسول اللہ کی مخالفت کی۔ جنگِ بدر کے بعد عمر کی رائے یہ تھی کہ رسول اللہ اپنے چچا عباس کو لائیں اور ان کی گردن مار دیں، رسول اللہ نے عمر کی مخالفت کی اور دیت لے کر انھیں چھوڑ دیا، اسی طرح فتح مکہ کے دن عمر کی رائے تھی کہ رسول اللہ ابو سفیان کے بارے میں حکم دیں کہ اس کی گردن ماری جائے، رسول اللہ نے روک دیا، اسے کھلی چھٹی دے دی اور اس کے گھر کو خوف زدہ لوگوں کے لیے جائے امان قرار دیا۔

اخیر میں رسول اللہ کا اپنی وفات کے قریب یہ کہنا کہ: میرے پاس قلم اور کاغذ لاؤ تاکہ میں تمہیں ایسی چیز لکھ دوں جس سے میرے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے، عمر نے اس کی بھی مخالفت کی اور کہا: ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے جس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اس سے رسول اللہ کو غصہ آگیا، آپ نے سب کو نکال دیا اور کہا، میرے پاس سے اٹھ جاؤ، سب اٹھ

کھڑے ہوتے۔

اسی طرح کی بہت سی مخالفتیں اس نے کیں، اے علی! آپ صحیح بات کیوں نہیں کہتے؟

(اس کے بعد ذرا نرم ہو کر ــــ اے علیؓ ــــ) آپ جانتے ہیں کہ آپ نے اپنی زندگی میں اس کی کسی بات اور رائے کو قبول نہیں کیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد یہ آپ کو کیوں کر معلوم ہو گیا، کیا رسول اللہ نے آپ کو یہ بتایا تھا؟ جب ان دونوں کے درمیان ــــ ابوبکر و عمر کے درمیان ــــ خالد بن ولید کے مسئلہ پر اختلاف ہوا تو رسول اللہ کی رائے ان دونوں میں سے کس کے ساتھ تھی؟

کوئی شک نہیں کہ علی یہ کہیں گے، لعن اللہ الکاذب المفتری

(کتاب الشیعۃ فی المیزان۔ مصنف س۔خ ص ۸۸، ۸۹، ۹۰۔ مطبوعہ بیروت)

ہاں میں بھی یہی کہتا ہوں "لعن اللہ الکاذب المفتری"، خواہ وہ پردہ نشین س۔خ ہو یا صافی ہو۔ "فشرکما لخیرکما فداء" (تم دونوں میں بُرا بہتر آدمی پر قربان)

علی بن ابی طالب یہ کہہ کر اس کی تکذیب کر رہے ہیں کہ: اے سوال کرنے والے گستاخ، جھوٹے اور دروغ گو، تو اس قدر بیباک ہے کہ میرے منبر کے نیچے بیٹھ گیا، تو ابنِ ملجم کی اولاد کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا، تو میرے داماد، رسولؐ اللہ کی بیٹی کی بیٹی اور میری بیٹی کے شوہر کو گالیاں بکتا ہے، تو میری طرف وہ کچھ منسوب کرتا ہے جو نہ میں نے کیا نہ میں نے کہا، تو فاروقؓ کو جھٹلاتا ہے اور مجھے بھی، پھر بھی میری محبت و عقیدت کا دعوای کرتا ہے،

تو کہتا ہے کہ میں نے تجھے ان دونوں کے خلاف بیباک کیا، تو ابن سبا کے نطفہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا، تو اس خوف کی وجہ سے اس کے وجود سے انکار کرتا ہے کہ تیرے اسی جیسے اعمال و اقوال تجھے رسوا نہ کر دیں، لوگ تیرے اندر کی گندگی کو نہ دیکھ لیں، تو جانتا ہے کہ جب اس نے دین میں فتنہ و فساد اور مسلمانوں میں اضطراب و تشویش پھیلانا چاہی تو میں نے اسے مار ڈالا اور جلا ڈالا تھا، تیرے بڑوں نے تجھے اس کے بارے میں بتایا ہوگا، اب پھر تو چودھویں صدی میں آنکلا ہے اور اس کا انکار کر رہا ہے، تیرے پچھلے سب کے سب اس کے وجود اور اس کی گندی کرتوتوں کا اعتراف کر چکے ہیں.

لعنة الله على الكاذب والمنكر والمفترى!

"لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ"!

تُو بتا جھوٹا کون ہے؛ تُو یا تیرا ساتھی؟

جہاں تک سربراہ اہل بیت کا تعلق ہے. اللہ کی پناہ کہ تیرے اندر کے خبث اور زبان کی غلاظت کا کوئی چھینٹا بھی ان پر پڑے، پھر ذرا سوچ کہ علیؓ کے کتنے خطبوں کا تو منکر ہے؛ کتنی ہی آپؓ کی عبارتوں کا تو انکار کر رہا ہے یہاں ہم نے علی رضی کا ایک خطبہ بیان کیا ہے، تو تُو ان سے محبت کا دعویدار ہے، تیری ہی کتاب ہے، تُو اور تیری پوری قوم نے جمع ہو کر اس کی تحقیق کی، پھر تم لوگوں نے، خود تم لوگوں نے اسے شائع کیا اور یہ کہہ کر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا کہ کتاب "الغارات" اور ثقفی کی تمام کتابوں سے شیعہ نے سیرابی حاصل کی، یہ کتب شیعہ کا ماخذ ہیں۔ بہت کم آپ کو شیعہ کی کوئی ایسی کتاب ملے گی جس میں اس کا ذکر نہ ہو"

ثقفی سے بہت سے شیعوں نے براہِ راست، اور بالواسطہ روایت کیا ہے"۔

(مقدمۃ الغارات، للثقفی ص ۴)

مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب شیعہ حضرات کے سب سے اہم مراجع میں سے ہے۔ اس سے انہوں نے بہت کچھ چرا لیا ہے۔ بفضل اللہ و منّہ اس میں ان کے نہ چاہنے کے باوجود یہ بات موجود ہے کہ علی رضی نے صدیق رضی و فاروق رضی کی بیعت کی اور پورے اخلاص کے ساتھ وفا کی، آپ رضی نے خود صدیق رضی و فاروق رضی کی وفات کے بعد اس بات کا اقرار کیا ہے۔ اب صاحبِ انصاف کیا کہتے ہیں؟ وہ کہیں گے کہ:

"لعن اللہ الکاذب والمفتری"!

عبداللہ بن سبا

جہاں تک عبداللہ بن سبا کے انکار کا تعلق ہے تو یہ ایک ایسی واضح حقیقت کا انکار کرنا ہے، جیسے کوئی دوپہر کے وقت سورج کے نکلنے کا انکار کرے۔ متقدمین میں سے کسی آدمی نے بھی اس کے وجود کا انکار نہیں کیا، پتہ نہیں ان میں سے کس کو حق کا زیادہ علم تھا؛ متقدمین کو یا متاخرین کو؟ یہ لوگ خوفزدہ ہیں کہ اپنے بانی اور والد کا ذکر کریں۔ ہم پوری قوم کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ سب کے سب مل کر متقدمین میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ثابت کر دیں کہ وہ اس کے وجود کا منکر تھا۔ اور اُسے ایک خیال اور وہم سمجھتا تھا۔

یہ سب کے سب لوگ خواہ کتنے ہی ہوں۔ ان میں ہمارا وہ دوست بھی جس نے ہمیں جواب دینا چاہا ہے، پر اُسے کاش کہ جواب دے سکتا۔

میں کس قدر مشتاق ہوں اس بات کا کہ کوئی مجھے جواب دینے کی جسارت کرے اور میں دیکھوں کہ اس نے مجھے کیا جواب دیا ہے؟ اگر وہ سچا ہوا تو میں اپنی غلطی تسلیم کر لوں گا، اپنا قصور اور خطا مان لوں گا۔ مجھے بہت تمنا ہے کہ جو کچھ میں نے ان کی کتابوں سے نقل کیا ہے کوئی کہے کہ یہ صحیح نہیں، یا اس کا ماخذ ثقہ نہیں، یا منسوب کردہ عبارت صحیح نہیں ہے۔ یا کوئی مجھے بتائے کہ میں نے غلط نتیجہ اخذ کیا ہے، یا بے جا استدلال کیا ہے؟ میں اپنے آپ کو لغزش و خطاء سے بری قرار نہیں دیتا۔ میں کیا خود علیؓ بن ابی طالب نے جنہیں یہ معصوم کہتے ہیں، خطا سرزد ہو جانے کا اعتراف کیا ہے، آپ خود کہہ رہے ہیں:

"صرف میری بات اور مشورہ کو تم حق کے لیے کافی نہ سمجھو، میں خطاء سے مامون نہیں ہوں"۔ ۲۸۷ھ

میں یہی چاہتا ہوں، لیکن اللہ کے احسان اور فضل سے ان کی تمام بکواسات، گالی گلوچ، تعریضات، نام بگاڑنے اور بار بار جھوٹ بولنے سے میرے اعتماد اور یقین میں اضافہ ہی ہوا ہے کہ اللہ نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا دفاع کرنے کی توفیق بخشی۔ ان لوگوں کے پول کھلے اور حقیقتِ واقعی کا پتہ چلا ہے اور سب کچھ خود

۲۸۷ھ "الکافی فی الاصول" "اعیان الشیعۃ" جلد ا صفحہ ۱۳۶ سے منقول، اگر خطاء کا امکان خلافت و امامت کے منافی ہے تو یہ تو آپ کے امام کو بھی تھا۔ خود انہوں نے اعتراف کیا ہے اور ان کی سب سے مقدس کتاب میں موجود ہے، تو پھر کیا معنٰی ہوں گے؟

ان کی اپنی کتابوں سے، اور وُہ کچھ بھی نہیں کر سکے۔ وہ ہماری ذکر کردہ کسی چیز کو جھٹلا نہیں سکتے کہ اس طرح وہ خود اپنی کتابوں کا انکار کر بیٹھیں گے، اگر وُہ ان باتوں کی تکذیب کریں گے تو اپنے ہی محدثین، فقہاء۔ اور ائمہ کی تکذیب کریں گے!

ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ہم نے اپنی کتاب "الشیعۃ والسنۃ" میں عبداللہ بن سبا، یہود کی اولاد کا ہونا ابنِ حجر عسقلانی، ذہبی، ابنِ حبان، ابن ماکولا اور بخاری وغیرہ سے نقل نہیں کیا بلکہ ان کے امام کشی کی "الرجال"، ان کے امام نوبختی کی "الفرق" اور شیعہ مورخ کی کتاب "روضۃ الصفا" سے نقل کیا ہے۔ یہ تینوں کی تینوں کتابیں ان کی اپنی ہیں جنھیں ان کے اکابر نے تصنیف کیا ہے اور پھر ان پر انہی حضرات نے تحقیق کی ہے۔ اس میں جو کچھ بھی لکھا ہے، حاشیہ نویس اور تحقیق کرنے والے نے پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے، اب کیونکر کسی کو یہ حق ہے کہ وُہ عقلاء کو بیوقوف، اور علماء۔ عارفین کو پاگل کہنے؟ یہ شیعہ لکھتا ہے، یہ ابنِ سبا کون تھا، اس کے پاس ایسی عجیب وغریب طاقت کہاں سے آئی؛ کبھی ہم اسے مصر میں اور کبھی عراق میں دیکھتے ہیں، کبھی بصرہ اور کبھی کوفہ میں، وہ ہر واقعہ میں موجود ہوتا ہے، ہر حادثہ کی اسے خبر ہے۔ یہ طاقت اسے کہاں سے ملی کہ وہ جو چاہے اور جب چاہے کر گزرے، مورخین نے اس کے ذکر سے کیوں غفلت برتی، کیوں خلیفہ حضرت عثمان کو اس پر شک نہیں گزرا، جنھیں ابوذر، عمار اور عبدالرحمن پر بھی شک ہو گیا تھا، اور آپ نے ان سے وہ کچھ کیا جو کیا، حالانکہ وُہ رسول اللہ کے صحابہ اور مسلمانوں میں صاحبِ حیثیت تھے۔ کیوں اس یہودی کے ساتھ بھی آپ وہی کچھ نہیں کرتے جو آپ نے ان کے ساتھ کیا بلکہ ان کی باتوں اور شکایات میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔

یہ یہودی ابن السوداء العزبی ایسی متضاد صفات کا مالک تھا۔ سوائے تخیل کے اس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں۔ جو عثمان بن عفان کو معذور قرار دینا چاہے، اس کے لیے پسندیدہ چیز ہے۔ اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس بات پر دلائل ہونے کے کہ وہ نہیں تھا، اس کے خارجی وجود ہونے پر اصرار کیا جاتا ہے۔" ۲۸۸

اے عقل کے مارے ہوئے اور رائے کے اندھے تو کس سے پوچھے گا؟ ہم سے پوچھے گا یا اپنے کشی اور نوبختی سے پوچھے گا؛

افسوس حق کو چھوڑنے اور باطل کو اپنانے پر، افسوس ہے کہ ایک تو جھوٹ اور پھر اس پر اصرار اور دھوکہ دہی! کیا ایسی نفرت انگیز باتیں لکھ کر وہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو مرعوب کرلیں گے، ان کے پول کھولنے والوں اور ان کی گندگیوں سے مطلع کرنے والوں کو ڈرا دیں گے؟ ایک نظر پھر ان کلمات پر ڈالیے، کس قدر جھوٹ، اس پر اصرار اور ہٹ دھرمی و باطل پرستی! ان کی عقل ماری گئی، گمراہی و کجروی میں اس قدر بے باکی؟ جاہل اور اصل واقعہ سے بے خبر آدمی پڑھے تو دھوکہ کھا جائے! کتنے ہی مسکین ہیں۔ جو ایسی چیزوں کو اہمیت دیتے ہیں جن کا اصل سے کوئی تعلق نہیں، جو سراسر بے بنیاد ہوتی ہیں، لیکن ان لوگوں کو حق اور حق جاننے والوں کی گرفت سے کون بچائے گا؟

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"ہم شیعہ حضرات نے ابن سباء کے مسئلہ پر تاریخ کو کھنگالا ہے، ہمیں

---

۲۸۸ "کتاب الشیعۃ والسنۃ فی المیزان" ص ۳۱، ۳۲ مطبوعہ بیروت

معلوم ہوا ہے کہ یہ شخصیت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی" ۲۸۹ھ

ہم کہتے ہیں، آپ نے تاریخ کو کیسے کھنگالا؟ حقائق کے سامنے آنکھیں بند کر کے کہ صدق و حقیقت کو کم دیکھ سکیں، غافل دل کے ساتھ" بلکہ دل پر مہر لگا کر!

اگر ایسا نہیں تو تو یہ بات ہرگز نہ کہتا، جو کچھ تو نے لکھا ہے کبھی نہ لکھتا، تو جانتا تھا کہ چودھویں صدی ہجری سے پہلے تو اپنی قوم اور اپنے قبیلہ میں سے کسی کو نہ پائے گا جو اس سلسلے میں تیری مدد کرے۔ ہاں ہاں! ورنہ، ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

اس سلسلے میں تو نے اپنے ہی جیسے ایک آدمی کی تقلید کی، لَھُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَہُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِھَا، اس کے باوجود کہ تو نے تحریفِ قرآن کی بحث میں کہا ہے:

"ہمارے سوا جو دوسرے لوگ ہیں" وہ عدمِ تحریف کی بات صرف اس کی تقلید میں کہتے ہیں جس نے قرآن جمع کیا، یہی تقلید ہے" جسے اندھی تقلید کہا جاتا ہے" اور "الاصول والفروع" میں ہم اس کا رد کر چکے ہیں۔ یہی وہ تقلید ہے جس کی خدا نے مذمت کی ہے۔ جب یہود و نصاریٰ کی مذمت کی کہ وہ احبار و رہبان کی اتباع کرتے ہیں اور ان کے اقوال بغیر سوچے سمجھے قبول کر لیتے ہیں۔ اسی کو خدا نے عبادت و پرستش سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ وہ لوگ ان کی پرستش نہیں کرتے تھے، بس ان کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے تھے۔ وہ جو بھی حکم دیتے" بغیر کسی شرعی جواز کے اسے قبول

۲۸۹ھ اس کے کلام کا خلاصہ ص ۸۲-۹۰

کر لیتے، بلکہ تقلید کرتے۔ یہ دراصل ان کی عبادت ہی تھی لیکن وہ سمجھتے نہیں تھے"۔ ۲۹۰ھ

دیکھیے کس قدر تضاد و تناقض ہے، یہ جھوٹوں کا خاصہ اور لازمہ ہے کہ ایک چیز سے انکار کریں گے اور پھر وہی کہیں گے:

عار علیک اذا فعلت عظیم!

تم اہلِ سنّت کے متعلق یہ کہتے ہو کہ وہ تحریفِ قرآن کے قائل اس لیے نہیں کہ قرآن جمع کرنے والوں صدّیق و فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کی تقلید کرتے ہیں۔ مگر تم سیّد حیدر، محمد جواد حنفیہ، وردی، شیبی، طٰہٰ حسین اور کچھ مستشرقین کی تقلید کرتے ہو جو سب کے سب اس صدی کی پیداوار ہیں، جن کے پاس اس کے انکار کی کوئی دلیل اور سند نہیں۔ اگر کوئی دلیل ہوتی تو وہ یہ بات کہنے پر مجبور نہ ہوتے کہ: "یہ چوتھی صدی ہجری کی شخصیت ہے"۔ چوتھی صدی کا لفظ ہی خود تمہاری تکذیب اور تمہاری رائے کی خفت کا آئینہ دار ہے۔ اگر ذرا سا بھی تدبر کر لیتے تو یہ نہ کہتے، اس لیے کہ جس ماخذ و مصدر سے ہم نے یہود کی اولاد عبداللہ بن سبا کی حکایات اور سرگرمیاں نقل کی ہیں، وہ شیعہ حضرات کی مشہور معتمد اور ثقہ کتاب ہے۔ وہ اس سے ایک صدی پہلے لکھی جا چکی اور وجود میں آ چکی ہے یعنی تیسری صدی ہجری میں، وہ نوبختی کی کتاب "فرق الشیعہ" ہے۔ کتاب پر ابو محمد حسن بن موسٰی نوبختی کے نیچے اسی طرح کالے لفظوں میں، جیسا کہ ان کے نہ ماننے والے دل کالے ہیں، یہ عبارت لکھی ہے ـــــ من علماء القرن

۲۹۰ھ (ص ۴۹-۵۰)

الثالث للهجرۃ۔

میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح استاذ اسد حیدر نے عبداللہ بن سبا، کی شخصیت کا، بغیر کسی دلیل اور سند کے، محض اقوال اور بے معنی کلام سے انکار کر دیا۔ اس کا سارے کا سارا کلام دردی، مغنیہ اور طٰہٰ حسین وغیرہ کی طرح وہم و خیال پر مبنی ہے، کہتا ہے: "بہت کم تاریخ اسلام[۲۹۱] کی کوئی کتاب معرضِ وجود میں آئی ہے جس میں عبداللہ بن سبا، پر بحث نہ کی گئی ہو اور[۲۹۲] ان کتابوں کے کئی صفحات اس ذکر سے نہ بھرے ہوں"۔۔۔۔ پھر کہتا ہے۔۔۔۔ "اب وقت آ گیا ہے کہ ہم پلٹ کر دیکھیں اور معلوم کریں کہ اس کہانی کی ابتدا کیسے ہوئی۔۔۔ اے استاذ کیا متقدمین میں سے کسی نے معلوم نہیں کیا، کیا انہوں نے تجھے اور تیرے زمانے والوں کو چھوڑ دیا تھا کہ وہ تحقیق کریں؟۔۔۔۔ تاکہ ہم عرصہ سے بیان کی جانے والی اس بے بنیاد کہانی کے عوامل جان سکیں"[۲۹۳]

ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے معلوم کرتا ہے اور کیا معلوم کرتا ہے! مگر وہ مسئلہ کو ضرورت سے زیادہ آسان سمجھتا ہے اور کہتا ہے:

"وہ غلطی پر ہے جو یہ کہتا ہے کہ، ابن سبا۔ کے جھگڑے پر بحث کرنا ان امور میں سے ہے جن کی بحث میں اب کوئی فائدہ نہیں کہ انھیں دوبارہ زندہ کیا جائے۔ زمانہ بدل گیا ہے، یہ ماضی کے دفن کیے پارینہ قصے ہیں، گڑھے مردے اکھاڑنا اور اوراقِ پارینہ کو نشر کرنا اب مناسب نہیں، زمانہ انہیں ہضم کر چکا ہے۔"

۲۹۱ھ بلکہ صحیح لفظوں میں شیعہ کی تاریخ۔

۲۹۲ھ یہی وجہ ہے کہ انہیں دکھ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

۲۹۳ھ "الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ" ج ۶ ص ۴۸۶ مطبوعہ بیروت۔

مزید لکھتا ہے: "مگر یہ معاملہ ویسا نہیں جیسا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اب لپیٹ کر رکھ دیئے گئے صفحے اور بھولے بسرے واقعات ہیں، بلکہ یہ مسائل ہر وقت تازہ ہیں، زمانہ کتنا ہی گزر جائے یہ متغیر نہیں ہوتے، یہ ہر وقت شائع ہوں گے اور ہمارے دور کے اکثر لکھنے والوں کے لیے دلیل اور بنیاد بنیں گے۔ جن کی بنا پر وہ شیعہ حضرات پر تنقید کر سکیں گے" ۲۹۴ھ

ہاں یہ معاملہ ویسا نہیں جیسا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قصہ پارینہ ہیں، بلکہ جب بھی تاریخ شیعہ ان کے اعتقادات اور ان بنیادوں کی جن پر ان کا مذہب قائم ہے، بحث کی جائے گی، یہ تازہ مسئلہ کی حیثیت رکھیں گے۔ یہ ایسی حقیقت ثابتہ ہے جسے دنوں کی گردش متغیر نہیں کر سکتی، خواہ کتنا ہی جھٹلایا جائے، بغیر سند اور دلیل کے کتنی ہی بلند آواز میں انکار کیا جائے، کتنا ہی زمانہ گزر جائے، یہ قوم شیعہ، ان کے اصول اور ان کے بانیوں کی حقیقت معلوم کرنے کا ایک وسیلہ ہو گا۔ اس سے ان لوگوں کو معلوم کیا جا سکے گا جنھوں نے امتِ اسلامیہ کو شکار کرنے کے لیے یہ جال بُنے، جی ہاں! ایسا ہی ہے جیسا کہا گیا ہے، اچھا اس کے بعد کیا؟

اس کے بعد چھ صفحے سیاہ کرنے کے بعد کہتا ہے:

"ابنِ سبا، کے معاملے نے بہت سے مستشرقین اور دوسرے لکھنے والوں کے دلوں میں یہ خواہش پیدا کر دی ہے کہ وہ اس مسئلہ کا خصوصی توجہ کے ساتھ احاطہ کریں، کچھ اپنے بیان سے، زوردار اور تیز الفاظ کی وجہ سے اور اپنے زورِ قلم سے اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے۔ بار بار اسے دہرایا ہے

۲۹۴۔ ایضاً ص ۲۰۷

تاکہ جو اس کی عدمِ صحت کا یقین رکھتا ہے، اس کے واقع ہو چکنے کا یقین کرلے۔ گویا یہ ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں "۲۹۵ھ

ہاں یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، مگر وُہ ریت پر اپنی عمارت قائم کرنا چاہتا ہے، ایسا کبھی نہیں ہوا۔ طویل کلام کے بعد کہتا ہے: "بہت سے لوگ اس کی شہرت کی وجہ سے سمجھتے ہوں گے کہ یہ قصہ کسی ثقہ ماخذ سے ماخوذ ہے۔ بہت سی تاریخ اور ادب کی کتابوں میں ہے، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس کا کوئی ایسا ماخذ نہیں جس پر ذرا سا اعتماد بھی کیا جا سکے، جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ" ۲۹۶ھ

ہم اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتے کہ یہ کہتے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ چلیں کہ: "اے استاذ! یہ سب چھوڑ اور بیان کرتا چلا جا!"

لیکن وہ نہیں چاہتا کہ اسے چھوڑ دیا جائے اور وہ پھر ہواؤں میں چلنا اور فضا میں اڑنا شروع کر دے، اس کے بعد اس نے مزید چار صفحے ضائع کیے اور "المصدر" کے نام سے ایک عنوان قائم کیا، لکھتا ہے: "ہم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہم اس معاملہ کے ماخذ کو پیش کریں گے اور اس سرچشمہ کو معلوم کریں گے جس سے انہوں نے معلومات اخذ کر کے کتاب لکھی ہے، ایک کتاب میں ہم نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ اس کی صحت میں شک کرتے ہیں لیکن وہ صراحتاً کہہ نہیں سکتے، وُہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بارے میں متعدد متواتر روایات ثقہ مورخین سے منقول ہیں۔ یہی بات ہے جس کی وجہ سے وہ اسے چھوڑ

۲۹۵ھ ص ۴۶۳

۲۹۶ھ ص ۴۶۴

نہیں سکتے۔ لیکن اس میں جو مبالغات کیے گئے ہیں ان کی تردید کرتے ہیں[۲۹۷]

اس کے بعد ایک اور تمہید میں پورا صفحہ[۲۹۸] ضائع کرنے کے بعد کہتا ہے:

"ہاں: اس قصے کا سب سے پہلا ماخذ جس سے پہلے کوئی ماخذ و مصدر کسی نے ذکر نہیں کیا، وہ[۲۹۹] ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، صاحب تفسیر کبیر ہے۔ یہ ۳۱۰ھ میں فوت ہوا۔ اس نے تاریخ الامم والملوک ایک کتاب لکھی جو تاریخ طبری کے نام سے مشہور ہے، بس یہی عبداللہ بن سبا سے متعلق تمام روایات کا ایک ماخذ ہے۔

اس نے ابن جریر، ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، ابن کثیر متوفی ۷۷۳ھ، ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ اور دوسرے مورخین سے روایات لی ہیں"[۳۰۰]

اس کے بعد پروفیسر اسد نے پورا زور لگا دیا ہے کہ طبری کی ثقاہت کو محل نظر اور قابل تنقید ثابت کیا جائے۔ اس کے بعد تمہید میں ۱۴ صفحے ضائع کرنے کے بعد اس نے اپنی کتاب میں تقریباً چوبیس صفحے اسی بات پر ضائع کر دیے ہیں۔

ہم اس سے کہتے ہیں: اے تنقید و موازنہ اور انصاف کے اصول وضع کرنے والے[۳۰۱] ہم تجھے اس مشقت کا مکلف نہیں بناتے اور تجھ پر یہ بوجھ نہیں ڈالتے، ہم تجھے رجال و اسناد کی کتابیں دیکھنے کی مشقت سے خلاصی دیتے ہیں۔ ہم تیرے لیے اور تجھ سے پہلے اور بعد میں یہ بات کہنے والے کے لیے سات

---

[۲۹۷] ص ۶۸ م

[۲۹۸] ہم نے جان بوجھ کر اور بالارادہ صفحوں کا اور ان کی تعداد کا ذکر اس لیے کیا ہے تاکہ

مختصر کیے دیتے ہیں۔ ہم تجھ سے بھی وہی کہتے ہیں جو پردہ پوش س۔خ اور اس کے ساتھیوں سے کہہ چکے ہیں کہ ہم جب بھی کوئی چیز نقل کریں گے، نہ طبری سے لیں گے اور نہ طبری کے علاوہ ابن الاثیر اور ابن الکثیر سے، بلکہ نوبختی سے نقل

لکھنے والے کی نفسیات پہچانی جا سکے، ماہرینِ نفسیات کہتے ہیں: کمزور اور جھوٹا کبھی صاف طریقہ پر دو ٹوک الفاظ میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اسے اپنی کمزوری اور جھوٹ کا علم ہوتا ہے اس لیے وہ اسے چھپانے کی فکر کرتا ہے۔ اسے چھپاتے ہوئے وہ ادھر اُدھر دائیں بائیں بات گھماتا ہے تاکہ پہلے وہ اپنے آپ کو مطمئن کر سکے کہ وہ اس کمزوری کو ہیر پھیر سے دُور کر سکتا ہے۔ سچے اور طاقتور کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ بلا تکلف اور بلا تردد بغیر ہیر پھیر کے دو ٹوک بات کہہ دیتا ہے۔

۲۹۹ھ اس بات کو ذہن میں رکھیے کیونکہ یہی بات ان کا مقصود ہے اور یہی ان کی بنیاد ہے۔ ذرا دیکھیے کہ کسی ایک بات پر حکم لگاتا اور زبردستی کر رہا ہے۔

۳۰۰ھ ص ۴۶۹

۳۰۱ھ اس کے لیے اس کتاب کا صفحہ ۲۹۲ دیکھیے جہاں بحث ختم ہو رہی ہے۔

۳۰۲ھ اگر استاذ انصاف کرے اور ذرا اپنے مذہب کی تین چوتھائی کتابوں پر غور کرے تو اسے علم ہوگا کہ یہ سب کی سب قصے کہانیوں، اوہام و انکار پر مبنی ہیں اور انھیں نقل کرنے والے بھی جھوٹے اور دروغ گو ہیں جن سے ان کے ائمہ، اہل بیت کے بڑوں اور بزرگوں کو ہمیشہ شکایت رہی۔ ایک روایت سنیے، اسے کشی ابوالحسن رضا سے نقل کر رہا ہے۔ بنان علی بن حسین کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا خدا اسے دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے، مغیرہ بن سعید ابو جعفر کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے، محمد بن بشیر ابوالحسن موسیٰ کی طرف جھوٹ منسوب کیا

کے سب طبری کے علاوہ دوسرے مورخین سے روایات لے رہے ہیں۔ استاذ کیوں خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتا ہے؟ کیوں طبری اس کے عقیدے اور سند کی کھود کرید کی تکلیف برداشت کرتا ہے؟

ہم استاذ اور اس کے پیروؤں کے لیے سہولت پیدا کرنا چاہتے ہیں، کہ اس زمانے میں جس کی خبر مرتضیٰ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر دے چکے ہیں کہ "میرے بعد تم پر ایسا زمانہ آئے گا جس میں کوئی حق مخفی نہیں رہے گا اور نہ کوئی باطل ظاہر ہوگا"۔[۳۰۵]

ہاں! ہم ان کے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے بھی آسانی پیدا کرتے ہیں کہ طبری کے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن سبا، کا ذکر کرنے سے پہلے بھی عبداللہ بن سبا کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ ثقفی ابو اسحاق ابراہیم بن محمد ثقفی کوفی نے، جو کہ انتہائی متعصب شیعہ ہے اور جس نے اپنے مذہب و مسلک کی ترویج کے لیے پچاس سے بھی زیادہ کتابیں لکھی ہیں، ان کتابوں کا ذکر اس نے اپنی کتاب "الغارات" میں کیا ہے جو شیعہ حضرات کے ہاں سب سے اہم مرجع و مصدر شمار کیا جاتا ہے۔ ابن ابی الحدید، حلی، مجلسی، حر العاملی، نوری، قمی، شیرازی، خوئی، مرزہ محمد تقی مامقانی اور دوسرے مصنفین اکثر اس کی روایات نقل کرتے ہیں[۳۰۶]

یہ اپنی اس کتاب میں بیان کرتا ہے: "عبدالرحمٰن بن جندب اپنے والد جندب سے روایت کرتے ہیں کہ: عمرو بن حمد، حجر بن عدی، حبۃ العونی، حارث الاعور

---

[۳۰۵] "نہج البلاغۃ"، ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب بیروت

[۳۰۶] دیکھیے مقدمہ "الغارات" ص

کا وہ شعر سناؤں؛

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

کیا خوب کہا گیا ہے کہ اگر یہ گناہ ہے تو پھر تمہارے شہر میں بھی ہو رہا ہے۔

اخیر میں ہم شیعہ حضرات کے غیرت مند اساتذہ سے جو یہ بتلانے میں شرم محسوس کرتے ہیں اور اسے ایک گالی سمجھتے ہیں کہ ان کے مذہب کا بانی و مؤسس عبداللہ بن سبا ہے، یہ عرض کریں گے کہ ہم تمہیں اللہ کی قسم دے کر یہ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ کیا تم اس کے وجود و شخصیت کا انکار شرمندگی و رسوائی اور حقیقت کا پول کھل جانے کے ڈر سے نہیں کرتے، تقیہ کرتے ہو؟[۳۱۰] کیونکہ تمہارا تو دین ہی یہ ہے کہ "من کتمہ اعزہ اللہ، ومن اذاعہ اذلہ اللہ"[۳۱۱]۔

تم اپنے پانچویں امامِ معصوم ــــ محمد باقر کی طرف نسبت کر کے کہتے ہو کہ آپ نے کہا ہے: "تقیہ ہر ضرورت کے وقت کیا جا سکتا ہے[۳۱۲]، صاحبِ تقیہ کو زیادہ علم ہوتا ہے کہ اسے کب اس کی ضرورت ہے[۳۱۳]"۔

۳۱۰ھ جو اس سے زیادہ معلوم کرنا چاہے وہ ہماری کتاب "الشیعۃ والسنۃ"، دیکھے، ایک تحقیق کرنے والے کے لیے وہ کافی ہے، اس سے پیاسا سیراب اور بیمار صحت یاب ہو سکتا ہے۔ اللہ کے فضل سے اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔

۳۱۱ھ "الکافی فی الاصول" باب التقیہ ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ ایران

۳۱۲ھ ذرا اس آدمی کی جسارت دیکھیے جو خود اپنی کتاب "الشیعہ والسنۃ فی المیزان" میں یہ کہہ کر فیصلہ کرنے والا بن گیا ہے کہ "تقیہ وہ ہے جس پر عقل اور نقل دلالت کریں، جو وضاحت اور شرح و توضیح کا محتاج نہ ہو، کسی آدمی کا سامنا ایک خونخوار بھیڑیے سے ہو جائے" اس کی عقل

اسی طرح کی جیسے تم نے عمرؓ کی بیعت کی، پھر میں نے اس بیعت کو پورا کیا اور نبھایا، پھر جب آپؓ قتل کر دیے گئے تو مجھے چھ میں سے چھٹا فرد بنایا گیا۔ میں اسی طرح شامل ہو گیا جیسے مجھے شامل کیا گیا" ۳۱۴ھ

علیؓ بن ابی طالب نے آپؓ کی بیعت کی، آپ کی بات سنی، اطاعت کی، نصیحت کی، آپ کے فیصلوں پر خوش رہے، اس کمیٹی میں شامل ہو گئے جس سے خلیفہ منتخب کیا جاتا تھا۔

پسند ہو اس کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا) خدا ہمارے علامہ مرحوم شیخ محمد رضا المظفر پر رحم کرے کہ اس نے اپنی گراں قدر کتاب (عقائد الامامیہ) میں کہا ہے۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہر جگہ کے مسلمان اسے پڑھ لیں اور شیعہ کے عقائد و مبانی اُن کا دینی خلوص اور اسلام و مسلمین سے ان کی محبت پہچان لیں"۔ پھر کہا:

"مرحوم کہتا ہے: تقیہ کے بارے میں ہمارے عقیدے کو منجملہ دوسرے مطاعن کے امامیہ پر طعن و تشنیع کا ایک وسیلہ بنایا اور اس میں مبالغہ کیا۔ ہے گویا اس وقت تک ان کی پیاس نہیں بجھتی جب تک وہ گردنوں کو تلوار کے لیے پیش نہ کر دیں۔ تاکہ دوسروں سے اس کو روک دیں۔ ان وقتوں میں یہ کہہ دینا کافی ہوتا تھا کہ ہر آدمی شیعہ ہے، تاکہ وہ آلِ بیت کے دشمنوں، امویوں، عباسیوں، بیوقوف عثمانیوں کے ہاتھوں مارا نہ جائے۔"

اب کیسے معلوم کیا جائے کہ ان دونوں میں سچا کون ہے؛ تابع یا متبوع، امام معصوم یا گنہگار اقتدا کرنے والا؟

۳۱۳ھ "الکافی فی الاصول" باب التقیۃ جلد ۲ ۳۱۴ھ

علیؓ آپ کے وزیر، مشیر اور قاضی بن کر رہے۔ ہم متعدد مقامات پر ذکر کر آئے ہیں کہ فاروقؓ جن سے مشورہ طلب کیا کرتے تھے، ان میں علیؓ بن ابی طالب بھی ہیں اور اکثر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے دوسروں کے مشورہ کے مقابلے میں آپ کے مشورہ پر عمل کیا۔ دیکھیے شیعہ مورخ یعقوبی لکھتا ہے:

"عمرؓ نے صحابۂ رسولؐ سے کوفہ کی آبادی (یا سپاہیوں وغیرہ) کے بارے میں مشورہ کیا، کسی نے کہا: انھیں ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے، علیؓ سے مشورہ کیا تو آپؓ نے فرمایا، اگر آج آپ نے انہیں تقسیم کر دیا تو پھر آج کے بعد وہاں سے کوئی چیز نہیں آسکے گی! اگر آپ انھیں انھی کے ہاتھوں میں رہنے دیں کہ وہ ان سے کام لیں تو ہمیں بھی فائدہ ملے گا اور ہمارے بعد والوں کو بھی، عمرؓ نے کہا، اللہ نے آپ کو ایسی (عمدہ) رائے کی توفیق دی"۔ ۳۱۵

اسی طرح بہت سی روایات میں مروی ہے کہ کئی ایسے مسائل درپیش ہوئے جن میں علیؓ کی رائے ایک طرف تھی اور باقی سب ایک طرف تھے، لیکن فاروقؓ نے آپؓ کی رائے اور فیصلے کو ترجیح دی، مفید نے، جسے شیخ بابا کہا جاتا ہے، "عمرؓ بن الخطاب کی امارت میں علیؓ کے فیصلے" کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور اس کے ضمن میں بہت سی روایات نقل کی ہیں، جن میں عمرؓ نے علیؓ کے فیصلے پر عمل کیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ:

"عمرؓ کے پاس ایک حاملہ عورت لائی گئی، جو زنا کا ارتکاب کر بیٹھی تھی، آپؓ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، امیر المؤمنین علیہ السلام نے آپ سے کہا: شاید آپ کوئی ایسی صورت نکال لیں، جس سے وہ بچ جائے، جو اس کے پیٹ میں

۳۱۵ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۱۵۱، ۱۵۲

ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی) عمرؓ نے کہا: اے ابوالحسن اس پیچیدہ مسئلے کا میرے پاس کوئی حل نہیں۔ پھر کہا: اس کے ساتھ کیا کروں؟ آپ نے کہا: ولادت تک اس کی حفاظت کیجئے، جب ولادت ہو جائے تو اس کے بچے کی کفالت کرنے والا کوئی مل جائے تو اس وقت اس پر حد قائم کیجئے، عمرؓ یہ سن کر خوش ہو گئے اور آپ کے فیصلے پر اعتماد کرتے ہوئے اس پر عمل کیا۔" [۳۱۶]

مفید نے ایک اور واقعہ کا بھی ذکر کیا ہے:

"آپ نے ایک عورت کو طلب کیا جس کے پاس مرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے، جب آپ کا پیغام رساں اس عورت کے پاس پہنچا تو وہ ڈر گئی، کانپ گئی، ان کے ساتھ نکلی اور اپنا حمل گرا دیا، اس کا بچہ زمین پر گر گیا، روتا رہا اور پھر مر گیا۔ آپ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جمع کیا اور ان سے اس کا مسئلہ پوچھا، سب نے کہا: ہم آپ کو ادب سکھانے والا سمجھتے ہیں، آپ سے ہمیشہ خیر ہی ظہور پذیر ہوا ہے، امیر المومنین علیہ السلام نے اس بارے میں اپنی کوئی رائے نہ دی اور خاموش بیٹھے رہے، عمرؓ نے آپ سے کہا: اے ابوالحسن تمہارا کیا خیال ہے؟ آپؑ نے کہا: جو ان حضرات نے کہا: میں سن چکا ہوں۔ آپ نے کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ علیؓ نے کہا: ان لوگوں نے جو کہا ہیں نے سن لیا۔ عمر نے کہا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنی رائے کہو، آپ نے کہا: اگر ان لوگوں نے آپ سے نرم گفتگو کی ہے تو آپ کو دھوکہ دیا ہے اور اگر غور کیا ہے تو اس کی، جس پر دیت ادا کرنا ضروری ہے، تقصیر کی ہے۔ اس لیے

---

[۳۱۶] "الارشاد"، ص ۱۰۹ [۳۱۷] "الارشاد"، ص ۱۱۰

کہ بچہ کا قتل ایسی غلطی ہے جس کا تعلق آپ سے ہے، آپ نے کہا، بخدا آپ نے ان لوگوں کے درمیان مجھے نصیحت کی، خدا کی قسم میں آپ کو اس وقت تک جانے نہ دوں گا جب تک آپ بنی عدی پر دیت نہ جاری کر دیں۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔"[۳۱۷]

ایک اور روایت سنیے!

"یونس حسن سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ کا بچہ جنم دیا تھا، آپ نے اسے سنگسار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے آپ سے کہا، آپ کی دشمن (آپ کی ذاتی دشمن نہیں) بلکہ کتاب اللہ کے مطابق آپ کی دشمن ہے۔ اور اللہ فرما رہے ہیں (وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا)

اللہ نے فرمایا ہے: (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ) اس وقت حد قائم کیجیے جب عورت دو سال کی مدتِ رضاعت پوری کرلے، اور حمل اور دودھ چھڑانے کا درمیانی عرصہ تیس ماہ ہے، جس میں سے چھ ماہ مدتِ حمل ہے، چنانچہ عمرؓ نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور اس فیصلے کے مطابق حکم جاری کیا۔ اسی پر صحابہ، تابعین، اور آج تک ان کی پیروی کرنے والے عمل کرتے رہے ہیں۔"[۳۱۸]

ایک اور روایت ملاحظہ کیجیے:

"ایک عورت کو گواہوں نے اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے آدمی سے فعلِ بد کرواتے ہوئے دیکھ لیا، وہ چونکہ شوہر والی تھی اس لیے عمرؓ نے اسے

---

[۳۱۸] ایضاً

سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ وہ کہنے لگی، خدایا تو جانتا ہے کہ میں بے قصور ہوں، اس پر عمرؓ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے، تو گواہوں کو بھی جھوٹا کہہ رہی ہے۔ امیرالمؤمنین علیہ السلام نے کہا: اسے چھوڑ دیجیے اور اس سے پوچھیے شائد اس کے پاس کوئی (معقول) عذر ہو، اسے چھوڑ دیا گیا اور واقعہ کے بارے میں پوچھا گیا، کہنے لگی، میرے گھر والے کی اونٹنیاں ہیں، میں اپنے گھر والے کی اونٹنیاں لے کر نکلی اور اپنے ساتھ پانی بھی اٹھا لیا، ان اونٹنیوں کا دودھ نہیں آتا۔ ہمارا پڑوسی بھی نکلا، اس کی اونٹنیوں میں دودھ ہے، میرا پانی ختم ہو گیا، میں نے اس سے پانی مانگا، اس نے مجھے پانی پلانے سے انکار کر دیا، تا آنکہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دوں، میں نے انکار کر دیا، جب میری جان نکلنے کے قریب ہو گئی تو مجبوراً میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس پر امیرالمؤمنین علیہ السلام نے کہا، اللہ اکبر (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ) "پس جو شخص مجبور کر دیا گیا اور وہ زیادتی کرنے والا اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں"۔

"جب عمرؓ نے یہ سنا تو اسے چھوڑ دیا۔" ۳۱۹؎

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان مسائل میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلوں پر عمل کیا، اس کو نافذ کیا جو علیؓ نے کہا، اور شیعہ روایت کے مطابق آپؓ کہا کرتے تھے: "علیؓ تم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں"۔ ۳۲۰؎

۳۱۹؎ "الارشاد" ص ۳۱۲

۳۲۰؎ "الامالی" للطوسی ج ا ص ۲۵۶ مطبوعہ نجف

"اور علی علیہ السلام مدینہ میں خلیفہ کے فرائض سر انجام دینے لگے"۔ ۳۲۲ھ

مورخین بیان کرتے ہیں کہ فاروق رضی اللہ عنہ، مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امورِ سلطنت کی بجا آوری کے لیے تین دفعہ مومنین کے دار الخلافہ میں اپنا نائب بنا کر گئے ہیں "۔ایک دفعہ ۱۴ھ میں جب آپ بنفسِ نفیس عراق کی جنگ میں گئے، دوسری دفعہ ۱۵ھ میں اس وقت جب آپ روم کی جنگ میں شرکت کے لیے گئے"۔ ۳۲۳ھ

"اور ایک دفعہ ۱۷ ہجری میں اس وقت جب آپ رضؓ ایلہ تشریف لے گئے"۔ ۳۲۴ھ

اسی لیے جب لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہی تھی تو آپ نے فرمایا تھا: "میں تمہارا وزیر بن کر رہوں یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارا امیر بنوں"۔ ۳۲۵ھ

دراصل یہ کہہ کر آپ رضؓ نے حضرت ابوبکر رضؓ کے عہدِ خلافت میں، بالخصوص فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اپنے وزیر ہونے کی طرف اشارہ کیا تھا، اسی لیے آپ رضؓ، آپ رضؓ کے بیٹے، آپ رضؓ کے گھر والے اور متعلقین سب کے سب نے عمر رضؓ کے جھنڈے تلے دشمنوں سے جنگیں لڑیں، آپ رضؓ سے ہدایا و تحائف قبول کیے، لونڈیاں، باندیاں قبول کیں۔ اگر آپ رضؓ کی خلافت ... ہی حق نہ تھی تو

۳۲۲ھ ایضاً

۳۲۳ھ "البدایہ والنہایہ" لابن کثیر ج ۷، ص ۵۰، ۵۵، ص ۵۸ مطبوعہ بیروت، "الطبری" ج ۴ ص ۸۲، ص ۱۵۹ مطبوعہ بیروت

۳۲۴ھ الطبری

۳۲۵ھ "نہج البلاغۃ" ص ۱۳۶ تحقیق صبحی

آپ کے پرچم تلے جنگیں نہ لڑتے، لونڈیاں لونڈیاں نہ رہتیں، ان کا قبول کرنا اور لطف اندوز ہونا جائز نہ ہوتا، اور یہ سب چیزیں ہم پچھلے صفحات میں ثابت کر چکے ہیں، شیعہ حضرات کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حسنؓ بن علیؓ فاروقؓ کے پرچم تلے جنگ کی، آپ کے عہدِ خلافت میں آپ کے احکامات وارشادات کے مطابق اس لشکر میں جہاد کے لیے نکلے، جسے آپ نے جنگِ ایران کے لیے بھیجا تھا، کہتے ہیں: "اصفہان میں ایک مسجد تھی جو "لسان الارض" کے نام سے مشہور تھی، اس کا نام "لسان الارض" اس لیے رکھا گیا تھا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام جب عمرؓ بن خطاب کے عہدِ خلافت میں اللہ کے راستے میں جہاد کرتے، دشمن کو شکست دیتے اور ان ممالک کو فتح کرتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان پہنچے تو اس جگہ اترے جہاں یہ مسجد ہے۔ زمین کے اس ٹکڑے نے آپ سے باتیں کیں اس لیے اس کو "لسان الارض" (زمین کی زبان) کہا جانے لگا"۔ [۲۱۶]

یہ روایت بھی ہمارے دعوٰی کی دلیل بن رہی ہے۔

اب بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم آپ کو فاروقِ اعظمؓ کے ساتھ اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت والتفات کا ایک اور رخ دکھائیں گے، جس سے یہ بات عیاں اور واضح ہو جائے گی کہ اہلِ بیت کے دلوں میں آپ سے کس قدر محبت تھی، اس کا واضح اور بیّن ثبوت یہ ہے کہ اہلِ بیت نے اپنے بیٹوں کے نام عمرؓ کے نام پر رکھے، تاکہ لوگ جان لیں کہ اہلِ بیت عمرؓ سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کی ذات کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ آپ کے کیے

۲۱۶ھ تتمۃ المنتہیٰ للعباس القمی ص ۲۱۰ مطبوعہ ایران

کاموں کا دل سے احترام کرتے ہیں، اسلام میں آپؓ کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں، تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ نبیؐ کے اہلِ بیت اور آپؐ کے سسر کے درمیان کس قدر مضبوط و پختہ مراسم ہیں۔

سب سے پہلے جس شخص نے اپنے بیٹے کا نام آپؓ کے نام پر رکھا، وہ (بقول ان کے) پہلے امام معصوم ہیں جو ان کے عقیدے کے مطابق کبھی غلطی نہیں کر سکتے، آپ نے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا جو ام حبیب بنت ربیعہ البکریہ کے بطن سے تھا، جسے ابو بکر صدیقؓ نے آپ کو دیا تھا، اس بات کو شیعہ راویوں میں سے مفید، یعقوبی، مجلسی، اصفہانی اور صاحب الفصول نے ذکر کیا ہے۔ مفید، "اولادِ علیؓ کی تعداد اور ان کے نام" کے عنوان سے ایک باب میں لکھتا ہے، "امیر المؤمنین کے لڑکے، لڑکیوں کی تعداد ستائیس ۲۷ تھی، ا۔ حسن ۲۔ حسین ۶۔ عمر ۷۔ رقیہ۔ دو جڑواں بہنیں تھیں۔ آپ دونوں کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ ہیں"۔ [۳۲۷]

مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے "آپ کی نرینہ اولاد کی تعداد چودہ ۱۴ ہے، حسن، حسین، اور محسن جو چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے، آپ کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہؓ تھیں ..... اور عمر، جن کی والدہ ام حبیب بنت ربیعہ البکریہ تھیں"۔ [۳۲۸]

مجلسی بیان کرتا ہے، "عمر بن علیؓ ان میں سے تھے جو کربلا میں حسینؓ کے ساتھ شہید کر دیے گئے، آپ کی والدہ ام البنین بنت الحزام الکلابیہ تھیں"۔ [۳۲۹]

---

۳۲۷ "الارشاد" للمفید ص ۱۸۶

۳۲۸ تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۱۳، "مقاتل الطالبیین" ص ۸۴ مطبوعہ بیروت

۳۲۹ "جلاء العیون" فارسی حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہونے والوں کے ذکر میں ص ۵۰۰

صاحب الفصول علی رضؓ بن ابی طالب کی اولاد کے ضمن میں لکھتا ہے:

(علی رضؓ کے بیٹے) عمر تغلبیہ کے بطن سے تھے، آپ کی والدہ کا پورا نام صہبار بنت ربیعہ تھا، آپ کو خالد رضؓ بن ولید عین التمر کے قیدیوں میں گرفتار کر کے لائے تھے، (علی رضؓ کے اس بیٹے) عمر نے اٹھاون سال عمر پائی اور علی علیہ السلام کی آدھی میراث ان کے حصے میں آئی۔ اس لیے کہ اُن کی تمام بہنیں اور سگے بھائی یعنی عبداللہ، جعفر، عثمان، سب کے سب آپ سے پہلے ہی حسین رضؓ کے ساتھ شہید ہو چکے تھے۔ آپ ان میں سے بچ گئے تھے ... چنانچہ آپ کو میراث ملی"۔[330]

علی رضؓ کے بعد حسن رضؓ نے بھی عمرؓ بن الخطاب کے ساتھ محبت وعقیدت کی وجہ سے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا تھا۔

مفیدؒ "حسین بن علیؑ کی اولاد، ان کی تعداد، اور ان کے نام" کے عنوان سے ایک باب میں لکھتا ہے:

"حسین بن علی رضؓ کے بیٹے اور بیٹیوں کی تعداد پندرہ تھی ۱۔ زید ..... ۵۔ عمر ۶۔ قاسم ۷۔ عبداللہ، ان سب کی والدہ ام ولد تھیں (یعنی باندی تھیں)"۔[331]

مجلسی لکھتا ہے:

"عمر بن حسن رضؓ ان میں تھے جنھوں نے حسین رضؓ کے ساتھ کربلا میں شہادت پائی"۔[332]

۳۳۰ھ "الفصول المہمۃ: منشورات الاعلمی طہران، ص ۱۴۳" "عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب" ص ۳۶۱ مطبوعہ نجف "تحفۃ الوہاب" ص ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۵۲ "کشف الغمہ" ج ۱ ص ۵۷۵

۳۳۱ھ "الارشاد" ص ۱۹۴ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۲۷ "عمدۃ الطالب" ص ۸۱ "منتہی الآمال" ج ۱ ص ۲۴۰ "الفصول المہمۃ" ص ۱۶۶

۳۳۲ھ جلاء العیون ص ۵۸۲

اصفہانی کا خیال ہے کہ آپ قتل نہیں ہوئے تھے بلکہ گرفتار ہو گئے تھے، اصفہانی نے لکھا ہے:

(حسین رضی کی شہادت کے بعد آپ کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا گیا، ان میں حسن رضی کے بیٹے عمر، زید اور حسن بن حسن بن علی رضی بن ابی طالب بھی تھے") [۳۳۳]

حضرت فاطمہ رضی اور علی رضی کے دوسرے بیٹے، حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا تھا، چنانچہ مجلسی ان لوگوں کے ذکر میں، جو حسین رضی کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے، لکھتا ہے "حسین رضی کے بیٹوں میں سے جیسا کہ مشہور ہے، علی اکبر شہید ہوئے اور عبداللہ کو اپنے کمرے میں شہید کر دیا گیا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ: آپ کے بیٹوں میں سے عمر اور زید بھی شہید کر دیے گئے" [۳۳۴]

حسین رضی کے بعد آپ کے بیٹے علی نے بھی، جنھیں زین العابدین رح کہا جاتا ہے، اپنے ایک بیٹے کا نام اپنے چچا، اپنی پھوپھی کے شوہر اور اپنے دادا کے دوست کے نام پر عمر رکھا تھا، دیکھیے مفید "علی علیہ السلام کی اولاد" کے باب میں لکھتا ہے "علی بن حسین علیہما السلام کی اولاد کی تعداد پندرہ [۱۵] ہے۔

۱۔ محمد، جن کی کنیت ابو جعفر باقر ہے، آپ کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن ہیں ...... ۶۔ عمر، آپ کی والدہ ام ولد ہیں" [۳۳۵]

اصفہانی بیان کرتا ہے کہ یہ عمر، زید بن علی کے، والدہ اور والد دونوں کی طرف سے سگے بھائی تھے، چنانچہ زید بن علی کے بیان میں لکھتا ہے:

۳۳۳ھ "مقاتل الطالبین" ص ۱۱۹

۳۳۴ھ "جلاء العیون" للمجلسی ص ۵۸۲

۳۳۵ھ "الارشاد" ص ۲۶۱ "کشف الغمہ" ج ۲ ص ۱۰۵ "عمدۃ الطالب" ص ۱۹۴ "منتہی الآمال" ج ۲ ص ۳۴ "الفصول المہمہ" ص ۲۰۴

"زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب..... کی والدہ ام ولد تھیں، ان کو مختار بن ابی عبیدہ نے علی علیہ السلام کو ہدیہ میں پیش کیا تھا، آپ سے زید، عمر، علی اور خدیجہ پیدا ہوئے.... مختار نے تیس ہزار دینار کی ایک لونڈی خریدی اور اسے کہا، منہ دوسری طرف کر، اس نے منہ دوسری طرف کیا، پھر کہا، سامنے کی طرف منہ کر، اس نے سامنے کی طرف منہ کیا، آپ نے کہا، میں نہیں سمجھتا کہ علی بن حسینؓ سے بڑھ کر اس کا کوئی حقدار ہے، پھر آپ نے اسے ان کی طرف بھیج دیا، یہی زید بن علی کی والدہ ہیں"۔ ۲۳۶ھ

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اس عمر کی اولاد میں سے بہت سے اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ، عباسیوں کے خلاف بغاوت کر کے نکلے تھے۔ ۲۳۷ھ

انہی کے طریقے پر ان کے ساتویں امام ـــــ موسیٰ بن جعفر کاظم نے بھی اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا جیسا کہ اربلی نے "آپ کی اولاد" کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ ۲۳۸ھ

قومِ شیعہ کے ان پانچ معصوم ائمہ نے عمرؓ کی وفات کے عرصۂ دراز کے بعد اپنے بیٹوں کے نام عمر رکھ کر بتا دیا ہے کہ ان کے دلوں میں فاروقؓ کے بارے میں محبت و تعلق کے کتنے جذبات موجزن ہیں۔

عمرؓ بن الخطاب کی عبقری، عظیم اور ممتاز و نمایاں اسلامی شخصیت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ آپ سے محبت و مودت کا یہ پہلو بھی قابلِ التفات ہے کہ

۲۳۶ھ "مقاتل الطالبین" ص ۱۲۷

۲۳۷ھ ان کی تفصیلات "المقاتل" وغیرہ اس قسم کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۲۳۸ھ "کشف الغمۃ" ص ۲۱۶

ان ائمہ کے بعد ان کی اولاد نے بھی خلوص ومحبت کے اظہار کے لیے اپنے بچوں کے نام عمر رکھے ہیں، انساب اور تاریخ وسیرت کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے کچھ نام اصفہانی نے "المقاتل" اور اربلی نے "کشف الغمہ" میں ذکر کیے ہیں، دیکھیے اصفہانی لکھتا ہے:

"مستعین کے زمانے میں ان لوگوں میں جو حکومت واقتدار کا مطالبہ کرنے نکلے تھے، یحییٰ بن عمر بن حسین بن علی بن ابی طالب جیسے لوگ تھے [۳۳۹]"

"اور عمر بن اسحاق بن حسن بن علی بن حسین بھی تھے جو حسین، "صاحب الفخ" جال والے" کے نام سے مشہور ہیں، یہ موسیٰ ہادی کے زمانہ میں نکلے تھے" [۳۴۰]

اور "عمر بن حسین بن علی بن حسن بن حسین بن حسن بھی" [۳۴۱]

اور شیعہ کے علاوہ آج تک ان کی اولاد میں سے لوگ اپنے نام عمر رکھتے چلے آرہے ہیں لیکن ہم نے دلیل کے طور پر صرف ان پانچ ائمہ کے بارے میں روایات پیش کی ہیں جن کی امامت وعصمت کے یہ معتقد وقائل ہیں، خوب دیکھ لیجئے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا موقف کیا تھا، اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی اہل بیت ایسے ہی احساسات ونظریات رکھتے تھے۔ اہل بیت ان حضرات کی عزت وتوقیر کرتے، انہیں لائق عزت وعظمت سمجھتے، ان سے محبت والفت رکھتے، اور پورے خلوص کے ساتھ اطاعت ووفا کرتے رہے، آپ کی قربت کی

۳۳۹ھ "مقاتل" ص ۶۳۹

۳۴۰ھ "مقاتل الطالبین" للاصفہانی ص ۶۵ ۴ مطبوعہ بیروت

۳۴۱ھ "مقاتل الطالبین" ص ۴۴۶

خاطر آپ سے رشتہ داریاں قائم کیں، اور جب آپؓ اس دنیا سے چلے گئے، تو اپنے بیٹوں کا وہی نام رکھ کر ان کے نام کو زندہ رکھا۔

حضرتِ عثمان ذوالنورینؓ کے بارے میں اہلبیتؑ کا موقف

تیسرے خلیفہ راشد، ذوالنورین، حیادار و سخی، رسولؐ اللہ کے ایسے محبوب کہ جن سے آپؐ نے اپنی دو بیٹیوں، رقیہؓ اور ام کلثومؓ کی شادیاں کر دیں۔ کسی ایک ہی آدمی کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں' یہ ایسا شرفِ عظیم ہے جو نہ پہلی امتوں میں سے کسی کو ملا نہ پچھلی امتوں میں سے کسی کو۔ علیؓ بن ابی طالب کے دوست و ہمسر، جنھوں نے ابراہیم خلیلؑ اللہ کے بعد سب سے پہلے ہجرت کی، اسلام کا پرچم اٹھا کر دنیا کے ان کونوں تک پہنچے جو ابھی تک اسلام کے نام سے ناآشنا و بیگانہ تھے، جنھوں نے مسلمانوں کی فتوحات میں گراں قدر اضافہ کیا۔ نئے اور وسیع و عریض ممالک کو فتح کر کے اسلامی مملکت کے زیرِ نگیں کیا۔ جنھوں نے اپنی جیب سے مسلمانوں کی ہر موقعہ پر دل کھول کر امداد کی۔ اس ارضِ مقدس پر جسے نبیؐ نے اپنے نبوت و رسالت والے قدموں سے مقدس بنا دیا، ہجرت کے بعد جب اس سرزمین پر مسلمانوں کے پانی پینے کے لیے کوئی کنواں نہیں تھا، آپؓ ہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کو کنواں خرید کر دیا تھا اور آپؓ ہی نے زمین کا وہ ٹکڑا خرید کر دیا جس پر مسلمانوں نے وہ مسجد تعمیر کی جسے آخری نبیؐ کی آخری مسجد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

آپؓ کا یہ لطف و کرم اور جود و سخا عوام اور خواص سب کے لیے تھا، جہاد میں آپ نے جیشِ عسرہ کو امدادِ بہم پہنچا کر اور اسی جیسی دوسری خدمات

پیش کرکے اجتماعی بہبود کے کام کیے، وہاں آپؓ خواص کیلیے بھی سراپا خیر و برکت، کریم و سخی اور ان کی ضروریات کے لیے اپنے خزانوں کا منہ کھول دیا کرتے تھے۔

آپؓ ہی تھے جنھوں نے علیؓ بن ابی طالب کی شادی میں آپؓ کی مدد و معاونت کی تھی۔ وہ علیؓ بن ابی طالب جنھیں پہلا امام معصوم، سب نبیوں، رسولوں اور اللہ کے مقرب فرشتوں سے بھی افضل و برتر سمجھتے ہیں۔[۲۴۲] آپؓ ہی نے علیؓ بن ابی طالب کو شادی کے تمام اخراجات مہیا کیے، جیسا کہ علیؓ بن ابی طالب نے یہ کہہ کر خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہؓ کی شادی کی درخواست کی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا: اپنی زرہ بیچ دو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ تاکہ میں تمہارے اور اپنی بیٹی فاطمہؓ کے لیے (ایسا سامان وغیرہ) تیار کروں جو تم دونوں کے لیے اچھا رہے، علیؓ کہتے ہیں:

۲۴۲ھ بارہ امام انبیاء سے افضل ہیں!

محمد بن حسن الصفار "بصائر الدرجات" میں عبداللہ بن ولید سمان سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے: "مجھ سے ابو جعفر علیہ السلام نے پوچھا، اے عبداللہ! علی، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے بارے میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا میں قربان جاؤں کس پہلو کے بارے میں آپ پوچھ رہے ہیں؟ آپ نے کہا: علم کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ کہا: وہ (علیؓ) خدا کی قسم ان دونوں سے زیادہ عالم تھے، آپ نے کہا: اے عبداللہ! کیا یہ نہیں کہتے کہ جتنا علم رسولؐ اللہ کو تھا سب علی کو بھی تھا؟ میں نے کہا، ہاں! آپ نے کہا: پھر اس میں وہ جھگڑنے لگے کہ اللہ نے موسیٰؑ سے کہا ہے، وکتبنا له فی الالواح من کل شیء (اور ہم نے لکھ دی ہے تختیوں میں اس کے لیے ہر چیز)

"میں نے اپنی زرہ اٹھائی اور اسے بیچنے کے لیے بازار کی طرف چل نکلا۔ وُہ زرہ میں نے چار سو درہم کے عوض عثمانؓ بن عفان کے ہاتھ بیچ ڈالی۔ جب میں نے آپ سے

تو ہمیں بتایا کہ پوری بات ان پر واضح نہیں تھی، اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمدؐ سے کہا تھا و جئنا بك علیٰ ھؤلاء شھیدا۔ وانزلنا علیك القران تبیانا لکل شیءٍ" (اور ہم لائے ہیں آپ کو ان لوگوں پر گواہ اور ہم نے آپؐ پر قرآن اتارا ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے)

علی بن اسماعیل محمد بن عمر زیات سے روایت کرتے ہیں کہ: ابوعبداللہ نے پوچھا: موسیٰ، عیسیٰ اور امیر المؤمنین علیہم السلام کے بارے میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: وہ سمجھتے ہیں کہ موسیٰ اور عیسیٰ امیر المؤمنین سے افضل تھے، آپ نے کہا: کیا وہ سمجھتے ہیں کہ امیر المؤمنین ہر وہ چیز جانتے تھے جو رسول اللہؐ جانتے تھے؟ میں نے کہا: ہاں مگر وہ خدا کے اولوالعزم نبیوں میں سے کسی پر آپ کو ترجیح نہیں دیتے، کہتا ہے: ابوعبداللہ نے کہا: تو پھر وہ کتاب اللہ سے جھگڑتے ہیں، میں نے پوچھا، کتاب اللہ کے کس مقام سے؟ آپ نے کہا: اللہ نے موسیٰؑ سے کہا تھا "وکتبنا له فی الالواح من کلّ شیءٍ" (اور ہم نے لکھ دی ہے تختیوں میں اس کے لیے ہر چیز) عیسیٰؑ سے کہا تھا "ولا بین لکم بعض الّذی تختلفون فیه" (اور تاکہ میں واضح کروں تمہارے لیے بعض وُہ چیز جس میں تم اختلاف کرتے ہو) اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا، "وجئنا بك علیٰ ھؤلاء شھیدا ونزلنا علیك الکتاب تبیانا لکلّ شیءٍ" (اور ہم لائے ہیں آپؐ کو ان پر گواہ اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے)

درہم لے لیے اور آپ نے مجھ سے زرہ لے لی تو آپ ہنسے کہنے لگے: اے ابوالحسن، کیا اب میں زرہ کا حقدار اور تم درہم کے حقدار نہیں ہو؟ میں نے کہا: ہاں کیوں نہیں۔

علی بن محمد سے روایت ہے، ابو عبداللہ نے کہا: خدا نے اولوالعزم رسول پیدا کیے اور انھیں علم کی فضیلت بخشی، ہمیں ان کا علم دیا گیا اور ان کے علم پر فضیلت بخشی، رسول اللہؐ کو وہ علم دیا گیا جو انھیں نہیں دیا گیا تھا، ہمیں ان کا علم بھی دیا گیا اور رسول کا علم بھی" (الفصول المہمۃ للحر العاملی ص ۲۵۱، ۲۵۲ سے منقول)

ابن بابویہ قمی نے بھی اپنی کتاب "عیون اخبار الرضا" میں روایت بیان کی ہے کہ "ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا اپنے والد کے، وہ اپنے آباء کے، وہ علی کے واسطہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جبریلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ خدائے بزرگ و برتر کہہ رہے ہیں، اگر میں علی علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا تو تیری بیٹی فاطمہؓ کے لیے روئے زمین پر آدم سے لیکر مابعد آنے والوں تک کوئی ہم پلہ نہ ہوتا" (عیون اخبار الرضا جلد ۱ ص ۲۲۵)

سید لاجوردی اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے: "بعض محققین نے حدیث کے اس فقرے سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ علیؓ اور فاطمہؓ تمام نبیوں سے افضل ہیں"۔ (ایضاً)

حر العاملی نے تہذیب میں طوسی سے نقل کرتے ہوئے یہ روایت اسی عنوان کے تحت درج کی ہے کہ "یہ باب اس بارے میں ہے کہ بارہ امام تمام مخلوقات، انبیاء، اوصیاء اور ملائکہ وغیرہ سے بھی افضل ہیں"۔ (دیکھیے "الفصول المہمۃ" ص ۱۵۱ مطبوعہ قم ایران)۔

اسی باب میں ایک اور روایت بھی رضا سے نقل کی گئی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا نے کسی کو بھی مجھ سے افضل اور مجھ سے زیادہ عزت والا

بن عباسؓ کہتے ہیں، اللہ ابو عمرو (حضرت عثمانؓ بن عفان) پر رحم کرے، آپ سب سے کریم مددگار اور سب سے افضل بزرگ و پرہیزگار تھے۔ راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والے تھے، دوزخ کا ذکر ہوتا تو آپ بہت روتے اور آنسو بہانے والے تھے، نیکی و اچھائی کے کام میں چست اور ہر عطا و بخشش میں سب سے آگے تھے، بڑے پیارے، وفادار تھے، آپؓ ہی نے جیشِ عسرہ کو ساز و سامان دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے" ۳۴۴؎

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ و فاطمہؓ کی شادی کے گواہوں میں آپؓ کو بھی گواہ بنایا تھا۔ انسؓ کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ اور ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو میرے پاس بلا لاؤ..... اور اتنے ہی آدمی انصار میں سے، کہتے ہیں میں گیا اور ان کو بلا لایا۔ جب سب حضرات اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا.... میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فاطمہؓ کا نکاح علیؓ سے چار سو مثقال چاندی کے عوض کر دیا ہے" ۳۴۵؎

حضرت علیؓ کے لیے یہ شرف و فخر ہی بہت ہے کہ آپؓ کے ساتھ رسول اللہ نے اپنی ایک بیٹی فاطمہؓ کی شادی کر کے انھیں اپنے ذوی الارحام اور سسرالی رشتہ داروں میں شامل کر لیا۔ اسی کی بناء پر شیعہ حضرات آپؓ کی افضلیت و امامت، اور آپؓ کے بعد آپؓ کی خلافت کے قائل ہیں تو ان کے بارے میں کیا خیال ہے جن کے ساتھ رسولؐ اللہ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں

۳۴۴؎ "تاریخ المسعودی" ج ۳ ص ۱۵ مطبوعہ مصر "ناسخ التواریخ"، للمرزہ محمد تقی ج ۵ ص ۱۴۲ مطبوعہ طہران۔

۳۴۵؎ "کشف الغمہ" ج ۱ ص ۳۵۸ "المناقب" للخوارزمی ص ۲۵۲ "بحار الانوار" للمجلسی ج ۱۰ ص ۳۸

کیں؛ عثمانؓ کے لیے یہ بات بھی باعثِ فخر ہے کہ آپؓ نے علیؓ کی شادی پر سارا خرچ کیا، اس کے لیے تمام اسباب مہیا کیے اور انہیں شادی کا ایک گواہ بنایا گیا۔ آپؓ کے لیے یہی فخر بہت ہے کہ آپؓ کو وہ شرف و اعزاز ملا جو پوری کائنات میں سے کسی کو نہیں ملا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں آپؓ سے کیں۔ پوری تاریخِ انسانی میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہ ملے گی۔

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں حکمِ خداوندی سے اپنی بیٹی رقیہؓ کی شادی آپؓ سے کردی کہ آپؐ کی شان یہ ہے "وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی"۔

رقیہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثومؓ کی شادی بھی آپؓ سے کردی۔ شیعہ حضرات کے علماء بھی ان شادیوں کے معترف ہیں۔ دیکھیے انتہائی متعصب شیعہ، مجلسی، جو صحابہؓ پر بدزبانی و طعن میں مشہور و معروف ہے، اپنی کتاب "حیات القلوب" میں ابنِ بابویہ قمی سے سندِ صحیح کے ساتھ نقل کر رہا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے قاسم، عبداللہ (جنہیں طاہر کہا جاتا ہے)، ام کلثومؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ فاطمہؓ سے علیؓ نے شادی کی، ابوالعاصؓ بن ربیعہ نے زینبؓ سے، یہ دونوں حضرات بنی امیہ سے تھے۔ اسی طرح عثمانؓ بن عفان نے ام کلثومؓ سے شادی کی، جو کہ تعلق زوجیت[۳۲۶]

بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان رشتے

یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان نفرت و عداوت اور بغض و عناد نہیں تھا۔ یہ سب باتیں مسلمانوں اور اسلام کے دشمنوں نے گھڑ

رکھی ہیں اور اپنی طرف سے بے بنیاد قصے اور کہانیاں تیار کر لی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم ان کے خیالات کے برعکس باہم اس قدر محبت واکرام کا معاملہ کرتے ہیں کہ دونوں خاندانوں کو ایک دوسرے سے زیادہ عزیز کوئی نہیں۔ وہ آپس میں رشتہ دار ہیں۔ کوئی کسی کا خالہ زاد بھائی ہے کوئی پھوپھی زاد، دونوں خاندان ایک دوسرے کے دکھ درد کے شریک ہیں۔ ہر قدم ایک دوسرے کے ساتھ ہیں، حتیٰ کہ شیعہ علماء اور مورخین نے بھی لکھا ہے کہ ابوسفیانؓ جو بنی امیہ کے سردار اور اس وقت اپنی قوم کے سربراہ تھے، علیؓ کے سب سے بڑے مددگار تھے، آپؓ نے سقیفہ کے روز بنی ہاشم کی پرزور تائید کی تھی۔ شیعہ مورخ یعقوبی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں میں جو ابوبکرؓ کی بیعت میں پیچھے رہ گئے تھے، تاخیر کی تھی، ایک ابوسفیانؓ بن حرب بھی تھے، آپ نے کہا تھا: اے بنی عبدِ مناف کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ یہ معاملہ تمہارے سوا کسی اور کے سپرد کر دیا جائے؟ اور آپ نے علیؓ بن ابی طالب سے کہا تھا، اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ آپ کے ساتھ قصی بھی تھے، آپ نے کہا:

اے بنو ہاشم دوسرے لوگوں کو خلافت کی طمع نہ کرنے دو، بالخصوص تیم بن مرہ اور عدی کو۔

"پس معاملہ (خلافت) تمہارے درمیان اور تمہاری طرف ہی ہوگا۔
اور کوئی بھی سوائے ابوحسن علی کے اس کا حقدار نہیں۔ ابوحسن اسے،
سختی و مضبوطی اور احتیاط کے ہاتھوں سے تھام لیجئے۔ آپ ایک
ایسے معاملے کے لیے ہیں جس میں غم کی بھی امید ہے۔ بنی قصی اس
معاملے کو اپنے پیچھے پھینکنا چاہتے ہیں اور لوگ بنی غالب اور قصی کے"[۳۴۲]

---

۳۴۲ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۶، شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید

سے پہلے ہی وفات پاگئیں - پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف

ابن بابویہ قمی نے یہ بھی لکھا ہے کہ علیؓ کے مخلص مددگار مہاجرین اور انصار میں سے بارہ آدمی تھے، ایک ان میں سے خالد بن سعید بن عاص اموی ہے، اس نے دعوٰی کیا تھا کہ وہ بڑی خوبیوں کا مالک ہے۔

"خدا کی قسم قریش جانتے ہیں کہ میں ان میں سے سب سے اعلٰی نسب والا اور ادب میں سب سے برتر ہوں۔ لوگ سب سے خوبصورت لفظوں میں مجھے یاد کرتے ہیں اور میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا مطیع ہوں" ۳۴۸ء

ابوسفیان اور سردار بنی ہاشم، رسولؐ اللہ کے چچا حضرت عباسؓ کے درمیان ایسی دوستی تھی کہ اس کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد بھی دونوں خاندانوں میں رشتے ہوتے رہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار بیٹیوں میں سے تین بیٹیوں کی شادیاں بنی امیہ سے کیں۔ ابوالعاصؓ بن ربیع بنی امیہ میں سے تھے، جیسا کہ گزر چکا ہے۔ عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بنی امیہ میں سے تھے، آپؓ داماد ہونے کے ساتھ ساتھ رسولؐ اللہ کی پھوپھی کی بیٹی کے بیٹے بھی تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کا نام اروی بنت کریز بن حبیب بن عبدشمس ہے۔ اور آپ ہی حضرت عثمانؓ کی والدہ ہیں، آپ کی والدہ ام حکیم ہیں۔ یہی بیضا بن عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں" ۳۴۹ء

اسی طرح حضرت عثمانؓ بن عفان کے بعد آپ کے بیٹے ابان بن عثمانؓ نے

۳۴۸ء "کتاب الخصال"، ص ۳۶۱

جانے لگے تو رقیہؓ سے آپؐ نے ان کی شادی کر دی"۔ ۳۵۲

بنی ہاشم میں شادی کی گئی آپ کے عقد میں عبداللہ بن جعفر (طیارؓ) بن ابی طالب، علیؓ کے سگے بھائی کی بیٹی ام کلثوم تھیں"۔ ۳۵۰

علی کی پوتی اور حسین کی بیٹی سکینہ عثمان کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے نکاح میں تھیں" یہ زید بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان وہی ہیں جن کے عقد میں حسینؓ کی بیٹی سکینہ تھیں، آپ فوت ہو گئے تو یہ آپ کی وارث بنیں"۔ ۳۵۱

علیؓ کی دوسری پوتی اور حسینؓ کی بیٹی فاطمہ عثمانؓ کے دوسرے پوتے کے نکاح میں تھیں، "محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ بن عفان ...... کی والدہ فاطمہ بنت حسینؓ تھیں، عبداللہ بن عمرو نے حسن بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب کی وفات کے بعد آپ سے شادی کی تھی"۔ ۳۵۳

علی کے بیٹے حسن بن علیؓ کی پوتی کی شادی عثمانؓ کے پوتے مروان بن ابان سے ہوئی" ام قاسم بنت حسن (دوسرا) بن حسن، مروان بن ابان بن عثمان بن عفان

---

۳۴۹ انساب کی تمام کتابوں میں جیسے "انساب الاشراف" للبلاذری جلد ۵ صفحہ ۱ مطبوعہ بغداد، "المحبر" للبغدادی ص ۴۰۷ مطبوعہ دکن، "طبقات ابن سعد" ج ۸ ص ۱۶۶ مطبوعہ لندن "اسد الغابہ" ج ۵ ص ۱۹۱، "المستدرک" للحاکم جلد ۳ ص ۹۶ یہ عبارت اس سے منقول ہے "منتہی الآمال" جلد ۱۔ الفصل التاسع۔

۳۵۰ "المعارف" للدینوری ص ۸۶۔

۳۵۱ "نسب قریش" للزبیری ج ۴ ص ۱۲۰ "المعارف" لابن قتیبہ ص ۹۴ "جمہرۃ انساب العرب" لابن حزم ج ۱ ص ۸۶ ا "طبقات ابن سعد" جلد ۶ ص ۳۴۹۔

۳۵۲ "حیات القلوب" للمجلسی ج ۲ ص ۵۸۸ باب ۵۱

کے نکاح میں تھیں، آپ سے محمد بن مروان پیدا ہوئے۔

اس کے علاوہ بنی امیہ کے سردار ابوسفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ سردارِ بنی ہاشم، سید اولادِ آدمؑ رسولِ صادق و امینؐ کے نکاح میں تھیں، مشہور بات ہے، کسی کتاب کے حوالے کی ضرورت نہیں۔

ابوسفیان کی بیٹی ہند، حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم کے نکاح میں تھیں۔ آپ ہی سے ان کے بیٹے محمدؐ پیدا ہوئے"۳۵۶ھ

عبیداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب کی بیٹی لبابہ، عباس بن علیؓ بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں۔ اس کے بعد ولید بن عتبہ (معاویہؓ کا بھتیجا) بن ابوسفیان کے نکاح میں آئیں۔۳۵۷ھ

محمد بن جعفر طیارؓ ابن ابی طالب کی بیٹی رملہ نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک (اموی) سے شادی کی۔ اس کے بعد قاسم بن ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نکاح میں آئیں"۳۵۸ھ

اسی طرح علیؓ بن ابی طالب کی بیٹی رملہ نے مروان۳۵۹ھ بن حکم بن ابی العاص بن

۳۵۳ھ "مقاتل الطالبین" للاصفہانی ص ۲۰۲ "ناسخ التواریخ" ج ۶ ص ۳۴ ۵ "نسب قریش" جلد ۴ ص ۴۱ "المعارف" ص ۹۲ "طبقات" ج ۸ ص ۳۴۸

۳۵۴ھ کیا اس سے بھی زیادہ واضح اور بڑی دلیل ہو سکتی ہے کہ حضرت عثمانؓ جب اپنے رب کے پاس گئے تو اہلِ بیت ان سے راضی تھے اور وہ اہل بیت سے، ورنہ یہ رشتہ داریاں کیوں ہوتیں یہ کوئی سوچے، انصاف کرے، غور کرے "اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُہَا" یا ان کے دلوں پر تالے لگے

۳۵۵ھ "نسبِ قریش" ج ۲ ص ۵۳ "جمہرۃ انساب العرب" ج ۱ ص ۸۵ "المجبر للبغدادی" ص ۴۳۸

۳۵۶ھ "الاصابہ" ج ۳ ص ۵۸۰۵۹ "طبقات ابنِ سعد" جلد ۵ صفحہ ۱۵

۳۵۷ھ "المجبر" ص ۴۴۱ "نسبِ قریش" ص ۱۳۳، "عمدۃ الطالب" حاشیہ ص ۴۲

امیہ کے بیٹے معاویہ بن عمران سے شادی کی۔" علی کی بیٹی رملہ ہی ام سعید بنت عروہ بنت مسعود ثقفی تھیں"۔ ۳۶۰

"رملہ بنت علی ابوالہیاج کے نکاح میں تھیں ...... ان کے بعد معاویہ بن مروان بن حکم بن ابی العاص کے نکاح میں آئیں"۔ ۳۶۱

دوسرے حسن کی بیٹی زینب کی والدہ فاطمہ بنت حسن نجیبۃ الطرفین تھیں۔ "حسن بن حسن بن علی کی بیٹی زینب ولید بن عبدالملک بن مروان (اموی) کے نکاح میں تھیں"۔ ۳۶۲

اسی طرح علی بن ابی طالب کی پوتی نے مروان الحکم کے پوتے سے شادی کی" زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی بیٹی نفیسہ نے ولید بن عبدالملک بن مروان سے شادی کی اور انہی کے ہاں وفات پائی، ان کی والدہ لبابہ بنت عبداللہ بن عباس تھیں"۔ ۳۶۳

اسی طرح بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان بہت سے رشتے ہیں، ہم نے ان میں سے کچھ بیان کیے ہیں "جو آدمی حق اور بصیرت ڈھونڈنا چاہے" اس کے لیے

---

۳۵۸ "کتاب المحبّر" ص ۴۴۹

۳۵۹ جی ہاں: وہی مروان ابن حکم جنھیں شیعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے سلسلے میں ہدف تنقید بناتے ہیں۔ یہی مروان اپنے بیٹے کی شادی، ان کے پہلے امام معصوم علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے کر رہے ہیں۔

۳۶۰ "الارشاد" للمفید ص ۱۸۶

۳۶۱ "نسب قریش" ص ۴۵ "جمہرۃ انساب العرب" ص ۸۶

۳۶۲ "نسب قریش" ص ۵۲ حسن ثانی کی اولاد کے ضمن میں "جمہرۃ انساب العرب" ص ۱۰۸ مروان بن حکم

یہی کافی ہیں۔ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ۔

اسی وجہ سے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیانؓ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ پرانی جنگ اور طویل دشمنی ہمیں اس سے روک نہیں سکتی کہ ہم تمہیں اپنے آپ میں گھلنے ملنے نہ دیں۔ ایک ہم پلہ کی حیثیت سے رشتے لیے بھی اور دیئے بھی"۔ ۳۶۴

کیا اس کے بعد بھی کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان نفرت و عداوت اور حسد و بغض پایا جاتا تھا، یہی چیزیں بعد میں علیؓ، آپؓ کے بیٹے حسنؓ اور معاویہؓ اور ان کے بیٹے یزید کے مابین جنگ و جدال کی صورت میں ظہور پذیر ہوئیں؟ حالانکہ اس بات کی کوئی اصل، سند اور بنیاد نہیں ملتی۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم سب کے سب ایک ہی باپ کے بیٹے تھے، ایک ہی دادا کے پوتے تھے، اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی ایک ہی درخت کی شاخیں تھیں۔ سب نے ایک ہی سرچشمۂ ہدایت سے سیرابی حاصل کی اور اللہ کے دین کے پھل پاتے تھے۔ وہ دینِ حنیف، جسے رسولِ صادق و امینؐ لے کر آتے تھے، جو سکھانے آئے تھے، جنھوں نے بتایا تھا کہ عربی اور عجمی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ کالے اور سرخ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ کسی کو کسی پر سوائے تقویٰ کے اور کوئی وجہِ فضیلت نہیں۔ کوئی حسب نسب والا اپنے حسب نسب پر فخر نہ کرے۔ یہی رسول اللہ کی تعلیمات

---

۳۶۳ "طبقات ابنِ سعد" ج ۵ ص ۲۴ ۲۳، "عمدۃ الطالب، فی انساب آلِ ابی طالبؓ"

۳۶۴ "نہج البلاغۃ"، تحقیق صبحی صالح ص ۳۸۶، ۳۷۸ تحقیق محمد عبدہ ج ۳ ص ۳۲

حمیری نے ایک روایت جعفر بن محمد سے ان کے والد کے واسطہ سے نقل کی ہے کہ آپ نے کہا: "خدیجہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں قاسم، طاہر، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور زینب ہیں۔ علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی۔ ابو العاص بن ربیع نے جو کہ بنی امیہ سے تھے، زینب سے شادی کی۔ عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے شادی کی اور ابھی تعلقِ زوجیت بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ فوت ہوگئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جگہ آپ کی شادی

تھیں، یہی آپؐ کی ہدایات تھیں۔ شیعہ کی اپنی روایت کے مطابق خطبہ حجۃ الوداع میں آپؐ نے فرمایا:

"سب لوگ اسلام میں برابر ہیں۔ سب لوگ آدم وحوا کے بیٹے ہیں۔ کسی عربی کو عجمی پر، یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کی بناء پر، کیا میں نے بات پہنچا دی؟ سب نے کہا ہاں! آپؐ نے فرمایا: یا اللہ تو گواہ رہنا، اس کے بعد فرمایا میرے پاس نسب کے حوالے سے نہیں، اپنے اعمال کے حوالے سے آنا .... اس کے بعد فرمایا، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اسے دھوکہ دیتا ہے، نہ خیانت کرتا ہے اور نہ ہی اس کی غیبت کرتا ہے۔ اس کے خون کو حلال نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس کے مال کو، سوائے اس کے کہ وہ اپنی خوشی سے دے! — میں نے بات پہنچا دی؟ سب نے کہا ہاں۔ اس کے بعد فرمایا: یا اللہ تو گواہ رہنا" [۳۶۵]

---

۳۶۵ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۱۱۱

کردی"۔ ۳۶۶ھ

اسی جیسی روایت عباس قمی نے "ملتھی الآمال" میں جعفر صادق سے اور مامقانی نے "تنقیح الرجال" میں ذکر کی ہے"۔ ۳۶۷ھ

دیکھیے شری بھی یہ لکھتے ہوئے اس بات کا اقرار کر رہا ہے،

"عثمان رضی حضور کی صحبت اور (نیکی میں) سبقت کے لحاظ سے شیخین رضی سے کم نہیں تھے۔ آپ باعزت مسلمانوں میں سے تھے، آپ دو دفعہ رسول اللہ کے داماد بنے، آپ رضی نے رسول اللہ کی بیٹی رقیہ رضی سے شادی کی اور ان کے بطن سے آپ کا ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا جو کہ چھ سال کی عمر میں فوت ہو گیا، اس کی والدہ اس سے بھی پہلے فوت ہو چکی تھیں، نبی نے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم رضی سے آپ رضی کی شادی کر دی، ام کلثوم رضی بھی زیادہ عرصہ آپ رضی کے ساتھ نہ رہ سکیں اور اپنے والد کی حیات ہی میں فوت ہو گئیں"۔ ۳۶۸ھ

مشہور مورخ مسعودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ضمن میں لکھتا ہے،

"ابراہیم کے سوا آپ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی سے پیدا ہوئی، خدیجہ رضی سے آپ کی اولاد میں قاسم رضی، جن کے نام سے آپ کنیت کیا کرتے تھے اور جو عمر کے لحاظ سے آپ کا سب سے بڑا بیٹا تھا (یعنی سب سے زیادہ عمر پائی)، پیدا ہوا۔ اس کے علاوہ رقیہ رضی، ام کلثوم رضی پیدا ہوئیں جو ابولہب (آپ کے چچا کے)

۳۶۶ھ "قرب الاسناد" ص ۶، ۷

۳۶۷ھ "المنتھی" ج ۱ ص ۱۰۸ "التنقیح" ج ۳ ص ۷۳

۳۶۸ھ کتاب "امیر المومنین" محمد جواد شیعہ، زیر عنوان، علی رضی عہد عثمان رضی میں، ص ۲۵۶

دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں آئیں۔ ان دونوں نے رقیہؓ اور ام کلثومؓ، دونوں کو طلاق دے دی، طلاق کا قصہ لمبا ہے، چنانچہ عثمانؓ بن عفان نے یکے بعد دیگرے ان دونوں سے شادی کی" ۳۶۹

اب ہم ایک روایت بیان کریں گے جسے کلینی، عروسی حویزی نے نبیؐ کی اولاد کے بارے میں ذکر کیا ہے، جو اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ نبیؐ کی بیٹیاں ہیں، وہ بنظرِ غور اس روایت کو پڑھیں:

" آپؐ نے خدیجہؓ سے شادی کی، اس وقت آپؐ کی عمر بیس اور کچھ سال تھی، ان کے بطن سے آپؐ کے ہاں بعثت سے پہلے قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم اور بعثت کے بعد طیب، طاہر اور فاطمہ علیہا السلام پیدا ہوئیں" ۳۷۰

خود علیؓ بن ابی طالب نے بھی حضرت عثمانؓ کے ایمان، صحابی ہونے، اپنے جیسا عالم ہونے، اپنے جیسی معرفت ہونے اور اسلام میں آپؓ کی سبقت و برتری کی گواہی دی ہے۔ یہ سب چیزیں حضرت علیؓ کے اپنے اس کلام میں موجود ہیں جو آپ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں خود ان سے مخاطب ہو کر اس وقت فرمایا، جب لوگ آپ سے پوچھ رہے تھے، روایت ملاحظہ کیجئے:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میرے پیچھے آنے والے لوگ میرے اور آپ کے درمیان کی بات پوچھ رہے ہیں۔ بخدا میں نہیں جانتا کہ میں آپ سے کیا کہوں! مجھے ایسی کوئی چیز معلوم نہیں، جسے آپ نہ جانتے ہوں۔ نہ میں آپ کو ایسی بات بتا سکتا ہوں جو آپ کے علم میں نہ

---

۳۶۹ "مروج الذهب" جلد ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ مصر

۳۷۰ "الاصول من الکافی" ج۱ ص ۴۳۹، ۴۴۰ "نور الثقلین" للعروسی ج ۳ ص ۳۰۳

ہو، جو ہم جانتے ہیں آپ بھی جانتے ہیں، ہم نے آپ سے کوئی سبقت حاصل نہیں کی کہ اس کے بارے میں آپ کو بتائیں۔ خلوت میں ہم نے جو کچھ دیکھا سنا آپ تک پہنچا دیا، آپ بھی ویسا ہی دیکھتے ہیں جیسا ہم، ویسا ہی سنتے ہیں جیسا ہم، آپ بھی رسول اللہ کے ساتھ اسی طرح رہے جیسے ہم رہے۔ ابن ابی قحافہ اور ابن الخطاب کے عمل آپ سے بڑھ کر نہیں۔ آپ میرے والد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ آپ قرابت و رشتہ داری میں ان دونوں سے زیادہ قریب ہیں۔ آپ رسول اللہ کے داماد ہیں۔ یہ وہ شرف ہے جو ان دونوں کو حاصل نہیں تھا۔ خدا کے لیے، خدا کے لیے اپنی جان پر رحم کیجیے! آپ اندھے کو دکھا نہیں سکتے۔ جاہل کو سکھا نہیں سکتے" [۳۷۱]

آپ نے دیکھا کہ ہمارے چوتھے خلیفہ راشد اور ان کے پہلے امام معصوم کیا کہہ رہے ہیں؛

کیا اس کے بعد بھی کسی شکی کا شک و شبہ باقی رہ سکتا ہے کہ علیؓ آپ سے افضل ہیں؛ ان پوشیدہ باتوں کے زیادہ جاننے والے ہیں جن سے ذو النورینؓ بے خبر تھے، کیا علیؓ قرابت و رشتہ داری میں آپ سے زیادہ قریب ہیں یا کیا آپ جاہل کو سکھا یا اندھے کو دکھا سکتے ہیں؛ حیرت ہے اگر علیؓ بن ابی طالب کے اقرار و اعتراف اور آپؓ کی گواہی کے بعد بھی کوئی ایسا کہے تو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو اپنے دل جیسا کہا ہے، آپؑ سے روایت کرتے ہیں "ابوبکرؓ میرے نزدیک کان کی طرح، عمرؓ آنکھ جیسے اور عثمانؓ میرے نزدیک دل کی مانند ہیں" [۳۷۲]

---

[۳۷۱] "نہج البلاغۃ"، تحقیق صبحی صالح ص ۲۳۴۰

[۳۷۲] "عیون اخبار الرضا" ج ۱ ص ۳۰۳ مطبوعہ طہران

خوش بختی وسعادت ہے آپؓ کی کہ آپ کو رسول اللہؐ اپنے دل کی جگہ بتا رہے ہیں، آپؐ کے پوتے اور جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ کے بیٹے حسین بن علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) آپ سے یہ روایت نقل کر رہے ہیں"۔ ۳۷۳ھ

حسن بن علیؓ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ ۳۷۴ھ

حسن، حسین اور ان کے والد علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) کے علاوہ بھی اہلِ بیت کے سب افراد نے آپ کی بے حد تعریف کی ہے۔ دیکھیے کلینی ان کے چھٹے امامِ معصوم ـــــ جعفر بن باقر کی روایت نقل کرتا ہے کہ آپؑ عثمانؓ کی تعریف کرتے ہوئے اور ان کے متّبعین کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"دن کی ابتداء میں آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ متوجہ ہو جاؤ، علی صلوٰت اللہ علیہ اور ان کا گروہ ہی کامیاب ہونے والے ہیں اور دن کی انتہا میں پکارنے والا پکارتا ہے کہ عثمانؓ اور ان کا گروہ ہی کامیاب ہونے والے ہیں"۔ ۳۷۵ھ

جعفر صادقؒ بھی بیان کرتے ہیں کہ عثمانؓ بن عفان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک خاص مقام حاصل تھا، آپؐ ان پر اعتماد کرتے تھے، خود ان کی طرف سے نائب بنے۔ عثمانؓ نے نبی علیہ السلام کی اس خلوص ووفاء کے ساتھ پیروی کی جس کی نظیر نہیں مل سکتی، جعفر بتاتے ہیں کہ ایک خاص امتیاز جو عثمانؓ کو دوسرے تمام صحابہؓ سے ممتاز کر دیتا ہے وہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا، اور پھر خود ہی ان کی

۳۷۳ھ "عیون اخبار الرضا" ج ۱ ص ۳۰۳ مطبوعہ طہران

۳۷۴ھ "تفسیر الحسن العسکری" "معانی الاخبار" ص ۱۱۰

۳۷۵ھ "الکافی فی الفروع" ج ۸ ص ۲۰۹

طرف سے بیعت بھی کی، صلح حدیبیہ کے سلسلے کے یہ سب واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمانؓ بن عفان کو ان کی طرف بھیجا اور کہا: اپنی جماعتِ مومنین میں جاؤ اور انھیں خوشخبری دو کہ میرے رب نے مجھ سے فتح مکہ کا وعدہ فرمالیا ہے۔ جب عثمانؓ بن عفان چلے تو ابان بن سعید انھیں مل گئے۔ جانور چرنے کی وجہ سے دیر ہوگئی، پھر اس نے عثمانؓ کو اپنے آگے بٹھایا اور عثمانؓ ان میں داخل ہو گئے، انھیں بتایا، لیکن جھگڑا شروع ہو گیا۔ سہیل بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ گیا اور عثمانؓ مشرکین کے لشکر میں بیٹھ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت لی اور اپنے ایک ہاتھ کو عثمانؓ کی طرف سے دوسرے ہاتھ پر مارا اور مسلمانوں نے کہا، مبارک باد عثمانؓ کے لیے کہ اس نے بیت اللہ کا طواف کر لیا، صفا مروہ کے درمیان سعی کر لی اور حلال ہو گیا (یعنی احرام اتار دیا) اس کے بعد رسولؐ اللہ نے فرمایا، اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ جب عثمانؓ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا؟ آپؓ نے کہا: میں کیسے بیت اللہ کا طواف کر سکتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف نہ کیا ہو۔ پھر پورا قصہ اور سب واقعات بیان کیے۔" [۳۷۶]

اس سے بڑھ کر کیا اطاعت وادب ہو گا کہ ایک شخص حرم میں داخل ہو جائے اور صرف اس لیے بیت اللہ کا طواف نہ کرے کہ اس کے آقا و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف نہیں کیا۔

---

۳۷۶ "کتاب الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۳۲۵-۳۲۶

اسی طرح کی روایت مجلسی نے بھی اپنی کتاب "حیاۃ القلوب" میں نقل کی ہے، کہتا ہے: "جب رسول اللہ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ مشرکین نے آپؓ کو قتل کر دیا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ٹلوں گا جب تک کہ ان کو قتل نہ کر دوں جنھوں نے عثمانؓ کو قتل کیا ہے۔ آپؐ نے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائی اور عثمانؓ کے لیے بیعت لینا شروع کی۔[۳۷۷] اس کے بعد پورا قصہ بیان کرتا ہے۔"[۳۷۸]

یہ ہیں تیسرے امام و شہید مظلوم۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

علیؓ کا آپؓ کی بیعت کرنا

حضرت علیؓ آپؓ کی خلافت و امامت کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ مہاجرین اور انصار سب آپ پر متفق ہو چکے تھے۔ آپ ان کی خلافت کو اللہ کی مرضی و خوشی پر محمول سمجھتے تھے۔ آپ سمجھتے تھے کہ بیعت کر لینے کے بعد اب کسی کو بیعت توڑنے کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ موجود حضرات ہوں یا غائب، جب آپ امام بن چکے تو اب کوئی آپ کی امامت کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہ بات

۳۷۷ـ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا" (سورہ فتح آیت ۱۸)
یہ آیت بھی اسی موقعہ پر نازل ہوئی "اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ" (آیت ۱۰)

۳۷۸ـ "حیاۃ القلوب"، ج ۲ ص ۴۲۴ مطبوعہ طہران۔

آپ نے خود اپنے ایک خطبہ میں معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو جواب دیتے ہوئے لکھی ہے۔ آپؓ لکھتے ہیں،

"مجلسِ شورای مہاجرین اور انصار پر مشتمل ہے، وہ کسی بھی آدمی پر اتفاق و اجتماع کر کے اسے امام بنالیں تو اسی میں اللہ کی رضا شاملِ حال ہوگی۔ اگر کوئی اُن کے حکم سے کسی طعن یا بدعت کی وجہ سے نکلے تو اُسے واپس لایا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جانے کی بناء پر قتل کر دیا جائے گا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا جائے گا"۔[۳۷۹]

آپ ان چھ حضرات میں سے ایک تھے جن میں سے فاروق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر المومنین چنا جانا تھا۔ جب عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے مہاجرین اور انصار کے ذمہ دار افراد سے مشورہ کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بتا دیا کہ مہاجرین و انصار عثمانؓ ہی کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بیعت کی اور اس کے بعد بیعت کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔

"سب سے اول عثمانؓ بن عفان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور ان کے بعد علیؓ بن ابی طالب ہیں"۔[۳۸۰]

علی مرتضیٰؓ خود بھی یہی کہہ رہے ہیں: "جب آپ کو (یعنی فاروقؓ کو) شہید کر دیا گیا تو میں چھ میں سے چھٹا آدمی تھا۔ میں اسی طرح اس کمیٹی میں شامل ہو گیا

---

[۳۷۹] "نہج البلاغۃ" ص ۳۶۸ تحقیق صبحی۔

[۳۸۰] "طبقات ابن سعد" ج ۳ ص ۴۲ مطبوعہ لیدن، "البخاری" باب قصۃ البیعۃ والاتفاق علی عثمان بن عفان۔

جس طرح انہوں نے چاہا۔ مجھے گوارا نہیں تھا کہ میں مسلمانوں کی جماعت میں تفریق ڈال کر انھیں کمزور کردوں۔ چنانچہ تم نے بھی عثمانؓ کی بیعت کی اور میں نے بھی ان کی بیعت کی۔" ۳۸۱

ایک جگہ کہتے ہیں "تم جانتے ہو کہ میں ہی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ بخدا میں نے بھی وہی تسلیم کر لیا جو سب مسلمان کر چکے تھے۔ مجھ پر کوئی زبردستی نہیں تھی ۳۸۲ میں نے صرف اور صرف اجر الله کے فضل کی خاطر یہ سب کچھ کیا۔"

اس کی شرح میں ابنِ ابی الحدید جو کہ مشہور معتزلی شیعہ ہے، لکھتا ہے کہ "عبدالرحمنؓ بن عوف نے علیؓ سے کہا، میں نے اس وقت بیعت کی کہ اگر نہ کرتا تو مسلمانوں کی راہ سے ہٹ جاتا..... پھر کہتے ہیں: تم جانتے ہو کہ میں ہی خلافت کا سب سے زیادہ حقدار تھا..... پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیعت کر لی۔" ۳۸۳

علیؓ آپؓ کے مخلص و وفادار دوستوں میں تھے۔ آپ کو نصیحت بھی کرتے، مشورے بھی دیتے اور آپ کے دور میں بھی صدیقؓ و فاروقؓ کی طرح فیصلے کیا کرتے تھے۔ شیعہ محدثین نے اپنی کتابوں میں مستقل ابواب قائم کیے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ذو النورین کے دورِ خلافت میں آپ نے یہ یہ فیصلے کئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین!

مفید نے اپنی کتاب "الارشاد" میں عثمانؓ کے دورِ خلافت میں علیؓ کے

---

۳۸۱ "الامالی" للطوسی جلد ۲ جزء ۱۸ ص ۱۲۱ مطبوعہ نجف

۳۸۲ "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح ص ۱۰۲

۳۸۳ ابنِ ابی الحدید "ناسخ التواریخ" ج ۲ کتاب ۲ ص ۹۴ مطبوعہ ایران۔

فیصلے" کے عنوان سے ایک باب ذکر کیا ہے جس میں ایسے بہت سے فیصلے نقل کیے گئے ہیں جو علی رضؓ نے کیے اور عثمان رضؓ نے انھیں نافذ کیا، لکھتا ہے:

"ایک عورت نے ایک بوڑھے مرد سے نکاح کیا اور حاملہ ہو گئی، بوڑھے نے سوچا کہ میں نے تو اس کے ساتھ جماع کیا نہیں لہٰذا یہ حمل میرا نہیں۔ عثمان رضؓ کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ آپ نے عورت سے پوچھا، کیا اس بوڑھے نے اپنا پانی تم میں گرایا ہے؟ وہ باکرہ تھی، کہنے لگی: نہیں، عثمان رضؓ نے کہا، پھر اس پر حد جاری کرو، یہ سن کر امیر المؤمنین علیہ السلام نے آپ سے کہا، عورت کے دو زہر ہیں، ایک حیض اور ایک پیشاب، شاید کبھی یہ بوڑھا اس کے قریب گیا ہو اور اس کا پانی اس کے زہرِ حیض میں رل گیا ہو جس سے یہ حاملہ ہو گئی ہو۔ اس آدمی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا، اس نے کہا: میں اس کے آگے والے حصے میں اپنا پانی بہا دیا کرتا ہوں کیونکہ (قدرتِ جماع) نہیں رکھتا۔ یہ سن کر امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: اسی کا حمل ہے اور اسی کی اولاد ہے اور اسے اپنے نطفہ سے انکار کرنے کی بناء پر سزا دی، عثمان رضؓ نے اسی فیصلہ کو نافذ کیا اور (علیؓ کی معاملہ فہمی) پر تعجب کیا۔"[۳۸۴]

ایک اور فیصلہ سنیے" ایک مرد کی ایک لونڈی تھی جس سے اس کی اولاد ہوتی۔ پھر اس نے اسے علیحدہ کر دیا اور اس کا نکاح اپنے غلام سے کر دیا۔ مالک فوت ہو گیا اور وہ اس کے بیٹے کی ملک سے آزاد ہو گئی اور اس کا بیٹا اس کے شوہر کا وارث بنا (مالِ میراث میں وہ غلام بھی جس سے اس عورت نے شادی کی تھی اس عورت کے بیٹے کے حصے میں آ گیا) پھر بیٹا فوت ہو گیا اور وہ اپنے بیٹے

---

۳۸۴ "الارشاد" ص ۱۱۲، ۱۱۳ مطبوعہ: مکتبہ بصیرتی قم، ایران

کے مال کی، جو دراصل اس کا شوہر تھا، وارث بنی۔ اب (وہ غلام اور یہ عورت) دونوں جھگڑا کرتے ہوئے عثمانؓ کے پاس آئے۔ عورت کہتی تھی، یہ میرا غلام ہے۔ اور وہ کہتا تھا: یہ میری عورت ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ عثمانؓ کہنے لگے: مشکل سا مسئلہ ہے، امیرالمؤمنین علیہ السلام آئے اور کہا: اس سے پوچھیے کہ کیا اس نے اس کو میراث میں لے کر اس سے جماع کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: نہیں، آپ نے کہا، اگر مجھے پتہ چل جاتا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اسے سخت سزا دیتا۔ جا، یہ تیرا غلام ہے، اس کا تجھ پر کوئی حق نہیں، چاہے تو اسے غلام رکھ، چاہے تو آزاد کر، اور چاہے تو اسے بیچ ڈال۔"[۳۸۵]

کلینی نے اپنی صحیح میں ابوجعفر محمد باقر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

"جب ولید بن عقبہ پر شراب کی گواہی دی گئی تو عثمانؓ نے علی علیہ السلام سے کہا: آپ ان کے، اور ان لوگوں کے درمیان جو سمجھتے ہیں کہ آپ نے شراب پی ہے فیصلہ کر دیجیے، علی علیہ السلام نے ایک ایسا کوڑا چالیس دفعہ مارنے کا حکم دیا جس کی دو شاخیں تھیں۔"[۳۸۶]

مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے "جب ولید عثمانؓ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا: کون اسے مارے گا؟ لوگ قرابت کی وجہ سے پیچھے ہٹ گئے اور عثمانؓ بھی ماں کی طرف سے اس کے بھائی تھے، چنانچہ علیؓ اٹھے اور آپ کو کوڑے لگائے۔"[۳۸۷]

---

[۳۸۵] ایضاً ص ۱۱۳

[۳۸۶] "الکافی من الفروع" ج ۷ ص ۲۱۵ باب مایجب فیہ الحد من الشراب

[۳۸۷] "تاریخ الیعقوبی"، شیعہ ج ۲ ص ۱۶۵۔

عبداللہ بن عباس رضؓ نے ۳۵ھ میں امارتِ حج کا عہدہ قبول کرکے امیرِ حج کے فرائض سرانجام دیے۔ ۳۹۱ھ

اس کے علاوہ سب اہلِ بیت آپؓ کے پرچم تلے مشغولِ جہاد رہے۔

ان لشکروں میں شامل و شریک رہے جو کفار اور دوسرے دشمنانِ اسلام کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے تھے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) اس لشکر میں شریک تھے جس نے ۲۶ھ میں افریقہ میں متعدد اسلامی جنگیں لڑیں۔

عبداللہ بن ابی سرح کی زیرِ قیادت برقہ، طرابلس اور افریقہ کی طرف جانے والے لشکر میں علی بن ابی طالب کے دونوں بیٹے حسن اور حسین کے علاوہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، ان کے چچا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی شریک تھے۔ ۳۹۳ھ

"خراسان، طبرستان اور جرجان کی جنگوں میں لڑنے والوں میں حسنؓ، حسینؓ اور عبداللہ بن عباسؓ بھی سعیدؓ بن عاص اموی کے زیرِ قیادت جنگ لڑ رہے تھے"۔ ۳۹۴ھ

اس کے علاوہ بھی اہلِ بیت متعدد جنگوں اور معرکوں میں شریک رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اہلِ بیت کی خدمت میں مالِ غنیمت اور

۳۹۱ھ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۱۶۷

۳۹۲ھ "الکامل لابن الاثیر" ج ۲ ص ۴۵

۳۹۳ھ "تاریخ ابنِ خلدون" ج ۲ ص ۱۰۳

۳۹۴ھ "تاریخ الطبری"، "الکامل لابن الاثیر"، "البدایہ والنہایۃ"، "تاریخ ابنِ خلدون"

خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی ابتدائی حالات میں آپ کا دفاع کرنے والوں میں شریک تھے۔ انھی کی کتاب اٹھا کر ذرا یہ الفاظ پڑھیے "آپ نے خود (یعنی علیؓ نے) بھی کئی دفعہ آ کر لوگوں کو ان (یعنی عثمانؓ) کے قریب سے ہٹایا اور اپنے دونوں بیٹوں اور بھتیجے عبداللہ بن جعفرؓ کو بھی وہاں پر پہرہ دینے کا حکم دیا"۔ [398]

"آپ دیر تک انھیں زبان اور ہاتھ سے دور کرتے رہے۔ جب دیکھا کہ انھیں بھگانا ممکن نہیں تو آپ وہاں سے چلے آئے"۔ [399]

"آپ اپنی زبان، ہاتھ اور اپنی اولاد کی مدد سے (باغیوں) کو ہٹاتے رہے لیکن کچھ نہ بن سکا"۔ [400]

آپ خود اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اللہ کی قسم میں اس حد تک (لوگوں کو) آپ سے روکتا رہا کہ میں نے سوچا کہیں گناہگار نہ ہو جاؤں"۔ [401]

کیونکہ حضرت ذوالنورینؓ نے آپ کو دفاع کرنے سے روک دیا تھا اور فرمایا تھا: "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سب اپنا اسلحہ لے کر چلے جاؤ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو"۔ [402]

"آپ (یعنی عثمانؓ نے) حسن بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن طلحہؓ اور دیگر انصار کے بچوں کو روک دیا، چنانچہ عثمانؓ نے انھیں ڈانٹتے ہوئے کہا تم میری مدد سے بری ہو"۔ [403]

---

[398] شرح نہج البلاغۃ" لابن ابی الحدید ج ۱۰ ص ۵۸۱ مطبوعہ، قدیم، ایران

[399] "شرح ابن میثم البحرانی"، ج ۴ ص ۳۵۴ مطبوعہ طہران

[400] شرح ابن ابی الحدید" اس روایت کے تحت "بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر"۔

چنانچہ جہاں دوسرے صحابہؓ کے بیٹے زخمی ہوئے وہاں زخمی ہونے والوں میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے غلام قنبر بھی تھے"۔[۴۰۴]

جب سرکش باغیوں نے آپ کا پانی بھی بند کر دیا تو علیؓ نے انھیں خطاب کرتے ہوئے کہا:

"اے لوگو! جو کام تم کر رہے ہو نہ مسلمانوں نے کیے ہیں نہ کافروں نے، ایرانی و رومی بھی جب کسی کو گرفتار کرتے ہیں تو اسے کھانے پینے کو دیتے ہیں، خدا کے لیے اس آدمی کا پانی نہ بند کرو، علیؓ نے بنی ہاشم کی ایک عورت کے ہاتھ پانی کی بھری تین مشکیں آپ کے پاس بھیجیں"۔[۴۰۵]

انخیر میں ہم آپ کو مشہور شیعہ مورخ مسعودی[۴۰۶] کی زبانی اس روح فرسا اور درد افزا المیہ کی کہانی سناتے ہیں، لکھتا ہے:

۴۰۱ھ "شرح نہج البلاغۃ"، لابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۸۶

۴۰۲ھ "تاریخ خلیفہ بن خیاط" ج ۱ ص ۱۵۱، ۱۵۲ مطبوعہ عراق

۴۰۳ھ "شرح النہج" زیرِ عنوان، عثمانؓ کا محاصرہ اور پانی بند کر دینا

۴۰۴ھ "الانساب" للبلاذری ج ۵ ص ۹۵ "البدایہ" لضمن "عثمانؓ کا قتل"

۴۰۵ھ "ناسخ التواریخ" ج ۲ ص ۵۳۱ - اسی جیسی روایت "انساب الاشراف" للبلاذری ج ۵ ص ۶۹ میں بھی ہے۔

۴۰۶ھ اس کا نام ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہے - بغداد میں تیسری صدی کی آخری تہائی میں پیدا ہوا - بہت سے مشرقی اور افریقی ممالک میں پھرتا رہا اور ۳۴۲ یا ۳۴۶ھ میں وفات پائی۔

محسن امین شیعہ مورخین کے طبقہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے: مسعودی تاریخ

- جب علیؑ کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں، آپ نے حسنؑ اور حسینؓ کو اپنے دیگر متبعین کے ساتھ ہتھیار دے کر عثمانؓ کی طرف بھیجا، کہ ان کے دروازے پر ان کی مدد کے لیے پہرہ دیں۔ انھیں حکم دیا کہ لوگوں کو وہاں ہرگز پہنچنے نہ دیں، اسی طرح زبیرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ، طلحہؓ نے اپنے بیٹے محمد اور بہت سے صحابہؓ نے اپنے اپنے بیٹوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، ان حضرات نے باغیوں کو گھر تک پہنچنے سے روکے رکھا، ان پر تیر برسائے گئے، لوگ باہم گڈمڈ ہو گئے، حسنؓ زخمی ہو گئے، قنبر کا سر پھٹ گیا، محمدؓ بن طلحہ بھی زخمی ہو گئے۔ لوگ ڈر گئے کہ کہیں بنو ہاشم اور بنوامیہ میں تعصب کی جنگ نہ چھڑ جائے، انہوں نے لوگوں کو دروازے پر لڑتا چھوڑ دیا۔ کچھ آدمی انصار کے گھروں میں ان کی دیواریں پھاند کر داخل ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر اور دوسرے دو آدمی آپ تک پہنچے، عثمانؓ کے قریب ان کی بیوی تھی۔ ان کے گھر والے اور دوسرے افراد لڑنے میں مشغول تھے، محمدؒ

کا امام ہے "مروج الذہب" اور "اخبار الزمان" کا مصنف ہے (اعیان الشیعہ قسم ثانی جلد ص ۱۳۱)

قمی نے کہا ہے: "یہ مورخین کا شیخ اور سربراہ ہے۔ اس نے اور کتابوں کے علاوہ امامت میں بھی ایک کتاب "اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طالب" کے نام سے لکھی ہے۔ "مروج الذہب" کا مصنف ہے۔ نجاشی نے شیعہ راویوں کی فہرست میں شمار کیا ہے" (الکنی والالقاب ج ۲، ص ۱۵۳)

خوانساری نے اس کی تعریف میں کیے گئے بہت سے شیعہ علماء کے اقوال نقل کیے ہیں، جنھوں نے اس کی بہت سی خوبیوں کی تعریف کی ہے "ہم امامیہ حضرات کا شیخ متقدم ہے" "یہ صدوق کا ہم عصر ہے۔ اہم ترین علماء امامیہ اثنا عشریہ کے فاضل ترین لوگوں میں سے ہے" (روضات الجنات ج ۴ ص ۲۸۱)

بن ابی بکر نے ان کی ڈاڑھی کو پکڑا۔ آپ کہنے لگے : اے محمد! بخدا اگر تیرے والد تجھے یہاں دیکھتے تو بہت بُرا سمجھتے، اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہاں سے نکل کر گھر کی طرف چلا گیا، اس کے بعد دو آدمی داخل ہوئے اور انھیں قتل کر دیا۔ اس وقت قرآنِ پاک آپ کے سامنے تھا جسے آپؓ پڑھ رہے تھے، آپ کی بیوی اٹھ کھڑی ہوئیں، زور زور سے رونے اور کہنے لگیں، امیر المومنین قتل ہو گئے، یہ سن کر حسنؓ اور حسینؓ آئے اور ان کے ساتھ بنی امیہ کے کچھ افراد بھی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے۔ رضی اللہ عنہ — سب رونے لگے۔ علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور دوسرے مہاجرینؓ وانصارؓ تک یہ خبر پہنچی۔ سب واپس آ گئے اور گھر میں داخل ہو گئے۔ سب بے حد پُر درد و غم رسیدہ تھے۔ علیؓ اپنے دونوں بیٹوں سے (شدتِ غم میں) کہنے لگے۔ تمہارے دروازے پر ہوتے ہوئے امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے؟ حسنؓ کو طمانچہ مارا، حسینؓ کے سینے پر مارا۔ محمد بن طلحہ کو گالی دی، اور عبداللہ بن زبیرؓ کو سخت برا بھلا کہا۔[۴۰۷]

شہید ہونے کے بعد علیؓ اور آپ کے گھر والوں ہی نے رات میں آپ کی نمازِ جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کیا۔ دیکھیے معتزلی شیعہ ابنِ ابی الحدید لکھتا ہے :

"آپ اور آپ کے ساتھ گھر والوں میں سے تھوڑے سے لوگ نکلے، جن میں حسن بن علی، ابنِ زبیر اور ابو جہم بن حذیفہ تھے۔ یہ حضرات مغرب اور عشاء کے درمیان (جنازہ لیکر) نکلے اور مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں لے آئے۔ یہ باغ جنت البقیع سے باہر تھا اور اسے حش الکوکب کہا جاتا تھا۔

---

۴۰۷ "مروج الذہب" للمسعودی ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ بیروت

وہاں ان حضرات نے آپ کی نماز پڑھی"۔ ۴۰۸

آپؓ کے ساتھ اہل بیت کی محبت کا یہ بھی ایک منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹیوں کی شادیاں ان کے بیٹوں سے کیں، بلکہ خود ان سے کیں، اور کیوں نہ کرتے کہ جب اللہ کی مخلوق میں سب سے اعلیٰ ترین فرد نے اپنی دو بیٹیوں کی شادیاں ان سے کر دی تھیں۔ اہل بیت اپنے بیٹوں کے نام اُن کے نام پر رکھا کرتے تھے۔ دیکھیے مفید لکھتا ہے کہ علیؓ بن ابی طالبؑ کے ایک بیٹے کا نام عثمان تھا:

"امیر المؤمنین کے ستائیس لڑکے اور لڑکیاں تھیں، ۱۔ حسنؓ ۲۔ حسینؓ ...

۱۰۔ عثمان، آپ کی والدہ ام البنین بنت حزام بن خالد بن وارم تھیں"۔ ۴۰۹

اصفہانی نے لکھا ہے کہ یہ بھی اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ کربلا میں شہید ہو گئے تھے۔

جب عثمان بن علیؓ شہید کیے گئے تو اس وقت ان کی عمر اکیس برس تھی۔ ضحاک نے لکھا ہے، خولی بن یزید نے عثمان بن علیؓ پر تیر چلایا جس سے آپ پچھاڑ کھا کر گر گئے۔ بنی ابان بن دارم میں سے ایک آدمی نے آپ کو گرفتار کر لیا، اور قتل کر کے آپ کا سر اتار لیا"۔ ۴۱۰

یہ ہے عثمانؓ بن عفان کی صحیح تصویر! وہ عثمانؓ جو دامادِ رسولؐ اور دنیا و آخرت

---

۴۰۸ "شرح النہج" لابن ابی الحدید ج ۱ ص ۹۰ مطبوعہ قدیم ایران ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ بیروت

۴۰۹ "الارشاد" للمفید ص ۱۸۶ "امیر المؤمنین کی اولاد کا ذکر" کے تحت

۴۱۰ "مقاتل الطالبیین" ص ۸۳ "عمدۃ الطالب" ص ۳۵۶ نجف، "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۱۳

ہیں آپؐ کے محبوب ہیں۔ جن سے اہل بیت اور اہل بیت کے دوسرے تمام عزیز و اقارب اسی طرح بے حد محبت کیا کرتے تھے جس طرح صدیقؓ و فاروقؓ سے، جیسا کہ خود علی مرتضیٰؓ نے کیا ہے۔ "وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت و رشتہ داری میں سب سے قریب تھے، ان کو رسولؐ اللہ کے داماد ہونے کا وہ شرفِ عظیم ملا تھا جو صدیقؓ و فاروقؓ کو نہیں ملا"۔ ۴۱۱ھ

قارئین نے ان صفحات میں دیکھا کہ اہل بیت کے ہاں صدیقؓ، فاروقؓ اور عثمانؓ تینوں خلفاء راشدینؓ کا کیا مقام و موقف ہے۔ ہم نے تمام حوالہ جات شیعہ حضرات کی اپنی ان کتابوں سے نقل کیے ہیں جو ان کے نزدیک معتمد علیہ، ثقہ اور مصادرِ اصلیہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہر حوالہ کے ساتھ صفحہ اور جلد کا حوالہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔

تینوں خلفاء راشدہؓ کے بارے میں اہل بیت کا موقف

محبتِ اہل بیت کے جھوٹے دعویدار وہ شیعہ حضرات جو اپنے مذہب کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جن کا دعویٰ ہے کہ ہم لوگ اہل بیت کی اطاعت و پیروی کر رہے ہیں، درحقیقت کھلم کھلا ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ حضرات صدیقؓ و فاروقؓ اور ذو النورینؓ کے ساتھ انتہائی درجہ کا بغض اور عداوت رکھتے ہیں ـــــ ان مقدس حضرات کو گالیاں بکتے اور برا بھلا کہتے ہیں بلکہ بدزبانی کی انتہا یہ ہے کہ ان حضراتِ صحابہؓ کو کافر و فاسق تک کہہ دیتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس فعلِ شنیع و مکروہ کو خدا کا پسندیدہ ترین عمل قرار دیتے ہیں۔

۴۱۱ھ "نہج البلاغہ" تحقیق صبحی صالح ص ۲۳۴

ان کے نزدیک اس سے زیادہ موجب اجر و ثواب کوئی فعل نہیں کہ ان حضرات کو گالیاں بکی جائیں اور بُرا بھلا کہا جائے۔ ان کی کوئی کتاب اور کوئی رسالہ آپ کو نہیں ملے گا جو گالیوں، بدزبانیوں اور طعن و تشنیع سے بھرپور نہ ہو، جس میں ــــ میری جان اور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ــــ رسولؐ اللہ کے مخلص ترین ساتھیوں پر کیچڑ نہ اچھالا گیا ہو۔ اللہ کا وہ رسولؐ جو سب سے زیادہ متقی تھا، اللہ کا سب سے پیارا تھا۔ اس کی شریعت کا لانے والا، اس کی ناموس و رسالت کا مبلغ، اس کا نمائندہ اور پسندیدہ نبیؐ۔ اس نبیؐ کے بزرگ متقی شاگردوں پر جس سے امت کے بہترین لوگوں نے ہدایت پائی، یہ بدزبان طعن و تشنیع کے تیر برساتے ہیں۔ خدائے ستار و غفار ان مقدس صحابہؓ پر راضی ہو۔

دیکھیے ملا محمد کاظم اپنی کتاب میں روایت کرتا ہے :

" ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے ــ یہ زین العابدین کے حوالہ سے جھوٹی بات کہہ رہا ہے کہ ــ آپ نے کہا، جس نے جبت (یعنی صدیق) اور طاغوت (یعنی فاروق) پر ایک دفعہ لعنت بھیجی اللہ اس کے لیے ستر لاکھ نیکیاں لکھتا ہے، ستر لاکھ گناہ اس کے دھو ڈالتا ہے۔ ستر لاکھ درجے اس کے بلند کرتا ہے۔ جس نے رات کو ان دونوں پر ایک دفعہ لعنت بھیجی اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے، ہمارے آقا علی بن حسین نے کہا ہے : میں اپنے آقا ابوجعفر محمد باقر کے پاس گیا، میں نے کہا : اے میرے آقا کیا آپ کو وہ حدیث سناؤں جو میں نے اپنے والد سے سنی ہے، آپ نے کہا، سناؤ اے ثمالی، میں نے یہ حدیث انہیں سنائی، آپ کہنے لگے، ہاں اے ثمالی! تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں مزید سناؤں؟ میں نے کہا : کیوں نہیں میرے آقا، اس پر آپ نے کہا : جس نے ان دونوں پر ہر صبح ایک دفعہ لعنت بھیجی اس دن رات ہونے تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا

جائے گا اور جس نے رات کو ان دونوں پر ہر صبح ایک دفعہ لعنت بھیجی، صبح ہونے تک اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا۔ کہتا ہے، پھر ابوجعفر چلے گئے اور میں اپنے آقا صادق کے پاس آگیا، میں نے کہا: ایک حدیث سناؤں جو میں نے آپ کے والد اور دادا سے سنی ہے؟ آپ کہنے لگے سناؤ اے حمزہ! میں نے یہی حدیث انہیں بھی سنائی، آپ نے کہا، سچ ہے اے ابوحمزہ اور پھر آپ علیہ السلام نے کہا: اور ایک لاکھ درجے بلند ہوتے ہیں۔ پھر کہا: بے شک اللہ بہت کرم کرنے والا ہے"۔[۴۱۲]

پھر یہ حضرات لوگوں کو ایسا کرنے کا حکم دیتے ہیں" ہم بنی ہاشم اپنے چھوٹوں بڑوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ان دونوں کو گالیاں بکیں اور ان سے اپنی برات کا اعلان کریں"۔[۴۱۳]

اس کے بعد کوئی ایسی گالی نہیں جو ان بدبختوں نے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں کو دے نہ ڈالی ہو۔

ان کا (مفسر) عیاشی اپنی تفسیر میں سورۂ برات کی تفسیر کرتے ہوئے ابوحمزہ ثمالی کی روایت نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا ہے: میں نے (امام سے) پوچھا: اللہ کے دشمن کون ہیں؟ آپ نے کہا چار بت ہیں، کہتا ہے، میں نے کہا: کون کون سے؟ آپ نے کہا: ابوالفصیل، رمع، نعثل اور معاویہ، اور جو بھی ان کے دین کا ماننے والا ہو۔ جس نے ان سے دشمنی کی اس نے خدا کے دشمنوں سے دشمنی کی"۔[۴۱۴]

---

[۴۱۲] "اجمع الفضائح" للملا کاظم، "ضیاء الصالحین" ص ۵۱۳

[۴۱۳] "رجال الکشی" ص ۱۸۰

[۴۱۴] "تفسیر العیاشی" ج ۲ ص ۱۱۶ "بحار الانوار" للمجلسی ج ۷ ص ۳۷

اس کے بعد حاشیہ نویس ان تین اصطلات کی تشریح کرتے ہوئے جزری سے یہ روایت نقل کرتا ہے کہ:

لوگ ابوبکر کو ابوالفصیل کی کنیت سے پکارا کرتے تھے، اس لیے کہ فصیل بھی "بکر" کے قریب ہی کی چیز ہے، بکر سے مراد جوان اونٹ اور فصیل کا مطلب ہے اونٹنی کا وہ بچہ جو حال ہی میں اپنی ماں سے الگ ہوا ہو۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ (یعنی ابوبکر) کچھ عرصہ تک فصیل جانوروں کو چراتا رہا ہے اس لیے لوگ اسے ابوالفصیل کہنے لگے، اور ماہرین لغت نے کہا ہے کہ: ابوبکر بن ابی قحافہ عام الفیل میں تین سال کا تھا، اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ عزیٰ ایک بت کا نام ہے اور زمانۂ جاہلیت میں اس کی کنیت ابوالفصیل تھی۔ جب اسلام لایا تو عبداللہ نام رکھا اور ابوبکر کنیت ہوگئی۔ لفظ "رمع" کی تفسیر یہ ہے کہ یہ دراصل عمر کا الٹا نام ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے جس نے غلام کی شہادت کو رد کیا وہ رمع تھا، سب سے پہلے جس نے مالِ میراث کا لالچ کیا وہ رمع تھا۔

نعثل ایک ایسے آدمی کا نام ہے جس کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی، جوہری نے کہا ہے: عثمان جب اس کے قریب ہوتا تھا تو اسی جیسا لگتا تھا۔"[۴۱۵]

دیکھیے ان بدبختوں کی طرف، ان میں ذرا شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں کہ ان بہترین و پاکیزہ ترین افراد کو بتوں سے ملا رہے ہیں۔

کاش کوئی ان سے پوچھے کہ اپنے پانچویں امامِ معصوم کا وہ قول کہاں رکھو گے جو آپ نے ایک سائل کے جواب میں اس وقت کیا جب اس نے آپ سے پوچھا، کیا ان دونوں حضرات نے آپ پر کوئی ظلم کیا ہے؟

---

[۴۱۵] تفسیر العیاشی "ج ۲ ص ۱۱٦ (مطبوعہ طہران)

آپ نے کہا، "نہیں، اس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا ہے تاکہ وہ پوری دُنیا کو ڈرائے، ان دونوں نے ہم پر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا۔" ؎۴۱۶

سوچیے کہ کیوں علی رضؓ نے اپنی بیٹی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دی؛ اگر عثمان رضؓ کافر تھے۔ (نقلِ کفر کفر نباشد) تو کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں عثمان رضؓ بن عفان کے نکاح میں دیدیں؛ بتائیے علیؓ اور دوسرے اہلِ بیت نے کیوں اس قدر آپ کی تعریف کی ہے؟ کیوں علیؓ خود بھی اور اپنے بیٹوں کو بھی لے کر آپ کا دفاع کرتے رہے؛ ان میں سے ایک جو عثمان رضؓ کا دفاع کرتے ہوئے زخمی ہوئے تھے، وُہ قوم شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہیں کہ نہیں؛ اس بات کا کسی کے پاس کیا جواب ہے؛

اگر عثمان رضؓ (العیاذ باللہ) کافر تھے تو علی رضؓ نے اپنے بھتیجے کو عثمان رضؓ کے بیٹے ابان کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے سے کیوں منع نہیں کیا؟ کیوں آپ نے حسن رضؓ کی بیٹی سکینہ کو عثمان رضؓ کے پوتے زید کے ساتھ شادی سے نہیں روکا؟ اس کے علاوہ بھی متعدد باہمی رشتے ہوئے۔ ذرا یہ بھی سوچیے کہ علی رضؓ نے اپنے بیٹے کا نام عثمان کیوں رکھا؛

عیاشی اپنی عادت کے مطابق خلفاء راشدین رضؓ کے خلاف بغض و تنفر کا اظہار کرنے سے باز نہیں آیا۔ بے اصل و بے بنیاد واقعات اور من گھڑت قصے تراشنا اس کا کام ہے، لکھتا ہے،

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تو اختلاف جو نہیں ہونا چاہیے تھا

؎۴۱۶ "شرح نہج البلاغہ" لابنِ ابی الحدید

شروع ہو گیا، عمرؓ نے بڑھ کر ابوبکرؓ کی بیعت کر لی، ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن بھی نہیں کیا گیا تھا، جب علی علیہ السلام نے یہ صورتِ حال دیکھی اور دیکھا کہ لوگ ابوبکرؓ کی بیعت کر چکے ہیں تو آپ کو ڈر ہوا کہ کہیں لوگ فتنہ میں نہ مبتلا ہو جائیں، چنانچہ آپ نے اپنے آپ کو کتاب اللہ میں مشغول کر لیا۔ آپ مصحف کے جمع کرنے میں لگ گئے، ابوبکرؓ نے آپ کی طرف آدمی بھیجا، کہ آؤ بیعت کرو، علیؓ نے کہا، میں اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک کہ قرآن کو جمع نہ کر لوں، آدمی دوبارہ بھیجا گیا، پھر آپ نے کہا، میں فارغ ہونے سے پہلے نہیں نکلوں گا، تیسری دفعہ ابوبکرؓ نے آپ کی طرف اپنے چچازاد بھائی کو بھیجا جسے قنفذ کہا جاتا تھا، اب فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس آدمی اور علیؓ کے درمیان حائل ہو گئیں۔ اس نے آپ (یعنی فاطمہؓ) کو مارا، پھر قنفذ چلا گیا، علیؓ اس کے ساتھ نہیں گئے۔ اب اسے ڈر ہوا کہ کہیں علی لوگوں کو نہ جمع کر لیں۔ اس نے حکم دیا کہ علی کے گھر کے قریب لکڑیاں ڈھیر کر دو۔ پھر عمر نے آگ لگائی، وہ چاہتا تھا کہ علی اور اس کا گھر، فاطمہ، حسن اور حسین صلوات اللہ علیہم کو جلا ڈالے۔ جب علی نے دیکھا تو مجبوراً گھر سے نکلے اور بیعت کی۔"[۴۱۷]

شجاعتِ علیؓ

یہ واقعہ وہ اس جری و شجاع کا بیان کر رہے ہیں جو کہتا ہے: اللہ کی قسم اگر دشمن سے پوری زمین بھی بھر چکی ہو اور میں اکیلا ان سے ٹکرا جاؤں تو مجھے کوئی

---

۴۱۷ "تفسیر العیاشی" ج ۲ ص ۳۰۷، ۳۰۸، "البحار" ج ۸ ص ۴۷

میں نے ان کی آنکھوں کی طرف دیکھا، گویا زیتون کے تیل کی دو ہنڈیوں میں آگ بھڑک رہی ہے، یا خون سے لبریز دو پیالے ہیں، میرا خیال ہے ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو پلٹ نہ آیا ہو۔ اپنے ساتھیوں میں سے سب سے پہلے میں ان کے پاس پہنچا، میں نے کہا: اے ابوالحسن! اللہ اللہ عرب تو اکھڑ گئے اور بھاگ رہے تھے، بھاگتی ہوئی چیزیں ہوشیاری و مہارت سے کام نہیں آتیں گویا کہ آپ (علی علیہ السلام) کو شرم آ رہی تھی۔ آپ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا، میرے دل کا خوف ابھی تک نہیں ختم سکا، بخدا ابھی تک میرے دل سے رعب نہیں نکل سکا۔[۴۱۹]

شجاعت علیؓ کے متعلق یہ حضرات بے شمار قصے بیان کرتے ہیں، ان میں سے ایک اور قصہ ہم آپ کو سناتے ہیں جسے قطب راوندی نے بیان کیا ہے:

"علیؓ کو یہ بات پہنچی کہ عمرؓ نے ان کے گروہ کا ذکر (غلط انداز میں) کیا ہے۔ وہ آپ کو اچانک کسی باغ کے راستے میں مل گیا۔ علیؓ کے ہاتھ میں کمان تھی، آپ نے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے میرے گروہ کا ذکر (غلط انداز میں) کیا ہے، اور کہا، میں تمہاری پسلی میں چار ضربیں لگاؤں گا، آپ نے کہا، تم نے ہمیں برا کہا، پھر کمان کو زمین پر مارا، اچانک وہ اونٹ جتنا بڑا سانپ بن گئی (علی نے) اسے قابو لیا اور عمر کی طرف بڑھایا تاکہ وہ اسے نگل لے، عمر چیخنے لگا، اللہ اللہ اے ابوالحسن! میں اس کے بعد کبھی ایسی بات نہیں کروں گا، آپ کی منت سماجت اور آہ و زاری کرنے لگا۔ (علی نے) سانپ پر ہاتھ مارا، پھر وہ کمان بن گئی جیسی کہ

۴۱۹ھ "تفسیر القمی" ج ۱ ص ۱۱۴، ۱۱۵

گردن مار دینا، اس نے کہا: اچھا! اس فیصلے پر وہ علیحدہ ہو گئے، پھر ابو بکر نے سوچا کہ میں نے جو علی کے قتل کا حکم دیا ہے، اگر یہ کام ہو گیا تو شدید جنگ چھڑ جائے گی اور بہت بڑی مصیبت آ پڑے گی، اپنے کام پر نادم ہوا۔ ساری رات سو نہ سکا، صبح جب مسجد آیا تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی، آگے بڑھا، لوگوں کو نماز پڑھائی، سوچ رہا تھا اور سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کہے، خالد بن ولید تلوار گردن میں لٹکائے آگے بڑھا، علی کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔ علی معاملہ بھانپ گئے، جب ابو بکر تشہد پڑھ چکا تو سلام پھیرنے سے پہلے ہی چیخ اٹھا کہ اے خالد! وہ کام ہرگز نہ کرنا جس کا میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اگر تو نے کیا تو میں تجھے مار ڈالوں گا، اس کے بعد دائیں اور پھر بائیں جانب سلام پھیرا۔ یکایک علی علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے، خالد کا گریبان پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی، اسے گرا کر اسی کے سینے پر چڑھ بیٹھے، اس کی تلوار پکڑ لی اور اسے مار ڈالی۔ مسجد میں موجود لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے تاکہ خالد کو بچائیں لیکن آپ پر قابو نہ پا سکے، اس پر عباس نے کہا، انھیں قبر کی قسم دو، لوگوں نے آپ کو قبر کا واسطہ دیا تب آپ نے اُسے چھوڑا۔ اٹھے اور گھر چلے گئے۔"[421]

آپؓ کی شجاعت میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے کہتے ہیں، آپ اس قدر قوت کے مالک تھے کہ "ایک دفعہ علی نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو زمین پر بھونچال آگیا۔"[422]

اور ایک دن زمین میں زلزلہ آگیا تو آپ نے اپنا پاؤں مارا، زلزلہ رک گیا، صافی کا یہ جھوٹ ملاحظہ کیجئے:

---

[421] کتاب سلیم بن قیس العامری ص ۲۵۶، ۲۵۷

[422] "تفسیر البرہان"، مقدمہ ص ۴۔

"فاطمہ علیہا السلام نے روایت کیا ہے کہ آپ نے کہا: ابوبکر کے عہد میں ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ زلزلہ آرہا ہے۔ لوگ خوفزدہ ہوکر ابوبکر اور عمر کے پاس پہنچے، دیکھا تو وہ دونوں بھی خوفزدہ ہوکر علی علیہ السلام کی طرف نکل چکے تھے۔ لوگ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلتے گئے، حتیٰ کہ سب علی علیہ السلام کے دروازے تک پہنچ گئے، آپ باہر نکلے، لوگ جس خوف میں مبتلا تھے آپ اس سے بے فکر و مطمئن تھے۔ آپ چلے، لوگ بھی آپ کے پیچھے چلنے لگے۔ بالآخر سب ایک ٹیلے کے قریب پہنچ گئے، آپ اس پر چڑھ گئے۔ سب لوگ آپ کے اردگرد بیٹھ گئے۔ لوگ مدینہ کے لرزتے باغوں کی طرف دیکھ رہے تھے علی نے ان سے کہا: جو کچھ تم دیکھ رہے ہو گویا تمہیں مار ہی ڈالے گا؟ وہ کہنے لگے: ہم پر کیوں خوف اور ہول طاری نہ ہو کر ہم نے ایسی چیز کبھی دیکھی ہی نہیں۔ آپ نے اپنے ہونٹ ہلائے اور اپنا مبارک ہاتھ مارا، پھر کہا: مالکِ؟ (تجھے کیا ہوا) تھم جا تو وہ خدا کے حکم سے تھم گئی۔ اس پر انھیں اس سے بھی زیادہ تعجب ہوا جو انھیں اس وقت ہوا تھا جب وہ آپ کی طرف (بے فکری کے عالم میں) نکلے تھے۔ آپ نے ان سے کہا: تمھیں میرے اس کام پر تعجب ہوا ہے؟ وہ کہنے لگے، ہاں! آپ نے کہا میں وہ آدمی ہوں جس کے متعلق اللہ نے کہا ہے "اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا"، (یعنی، انسان اس (زمین) کو کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے اس دن جس دن یہ سب باتیں بتا دے گی") میں ہی وہ انسان ہوں جو اسے کہتا ہے کہ "تجھے کیا ہو گیا ہے"، تو یہ مجھے (سب کچھ) بتاتی ہے۔" ۴۲۲

---

۴۲۲ "الصافی" ص ۵۷۱

ایک اور بات سنیے کہ آپ نے اپنی زبردست قوت سے شیطان کو پچھاڑ دیا، دیکھیے ابنِ بابویہ قمی نے "عیون اخبار الرضا" میں یہ بات بیان کی ہے"۔[۴۱۴]

اسی طرح کے اور بھی بے شمار قصے کہانیاں ہیں۔

اب جب ہم نے یہ قصے شروع کر ہی دیے ہیں تو ایک عجیب و غریب اور جھوٹا قصہ اور سن لیجیے تاکہ ہم اب اس بحث کو ختم کر دیں۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ کس طرح اس قوم نے جھوٹے قصے کہانیاں گھڑ رکھی ہیں اور انہی قصوں کی کمزور بنیادوں پر اپنے مذہب و عقائد کی عمارت کو استوار کر رکھا ہے۔ یہ قصہ ہم سید نعمت اللہ جزائری کی "کتاب الانوار النعمانیہ" سے نقل کر رہے ہیں۔ سنیے اور سر دھنیے:

برسی اپنی کتاب میں فتح خیبر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

(خیبر کی) فتح علیؓ ہی کے زورِ بازو کا نتیجہ تھی، مرحب کے قتل کے بعد جبریلؑ رسولؐ اللہ کے پاس اس خوشی کی مبارکباد دینے آئے، نبیؐ نے ان سے اس خوشخبری کی کیفیت پوچھی، جبریلؑ نے کہا، اے اللہ کے رسولؐ جب علیؓ نے مرحب کو مارنے کے لیے تلوار اٹھائی تو اللہ سبحانہٗ نے اسرافیل اور میکائیل کو حکم دیا کہ آپ کے بازو کو ہوا میں روک لیں تاکہ آپ کی ضرب پوری قوت سے نہ پڑ سکے، اس کے باوجود آپ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اس کے ساتھ اس کے اوپر جتنا لوہا تھا وہ بھی، اسی طرح اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی آپ کی تلوار زمین کے طبقات تک پہنچ گئی، مجھ سے اللہ سبحانہٗ نے کہا، اے جبرئیل جلدی کر زمین کے پاتال میں پہنچ جا اور علی کی تلوار کو زمین کے بیل تک پہنچنے سے روک لے تاکہ زمین نہ الٹ جائے۔ میں گیا اور میں نے اسے (اپنے پروں پر) روک لیا۔ اس کا بوجھ میرے پروں پر قوم لوط

اے صفیہ! جب علیؓ نے غضبناک ہو کر قلعہ کو جھنجھوڑنا شروع کیا تھا، علی کے غضب کی وجہ سے خدا کو بھی غضب آگیا۔ سارے آسمان لرز اٹھے، فرشتے خوف کے مارے اپنے چہروں کے بل گر گئے، آپ کو خدائی شجاعت ہی کافی ہے۔ خیبر کے دروازے کو رات کے وقت چالیس آدمی مل کر بند کیا کرتے تھے، جب علیؓ نے خیبر پر حملہ کیا تو لڑتے لڑتے آپ کی ڈھال ٹوٹ گئی اور دور جا گری۔ آپ نے دروازے کو اکھاڑ کر ہاتھ میں ڈھال کی جگہ لے لیا اور لڑتے رہے۔ وہ آپ کے ہاتھ ہی میں تھا کہ اللہ نے فتح عطا کر دی"۔ [۴۲۶]

ایک طرف زور و قوت کا یہ عالم اور دوسری طرف وہ روایت بھی سن لیجئے جو مشہور شیعہ مورخ یعقوبی نے لکھی ہے "ابو بکرؓ اور عمرؓ کو یہ خبر پہنچی، کہ مہاجرین اور انصار کے کچھ لوگ فاطمہؓ بنت رسول اللہ کے گھر میں علیؓ کے پاس جمع ہیں۔ یہ ان لوگوں کے پاس آئے اور گھر پر حملہ کر دیا۔ علی تلوار لے کر نکلے، عمر آپ کو ملا۔ عمر نے آپ کو پچھاڑ دیا، آپ گر گئے، آپ کی تلوار توڑ دی اور گھر میں داخل ہو گئے، فاطمہ نکل کر کہنے لگیں، خدا کی قسم یا تم نکل جاؤ یا میں اپنا سر ننگا کر کے خدا سے فریاد کروں گی! چنانچہ یہ نکل گئے، اور جو بھی گھر میں تھا، نکل گیا۔ کچھ دن لوگ رکے رہے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے بیعت کرنے لگ گئے"۔ [۴۲۷]

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان میں کون سچا ہے؛ نعمت اللہ جزائری، سلیم بن قیس عامری، [۴۲۸] قطب راوندی، قمی، مجلسی، عیاشی یا یعقوبی؟؟؟

تھا [۱] روضات الجنات للخوانساری جلد ۸ صفحہ ۱۵۰ اور اس کے بعد کے صفحات)

[۴۲۶] "انوار النعمانیہ" لنعمت اللہ جزائری ج ۱ ص ۵۵

کیا پتہ یہ سب کے سب جھوٹے ہوں جو من گھڑت اور ناپیش آمدہ واقعات بیان کر رہے ہیں جنھیں یہ بھی خبر نہیں کہ اہل بیت ایسے نہیں تھے اور اُن کی طرف منسوب کردہ باتیں سراسر جھوٹ ہیں۔ اگر وہ ایسے ہوتے یا یہ کچھ انہوں نے کہا ہوتا تو وہ ابوبکرؓ کے بارے میں کیوں کہتے کہ آپ صدّیق ہیں، عمرؓ کے متعلق کیوں کہتے کہ آپ کی ذات بابرکت اور سیرت پسندیدہ ہے۔ پھر وہ ان کے ناموں پر ہرگز اپنے بیٹوں کے نام نہ رکھتے، ان سے رشتہ داریاں اور لین دین کے معاملات کبھی نہ کرتے، موت کے بعد ان کی مدح وثنا ہرگز نہ کرتے۔ ان تمام روایات کو بیان کرنے کے بعد ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں، خدایا! اہل بیت اپنے اعمال وافعال میں سچے ہیں۔ اپنے اقوال واحوال میں صحیح رستے پر چلنے والے ہیں۔ یہ شیعہ ہی ہیں جو ان پر جھوٹ کے طومار باندھ رہے ہیں، ان کے اعتقادات کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کے پیاروں، رشتہ داروں

۴۲۷ے "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۶،

۴۲۸ے یہ سلیم بن قیس عامری ہلالی کوفی ہے۔ ۹۰ھ کے قریب فوت ہوا۔ جیسے ہیں کہ علی بن ابی طالب کے ساتھیوں میں سے تھا۔ خوانساری لکھتا ہے "امیر المومنین علیہ السلام کا ساتھی اور اس مشہور کتاب کا مصنف ہے جس سے "بحار" وغیرہ میں چیزیں نقل کی گئی ہیں۔ اہل بیت علیہم السلام کے پرانے علماء میں سے ہے۔ اس نے پانچ معصوم اماموں کا زمانہ پایا۔ ان میں امیر المومنین، حسن اور حسین، زین العابدین اور باقر ہیں" (روضات الجنات ج ۴ ص ۶۶)

قمی کہتا ہے: "اس کی مشہور کتاب ان بنیادی اور اصول کی کتابوں میں سے ایک ہے جن سے اہل بیت کے راویوں نے احادیث نقل کی ہیں۔ اس کی کتاب ہی محدثین کے درمیان سب سے پہلے معرض وجود میں آئی۔ شیخ کلینی اور صدوق وغیرہ دوسرے قدیم علماء نے اس کی کتاب پر

دامادوں، امیروں اور ان حکام کے خلاف دشمنی رکھتے ہیں جو پورے خلوص کے ساتھ ان حضرات کی اطاعت، خیر خواہی کرتے اور مشورے دیتے رہے۔ ہم گذشتہ صفحات میں پوری تفصیل کے ساتھ یہ سب کچھ بیان کر آئے ہیں۔

کیا اس قدر دلیر و جری اور شجاع و بہادر آدمی کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے کہ اسے ابوبکرؓ کی بیعت پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ عمرؓ کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ علیؓ نے اپنے بیٹوں کے نام مجبوراً ان کے ناموں پر رکھے ہوں؟ اور آپؓ کے ساتھ کیا آپ کے تمام اہل بیت کو بھی مجبوری تھی؛

بات واضح ہے کہ قوم شیعہ محبتِ اہل بیت کی آڑ میں درحقیقت خلفاء راشدینؓ کی مخالفت کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ اور برگزیدہ صحابہؓ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ وہ صحابہ کرامؓ جن کے بارے میں — میری جان اور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان — رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا: "قابلِ رشک ہے وہ جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا"[۴۲۹]

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ قوم رسولؐ اللہ کے عزیزوں اور آپؐ کے دامادوں کی کس قدر مخالف و دشمن ہے۔

عیاشیؔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتا ہے کہ یہ آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ، (اے مومنو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر ضائع نہ کرو) عثمانؓ کے

اعتماد کیا ہے۔" (الکنی والالقاب ج ۳ ص ۴۴۸)

[۴۲۹] "کتاب الخصال" ج ۲ ص ۳۴۲

بارے میں نازل ہوئی ہے"۔ ۴۳۰ھ

قمی بھی لعن طعن اور صحابہؓ کو کافر و فاسق کہنے میں کسی طرح عیاشی سے کم نہیں، چنانچہ اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے "وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا" (اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے جن و انس کے شیطانوں میں سے ایک دشمن مقرر کر دیا ہے، ان میں سے بعض بعض کی طرف دھوکے سے مزین بات وحی کرتے ہیں)

"خدا نے جو نبی بھی بھیجا ہے اس کی امت میں سے دو شیطان بھی پیدا کیے ہیں جو اسے تکلیف پہنچاتے رہے ہیں۔ محمدؐ کے وہ دو شیطان جبتر اور رزیق ہیں"۔ ۴۳۱ھ

ہم نے اپنی کتاب "الشیعہ والسنۃ" میں اس کی متعدد روایات نقل کی ہیں۔

بحرانی بھی انہی دو کے نقش قدم پر چلتا ہے "ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" (دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے) کے تحت لکھتا ہے "اور در اصل جلتا ہے کہ کیوں صدیقؓ کو مکہ سے مدینہ کے سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوئی۔ کیوں اللہ کی راہ میں ہجرت کرتے وقت آپؐ نے ابوبکرؓ کو رب کے حکم سے اپنی مصاحبت کے لیے چنا اور اپنے ساتھ رکھنا چاہا؟" لکھتا ہے "رسول اللہؐ نے علیؓ کو حکم دیا تو آپ ان کے بستر پر سو رہے۔ ابوبکرؓ

۴۳۰ھ "تفسیر العیاشی" ج ۱ ص ۱۴۷، "البحار" ج ۸ ص ۲۱۷

۴۳۱ھ "تفسیر القمی" ج ۲ ص ۲۴۲

کے بارے میں ڈر تھا کہ یہ انھیں (کفارِ مکہ کو) آپ کے سفر کے بارے میں بتا دے گا۔ اس لیے آپ اسے اپنے ساتھ غار میں لے گئے"۔ ۴۳۲ھ

ابو جعفر کی طرف یہ جھوٹا قول منسوب کرتا ہے کہ آپ نے کہا ہے، "رسول اللہ غار میں ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا، اطمینان رکھو، اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ اس کے بعد کہتا ہے: (رسول اللہ نے فرمایا) "تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں اپنے انصار صحابہ اپنی مجلسوں میں بیٹھے باتیں کرتے ہوئے دکھا دوں، جعفر اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں تیرتا ہوا دکھا دوں؟ ابو بکرؓ نے کہا: ہاں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے چہرے پر پھیرا جس سے آپ کو نظر آنے لگا کہ انصار اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہیں، آپ نے جعفرؓ اور اس کے ساتھیوں کو سمندر میں غوطے لگاتے دیکھ لیا، اس وقت، اس کے دل میں خیال آیا کہ آپ جادوگر ہیں" ۴۳۲ھ

حضرت فاروقؓ مجوسیت کی بڑھکتی آگ کو بجھا دینے والے، کسریٰ کی عظمت و شوکت کے بت توڑ دینے والے، یہودیت کی عزت و برتری مٹا دینے والے، حبیبؐ رب کے محبوب، اس کے دشمنوں کے مبغوض، جو آپؐ کی امت کے دشمنوں اور یہود و مجوس کی اولاد کی آنکھوں میں بُری طرح کھٹکتے رہے۔ وہ حضرت فاروقؓ کے بارے میں بحرانی ان آیات کے تحت لکھتا ہے: "وکان الشیطان للانسان خذولا"، (اور شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے) شیطان سے مراد دوسرا خلیفہ ہے۔ "یٰویلتیٰ لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا" (اے کاش میں فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا) یعنی دوسرے (خلیفہ یعنی عمر) کو، "لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی" (تحقیق اس نے مجھے ذکر سے گمراہ کر دیا) اس

۴۳۲ھ "البرہان" ج ۲ ص ۱۲۷

۴۳۳ھ ایضاً ص ۱۲۵ "الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۲۶۲

بعد وہ میرے پاس پہنچا سے مراد ولایت ہے۔"۴۲۴

ایک جگہ انتہائی بیہودہ گوئی کرتے اور واہیات بکتے ہوئے کہتا ہے: "ابلیس کا معنیٰ ملبسین نہیں۔ لفظِ "شیطان" میں اس کی تشریح آئے گی کہ اس سے مراد دوسرا ہے۔ اس کے معنیٰ ابلیس کے بھی کیے جاتے ہیں کیونکہ دونوں ایک ہی مسمّی کے نام ہیں۔ اصبغ بن نباتہ کی ایک حدیث میں ہے کہ علی علیہ السلام نے (شیطان) کو صحرا میں نکالا اور آپ کے پاس کافی لوگ موجود تھے جن میں حذیفہ بن یمان بھی ہے۔ آپ نے علی علیہ السلام کا ایک معجزہ بیان کیا ہے، کہتے ہیں، علی علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب کے فرشتو! ابھی اسی وقت سب ابلیسوں کے ابلیس اور سب فرعونوں کے فرعون کو میرے پاس لاؤ، پس خدا کی قسم پلک جھپکنے سے پہلے وہ اسے آپ کے پاس لے آئے۔ جب اسے آپ کے سامنے کھینچا تو وہ کھڑا ہو گیا اور کہا: تباہی اس کی جس نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا۔ تباہی اس کی جس نے ان پر جرأت کی، پھر کہا: میرے آقا مجھ پر رحم کیجیے، میں اس عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا۔ علی علیہ السلام نے کہا: اے غلیظ، ناپاک، خبیث، پلید، شیطان، خدا تجھ پر رحم نہ کرے اور نہ تجھے معاف کرے۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اس سے پوچھو یہ تمہیں بتائے گا کہ یہ کون ہے؟ ہم نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں سب ابلیسوں کا ابلیس اور اس امت کا فرعون ہوں، میں ہی ہوں جس نے اپنے آقا و مولیٰ امیر المومنین اور خلیفہ ربّ العالمین کا انکار کیا تھا۔ اس کی نشانیوں اور معجزات کا انکار کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد دوسرا ہی (خلیفہ) ہے۔ کیونکہ وہی تمام مفسدین

---

۴۲۴ ایضاً ج ۳ ص ۱۶۶

کا سردار تھا اور وہی ہے جسے قرآن میں پہلا شیطان کہا گیا ہے"۔[۴۲۵]

اسلام اور مسلمانوں کے عظیم محسن حضرت عثمانؓ بن عفان کے بارے میں لکھتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان کو کہا، تو نے اپنے اسلام کو تباہ کر لیا ہے، پس چلا جا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی" یمنون علیک ان اسلموا" (وہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے)۔[۴۳۶]

سب کے ساتھ اپنی نفرت و بغض کا اظہار کرتے ہوئے اس آیت کے تحت لکھتا ہے" الم تر الی الذین یزکون انفسھم[۴۳۷]" (کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو اپنے آپ کو پاکیزہ بتلاتے ہیں) سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو صدیق، فاروق اور ذو النورین کہتے ہیں"۔[۴۳۸]

گویا ایک طرح کا فیصلہ صادر کرتا ہوا کہتا ہے" من ثقلت موازینہ (جن کے نامۂ اعمال بھاری ہوں گے) سے مراد علی اور ان کا گروہ ہے۔ اور " من خفت موازینہ" (جن کے نامۂ اعمال ہلکے ہوں گے) سے مراد اصحابِ ثلاثہ (تینں خلفاء راشدین) اور ان کے پیرو ہیں"۔[۴۳۹]

ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے رسول اللہ کے ساتھیوں اور ازواجِ مطہراتؓ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آیت،" ان الذین جاءوا بالافک" (وہ لوگ جنھوں نے بہتان باندھا) عائشہ، حفصہ، ابوبکر اور عمر کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے ماریہ قبطیہ اور جریج پر تہمت لگائی تھی"۔[۴۴۰]

---

۴۳۵ "البرہان" - قدر ص ۶۸

۴۳۶ "البرہان" ج ۴ ص ۲ ۴۳۷ (النساء: ۴۹)

۴۳۸ حسد، کینہ اور جہالت نے ان کو اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ یہ اتنا بھی نہ جان سکے

ان کا چوتھا مفسر کاشانی بھی خباثت و ضلالت میں اپنے دوسرے قومی بھائیوں سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ اس آیت کے تحت لکھتا ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا" (بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے) پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے (یعنی معاویہ) عبدالرحمٰن اور طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے"۔[۴۴۱]

اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے "وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ" (انہوں نے کفریہ بات کہی اور اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو غدیر خم کے دن کھڑا کیا تو آپ کے بالمقابل سات منافق تھے۔ ان کے نام۔ ابوبکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ، سالم، ابو حذیفہ کا غلام، اور مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کیا تم اس کی آنکھوں کی طرف نہیں دیکھتے جیسے دیوانے کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے میرے رب نے کہا ہے!

کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنے آپ کو ان ناموں سے نہیں پکارا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی روایت ہی موجود ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت نے آپؓ کو ان ناموں سے پکارا اور یہ لقب دیے ہیں۔ یہ لعنت گر اتنا بھی نہیں جانتا کہ خود ان کی اپنی روایات میں خود علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو ان ناموں سے پکارا ہے اور کہا ہے کہ "انا الصدیق انا الفاروق"۔ (الاحتجاج للطبرسی ج ۱ ص ۹۵)

۴۳۸ھ "البرہان" مقدمہ ص ۱۷۲

اس کفر و خرافات کو نقل کرنے پر ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں۔ یا اللہ ہمیں معاف کرنا۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت"۔ ۴۴۲ھ

ان کا پانچواں بدزبان جو اپنے آپ کو مفسر کہتا ہے، عروسی، حویزی، اس آیت کے تحت لکھتا ہے "لہا سبعۃ ابواب" اس کے سات دروازے ہیں) پہلا دروازہ ظالم کے لیے اور وہ زریق ہے۔ دوسرا دروازہ حبتر کے لیے، تیسرا دروازہ تیسرے کے لیے، چوتھا معاویہ کے لیے، پانچواں عبدالملک کے لیے، چھٹا عسکر بن ہوسر کے لیے، ساتواں ابو سلامہ کے لیے، جو جس کی پیروی کرے گا اس کا بھی وہی دروازہ"۔ ۴۴۳ھ

ان ناموں کی تشریح کرتے ہوئے ملعون حاشیہ نویس لکھتا ہے" مجلسی نے کہا ہے: زریق پہلے کو کنایۃً کہا جاتا ہے کیونکہ عرب زرقۃ العین (نیلی آنکھوں والا) کے لفظوں سے گالی دیا کرتے تھے۔ حبتر لومڑ کو کہتے ہیں۔ اس کے مکر و حیلہ کی وجہ سے اس کو اس کنیت سے پکارا جانے لگا، اس کے علاوہ دوسری احادیث میں اس کے برعکس بھی آیا ہے، وہ زیادہ ٹھیک اور مناسب ہے کہ پہلے کو حبتر کہا جائے، ممکن ہے یہاں پر وہ بھی مراد ہو، دوسرے کو مقدم اس لیے لائے کہ وہ زیادہ شقی، سنگ دل اور درشت خو تھا، عسکر بن ہوسر

۴۳۹ھ "مقدمہ" ص ۳۲۳

۴۴۰ھ "البرہان" جلد ۲ ص ۱۲۷

۴۴۱ھ "تفسیر صافی" للکاشانی ص ۱۳۶ مطبوعہ ایران بڑے سائز میں

۴۴۲ھ "الصافی" ص ۲۳۶ بڑے سائز میں اور ص ۱۵، ج ۱ چھوٹے سائز میں

۴۴۳ھ "نور الثقلین" ج ۳ ص ۱۰

بنو امیہ یا بنو عباس کے بعض خلفاء کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح ابو سلامہ کنایہ ہے، ابو جعفر الدوانیقی سے۔ ہو سکتا ہے کہ عسکر سے عائشہ اور دوسرے سارے اہل جمل مراد ہوں کیونکہ عائشہ کی اونٹنی کا نام عسکر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ شیطان تھا"۔ ۴۴۴

ان آیات "وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا... اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ" (جن کو اللہ کے سوا یہ پکارتے ہیں کچھ نہیں پیدا کر سکتے۔ مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے) کے تحت لکھتا ہے "الذین یدعون من دون اللہ" اول، ثانی اور ثالث ہیں، انہوں نے رسول اللہ کے اس قول کی تکذیب کی کہ "علی کی پیروی اور اس کا اتباع کرو" انہوں نے علیؓ سے دشمنی کی اور ان کی پیروی نہ کی۔ لوگوں کو اپنی ولایت کی دعوت دی۔ یہی مطلب ہے اللہ کے اس قول کا "والذین یدعون من دون اللہ"..... "اموات غیر احیاء" کا مطلب ہے کافر ہیں مومن نہیں ... "وھم مستکبرون" یعنی علی کی ولایت سے"۔ ۴۴۵

شیعہ حضرات کے محدثین اور فقہاء

یہ ہیں قوم شیعہ کے مفسر، بدزبان و بیہودہ گو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور صحابہؓ میں سے بھی سب سے بہترین افراد کو کافر قرار دینے والے، ان خلفاء راشدینؓ

---

۴۴۴ "نور الثقلین" ج ۳ ص ۱۸ مطبوعہ قم، ایران

۴۴۵ ایضاً نور الثقلین، ج ۳ ص ۴۷

کو جو نبیؐ کے بعد مرکز ہدایت ہیں۔ اسی طرح ان کی تفسیر کی کتابیں ہیں۔ ان کا سارا تفسیری سرمایہ گالی گلوچ، لعن طعن، اور بہتان طرازی وتہمت تراشی پر مبنی ہے۔ اور ذرا سوچیے کہ یہ سب کن پر؟ ان پر جن کی طہارت و پاکیزگی کی گواہی خود رب کائنات نے دی ہے۔ جنھیں خود اللہ نے کامیابی و کامرانی اور اپنی رضا و جنت کی خوشخبری دی ہے۔ رسول اللہ کے ساتھی، دوست، شاگرد اور مرید جو رسول اللہ کے ساتھ رہے، ان کی بیعت کی، ان کی تائید و نصرت کی، ان کے ساتھ ہجرت کی، ان کی خاطر اپنے اقارب، خاندان، اولاد، مال، وطن، ملک سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس نور کا اتباع کیا جو آپؐ پر نازل ہوا تھا۔ ان کے جھنڈے تلے جہاد کیا۔ ان کے اشارہ پر ہر گراں مایہ و دلعزیز چیز کو قربان کر دیا۔ آپؐ کے بعد ان کے جھنڈے کو بلند رکھا، اسے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرایا، سمندروں کے پار تک پہنچایا، یہ کون تھے؟ یہ صدیق، فاروق اور ذو النورین رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ جن کے صحیح قدر دان اہل بیت تھے، اہل بیت ان کی عزت اور اکرام کیا کرتے، ان کی زندگیوں اور موت کے بعد بھی ان کی بے حد تعریف کیا کرتے تھے۔ جن کے حضور اپنے دل و جگر کے نذرانے پیش کیا کرتے، ان کی ہدایات و طریقے ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتے۔ انہی کی ڈگر پر چلتے اور انہی کے مسلک کے پیرو تھے۔

جہاں تک شیعہ حضرات کا تعلق ہے، جو ان کی محبت و اتباع کا دھوکہ دیتے ہیں، سراسر ان کے مخالف و برعکس ہیں۔ کھلم کھلا اور آشکارا مخالفت! ان کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجیے، شروع سے آخر تک بدزبانی و بیہودہ گوئی پر مشتمل ہوگی۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں ہم نے آپ کو دکھایا کہ ان کے مفسروں نے کیا لکھا ہے، جو کچھ لکھا ہے، علم تفسیر کا اس سے کوئی

تعلق نہیں - اور نہ ہی مفسرین ان جیسے ہوتے ہیں۔

اب ذرا ان کے محدثین اور فقہاء، کو دیکھیے کہ وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں۔ ان کی بھی کوئی کتاب اس قسم کی بیہودہ گوئی سے خالی نہیں۔ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سراسر مخالف، رسولؐ کے پیاروں سے بغض رکھنے والے، انھیں آپؐ کے عزیزوں، دامادوں اور امہات المومنینؓ سے حد درجہ کی نفرت ہے۔

آیئے ایک سرسری نظر ان کے محدثین اور فقہاء، پر بھی ڈالتے چلیں، ان کا سب سے بڑا محدث کلینی اپنا عقیدہ اور دل کی بات بیان کرتا ہے، اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے دراصل اس نے اپنے اندر کی بات لکھ ڈالی ہے:
"حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ" (پسندیدہ کر دیا تمہارے لیے ایمان اور خوشنما بنایا تمہارے دلوں میں) یعنی امیر المومنین علیؓ "وَ کَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ" (اور ناپسندیدہ بنا دیا تمہارے لیے کفر، فسق اور معصیت کو) سے مراد پہلا، دوسرا اور تیسرا ہے! یعنی خلفائے ثلاثہ)"[۴۴۶]

اس سے بھی زیادہ واشگاف الفاظ میں کہتا ہے جب رسول اللہ نے تیم، عدی اور بنی امیہ[۴۴۷] کو اپنے منبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو ڈر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے یہ آیت نازل کی "وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی" (جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو آدم کو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، پھر (شیطان) نے آپ سے کہا:

---

۴۴۶ "الاصول من الکافی" جلد ا ص ۴۲۶

۴۴۷ اس سے وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ ابو بکرؓ بنی تیم سے، فاروقؓ بنی عدی سے، اور ذوالنورینؓ

اے محمد! مجھے حکم دیا گیا تھا تو میں نے اطاعت نہیں کی تھی۔ تو نہ ڈر۔ تجھے بھی اپنے وصی کے بارے میں حکم دیا گیا تو نے بھی اطاعت نہیں کی" ۴۴۸ھ

اس آیت کے ضمن میں لکھتا ہے " اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدٰی " (وہ لوگ جو مرتد ہو گئے الٹے قدموں اس کے بعد کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی) فلاں فلاں ہیں جو ایمان لا کر مرتد ہو گئے، امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت چھوڑنے کی وجہ سے " ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ کَرِھُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ " (یہ اس وجہ سے کہ کہا انہوں نے ان لوگوں سے جو ناپسند کرتے ہیں اس چیز کو جو خدا نے نازل کی کہ تمہاری اتباع کریں گے بعض معاملات میں) کہتا ہے، خدا کی قسم یہ آیت جسے جبرئیل علیہ السلام لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے ان دونوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے" ۴۴۹ھ

عبد الملک بن ایمن کی روایت بیان کرتا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ سے کہا: مجھے ان دو آدمیوں کے بارے میں بتائیں؟ ان دونوں نے کتاب اللہ میں ہمارا حق چھینا، دونوں نے والد کی میراث سے فاطمہ صلوات اللہ علیہا کو محروم کیا اور آج تک ان دونوں کا ظلم جاری ہے اور اپنے پیچھے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ونبذا کتاب اللہ وراء ظھورھما " یعنی انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا" ۴۵۰ھ

بنی امیہ سے تھے۔ ان کی طرف اشارہ ہے۔

۴۴۸ھ " الاصول من الکافی " کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۴۲۶ مطبوعہ: طہران

۴۴۹ھ " کتاب الحجۃ من الکافی " ج ۱ ص ۴۲۰

۴۵۰ھ " کتاب الروضۃ من الکافی " ج ۸ ص ۱۰۲

کیت اسدی کی روایت بیان کی گئی ہے کہ "اس نے کہا: میں نے کہا: مجھے ان دو آدمیوں کے بارے میں بتائیے؛ کہتا ہے: آپ نے تکیہ پکڑا، اسے درمیان سے توڑا پھر کہا: خدا کی قسم اے کمیت! جس قدر خون بھی کسی پچھنا لگانے والی سینگی نے بہایا ہے، جو مال بھی ناجائز طور پر لیا گیا ہے اور جو پتھر بھی کسی پتھر سے ہٹا سب کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے"۔ ۴۵۱ء

ایک اور جھوٹ بیان کرتا ہے کہ "حنان بن سدیر نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، آپ نے کہا: میں نے جعفر سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا: اے ابوالفضل: ان دونوں کے بارے میں مجھ سے نہ پوچھ، خدا کی قسم ہم میں سے جو بھی مرا ہے ان دونوں پر خاموش مرا ہے، ہر مرنے والے بڑے نے ہمارے چھوٹے کو یہی وصیت کی ہے کہ ان دونوں نے ہمارا حق دبایا، ہمارا مالِ غنیمت ہم سے روکا۔ اسلام میں سب سے پہلے وہ دو ہیں جو ہماری گردن پر سوار ہو گئے اور ہمیں چیر ڈالا، یہ ظلم اس وقت تک نہیں رکے گا جب تک ہمارا اٹھنے والا نہیں اٹھتا اور ہمارا متکلم نہیں بولتا (یعنی بارہواں غائب امام ظاہر نہیں ہو جاتا)"۔ ۴۵۲ء

• کھلم کھلا کہتا ہے: "ایک دن رسول اللہ بہت غمگین و اداس تھے۔ علی علیہ السلام نے آپ سے پوچھا: کیا بات ہے آپ کو غمگین و اداس دیکھ رہا ہوں؛ آپ نے کہا: میں (غمگین و اداس) کیوں نہ ہوں کہ میں نے رات (خواب میں) دیکھا ہے کہ بنی تیم، بنی عدی، اور بنی امیہ میرے اس منبر پر چڑھے بیٹھے ہیں اور

۳۵۱ء "کتاب الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۱۰۲

۳۵۱ ا ء "کتاب الروضۃ"، ص ۱۰۳

لوگوں کو اسلام سے الٹے قدموں واپس پھیر رہے ہیں"۔ ۴۵۳ھ

ایک روایت ابو جعفر کی بیان کی گئی ہے کہ "آپ نے کہا، یعقوب کی اولاد نبی نہیں تھی، لیکن ان کی اولاد، اولادِ انبیاء تھی، انہوں نے دنیا کو خوش بختی کی حالت میں چھوڑا۔ اپنے گناہ یاد کیے اور توبہ کی، شیخین نے جب دنیا کو چھوڑا تو نہ توبہ کی اور نہ وہ کچھ یاد کیا جو امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ ان دونوں پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت"۔ ۴۵۴ھ

ابنِ بابویہ قمی، جو شیعہ حضرات کی صحاح اربعہ میں ایک کتاب کا مصنف ہے اور جسے ان لوگوں نے صدوق کا لقب دے رکھا ہے، صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے: "جب ابو بکر کی بیعت کی گئی تو علی کے مددگار اس کی طرف گئے، مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کہا: نبی کے قول کو چھوڑنے والی اور اپنے رب کو جھٹلانے والی اس امت نے اس (ابو بکرؓ) پر اتفاق کر لیا ہے، میں نے اپنے اہلبیت سے اس کے بارہ میں مشورہ کیا ہے، انہوں نے صرف خاموش ہو جانے کا مشورہ دیا ہے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ لوگ غصہ سے بھڑک اٹھیں گے، یہ اللہ بزرگ و برتر اور اس کے نبی کے اہلِ بیت کے خلاف بُغض رکھتے ہیں۔ یہ زمانہ جاہلیت جیسی جنگیں چاہتے ہیں۔ بخدا اگر تم نے کچھ کہا تو یہ لوگ جنگ و جدال کے لیے اپنی تلواریں سونت لیں گے جیسا کہ انہوں نے کیا ہے۔ پھر مجھ پر غلبہ اور قابو پا لیں گے..... البتہ تم اس آدمی کو لاؤ اور اسے بتاؤ جو تم نے اپنے

۴۵۳ھ ایضاً ص ۲۴۵

۴۵۴ھ " ص ۲۴۶

نبی سے سنا ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ کرو، تاکہ یہ اس پر سب سے بڑی حجت ہو اور اس کے رب کے پاس عذاب میں زیادتی کا سبب ہو، یقیناً ان دونوں نے اپنے نبی کی نافرمانی کی، اس کے حکم کی خلاف ورزی کی، کہا: چلے جاؤ اور جمعہ کے روز رسول اللہ کے منبر کا احاطہ کرو ..... سب سے پہلے جس شخص نے بات شروع کی اور کھڑا ہوا، وہ خالد بن سعید بن عاص تھا، جو بنی امیہ کے اشارہ پر کھڑا ہوا تھا"۔ اس کے بعد کہتا ہے "عمر بن الخطاب نے اس سے کہا، چپ ہو جا اے خالد! تو مشورہ دینے والوں میں نہیں، اور نہ تیری بات پر لوگ راضی ہوتے ہیں۔ خالد نے کہا: تو چپ رہ اے ابن الخطاب۔ بخدا تو جانتا ہے کہ تو اپنی زبان کے بغیر بولتا ہے، اپنے ارکان کے بغیر پناہ لیتا ہے، بخدا قریش جانتے ہیں کہ میں حسب میں سب سے بلند ہوں، ادب میں سب سے برتر ہوں، سب سے زیادہ خوبصورت بات کرتا ہوں، اور تو جنگ میں بزدل ہے، خوشحالی میں بخیل ہے، گھٹیا اصل والا ہے، قریش میں تیرا کوئی قابل فخر کارنامہ نہیں"۔ ۴۵۵

حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا ہے:

"جہنم کے نچلے تابوت میں چھ اولین میں سے ہیں اور چھ آخرین میں سے ... آخرین میں سے چھ یہ ہیں: نعثل، معاویہ، عمرو بن العاص، ابو موسیٰ اشعری، اور دو کا نام محدث بھول گیا"۔ ۴۵۶

کتاب الخصائل میں ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

---

۴۵۵ "کتاب الخصال" ص ۴۶۰-۴۶۳ مکتبۃ الصدوق طہران

۴۵۶ "کتاب الخصال" ص ۴۸۵

"اولین اور آخرین میں سے شریر بارہ ہیں، چھ اولین میں سے چھ آخرین میں سے" پھر اولین کے چھ افراد کے نام بتاتا ہے" آدم کا وہ بیٹا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا، فرعون، ہامان، قارون، سامری اور دجال۔ یہ اولین میں سے ہیں اور یہی چھ آخرین میں بھی ظہور پذیر ہوئے۔ آخرین کے چھ یہ ہیں، نعثل یہ وہی عجل ہے، معاویہ فرعون ہے، اس امت کا ہامان زیاد اور قارون سعید ہے، ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس وہی سامری ہے، اس لیے کہ اس نے بھی وہی کہا تھا جو قوم موسیٰ کے سامری نے کہا تھا، لامساس یعنی لاقتال (جنگ نہ کرو) اور ابتر عمرو بن العاص ہے"[۴۵۷]

کہتا ہے "اولیاء اللہ کی محبت اور ان کی فرمانبرداری واجب ہے۔ ان کے ان دشمنوں سے برارت بھی واجب ہے جنھوں نے آل محمد علیہم السلام پر ظلم کیا، ان کی بے حرمتی کی۔ اور فاطمہ علیہا السلام سے فدک چھین لیا[۴۵۸] ان کی میراث کو روک لیا، فاطمہ اور اس کے شوہر کے حقوق غصب کر لیے جو ان کے گھر کو جلا ڈالنا چاہتے تھے[۴۵۹]۔ جنھوں نے ظلم کی بنیاد رکھی، رسول اللہ کے طریقے کو بدل دیا، ان عہد شکن اور ظالموں سے برارت واجب ہے۔ انصاب، ازلام، گمراہی کے اماموں اور ظلم و جور کے سربراہوں، پہلوں اور پچھلوں کے سب سے برارت واجب ہے"[۴۶۰]

---

۴۵۷ ایضاً ص ۵۸، ۴۵۹، ۴۵۹

۴۵۸ دیکھیے کس طرح ایک ایسے مسئلہ پر یہ لوگ صدیق رضؓ پر ٹوٹ پڑے ہیں جس میں آپ رضؓ (حضرت فاطمہ رضؓ بنتِ رسول اللہ) راضی ہو گئی تھیں۔ آپ رضؓ تو راضی ہو گئی تھیں مگر عبداللہ بن سبا کی اس اولاد کو کون راضی کرے جو ہمیشہ امت میں تشتت و افتراق ہی کی کوششیں کرتے

دیکھیے کس طرح انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اور صدیقہ رضی اللہ عنہما کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے، ان دونوں حضرات کے خلاف اپنے سینوں میں چھپے بغض، کینہ، حسد اور کڑھن کے اظہار کے لیے یہ گھناؤنی کہانی گھڑ لی ہے؟ کہتا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے کہا:

اے علی! جس نے تجھ سے محبت کی اور تیری پیروی کی، رحمت اس کی طرف بڑھتی ہے، جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تجھ سے دشمنی کی اس کی طرف لعنت بڑھتی ہے، عائشہ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! اللہ سے دعا کیجیے کہ میں اور میرے والدان میں سے نہ ہوں جو ان سے بغض یا دشمنی رکھتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: چپ ہو جا اگر تو اور تیرا باپ ان سے محبت کرنے اور ان کی پیروی کرنے والوں میں ہوتے تو رحمت تمہاری طرف بڑھتی، تم دونوں تو ان میں سے ہو جو اس کے خلاف بغض و دشمنی رکھتے ہیں۔ اسی لیے تمہاری طرف لعنت بڑھ چکی ہے۔ میں تیرے اور تیرے والد کے پاس آیا، تیرا باپ ہی سب سے پہلا اس پر ظلم کرنے والا ہے اور تو ہی ہے جو مجھے چھوڑ کر سب سے پہلی اس سے جنگ کرنے والی ہے" ۲۶۱ے

ایک جگہ کہتا ہے۔ "جعفر سے پوچھا گیا، امیر المومنین نے کیوں فلاں فلاں

رہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کر دینا چاہتے ہیں۔

۲۵۹ے ایک سراسر جھوٹا قصہ ہے جو صرف ان لوگوں۔ نے فاروقِ اعظمؓ پر طعن و تنقید کرنے کے لیے گھڑ لیا ہے۔ ۲۶۰ے "کتاب الخصال" جلد ۲ صفحہ ۶۰۷ مطبعہ الحیدری طہران

۲۶۰ے "کتاب الخصال" ج ۲ ص ۵۵۶

سے جنگ نہیں کی؛ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے "لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما" (اگر وہ الگ رہتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے) پوچھا گیا: ان کا تزایل (الگ رہنا) کیا ہے؟ آپ نے کہا: مومنین کے نطفے جو کافروں کی پشتوں میں تھے[۴۶۲]

مزید لکھتا ہے: "کیوں آپ (یعنی علیؓ نے) رسول اللہ کی وفات کے بعد پچیس سال تک اپنے دشمنوں سے جہاد نہیں کیا، اپنے دورِ ولایت میں کیوں کیا؟" (پھر بتاتا ہے کہ) "رسول اللہ کی پیروی کرتے ہوئے، کیونکہ آپ نے بھی مکہ میں نبوت ملنے کے تیرہ سال بعد تک اور پھر مدینہ میں انیس ماہ تک صرف اس لیے جہاد نہیں کیا کہ آپ کے مددگار بہت کم تھے۔ اسی طرح علی علیہ السلام نے بھی اپنے دشمنوں سے جہاد نہیں کیا کہ ان کے مددگار بھی اس وقت کم تھے۔"[۴۶۳]

دیکھیے کس طرح قصے گھڑتے اور کہانیاں تیار کرتے ہیں، ان بدبختوں کا پیٹ ان کو "ضلالت و گمراہی، ظلم و جور کے امام اور دوزخ کی طرف لے جانے والے" کہہ کر بھی نہیں بھرا، بلکہ اپنی بیہودگی اور خلفاء راشدینؓ کے ساتھ عداوت و نفرت کی وجہ سے انہیں رسول اللہ کے دشمن، اور دشمن اسلام، مشرکین مکہ کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

ہاں ہاں! ان خدارسیدہ بزرگ ہستیوں کو جو اس کے جھنڈے کو بلند کرنے والے، اس کے پیغام کو دور دور تک پہنچانے والے اور اس کے دین کو عام

---

۴۶۲ "علل الشرائع" لابن بابویہ ص ۱۴۷ مطبوعہ نجف

۴۶۳ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ اپنے ائمہ میں سے کسی ایک کا نام بھی لیں تو اس کے ساتھ "علیہ السلام" اور "علیہم السلام" ضرور کہتے ہیں مگر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام

کرنے والے ہیں۔ رسول اللہؐ سے محبت کرنے والے اور جو خود رسول اللہ کے محبوب ہیں، جن کے زمانے میں رسول اللہ کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوئیں جو آپؐ کے رسولؐ و نبیؐ برحق ہونے کی نشانیاں ہیں۔ میری جان ان پر اور ان کے جانثاروں پر قربان۔ ان پیشین گوئیوں کا ذکر خود یہ گستاخ و بدگو اپنی کتاب میں براءؓ بن عازب کی روایت سے کرتا ہے کہ آپؓ نے کہا:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا تو خندق کی کھدائی میں ایک بہت بڑا اور سخت پتھر نکل آیا جس پر کدالوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، اسے دیکھا، اپنا کپڑا نیچے رکھ کر پھاوڑا پکڑا اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی، اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا، آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر، مجھے ملکِ شام کی چابیاں دے دی گئیں — بخدا میں اس وقت اس کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، پھر بسم اللہ کہہ کر دوسری ضرب لگائی، اس کا ایک تہائی حصہ مزید الگ ہو گیا، اس پر کہا: اللہ اکبر، مجھے فارس (ایران) کی چابیاں دے دی گئیں، بخدا میں اس کی آبادیوں کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں، پھر تیسری ضرب لگائی جس سے باقی ماندہ پتھر ٹوٹ گیا اور کہا: اللہ اکبر! مجھے ملکِ یمن کی چابیاں دے دی گئیں۔ بخدا میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں" [۶۵]

لیتے ہیں تو صرف ایک حرف (ص) لکھ دیتے ہیں۔ اس سے نبیوں اور ائمہ کے بارے میں ان کے اعتقادات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

[۶۴] "علل الشرائع" ص ۱۴۷

[۶۵] "کتاب الخصال" ج ۱ ص ۱۶۲

یہ پیشین گوئیاں کس کے دورِ خلافت میں پوری ہوئیں ؛ کس کے بارے میں بزبانِ وحی گفتگو کرنے والی ذات نے یہ کہا تھا کہ "مجھے ملکِ شام کی چابیاں دے دی گئیں، ملکِ فارس کی چابیاں دے دی گئیں، ملکِ یمن کی چابیاں دے دی گئیں" ؟؟

آپؐ نے کون سے جانشین کو اپنے آپ سے تعبیر کیا کہ چابیاں تو اسے ملی ہیں، لیکن آپؐ فرما رہے ہیں کہ مجھے مل گئیں۔ کوئی بتائے جواب دے ؟؟

ان کے صدوق کو دیکھیے جس کی کتاب کو یہ سب سے زیادہ صحیح کتاب مانتے ہیں، قرآن سے بھی زیادہ صحیح، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق قرآن میں تحریف و تغییر کی جا چکی ہے۔ اگرچہ ان کی دوسری ساری کتابیں بھی اسی جیسی ہیں، لیکن خاص طور پر اس کتاب کا نام ہم نے اس لیے لیا ہے تاکہ پڑھنے والا صاف دیکھ سکے کہ کس طرح ان کی کتابیں نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے بہترین لوگوں کے بارے میں کینے اور بغض و عداوت سے پر ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین !

ان کا سب سے پہلا محدث —— جیسا کہ یہ خود کہتے ہیں —— سلیم بن قیس ہے، جس سے کلینی، صدوق اور ان کے علاوہ بھی کئی محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کی روایات نقل کی ہیں، اس نے کوئی گندی گالی اور بیہودہ کلمہ ایسا نہیں چھوڑا جو ان مقدس ہستیوں پر چسپاں نہ کیا ہو۔ اس کی جرأتیں اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ وہ علیؓ کے متعلق بھی جھوٹ بولنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ کہتا ہے:

"جانتے ہو کہ جس وقت ابوبکر منبر پر چڑھا ہے، سب سے پہلے کس نے بیعت کی ؛ میں نے کہا : جانتا تو نہیں لیکن میں نے ایک بوڑھے بزرگ

کو دیکھا تھا جو لاٹھی ٹیکتے ہوئے آیا تھا، جس کی پیشانی پر سجدوں کی کثرت کے باعث نشان پڑ چکا تھا۔ جب وہ (ابوبکرؓ) منبر پر چڑھا، یہ سب سے پہلے روتے ہوئے اٹھا اور کہہ رہا تھا: خدا ہی کے لیے ساری تعریفیں ہیں جس نے مجھے تمہیں اس جگہ بیٹھا دیکھنے کےلیے موت نہیں دی، اپنا ہاتھ بڑھائیے، چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس نے بیعت کی، اس کے بعد کہا: یہ بھی آدم کے دن کی طرح کا ایک دن ہے اور پھر مسجد سے نکل گیا۔

علی علیہ السلام نے کہا: اے سلیمان! تو جانتا ہے کون تھا؟

میں نے کہا: نہیں، لیکن مجھے اس کی بات ناگوار گزری، گویا کہ وہ رسول اللہ کی موت پر خوش ہو رہا تھا، علی علیہ السلام نے کہا: وہ ابلیس تھا.... اس کے بعد کہا: " ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنین " (اور ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا پس اتباع کی اس کی سب نے سوائے مؤمنین کی ایک جماعت کے"۔ ۴۶۶

خلفاء راشدینؓ، سربراہانِ صحابہ رسولؐ اور امتِ مسلمہ کے ان عظیم افراد کے خلاف ان لوگوں نے ایک ایسا قصہ گھڑا ہے، جسے سن کر بچے اور دیوانے بھی ہنس پڑتے ہیں۔ سچ ہے انہی جیسے لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ "بے حیا باش وہر چہ خواہی کن"

دیکھیے کس طرح ایک لمبی چوڑی کہانی گھڑ لی گئی ہے جس میں شروع سے آخر تک طعن و تشنیع کی بھرمار ہے:

" جب علی علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ انہیں چھوڑ چکے ہیں اور ان کی

---

۴۶۶ "کتاب سلیم بن قیس"، ص ۸۰، ۸۱

مدد نہیں کر رہے بلکہ ابو بکر کی بات پر سب متفق ہو کر انہی کی تعظیم و تکریم کر رہے ہیں تو آپ اپنے گھر ہی میں رہنے لگے، عمر نے ابو بکر سے کہا: کیوں تم کسی کو ان کی طرف نہیں بھیجتے کہ وہ بھی بیعت کر لیں؟ سوائے ان کے اور ان چار افراد کے سب بیعت کر چکے تھے۔ ابو بکر ان دونوں میں زیادہ موم دل، نرم خو اور منکسر المزاج تھا، دوسرا زیادہ سنگدل، درشت خو، اور سخت گیر تھا، ابو بکر نے اس سے کہا کہ کسے بھیجیں؟ عمر نے کہا: ہم قنفذ کو بھیجتے ہیں' وہ طلقاء بنی عدی بن کعب میں سے ایک سنگدل اور درشت مزاج آدمی ہے۔ چنانچہ اسے بھیجا گیا اور اس کے ساتھ مددگاروں کی ایک جماعت بھی گئی، وہ گیا اور علی علیہ السلام سے اجازت مانگی، آپ نے اجازت نہ دی قنفذ کے ساتھی ابو بکر اور عمر کے پاس آئے، یہ دونوں مسجد میں بیٹھے تھے، لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے۔ کہنے لگے، ہمیں اجازت نہیں دی جا رہی، عمر نے کہا: جاؤ اگر اجازت دیں تو ٹھیک' ورنہ بغیر اجازت کے داخل ہو جاؤ، وہ گئے اور اجازت مانگی، اس پر فاطمہ علیہا السلام نے کہا: میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونا تم پر حرام ہے، وہ سب پلٹ گئے، لیکن قنفذ ملعون ٹھہرا رہا۔ انہوں نے کہا: فاطمہ ایسا ایسا کہتی ہیں اور انہوں نے بغیر اجازت ہمارا داخل ہونا ہم پر حرام کر دیا ہے۔ عمر کو غصہ آ گیا۔ کہنے لگا، عورتوں سے ہمیں کیا، پھر اپنے ارد گرد کے لوگوں کو حکم دیا کہ لکڑیاں اٹھائیں، انہوں نے لکڑیاں اٹھائیں، عمر نے خود بھی لکڑیاں اٹھائیں اور اس گھر کے ارد گرد ڈال دیں جس میں علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے رہتے تھے پھر عمر اتنی زور سے پکارا کہ علی علیہ السلام نے سن لیا، فاطمہ کہنے لگیں' اے علی! تجھے خدا کی قسم، تو جا اور رسول اللہ کے خلیفہ کی بیعت کر لے ورنہ تجھے آگ میں جلا دیا جائے گا، فاطمہ علیہا السلام نے کہا: اے عمر! تیرا ہمارا کیا جھگڑا؟

اس نے کہا: دروازہ کھول، ورنہ ہم تمہارے گھر کو آگ لگا دیں گے، آپ (فاطمہؓ) نے کہا، اے عمر کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا، تو میرے گھر میں داخل ہو گا؟ عمر نے لوٹ جانے سے انکار کر دیا، عمر نے آگ منگائی، اور دروازہ میں آگ لگا دی، پھر دروازہ جل گیا تو عمر داخل ہو گیا۔ فاطمہ علیہا السلام نے اسے دیکھا اور چیخ ماری، ہائے میرا باپ، ہائے اللہ کا رسول، عمر نے نیام سے تلوار کھینچ لی، اور آپ کے پہلو میں ماری، آپ چیخیں، ہائے میرا باپ، عمر نے کوڑا اٹھا لیا، اور آپ کے بازوؤں پر مارا، آپ چیخ اٹھیں، اے اللہ کے رسولؐ آپ کے جانشین ابو بکر اور عمر بہت برے ہیں، اس پر علی علیہ السلام اٹھے اور اس کا گریبان پکڑ لیا، اسے چت کر دیا، اس کی ناک اور گردن پر مارا اور چاہا کہ اسے قتل کر دیں لیکن آپ کو رسول اللہ کا قول یاد آگیا، آپ کی وصیت یاد آگئی، آپ نے کہا، اے ابن صحاک! اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو نبوت سے نوازا، اگر خدا کی طرف سے ایسا ہی لکھا نہ ہوتا اور رسول اللہ کے ساتھ میرا عہد نہ ہوتا تو جان لے کہ تو کبھی بھی میرے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ عمر نے لوگوں کو مدد کے لیے پکارا، لوگ آتے اور گھر میں داخل ہو گئے، علی علیہ السلام اپنی تلوار کی طرف جھپٹے، قنفذ ابو بکر کے پاس گیا، وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں علی اپنی تلوار لے کر نہ نکل کھڑے ہوں کیونکہ آپ کی طاقت و قوت کو جانتا تھا، ابو بکر نے قنفذ سے کہا، جا، وہ نکل آئیں تو ٹھیک، ورنہ ان کے گھر میں گھس جا، اگر وہ روکیں تو ان کے گھر کو آگ لگا دے، قنفذ ملعون چلا، وہ اور اس کے ساتھی بغیر اجازت آپ کے گھر میں گھس گئے، علی علیہ السلام اپنی تلوار کی طرف لپکے لیکن لوگ جلدی ان پر جھپٹ پڑے اور انہیں زیر کر لیا، کیونکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی، کچھ نے اپنی تلواریں پکڑ لیں، چونکہ تعداد میں

زیادہ تھے اس لیے آپ کو زیر کر لیا، ان کے گلے میں رسی ڈال لی، علی اور ان لوگوں کے درمیان دروازے میں فاطمہ حائل ہو گئیں، قنفذ ملعون نے انھیں کوڑا مارا، جب آپ نے وفات پائی اس وقت تک آپ کے بازو میں ایک پھوڑے کی طرح کا نشان تھا، یہ اسی مار کا اثر تھا، خدا کی لعنت ہو اس پر۔ پھر علی کو گھسیٹتے ہوئے ابو بکر تک لے گئے، عمر اُن کے سر پر تلوار لیے کھڑا تھا، خالد بن ولید، ابو عبیدہ بن جراح، ابو حذیفہ کا غلام سالم، معاذ بن جبل، مغیرہ بن شعبہ، اسید بن حضیر، بشیر بن سعد اور دوسرے سارے لوگ ابو بکر کے گرد مسلح ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، کہتا ہے: میں نے سلیمان سے پوچھا: کیا وہ فاطمہ کے پاس بغیر اجازت چلے گئے؟ آپ نے کہا، ہاں، خدا کی قسم ان کے سر پر اوڑھنی بھی نہیں تھی، چنانچہ آپ پکار اٹھیں، ہائے میرے باپ، اے اللہ کے رسول تیرے جانشین ابو بکر اور عمر بہت برے ہیں، تیری آنکھیں قبر میں پھوٹ کیوں نہ گئیں، آپ اپنی پوری آواز سے یہ کہہ رہی تھیں میں نے ابو بکر اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، کوئی ایسا نہیں تھا جو نہ رویا ہو سوائے عمر، خالد اور مغیرہ بن شعبہ کے، عمر کہہ رہا تھا، ہم عورتوں اور ان کی رائے کو کچھ نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ علی کو ابو بکر کے پاس لے آئے، آپ کہہ رہے تھے، خدا کی قسم اگر میری تلوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم جانتے ہو کہ تم یہاں تک نہ پہنچ سکتے۔ لیکن میں اپنے آپ کو ہرگز ملامت نہ کرتا کہ میں نے تمہارے ساتھ جہاد کیا ہے، میں تمہاری جماعت کو پارہ پارہ کر دیتا، خدا کی لعنت ہو ان پر جنھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر مجھے چھوڑ دیا، جب ابو بکر نے آپ کو دیکھا تو چلایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو، علی علیہ السلام نے کہا: اے ابو بکر، کتنی جلدی تم رسول کی مسند پر کود پڑے، کس حق کی بنا پر، کس حیثیت کی بنا پر، تم نے لوگوں کو اپنی

بیعت کی دعوت دی، کیا کل خدا اور اس کے رسول کے حکم سے تم میری بیعت نہیں کر چکے؟ خدا کی لعنت ہو قنفذ پر، اس نے فاطمہ کو اس وقت کوڑا مار دیا جب وہ اپنے شوہر اور اس (قنفذ) کے درمیان حائل ہوئیں، عمر نے اس کی طرف پیغام بھیجا تھا کہ اگر فاطمہ، علی اور قنفذ کے درمیان حائل ہوں تو انہیں مارا جائے، قنفذ نے اُن کے بازو پر مارا، ان کی پسلی توڑ دی جس سے ان کے پیٹ کا بچہ گر گیا اور وہ اپنی موت تک بستر سے نہ اٹھ سکیں، خدا کی رحمتیں ہوں ان پر، انہیں شہادت نصیب ہوئی، کہتا ہے، جب علی کو ابوبکر کے پاس لے گئے، عمر نے آپ کو جھڑک کر کہا: بیعت کر، ان جھوٹے قصوں کو چھوڑ۔ علی نے اس کو کہا، اگر میں نہ کروں تو تم کیا کر لو گے؟ وہ کہنے لگے: ہم تمہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل کر دیں گے۔ آپ نے کہا، تو گویا تم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کے بھائی کو قتل کرو گے؟ ابوبکر نے کہا: جہاں تک خدا کے بندے ہونے کا تعلق ہے وہ تو ٹھیک ہے لیکن رسول کا بھائی ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے، آپ نے کہا: کیا تم انکار کرتے ہو کہ رسول اللہ نے اپنے اور میرے درمیان مواخاۃ کی تھی؟ اس نے کہا، ہاں! آپ نے تین دفعہ یہی بات دہرائی، پھر علی لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، اے مسلمانو! مہاجرین اور انصار کے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے غدیر خم کے دن رسول اللہ کو ایسا ایسا کہتے سنا ہے؟ آپ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی، رسول اللہ نے اعلانیہ طور پر جو کچھ کہا تھا سب لوگوں کو یاد دلا دیا۔ لوگوں نے کہا: ہاں! (رسول اللہ نے ایسا کیا تھا) تو پھر ابوبکر سے کیوں ڈرتے ہو کہ لوگ اس کی مدد کریں گے؟ ابوبکر نے جلدی سے اُن کی بات کاٹ کر کہا: جو کچھ تم نے کہا ہے سچ ہے، ہم سب نے اپنے کانوں سے سنا ہے،

دل سے قبول کیا ہے لیکن اس کے بعد میں رسول اللہ کو یہ کہتے سن چکا ہوں کہ ہم اہلِ بیت کو اللہ نے چن لیا ہے، ہمیں عزت بخشی ہے، دنیا کے مقابلے میں ہمارے لیے آخرت کو پسند کیا ہے، کیونکہ اللہ کو اہلِ بیت میں نبوت اور خلافت دونوں چیزیں جمع نہیں کرنا ہیں۔ اس پر علی علیہ السلام نے پوچھا، کیا تمہارے ساتھ رسول اللہ کے صحابہ میں سے اور بھی کوئی تھا؟ عمر کہنے لگا رسول اللہ کے خلیفہ نے سچ کہا ہے، جو یہ کہہ رہے تھے۔ یہ بات میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے، ابو عبیدہ، ابو حذیفہ کا غلام سالم اور معاذ بن جبل نے بھی کہا کہ، ہم نے بھی رسول اللہ سے یہ سنا ہے، علی علیہ السلام کہنے لگے: تم نے اپنے اس پیمان کو پورا کر دیا جو کعبہ میں کر چکے ہو کہ اگر محمد کو قتل کر دیا جائے یا وہ وفات پا جائیں تو تم اس معاملے میں ہم اہلِ بیت سے پھر جاؤ گے، ابوبکر نے کہا: اس کے بارے میں آپ کیسے جانتے ہیں؛ ہم نے تو آپ کو نہیں بتایا، علی علیہ السلام نے کہا: اے زبیر میں تم سے، سلمان تم سے، ابوذر تم سے اور مقداد تم سے، اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ کو یہ کہتے نہیں سنا، تم سن رہے تھے جب رسول اللہ نے ان پانچوں کے بارے میں بتایا تھا کہ فلاں فلاں لوگوں کے درمیان ایک تحریر لکھی جا چکی ہے جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کا معاہدہ طے پا چکا تھا، وہ کہنے لگے: ہاں ہاں، یقیناً ہم نے رسول اللہ کو آپ سے یہ بات کہتے سنا ہے کہ ان لوگوں کے درمیان ایک تحریر لکھی جا چکی اور ایک معاہدہ طے پا چکا ہے جس کے مطابق ان لوگوں نے عمل کیا ہے۔ حضور آپ سے کہہ رہے تھے کہ اگر میں مارا جاؤں یا وفات پا جاؤں تو اے علی یہ لوگ تجھے چھوڑ دیں گے، آپ نے کہا تھا، یا رسول اللہ میرے

ماں باپ آپ پر قربان، اگر ایسا ہو تو آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، تمہارے لیے حکم یہ ہے کہ اگر تمہیں ان کے خلاف مددگار مل جائیں تو ان سے جہاد کرنا اور ان سے الگ ہو جانا۔ اور اگر تمہیں مددگار نہ ملیں تو بیعت کر کے اپنی جان بچا لینا۔ اس کے بعد علی علیہ السلام نے کہا: خدا کی قسم اگر وہ چالیس آدمی بھی جنھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے، میرے وفادار ہوتے تو میں خدا کے راستے میں تم سے جہاد کرتا، خدا کی قسم تمہارے بعد قیامت تک کوئی اسے نہیں پا سکتا، ورنہ رسول اللہ نے اللہ کا یہ قول جو ارشاد فرمایا۔ ہے جھوٹا ہو گا، "ام یحسدون النّاس علیٰ ما اٰتاھم اللہ من فضلہ، فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ و اٰتیناھم مّلکا عظیما" (کیا وہ حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو خدا نے انھیں اپنے فضل سے دی؟ پس ہم نے آلِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور انھیں وسیع ملک عطا کیا) پس کتاب سے مراد نبوت ہے، حکمت سے مراد سنت ہے اور ملک سے مراد خلافت ہے۔ ہم آلِ ابراہیم ہیں! مقداد کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے علی! میرے لیے کیا حکم ہے؟ بخدا اگر آپ حکم دیں تو میں اپنی تلوار سے جنگ کروں اور اگر حکم دیں تو رک جاؤں، علی نے کہا، رک جا اے مقداد اور رسول اللہ کے ساتھ کیے اس عہد کو یاد کر، اس وصیت کو یاد کر جو تجھے رسول اللہ نے کی تھی۔ میں کھڑا ہو گیا، میں نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں جانتا کہ میں ظلم و زیادتی کو دور کر سکتا ہوں، خدا کے دین کو بلند کر سکتا ہوں تو میں اپنی تلوار اپنی گردن میں ڈالتا اور پھر اس سے ایک ایک کو مارتا، جب تم نے میرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور ان کے وصی، ان کی امت کے خلیفہ کی مسند پر قبضہ کر لیا ہے تو

پھر مصیبتوں کی خوشخبریاں ہیں، رحمت سے مایوس ہو جاؤ، ابوذر اٹھے اور کہنے لگے: اے امتِ پریشاں، اے اپنے نبی کو چھوڑنے والی اور اس کی نافرمانی کرنے والی امت، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین ۰ ذریۃ بعضہا من بعض ط واللہ سمیع علیم" (بے شک خدا نے چن لیا آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو زمانے میں سے۔ ان میں سے بعض بعض کی اولاد میں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے) آلِ محمد نوح کی اولاد ہیں، آلِ ابراہیم ہیں، ان کی اصل اور جڑ اسماعیل ہیں، محمدؐ کا کنبہ اور نبیؐ کے اہل بیت رسالت کی جائے قرار ہیں۔ فرشتوں جیسے ہیں، بلند آسمان جیسے ہیں، مضبوط پہاڑوں کی طرح ہیں، چھپے کعبہ کی طرح ہیں، صاف چشمے کی مانند ہیں، راہ دکھلانے والے تارے ہیں، وہ مبارک درخت ہیں جس کا نور پھیل چکا اور جس کی نمی میں خدا نے برکت دی ہے، محمد آخری نبی ہیں، پوری اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ علی تمام وصیوں کے وصی ہیں، وصی وہ شخص جس کے بارے میں وصیت کی گئی ہو، نیک لوگوں کے امام ہیں، درخشاں پیشانی والوں کے سردار ہیں۔ آپ ہی صدیقِ اکبر ہیں، آپ ہی فاروقِ اعظم ہیں، محمدؐ کے وصی ہیں۔ آپ کے علم کے وارث ہیں۔ سب مؤمنین کے ہاں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: "النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم و اولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ" (نبی ان کو اپنی جانوں سے بھی عزیز تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور اولوا الارحام، کتاب میں بعض بعض سے افضل ہیں) تم بھی اسے مقدم رکھو جسے خدا نے مقدم کیا ہے، اسے مؤخر کرو جسے خدا نے مؤخر کیا ہے، اسے ہی

ولایت و وراثت دو جس کے لیے خدا نے بنائی ہے، عمر کھڑا ہو گیا، اور ابوبکر سے کہنے لگا، ابوبکر منبر پر بیٹھا ہوا تھا، تمہیں کس چیز نے منبر پر بٹھا دیا ہے؟ یہ بیٹھنے والا جنگجو نہیں اٹھے گا سوائے اس صورت میں کہ بیعت کرے، یا تو حکم دے کہ اس کی گردن ماردی جائے، حسن اور حسین دونوں کھڑے تھے، جب عمر کی یہ بات سنی رونے لگ گئے، علی علیہ السلام نے انھیں اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا: نہ روؤ، خدا کی قسم یہ دونوں تمہارے باپ کو قتل نہیں کر سکتے۔ رسولؐ اللہ کی دایہ ام ایمن آگے بڑھی اور کہنے لگی، اے ابوبکر کتنی جلدی تم نے اپنے حسد اور نفاق کو ظاہر کر دیا، عمر نے اسے مسجد سے نکال دینے کا حکم دیا اور کہنے لگا، عورتوں سے ہمارا کیا تعلق؟ (بریدہ اسلمی کھڑا ہوا) اور کہا اے عمر کیا تو میرے بھائی رسول اللہ کی مسند پر قبضہ کرے گا؟ تو وہ ہے کہ ہم قریش میں تیرے متعلق خوب جانتے ہیں۔ کیا تم دونوں وہ نہیں جن سے رسول اللہ نے کہا تھا کہ، تم دونوں علی کے پاس جاؤ اور مومنین کے معاملات ان کے سپرد کر دو، تم دونوں نے پوچھا تھا کہ: کیا اللہ اور اس کے رسول کا یہ حکم ہے، تو آپؐ نے کہا تھا، ہاں۔ اس پر ابوبکر نے کہا: ایسا کہا تھا لیکن پھر اس کے بعد رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا: میرے اہل بیت میں نبوت اور خلافت جمع نہیں ہوں گی، آپ نے کہا: خدا کی قسم رسول اللہ نے یہ نہیں کہا تھا، بخدا میں اسی شہر میں رہتا ہوں جس میں تم امیر ہو، عمر کے حکم دینے پر آپ کو مارا اور گرایا گیا، پھر کہنے لگا، اے ابو طالب کے بیٹے اٹھ اور بیعت کر، آپ نے کہا، اگر میں نہ کروں؟ تو اس نے کہا: پھر ہم تیری گردن ماردیں گے، آپ نے تین دفعہ انکار کیا، پھر اپنا ہاتھ کھولے بغیر مٹھی بند کر کے اس کی طرف بڑھایا، اس پر ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ مارا اور اُن سے خوش ہو گیا، علی علیہ السلام نے بیعت کرنے سے پہلے جب رسی اُن کی گردن میں

تھی، یہ پکارا تھا " یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی"۔
(بھائی قوم نے مجھے ضعیف سمجھا اور میرا مار دینا بھی ان سے کچھ دور نہ تھا)" [۴۶۷]

اس بیہودگی اور ان خرافات پر ہی بس نہیں کیا، ان کے ساتھ اور بھی کئی جھوٹ ملا دیے ہیں، مثلاً کہتا ہے" زبیر نے کہا ہے کہ جب عمر بن الخطاب کے ہاتھ پر ابوبکر نے بیعت کی تو کہا، اے صہاک کے بیٹے اگر یہ سرکش لوگ نہ ہوتے جنہوں نے تیری مدد کی ہے تو کبھی مجھ پر مقدم نہ ہوتا، میرے پاس میری تلوار ہے، میں تیری بزدلی اور خوف [۴۶۸] کو جانتا ہوں، میں نے دیکھا ہے کہ تو ان سرکش لوگوں سے ڈرتا ہے کہ کہیں حملہ نہ کر دیں، عمر کو غصہ آگیا، کہنے لگا، تو صحاک کا ذکر کر رہا ہے؟

اس نے کہا: (بتاؤں) صہاک کون ہے؟ اور کس چیز نے مجھے اس کے بارے میں بتانے سے روکا ہے؟ صہاک زانیہ تھی، کیا تو نہیں مانتا؟ کیا وہ میرے دادا عبدالمطلب کی ایک حبشیہ لونڈی نہیں تھی جس سے تیرے دادا نفیل نے زنا کیا تھا اور اس سے تیرا باپ خطاب پیدا ہوا تھا، عبدالمطلب نے اس سے زنا کرنے کے بعد تیرے دادا عبدالمطلب کو ہبہ کر دی تھی، اسی سے میرے دادا کا ایک غلام پیدا ہوا جو ولد الزنا (حرامی) تھا" [۴۶۹]

---

[۴۶۷] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۸۳ تا ۸۹

[۴۶۸] دیکھیے کس قدر جھوٹ بول رہا ہے؟ فاروق رض جیسے بہادر کو اپنی بہادری ثابت کرنے کے لیے ایسی گھٹیا حرکت کی کیا ضرورت ہے؟ یہ ان پر سراسر تہمت و بہتان ہے انها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔

[۴۶۹] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۸۹، ۹۰

اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اپنی بیہودگی و نجاست اور خباثت و یہودیت میں بڑھتا چلا جاتا ہے، بڑھتا چلا جاتا ہے، چنانچہ کہتا ہے "میں نے سلمان سے پوچھا، اے سلمان! کیا آپ نے ابوبکر کی بیعت کر کے کچھ بھی نہ کہا؟ کہتے ہیں، میں نے بیعت کرنے کے بعد کہا تھا، تباہی ہے تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے کیا تم سمجھتے ہو کہ جو تم نے اپنے بارے میں کیا، درست کیا، تم نے غلطی کی، تم اپنے سے پہلے اختلاف و تفرقہ پیدا کرنے والوں کی سنت پر چلے، تم نے اپنے نبی کی راہ کو چھوڑا حتیٰ کہ انہیں اپنے مرکز اور اپنے گھر والوں سے نکال دیا، عمر نے کہا، اے سلمان، جب تیرا ساتھی اور تو بیعت کر چکے اب جو چاہے سو کہہ، جو کرنا چاہے کر، تیرا ساتھی جو چاہے کہے، جو کرنا چاہے کرے، سلمان کہتے ہیں، میں نے کہا، میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ، تجھ پر اور تیرے اس ساتھی پر، جس کی تو نے بیعت کی ہے قیامت تک پوری امت کے گناہوں کا بار ہے، جتنا عذاب پوری امت کو ملے گا اتنا ہی تمہیں بھی، اس پر (عمر) نے کہا، جو چاہے سو کہہ کیا تو بیعت نہیں کر چکا، خدا نے تیری آنکھیں نہیں چھوڑ دی تھیں جبکہ تیرا ساتھی بھی تیرے ساتھ تھا، میں نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے خدا کی نازل کردہ کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ تیرے نام، نسب اور صفت کا جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس نے مجھ سے کہا: جو چاہے سو کہہ، کیا خدا نے ان کو دور نہیں کر دیا جن کو تم نے اللہ کو چھوڑ کر خدا بنا رکھا تھا؟ میں نے اس سے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے، میں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا، یومئذ لا یعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد" (اس دن اس جیسا عذاب کوئی نہ دیگا، اور اس جیسی کوئی گرفت نہیں کرے گا)

مجھے بتایا کہ اس سے تو ہی مراد ہے۔ عمر نے مجھ سے کہا، چپ ہو جا، چپ ہو جا، خدا تجھے مارے اے لخناء کے بیٹے، اس پر علی علیہ السلام نے مجھ سے کہا، اے سلمان! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ خاموش ہو جا، سلمان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر علی مجھے خاموش ہو جانے کا حکم نہ دیتے تو میں ہر وہ چیز جو اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور ہر وہ چیز جو رسول اللہ سے اس کے اور اس کے ساتھی کے بارے میں سنی ہے، بتا دیتا، جب عمر نے دیکھا کہ میں خاموش ہو گیا ہوں تو کہا: تو نے اس کو تسلیم کر لیا اور اطاعت کر لی، جب ابوذر اور مقداد نے بھی بغیر کچھ کہے بیعت کر لی تو عمر نے کہا: اے سلمان کیا تو ہاتھ نہیں بڑھائے گا جس طرح تیرے دونوں ساتھی ہاتھ بڑھا چکے ہیں؛ بخدا تو ان دونوں سے زیادہ اہل بیت سے محبت کرنے والا اور ان کے حق کا احترام کرنے والا تو نہیں، تو نے دیکھا ہے کہ ان دونوں نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی ہے، ابوذر کہنے لگے، اے عمر! کیا تو ہمیں اہل بیت کی محبت و تعظیم کی عار دلاتا ہے، خدا کی لعنت ہو۔ اور یقیناً خدا کی لعنت ان پر ہو چکی ہے —— اس پر جو ان سے بغض رکھے ان پر جھوٹ باندھے، ان کا حق مارے، لوگوں کو ان کے ساتھ دشمنی پر اکسائے، اور اس امت کو الٹے پیروں (اسلام) سے پھیر دے، عمر نے کہا: آمین، خدا لعنت کرے اس پر جو ان کا حق مارے۔ بخدا یہ ان کا حق نہیں ہے اور نہ وہ اسے (یعنی خلافت کو) چاہتے ہیں۔ یہ سب لوگوں پر پیش کی جائے گی، ابوذر نے کہا، تو پھر تم انصار سے ان کے حق کی وجہ سے کیوں جھگڑتے ہو؟ علی علیہ السلام نے عمر سے کہا، اے ابن صہاک، ہمارا اس پر کوئی حق نہیں۔ یہ تیرے لیے اور اس کے لیے ہے جس کی ماں مکھیاں کھایا کرتی تھی۔ عمر کہنے لگا اے ابو الحسن، بس اب رک جائیے، آپ نے بیعت کر لی ہے، سب لوگ میرے ساتھی پر راضی

ہیں، اب آپ پر کوئی بھی راضی نہیں تو میرا کیا گناہ ہے؟ علی علیہ السلام نے کہا، لیکن خدائے بزرگ و برتر اور اس کا رسول مجھ ہی پر راضی تھے، تو اور تیرا ساتھی، تمہاری اتباع کرنے والے اور تمہارے پیچھے چلنے والے، خدا کی ناراضگی، اس کے عذاب اور ذلت کی خوشخبری سن لیں، اے ابن الخطاب ہلاکت ہو تجھ پر، کاش تو جانتا کہ تو کس چیز سے نکل گیا ہے، کس میں داخل ہو گیا ہے اور تو نے اپنے اور اپنے ساتھی کے واسطے کیا گناہ کیا ہے"۔ ؁۴۷

ایک جگہ لکھا ہے " آگ کا ایک تابوت ہو گا جس میں بارہ آدمی ہونگے، چھ اوّلین میں سے اور چھ آخرین میں سے، یہ ایک مقفل تابوت میں بند، جہنم کی تہہ میں ایک گڑھے میں پڑے ہوں گے۔ اس گڑھے کے اوپر ایک چٹان ہو گی، جب اللہ جہنم کو بھڑکانا چاہیں گے تو اس گڑھے کو اس چٹان سے ہٹائیں گے، اس گڑھے (کھائی) کی گرمی کی وجہ سے جہنم بھڑک اٹھے گی .... اولین یہ ہیں .... اور آخرین میں ایک دجال اور پانچ وہ ہیں جنھوں نے معاہدہ اور تحریر تیار کی تھی۔ اور وہ جبت اور طاغوت جس پر انہوں نے معاہدہ کیا تھا... علی علیہ السلام نے عثمان سے کہا، رب کعبہ کی قسم علی اس سے بری ہیں۔ میں نے رسول اللہ کو سنا ہے کہ تیرے اوپر لعنت بھیج رہے تھے۔ تجھ پر لعنت کرنے کے بعد کبھی تیرے لیے مغفرت طلب نہیں کی.... کہتا ہے..... سوائے چار آدمیوں کے رسول اللہ کے بعد ہارون اور اس کے متبعین جیسے ہو گئے تھے۔ بچھڑے اور اس کے پیروکاروں کی طرح ہو گئے تھے، چنانچہ علی ہارون کی مانند ہیں عتیق

؁۴۷ "کتاب سلیم بن قیس" ص ۹۰، ۹۱۔

؁۴۸ "کتاب سلیم بن قیس" ص ۹۱، ۹۲ مطبوعہ بیروت۔

(ابوبکرؓ کا لقب) بچھڑے کی مانند اور عمر سامری کی مانند ہیں[۴۷۱] پروردگار ان کفریات اور ہذیان کو نقل کرنے پر ہم تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں۔

رسول اللہؐ پر جھوٹ اور بہتان لگاتے ہوئے کہتا ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ:

"میرے بھائی، میرے وزیر، میرے وارث، میری امت کے خلیفہ اور میرے بعد تمام مومنین کے معاملات کے والی پر سلام بھیجو[۴۷۲]، کیونکہ وُہ زمین کا مرکز ہیں جہاں وُہ قرار پکڑتی ہے، اگر تم نے انھیں کھو دیا تو تم زمین اور اہلِ زمین کا انکار کرنے والے ہو گے۔ میں نے اس امت کے بچھڑے اور سامری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے دیکھا ہے۔ وہ پوچھ رہے تھے، کیا یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حق ہے؟ رسول اللہ غصہ میں آگئے اور فرمایا، اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حق ہے..... وہ کہنے لگے، اس آدمی کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے چچا کے بیٹے کی شخصیت کو بڑھا رہا ہے"[۴۷۳]

اس ملعون کی جرأت دیکھیے اگر اس نے یہ کہا ہے اور اگر اور کسی نے اس کی طرف نسبت کر کے کہا ہے تو وہ بھی لعنتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اور آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جو تمام مومنین کی ماں ہیں، مومنین میں شامل ہونے کی وجہ سے علیؓ اور آپؓ کے گھرانے کی بھی ماں ہیں، وہ عائشہ صدیقہ طیبہ، طاہرہ رضی اللہ عنہا جن کی پاکیزگی و طہارت کی شہادت قرآن دے رہا ہے، ان کے متعلق کہتے ہیں:

۴۷۱ھ "کتاب سلیم بن قیس" ص ۹۱، ۹۲ مطبوعہ بیروت

۴۷۲ھ کیا یہ بات عقل میں آتی ہے کہ رسول اللہؐ اپنے زندہ اور موجود ہوتے ہوئے کسی کو امیر المومنین بنا دیں؟ کیا ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا، کسی کو بھی علم نہیں کہ اس روز سقیفہ

"علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ عائشہ آپ کے پیچھے بیٹھی تھی ..... آپ رسول اللہ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے، عائشہ کو غصہ آگیا، کہنے لگی، کیا تمہاری مقعد کو میری گود کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملی؟ رسول اللہ غصے میں آگئے، کہنے لگے: اے حمیرا، میرے بھائی علی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچا۔ وہ تو امیر المؤمنین، مسلمانوں کے خلیفہ اور چمکدار پیشانی والے ہیں۔ اللہ انہیں پلصراط پر کھڑا کر دے گا اور وہ دوزخ و جنت کی تقسیم کریں گے۔ اپنے چاہنے والوں کو جنت اور دشمنوں کو دوزخ دیں گے۔"[۴۷۴]

اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا کہتا ہے؛ لکھتا ہے: "علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان[۴۷۵] (رضی اللہ عنہم) کی طرف لکھا تھا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہ کرنے والے بارہ امام اپنے منبر پر بیٹھے دیکھے تھے جو لوگوں کو الٹے پیروں اسلام سے پھیر رہے تھے۔ دو آدمی قریش میں سے اور دس بنی امیہ میں سے ہیں۔ دس میں سے پہلا تیرا وہ ساتھی ہے، جس کا تو خون طلب کر رہا ہے۔ یعنی عثمان"[۴۷۶]

بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان کیا ہوا تھا؟ لیکن ان لوگوں کا وہ حال ہے، کہ:

"لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ"

[۴۷۳] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۱۶۷ [۴۷۴] ایضاً ص ۹۷۹

[۴۷۵] ابو سفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔ اس وقت رسول اللہ نے فرمایا تھا: "جو ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں چلا گیا اُسے امان ہے۔" [۴۷۶] کتاب سلیم بن قیس ص ۱۹۶

اس کتاب میں اس نے اور بھی بلکہ اس سے بڑھ کر بہت سی باتیں لکھی ہیں؛ اس کے غلاف (ٹائیٹل) پر اس نے لکھا ہے:

"ہمارے شیعہ حضرات اور ہمارے چاہنے والوں میں سے جس کے پاس کتاب سلیم بن قیس العامری موجود نہ ہو، اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں؛ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ امام صادق"

مجلسی نے اس کے متعلق کہا ہے "حق بات یہ ہے کہ یہ اصولِ معتبرہ کی کتاب ہے"[۴۷۷]

مشہور شیعہ مصنف ابن الندیم نے "فہرست" میں اس کے متعلق لکھا ہے:

"قیس ایک ایسے بزرگ تھے جن کے پاس ایک خاص نور تھا جو انھیں بلند کرتا تھا۔ سب سے پہلے شیعہ حضرات کی جو کتاب معرضِ وجود میں آئی وہ کتاب سلیم بن قیس العامری ہے"[۴۷۸]

شیعہ حضرات کا انتہائی بزرگ اور شیخ محمد بن ابراہیم الکاتب النعمانی اپنی "کتاب الغیبۃ" مطبوعہ ایران میں لکھتا ہے "تمام شیعہ حضرات جنھوں نے علم حاصل کیا اور اسے ائمہ علیہم السلام سے روایت کیا ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ کتاب سلیم بن قیس الہلالی کتبِ اصول میں سب سے بڑی اصل ہے جسے اہلِ علم اور اہلِ بیت کے محدثین نے روایت کیا ہے، یہی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس لیے کہ اس اصل میں جو کچھ بھی ہے سب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا امیر المؤمنین سے مروی ہے، یا مقداد، سلمان فارسی، ابوذر اور ان کے ان

---

[۴۷۷] کتاب کا مقدمہ ص ۱۳

[۴۷۸] ایضاً

تبعین سے جنھوں نے رسول اللہ اور امیر المؤمنین کا زمانہ پایا اور ان سے سنا، یہ ان کتب اصول میں سے ہے جن کی طرف شیعہ حضرات رجوع کرتے اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔"[479]

کیا اس کے بعد بھی کوئی دھوکہ باز یہ کہہ سکتا ہے کہ:

"شیعہ حضرات پر جو یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں بکتے اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں، یہ ان لوگوں کی ایک ظالمانہ سیاست ہے جو بک جانے والے ہیں جنھوں نے اپنے ضمیر انتہائی سستے داموں بیچ ڈالے..... انہوں نے ظالموں پر ملامت کرنے میں بہت تاخیر کر دی۔ شیعہ حضرات کو برا بھلا کہہ کر یہ ان لوگوں کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ دشمنانِ دین اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اغراض کی خاطر تفریق وانشقاق کا دائرہ وسیع کرتے چلے گئے۔ انہوں نے اسلام اور اہلِ اسلام کو اپنے سینوں سے نکال دیا۔ فتنہ وفساد پھیلانے والے پوری قوت سے سرگرمِ عمل ہو گئے' تاکہ مسلمانوں کے درمیان بغض وعداوت کے شعلے بھڑکا دیں۔ ان کے دل غم وغصہ سے بھر چکے ہیں۔

ان کی حکومت وسیاست کا شیعہ نے پوری قوت سے جواب دیا۔ باہم لڑائیاں ہوئیں، سخت ترین حملے کیے۔ لالچی لوگوں نے انہیں حکومت میں عہدے پیش کیے تاکہ اس نظام کی تائید ہو۔ یہ مسئلہ امت کی عقلی زندگی کا ایک جزو بن کر رہ گیا ہے۔ دراصل وہ لوگ اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال رہے ہیں۔

---

[479] ایضاً ص ۱۲

ان لوگوں نے علمی طرزِ گفتگو اختیار نہیں کی۔ لوگوں کو آزادانہ بات کہنے کا موقعہ نہ دیا۔ انہیں مجبور کیا کہ وہ شیعہ حضرات کے کفر کا اعتراف کریں۔ انکی مذہب اہلِ بیت سے دوری کو تسلیم کریں۔ کوئی پوچھنے والا اگر ان سے اس کی حقیقت پوچھے، ان سے وضاحت چاہے تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ ہو گا کہ یہ بات ان کے نظام میں شامل ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں:

۱۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو سب صحابہ کو کافر کہتے اور ان سے اپنی برارت کا اظہار کرتے ہیں؟

۲۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو ائمہ اہلِ بیت کو درجہ ربوبیت تک پہنچا دیتے ہیں؟

۳۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے اپنی تعلیمات مجوس سے حاصل کیں اور ان کی تعلیمات کو اپنے عقائد میں ملا دیا؟

۴۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو قرآن میں تحریف اور اس میں نقص و خرابی کے دعویدار ہیں؟

۵۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے ان نئے مذاہب کی بنیاد رکھ چکے ہیں جو اسلام سے خارج ہیں؛ یہ لوگ ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے اس لیے کہ ان کے نظریات کی بنیاد ہی ایسی تہمتوں اور ان الزامات پر ہے۔ ان کی مخالفت کرنا ان کے لیے ممکن نہیں، نہ یہ لوگ علم کی زبان میں اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ حقیقت کو جاننے کا کتنا قریب راستہ تھا، اگر تکفیر کی جگہ ان میں حقیقت معلوم کرنے کا شوق ہوتا، خدا کا خوف اور دین کی حفاظت کا جذبہ ہوتا"۔ ۴۸۰

ہم جواب دیتے ہیں کہ جناب! شیعہ حضرات کو جو اس بات کا الزام دیا

---

۴۸۰ "الامام الصادق" لاسد حیدر ج ۲ ص ۶۱۷، ۶۱۸ مطبوعہ بیروت

جاتا ہے کہ یہ صحابہؓ کو گالیاں بکتے ہیں، یہ ایک ایسی قطعی اور صاف حقیقت ہے، جو بارہا واضح ہو چکی ہے۔

خود تمہاری اپنی کتابوں میں یہ چیزیں ملتی ہیں جنہیں تم نے چھپانے اور مخفی رکھنے کی بہت کوششیں کی ہیں۔

کیا اس جیسی ناپاک اور دکھ دہ کتابیں شائع کرنے کے بعد تم مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہو، تم اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعتوں میں سے ایک جماعت اور اسلام کے طبقہ ہائے فکر میں سے ایک طبقۂ فکر ثابت کرنا چاہتے ہو؟

بخدا ان جھوٹی باتوں سے کوئی دھوکہ نہیں کھا سکتا، سوائے اس کے جو خود اپنی اغراض کے لیے اپنے آپ کو دھوکہ میں ڈال دے۔ کیا لالچی و خود غرض اِس کا طلب گار ہوگا یا اُس کا۔ تمہاری باتوں سے صرف جاہل و غافل ہی دھوکہ کھا سکتا ہے، جسے کچھ خبر نہ ہو کہ حق کیا ہے اور حقیقت کیا ہے؟

کتنے ہی بک گئے جنھوں نے اپنے قلم ان سرکش و نافرمانوں کے لیے وقف کر دیے جو صحابۂ رسول ﷺ کو گالیاں بکنے والے ہیں، اسلام پہنچانے اور رسالت پھیلانے والوں پر طعن و تشنیع کرنے والے ہیں۔ یہ بک جانے والے ان سرکشوں کا دفاع کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں اور ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں۔ ایسی برارت پیش کرتے ہیں کہ عقل و خرد اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ وہ لوگ بہت سستے داموں اپنے ضمیر بیچ چکے۔ امت میں اتحاد و اتفاق کا ڈھنڈورا پیٹنے والے یہ لوگ، کیا ان سے خلفاء راشدینؓ کی عزت و عظمت کا مذاق اڑانے پر اتحاد ہو سکتا ہے؟ یہ امہات المومنین کی عزتوں کا مذاق اڑائیں اور ان سے اتحاد؟

کیا اس جیسی کتابیں چھپتی اور شائع ہوتی رہیں تو مسلمانوں میں اتحاد ممکن ہے؟ کیا ان عقائد پر اتحاد ہو سکتا ہے جنھیں یہ پکار پکار کے کہتے پھریں؛

یہ تو ایسا ہوا کہ کسی کو گھائل کر دیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ تڑپ مت۔ کسی کو زخمی کر کے اس سے کہا جائے کہ اُف نہ کر، یہ کہاں کا انصاف ہے؟

کہاں ہیں وہ جو پکارتے پھرتے ہیں کہ آؤ مل بیٹھیں، سوچو کہ کس لے دنیا کے بدلے میں دین کو بیچ ڈالا؟

کہاں ہیں وہ لوگ؟ کیا انہوں نے یہ کتابیں نہیں دیکھیں؟ اس سے بھی زیادہ بیہودہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں ان کے عقائد بیان کیے گئے ہیں۔ یہ اپنے عقائد پر کتنے کاربند ہیں؟

کتاب سلیم بن قیس کی طرح ان حضرات کی کوئی کتاب بھی جو ان کے ہاں اصل و بنیاد کا درجہ رکھتی ہے، طعن و تشنیع اور گالی گلوچ سے خالی نہیں ہے[481]

پچھلے صفحات میں ہم نے ان کی کچھ کتابوں سے عبارات نقل کی ہیں، آئیے ایک سرسری نظر کچھ اور کتابوں پر بھی ڈال لیں۔

حضرات شیعہ کی حدیث و رجال کی کتابوں میں سے سب سے اہم اور قدیم کتاب کا نام "معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین" ہے۔ یہ کتاب ابوعمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی کی تالیف ہے" اور "رجال الکشی" کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب اس وجہ سے بھی دوسری کتابوں سے ممتاز ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تلخیص ان کے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی نے کی ہے جس کی دو کتابیں "الاستبصار" اور "التہذیب" صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب دو آدمیوں نے تیار کی ہے۔ ایک ان کا محدث اور فنِ رجال کا سب سے

481ھ ہمیں معلوم ہے کہ ان حضرات نے کچھ کتابیں تقیہ کرتے ہوئے عوام اور اہلسنت کو

بڑا عالم جو سند اور حجت کا درجہ رکھتا ہے، یعنی کشی۔ اور دوسرا ان کا امام اور شیخ، شیخ الطائفہ طوسی۔

اس کتاب سے کچھ روایات ہم نقل کیے دیتے ہیں جس سے اس قوم کی خرافات و بدزبانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ روایات بتلا رہی ہیں کہ ان کے سینے اللہ کے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ، خلفاء راشدینؓ، اور ہدایت یافتہ نائبین کے خلاف کس قدر حسد اور بغض سے پُر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نبیؐ کے ان سب ساتھیوں سے راضی ہو!

اس کتاب میں لکھتے ہیں:

"محمدؒ بن ابی بکر نے علی علیہ السلام کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ وہ اپنے باپ سے بری ہیں"۔[۴۸۳]

دھوکہ دینے کے لیے لکھی ہیں جیسے "اصل الشیعہ واصولہا"، لمحمد حسین آل کاشف الغطاء، اور اسد حیدر کی کتاب "الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ"۔

[۴۸۲] قمی نے اس کے بارے میں کہا ہے: ابوعمرو متقدمین میں سے سب سے بڑا عظیم عالم تھا۔ شیخ طوسی نے کہا ہے: وہ ثقہ ہے، احادیث اور راویوں کا جاننے والا ہے۔ یہ صحیح عقیدہ والا ہے۔ عیاشی کے ساتھ رہا اور اس سے روایات لیں اور نقل کیں۔ اس کا گھر شیعہ اور اہلِ علم کی آماجگاہ تھا۔

معالم العلماء سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی کتاب کا نام "معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین" ہے، شیخ الطائفہ نے اسے مختصر کر کے اختیار الرجال کا نام دیا ہے۔ ائمہ فن کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ علامہ کے وقت سے لیکر ہمارے وقت تک کے تمام علما یہی لکھتے ہیں کہ یہی اختیار الشیخ ہے۔ کشی ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک شہر کش کی طرف منسوب ہے"۔ (الکنیٰ والالقاب ج ۳ ص ۹۵،۹۴)

یہ چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوا اور اسی صدی میں وفات پائی۔

[۴۸۳] "رجال الکشی"، محمد بن ابی بکر کے حالات کے تحت ص ۹۱ پر کتاب مطبوعہ کربلا۔

مزید لکھتا ہے کہ "انہوں نے علی سے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امام ہیں، آپ کی اطاعت فرض کردی گئی ہے اور میرا باپ دوزخ میں ہے"۔ ۴۸۴

ایک روایت میں کہتا ہے: "صہیب بُرا آدمی تھا جو عمرؓ پر رویا کرتا تھا"۔ ۴۸۵

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں کہتا ہے: "جو خون بھی ناجائز بہایا گیا ہے، جس حکم کا فیصلہ بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علی کے حکم کے خلاف کیا گیا ہے، سب کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے"۔ ۴۸۶

ایک جگہ لکھتا ہے: "اسلام میں کسی پچھنہ لگانے والی سینگی نے جس قدر خون بھی بہایا ہے، جو مال بھی ناجائز طور پر کمایا گیا ہے، جو نکاح بھی ناجائز طور پر کیا گیا ہے، سب کا گناہ ان دونوں کو ملتا رہے گا۔ اس وقت تک جب تک ہمارا اٹھنے والا اٹھتا نہیں۔ ہم بنی ہاشم اپنے چھوٹوں اور بڑوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ان دونوں کو گالیاں بکیں اور ان سے اپنی برارت کا اظہار کریں"۔ ۴۸۷

حضرت ذو النورینؓ کے بارے میں کہتا ہے کہ "یہ آیت "یمنّون علیک

---

۴۸۴ ایضاً ۴۸۵ "رجال الکشی" ص ۴۱ بلال و صہیبؓ کے حالات کے تحت۔

۴۸۶ "رجال الکشی" ص ۱۷۹، ۱۸۰

۴۸۷ ایضاً ص ۱۸۰

کون افضل ہے، نبیؐ یا علیؓ؟ ۴۸۸

ہم نہیں سمجھ سکے کہ ان لوگوں کے نزدیک نبی صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ افضل ہیں یا علی رضی اللہ عنہ، اس لیے کہ اگر علی کو شرف اور فضیلت اس لیے

ہے کہ وہ نبیؐ کے داماد ہیں، ان کے عزیز و فرمانبردار ہیں تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے عزیز اس شرف سے کیوں محروم ہیں؟ ہر وہ آدمی جو آپؐ کا عزیز ہو، داماد ہو۔ آپؐ کا دوست ہو، آپؐ پر ایمان لائے، اطاعت کرے، آپؐ سے محبت کرے۔ آپؐ کو اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد سے عزیز رکھے، وُہ عزت والا ہے اور اس کی عزت کی جائے گی، وہ بڑا آدمی ہے، اس کی توقیر لازم ہے۔ اس کے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اس کا احترام کیا جائے گا، اور وُہ اسی قابل ہے کہ اس کا احترام کیا جائے۔ ذوالنورینؓ آپؐ کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں، بزبانِ وحی گفتگو کرنے والے رسولؐ نے یکے بعد دیگرے اپنی خوشی سے دونوں بیٹیوں کی شادی آپؓ سے کی، اور علیؓ کی روایت کے مطابق آپؓ کو دل کا درجہ دیا۔ تو پھر ان کا احترام اور تعظیم و توقیر کیوں نہ کی جائے؟ اس کے ساتھ ساتھ آپؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی کی بیٹی کے بیٹے بھی تھے۔ مومنین میں سب سے پہلے ایمان لانے کی وجہ سے اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے ہیں۔

رب کے بندو کچھ انصاف کرو!

ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے علیؓ کا احترام و تعظیم نہیں کرتے، بلکہ علیؓ کی وجہ سے آپؐ کا احترام کرتے ہیں کہ علیؓ نے آپؐ کی بیٹی سے شادی کر کے آپؐ کو عزیز اور اپنا رشتہ دار بنایا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جو بھی علی کے قریب ہو گیا آپ کی مدد کی، اعانت کی اور آپ کے گروہ میں شامل ہو گیا وہی افضل و اعلیٰ ہے، اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ اسی وجہ سے اِن

کے بارے میں نازل ہوئی ہے"۔۴۱۹

لوگوں نے یہ جھوٹا قصہ اور عجیب و غریب روایت گھڑلی ہے کہ،
"صدوق کا بھلا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: مجھے تین چیزیں دی گئی ہیں جن میں علی بھی میرا شریک ہے۔ اور علی کو تین چیزیں دی گئیں لیکن میں ان میں شریک نہیں۔ پوچھا گیا، یارسول اللہ وہ کون سی تین چیزیں ہیں جن میں علی آپ کے شریک ہیں؟

آپؐ نے فرمایا حمد کا جھنڈا میرا ہے اور اُسے اٹھانے والے علی ہیں، حوضِ کوثر میرا ہے اور اس سے پلانے والے علی ہیں۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں اور مجھے ان میں شریک نہ کیا گیا وہ یہ ہیں۔ علی کو شجاعت دی گئی اور مجھے ویسی شجاعت نہ ملی، علی کو فاطمہ زہرا جیسی بیوی ملی مجھے ویسی بیوی نہیں ملی، علی کو حسن اور حسین جیسے دو بیٹے ملے مجھے ویسے بیٹے نہیں ملے"۔ (الانوار النعمانیہ لنعمت اللہ جزائری)

مجلسی نے اس پر بھی قناعت نہیں کی بلکہ مزید کہتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، خدیجہ تیری خوش دامن ہیں، مجھے ویسی خوش دامن نہیں ملی، میرے جیسا سسر تجھے ملا، میرا مجھ جیسا سسر نہیں، تجھے جعفر جیسا سگا بھائی ملا، مجھے اس جیسا بھائی نہیں ملا، تیری والدہ فاطمہ ہاشمیہ ہیں، مجھے ویسی ماں نہیں ملی"۔ (بحار الانوار للمجلسی ص ۵۱۱ مطبوعہ قدیم الہند)

ان روایات سے ——— اور اس جیسی بہت سی روایات ہیں ——— ان لوگوں کے اعتقادات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ علی کو اصل اور نبی کو فرع سمجھتے ہیں۔ خود ان لوگوں نے صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ "سیدِ مخلوقات

یہ ان کے کشی اور طوسی کا حال ہے۔

آیئے دیکھیں کہ[۴۹۰] عاملی نباتی کیا کہتا ہے؟ اس نے اپنی کتاب میں ایک مستقل حصہ لعن طعن کے لیے مخصوص کر دیا ہے اور اس باب کا عنوان یہ رکھا ہے:

"یہ باب ان پر طعن کے لیے ہے جن لوگوں نے (علی پر) ظلم وزیادتی کی اور ہر ایک نے اپنے زمانے میں جو جو ظلم کیے۔" اس عنوان کے تحت لکھتا ہے: "اس باب کو اصحاب ثلاثہ کی نسبت سے تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے"۔[۴۹۱]

چنانچہ اس نے پہلے حصہ میں اپنے جیسے ایک اور رافضی کی زبان سے یہ اشعار لکھے ہیں ؎

رسول اللہ سے علی افضل ہیں"۔ اس سے بات واضح ہو جاتی ہے، کوئی شک نہیں رہتا۔

---

۴۸۹ "رجال الکشی ص ۳۴۔

۴۹۰ اس کا نام ابو محمد زین الدین علی بن یونس عاملی ہے، نویں صدی کی ابتداء میں پیدا ہوا اور ۸۷۷ میں فوت ہوا۔ "فقیہ محدث اور مفسر ہے" (معجم المؤلفین ج ۷ ص ۲۶۶)

"جبل عامل کے فقہاء میں سے تھا، اعلیٰ ترین علماء سے اور علم کلام کا عظیم عالم تھا۔ شریعت کا خوب عالم تھا اور راویوں کا جاننے والا تھا"۔ (مقدمہ للصراط ج ۲ ص ۱۹) اس کی کتاب "الصراط المستقیم" اس کی سب سے بڑی اور عظیم تصنیف ہے۔

۴۹۱ "الصراط المستقیم الی مستحق التقدیم" للعین النباتی ج ۲ ص ۲۷۹ ط مطبعۃ الحیدری، مکتبۃ المرتضویہ

کہتے ہیں کہ ابوبکر احمد کا خلیفہ تھا

اس کے متعلق جھوٹ کہتے ہیں جس پر قرآن نازل ہوا

یہ تیمی (بنو تیم کا فرد) اس کا خلیفہ نہیں تھا

بلکہ یہ شیطان کا خلیفہ[۴۹۲] تھا!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور یارِ غار کے خلاف اپنے اندر کا بغض وکینہ اگلتے ہوئے محمد بن ابی بکر کی طرف جھوٹی نسبت کر کے کہتا ہے کہ انہوں نے کہا ہے:

"میں، عمر، عائشہ اور میرا بھائی اپنے والد کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے تین دفعہ تباہی، ہلاکت کا نام لیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں دوزخ کی پیشین گوئی کی ہے۔ ان کے ہاتھ میں وہ عہد نامہ تھا جس پر ہم نے پیمان کیا تھا۔ سب مجھے چھوڑ کر نکل گئے اور کہنے لگے: چھوڑ دیا جائے، میں نے کہا، آپ بے خیالی میں کہہ رہے ہیں؟ کہنے لگے، بخدا نہیں! خدا ابن صہاک پر لعنت کرے، اس نے نصیحت آجانے کے بعد مجھے گمراہ کر دیا۔ آپ ہلاکت ہلاکت پکارتے رہے تا آنکہ میں نے انھیں چپ کرا دیا۔ پھر انہوں نے مجھے وصیت کی کہ میں ملامت کے ڈر سے یہ بات نہ کروں"[۴۹۳]

یہ لکھا ہے اس بدگو نے اللہ اس کا حشر بھی رسول اللہ اور آپ کے صحابہؓ کے ساتھ بغض رکھنے والوں کے ساتھ کرے۔

اسلام کی وہ عظیم عبقری شخصیت جس نے قیصر کو فتح کیا، کسریٰ کی شوکت وعظمت کو توڑ ڈالا، یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال پھینکا، جو علیؓ بن ابی طالب کے سسر اور ام کلثوم کے شوہر ہیں، اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی

---

[۴۹۲] ایضاً ص ۲۹۹ [۴۹۳] ایضاً ص ۳۰۰

موت کے قریب کہا تھا:

"کاش! میں اپنے گھر والوں کا ایک مینڈھا ہوتا، وہ گوشت کھا جاتے میری ہڈیاں چبا ڈالتے لیکن میں کسی گناہ کا مرتکب تو نہ ہوتا"[۴۹۴]

یہ ملعون" اس کے اندر کی خباثت اور اس کے کلام کی خساست" کا عنوان قائم کر کے اس میں ایسی بات لکھتا ہے جس کے کہنے سے فاسق و فاجر بھی حیا کرتے۔ لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ" (برا اور اچھا برابر نہیں) اور "الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ" (بری عورتیں برے مردوں کے لیے ہیں) دونوں آیتیں اس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں[۴۹۵]

اس سے بھی زیادہ جرأت و جسارت کرتے ہوئے یہ اشعار لکھتا ہے۔ خدا اسے جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ڈالے۔ لکھتا ہے ؎

جب تو عدی کی نسبت بنی نضر میں کرے
تو نسب میں دال کو عین سے پہلے لے آ

اور برائی و بیحیائی کے یہ الفاظ اس آدمی سے پہلے کہہ کہ وہ حرامی ہے، بدمعاش ہے، اس کے نسب میں خیانت ہوگئی ہے[۴۹۶]۔

حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے بارے میں کہتا ہے:

"جو بھی ظلم اور فتنہ بپا ہوا ہے، وہ دوزخ میں ان دونوں کے گلے میں ڈالا جائے گا"[۴۹۷]

صاحب جود و حیا، رسول اللہؐ کی دو بیٹیوں کے شوہر، ذو النورین، حضرت عثمانؓ بن عفان کے بارے میں لکھتا ہے:

"اسے بھیڑیے کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نعثل کہا جاتا ہے۔ کیونکہ

---

۴۹۴ ایضاً ج ۳ ص ۲۵ "نوع ثانی" کے تحت ۴۹۵ الصراط المستقیم ج ۳ ص ۲۸ ۴۹۶ ایضاً

وہ بھی بہت زیادہ بال ہونے کی وجہ سے بھیڑیا ہی تھا...... کہا جاتا ہے کہ نعثل اس بڑے سانڈ کو کہتے ہیں جس کی داڑھی بہت بڑی ہو۔ کلبی نے "کتاب المثالب" میں کہا ہے، عثمان سے چھیڑ خانی کی جاتی تھی، وہ مخنّث تھا اور ڈھولک بجایا کرتا تھا"۔ ۴۹۸ھ

مزید لکھتا ہے "لوگوں کی زبان پر عثمان کا نام کافر ہی تھا"۔ ۴۹۹ھ

آخر میں ہم آپ کو بتا دیں کہ اس کاٹ کھانے والے کتے نے تینوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم وارضاہم کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ "اللہ کا یہ قول :

"أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ"

(یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انھیں بہرا اور اندھا کر دیا ہے)

ان تینوں کے بارے میں نازل ہوا ہے"۔ ۵۰۰ھ

اس کے دل کا زہر اس کے منہ سے اُبلا پڑتا ہے۔ اشعار میں کہتا ہے ؎

ہو جا تو عتیق اور غدر سے ۔۔۔ اور نعثل سے انکار کرنیوالا

یہ دوزخ کے کتے اور خنزیر ہیں ۔۔۔ نبی مرسل، احمد کے دشمن ہیں ۵۰۱ھ

ہم نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ اور بالخصوص خلفاء راشدینؓ کے بارے میں شیعہ حضرات کے عقائد یہ ہیں۔ کوئی

۴۹۷ھ ایضاً ج ۳ ص ۱۳

۴۹۸ھ "الصراط المستقیم" ج ۳ ص ۳۰

۴۹۹ھ ایضاً ص ۳۶

۵۰۰ھ ایضاً ص ۴۰

۵۰۱ھ "الصراط المستقیم" ج ۳ ص ۴۰

لکھنے والا یہ نہ کہے کہ: پہلے لوگوں نے ایسا کیا ہے، متاخرین یہ باتیں نہیں کہتے۔

ان دھوکہ بازوں کی باتوں سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ: "غیر شیعہ حضرات جو ہمیں یہ کہتے ہیں کہ ہم سلف اور صحابہ میں سے بعض کو برا بھلا کہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ اس دعوای کی دلیل لائیں۔ شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ اپنے نبی کے ساتھیوں کا احترام کرنا اپنے نبی کا احترام کرنا ہے۔ ہم آپ۔ کے احترام کی وجہ سے ان سب کا احترام کرتے ہیں" ۵۰۲

یہ بات ملحوظ رہے کہ صرف ان کے متقدمین واولین ہی نے اس قسم کی ہذیان گوئی نہیں کی بلکہ متاخرین بھی انہی کے نقش قدم پہ چلے ہیں۔ ہم نے پچھلے صفحات میں متقدمین ومتاخرین، فقہاء، مفسرین اور محدثین کی کچھ عبارتیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ کچھ عبارتیں ہم اور پیش کریں گے۔

یہ کتابیں وہ ہیں جو ان کے متقدمین نے تالیف کی تھیں اور انہیں متاخرین نے حاشیہ آرائی کے ساتھ، پوری تحقیق کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ ان کتابوں کی تعریف میں بیحد مبالغہ آرائی کی ہے۔ اگر یہ ان کتابوں اور ان میں موجود گالی گلوچ اور بیہودگی پر خوش نہ ہوتے تو انھیں شائع ہی کیوں کرتے، کیوں ان کی اس قدر تعریفیں کرتے؛

کیا اہل سنت میں سے کوئی آدمی کوئی ایسی کتاب شائع کر سکتا ہے جس میں علی رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ کے نواسوں، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما پر طعن وتنقید کی گئی ہو؟ معاذ اللہ!

ان لوگوں نے صرف یہ کتابیں شائع ہی نہیں کیں بلکہ ان کی بیحد وحساب

---

۵۰۲ "اعیان الشیعۃ" ج ا ص ۶۹ ط: بیروت

تعریف وتوصیف بھی کی ہے۔

مثال کے طور پر اسی کتاب کو لے لیجئے، ان حضرات نے مسلمانوں میں صرف اس کی طباعت وتقسیم ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اسے سب سے خوبصورت کتاب اور مبحثِ امامت میں لکھی جانے والی سب سے عمدہ کتاب قرار دیا ہے، کہتے ہیں کہ بحث وتحقیق اس پر ختم ہے اور یہ کتاب عقلی ونقلی دلائل، براہینِ قاطعہ اور صحیح روایات کے لیے سب سے مستند ہے۔ اس میں ایسی واضح آیات ہیں جن کی تاویل وتفسیر صرف وہی ہو سکتی ہے جو اس میں بیان کی گئی ہے۔[۵۰۳]

ایک دوسرا کہتا ہے "میری جان کی قسم! اپنے موضوع پر یہ بڑی عجیب کتاب ہے۔ علامہ صاحب "الروضات" کہتا ہے "میں نے سید نا مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب "شافی" کے بعد اس جیسی اور کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ بلکہ کئی وجہ سے یہ کتاب اس سے بھی زیادہ اچھی ہے"۔[۵۰۴]

"کحالہ" سے بھی ایسی ہی بات نقل کی گئی ہے"۔[۵۰۵]

اسی طرح قمی[۵۰۶]، خوانساری[۵۰۷]، اصفہانی[۵۰۸]، حر العاملی[۵۰۹] اور اس کے علاوہ دوسرے کئی حضرات سے بھی اس کی تعریف منقول ہے۔ یہ سب کے سب متاخرین میں سے ہیں۔

۵۰۳ھ یہ وہ الفاظ ہیں جو "حجۃ الاسلام" الحجۃ الکبیر آیۃ اللہ امام شیخ آغا بزرگ طہرانی نے ذکر کیے ہیں، جو نجف اشرف کے مشہور ترین مجتہدین میں سے ہے۔ "الذریعہ" وغیرہ کتابوں کا مصنف ہے (دیکھیے مقدمہ ج ۲ ص ۲۴)

۵۰۴ھ مقدمہ "الصراط المستقیم" ج ۲ ص ۹ لشہاب الدین المرعشی النجفی

۵۰۵ھ "معجم المولفین" ج ۷ ص ۲۶۶

۵۰۶ھ "الکنی والالقاب" ج ۲

اب شیعہ حضرات یہ کہہ کر، کہ وہ صحابہ پر تنقید نہیں کرتے اور نبی کے احترام کی وجہ سے صحابہ کا بھی احترام کرتے ہیں، دراصل سادہ لوح اہلِ سنّت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ یہ تقیہ کرتے ہیں۔ دلوں میں کچھ رکھتے ہیں اور ظاہر میں کچھ کہتے ہیں۔

اس کی سب سے بڑی دلیل سیّد محسن کا وہ قصیدہ ہے جو اس نے اس ناپاک کتاب کی تعریف و تمجید میں لکھا ہے۔ یہ قصیدہ اس نے اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب کبیر میں لکھا ہے۔ ساتھ ہی مصنف کے حالات بھی بیان کرتا ہے۔ اس کے باوجود ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نبی کے احترام کی وجہ سے صحابہ کا احترام کرتے ہیں۔

دیکھیے کیا کہتا ہے ؎

یہ کتاب اس آدمی کے لیے ہدایت کی بشارت ہے
جو ان کے راستوں پر بلا اختلاف چلنا چاہے
گویا یہ احمد مبعوث کی وہ کتاب ہے کہ جب آئی
تو آخری دین کو انصاف سے لے کر آئی
یہ گویا متقدمین شیعہ کی ایسی کتاب ہے
جیسے کہ سورۂ اعراف ہے
یہ تجھے رجال اور راویوں کے بارے میں بتائے گی
ایسی عبارت اور ایسے لفظوں میں جو کافی و شافی ہیں!

۵۰۷ھ "روضات الجنات" ج ۱ ص ۴۰۰

۵۰۸ھ "ریاض العلماء" ص ۵۸۶

۵۰۹ھ "امل الآمل" ص ۲۳

یہی سیدھا راستہ ہے اور یہی سیدھے
دین کا وُہ نظام ہے جو سالک کے لیے کافی ہے
یہ اس کی تالیف ہے جس میں اسکے بارے میں آرار بھی ہیں
پورے طور پر اور تمام اوصاف کے ساتھ
شیخ زین الدین جو اپنے زمانے کا قطب تھا
اچھے اخلاق کا مالک آلِ مناف میں سے تھا
اس نے شیعانِ حیدر کا نام روشن کر دیا
وہ تباہ ہو گیا جس نے اِس کے نصوص کا انکار کیا
اس کا ثواب احمد اور اس کے وصی کو پہنچے
جو کرم والے اور خوبیوں کے خزانے ہیں!

یہ ہم نے اس لیے نقل کیا ہے کہ شاید اس سے غافل چونک اٹھیں، فریب خوردہ ہوشیار ہو جائیں، سادہ لوح نصیحت پکڑیں۔ كَلَّآ إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُ!

جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلاف کے خلاف کس قدر نفرت و بغض بھرا ہے، وُہ اسلاف جو اس امت کے حقیقی محسن ہیں۔ تاہم اس بحث و موضوع کی تکمیل و تتمیم کے لیے ہم مزید کچھ روایات دوسری کتابوں سے بھی اور دوسرے علماء و فقہاء سے بھی نقل کیے دیتے ہیں۔

ان میں سے ایک اردبیلی ہے جس نے اپنی کتاب میں ایک پورا باب

---

۵۱۰ ۔ "اعیان الشیعہ" ج ۴۲ ص ۳۲ نباتی طہرانی کے حالات سے منقول۔

لعن طعن کے لیے مخصوص کر رکھا ہے جس میں وہ تمام صحابہؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر و فاسق کہتا ہے، بالخصوص تینوں خلفاء راشدینؓ کو، چنانچہ خلفاء ثلاثہ پر طعن کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"خلفاء ثلاثہ جیش اسامہ سے پیچھے رہ گئے۔ اس سلسلے میں انہوں نے نبی کے حکم کی خلاف ورزی کی اس لیے وہ کافر ہو گئے اور اپنے کفر کی وجہ سے لعن کے مستحق ہو چکے ہیں۔" ۵۱۲ھ

حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے متعلق اشعار میں لکھتا ہے ؎

"اللہ جانتا ہے حق انہی کا حق ہے ۔۔۔ نہ تیم کا حق ہے اور نہ عدی کا
اے قبیلۂ تیم کے فرد ابوحسن (علی) پر ظلم مت کر ۔۔۔ جبکہ خدا نے انہیں وصیوں کے درمیان چن لیا ہے
نبی نے علی کو انکے کافر ہونے کے دن نوازا ۔۔۔ علم، حلم، قرآن اور دین سے۔" ۵۱۳ھ

"مطاعن عمرؓ" ایک خاص باب قائم کر کے اس کے تحت لکھتا ہے:

"عمرؓ کے اتنے مطاعن ہیں کہ نہ تقریر میں سما سکتے ہیں نہ تحریر میں"۔ ۵۱۴ھ

اسی طرح "مطاعن عثمانؓ" کے نام سے ایک باب قائم کر کے لکھتا ہے کہ "جب مسلمانوں کو احد میں شکست ہو گئی تو عثمانؓ نے چاہا کہ شام کی طرف بھاگ جائے، اس نے ایک یہودی دوست سے اجرت طے کر لی۔ طلحہ

۵۱۱ھ اس کا نام احمد بن محمد اردبیلی ہے۔ اردبیل آذربیجان کا ایک شہر ہے۔ "دسویں صدی میں پیدا ہوا اور ۹۹۳ھ میں فوت ہوا۔ متکلم، فقیہ، عظیم الشان جلیل القدر اور اعلیٰ پایہ کا آدمی تھا۔ اس نے امام صاحب زمان کو دیکھا تھا ۔۔۔۔۔ اس کی بہت سی عمدہ تصنیفات ہیں۔ جن میں "آیات الاحکام" اور "حدیقۃ الشیعہ" ہیں"۔ (الکنی والالقاب للقمی ج ۳ ص ۱۶۷) "جن مسائل میں اسے شک پڑتا، ان کے لیے رات کو امام کی قبر پر چلا جاتا اور جواب سن لیتا۔ جب

نے ایک نصرانی دوست سے اجرت طے کر لی اور پھر ایک نے ایک یہودی بن جانے کا ارادہ کر لیا۔" ۵۱۵

ایک جگہ لکھتا ہے: "عثمان ملعون باطل پر تھا۔" ۵۱۶

ابن طاؤس حسنی، جس نے بلاکو کا نمائندہ و جاسوس بننا قبول کر لیا لیکن عباسیوں کا نمائندہ نہ بنا، مسلمانوں کا قاتل اور انہیں ہلاک و تباہ کرنے والا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے کینہ کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

"کیونکہ انہوں نے ابوبکر کی خلافت کو روا رکھا اور عباس، علی وغیرہ اور دوسرے بنی ہاشم کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ بنی ہاشم بنی تیم اور بنی عدی کے مقابلے میں اپنے نبی سے زیادہ قریب تھے..... تو کس طرح قریب والا اور افضل درجہ والا مرتبہ میں دور والے اور رذیل سے کم ہو گیا۔" ۵۱۸

مزید لکھتا ہے: "(شب ہجرت) رسول اللہ نے علی علیہ السلام کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا، ابن ابی قحافہ کے بارے میں ڈر تھا کہ وہ لوگوں کو بتا دے گا چنانچہ اسے اپنے ساتھ غار میں لے گئے۔" ۵۱۹

یہ کوفہ میں تھا تو بعض اوقات مولانا صاحب الدار اس سے کچھ مسائل کا حل پوچھتے۔"
(روضات الجنات ج ۱ ص ۸۴)

۵۱۲ "حدیقۃ الشیعۃ" ص ۲۳۳ مطبوعہ طہران ۵۱۳ ایضاً ۵۱۴ ایضاً ص ۲۶۶

۵۱۵ ایضاً ص ۳۰۲ ۵۱۶ ایضاً ص ۲۷۵

۵۱۷ اس کا نام علی بن موسیٰ بن طاؤس ہے۔ حلہ میں ۵۸۹ھ میں پیدا ہوا اور وہیں جوان ہوا۔ عباسی عہد میں بغداد میں پندرہ برس رہا۔ پھر حلہ لوٹ آیا۔ اخیر میں پھر مغلوں کے عہد میں مصلحت کی بنا پر بغداد آ گیا اور ۶۶۱ میں بلاکو کی طرف سے دو سال اور گیارہ مہینے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ "وہ اسلام سے پہلے گدھوں کو ہانکا کرتے تھے" اور زیادہ آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے:

"اس کی دادی صہاک ایک حبشیہ تھی، جس نے زنا کیا تو اس نے بچہ جنا، پھر روایت کرتے ہیں کہ حرامی "نجیب" (اچھے نسب والا) نہیں ہو سکتا۔ اس اختلاف و تناقض کے باوجود وہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ سب سے اچھے نسب والا (النجیب) ہے۔ خود کو جھٹلاتے ہیں۔ اگر وہ سمجھدار ہوتے تو اس کے خلیفہ بننے کو سخت ناپسند کرتے، تاہم وہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ حرامی تھا۔"[۵۲۰]

دیکھیے کتنے غلط انداز اور برے لفظوں میں یہ بات کہہ رہا ہے:

"اور انہوں نے عمر کو چن لیا، اس کا حال وہ ہے جس کا وہ خود اقرار کر چکے ہیں، پھر دیکھو کہ کس طرح عمر لکڑیوں کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے، جسم کو ننگا کرتا ہے اور اپنے نبی محمدؐ کے راستے میں ان کی وفات پر گدھوں کی تجارت کرتا ہے۔ پھر ذرا غور کرو کہ کس طرح ان کی زندگی میں بدمعاملہ اور بری صحبت اختیار کیے سامنے آتا ہے۔ نبی کے اہل بیت آپ کی وفات کے بعد اس راستے سے نہیں گزرے۔"[۵۲۱]

طالبین کا امیر رہا۔ حالانکہ مستنصر کے عہد میں اسے سختی سے روک دیا گیا تھا۔ ۶۶۴ھ میں فوت ہوا۔ (کتاب کا مقدمہ، "البحار" سے منقول ۱۰۷/۴۴) تفرشی نے کہا ہے، "یہ اس گروہ کے بڑے اور ثقہ آدمیوں میں سے تھا۔ بڑا جلیل القدر تھا۔" (نقد الرجال ص ۴۴۱) مصنف نے خود کو اس کتاب میں عبد المحمود کے نام سے پیش کیا ہے۔ ایسا اس نے ان شہروں میں موجود خلفاء سے تقیہ کرتے ہوئے کیا ہے۔

۵۱۸ "الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف" لابن طاؤس ص ۴، مطبعۃ الخیام قم ۱۴۰۰ھ

تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کے بارے میں لکھتا ہے:

"اور تیسرا اٹھا، کتّے کی طرح اس کا پیٹ نکلا ہوا تھا، ہلاکت ہو اس پر۔ کاش اس کے پر کاٹ دیئے جاتے، اس کا سر جدا کر دیا جاتا تو اس کے لیے بہتر تھا" ۵۲۲

حضرات شیعہ کا مجدد اور حجۃ القوم، ان کا فقیہ اور محدث، ملا باقر مجلسی جسے یہ لوگ خاتم المحدثین اور امام الاخباریین کے نام سے پکارتے ہیں — وہ امام ہے لیکن دجل وکذب کا امام ہے۔ لعن طعن کا امام ہے۔ وہ بہتان طرازی و تہمت تراشی، جھوٹ اور ہذیان گوئی میں تمام اوّلین سے بازی لے گیا ہے۔ اس نے اخلاقی اور غیر اخلاقی تمام حدود پھلانگ لی ہیں۔ اس بدبخت نے اپنی کتاب "حق الیقین" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے، "ابوبکر اور عمر کے کفر کا بیان" اس کے تحت لکھتا ہے:

"یہ بات معلوم ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت الامیر علیہما السلام دونوں ابوبکر اور عمر کو منافق، ظالم اور غاصب سمجھتے تھے۔ اسی طرح ان کو جھوٹا، مخالف حق اور امام کی نافرمانی کرنے والا سمجھتے تھے۔

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آدمی جس نے جماعت میں تفریق ڈالی، امام کی اطاعت کو چھوڑا، اور اسی حال میں مرگیا کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ بھی مروی

---

۵۱۹ ایضاً ص ۴۱۰

۵۲۰ ایضاً ص ۴۶۸، ۴۶۹

۵۲۱ الطرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف ص ۴۱۷

۵۲۲ ایضاً ص ۴۱۷

ہے کہ کوئی آدمی مر جائے اور اس کے گلے میں اطاعتِ امام کا پٹہ نہ ہو یا جس نے جماعت میں ذرہ برابر بھی تفریق ڈالی وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ بات بھی معلوم ہو چکی ہے کہ صدیقہ، طاہرہ (فاطمہ رضؓ) نے ابوبکر سے ناراضگی کی حالت میں وفات پائی ہے [۵۲۳] آپ ابوبکر کو گمراہی اور باطل پر سمجھتی تھیں، صرف یہی نہیں

فاطمہ کا علی پر غصّہ کرنا — رضی اللہ عنہا

حالانکہ ان کا راضی ہونا اور ناراض ہونا اسلام اور کفر کا سبب نہیں بنتا، آپ رضؓ علی بن ابی طالب پر بار بار برہم و ناراض ہو چکی ہیں مگر کوئی نہیں کہتا کہ اس سے علی رضؓ اسلام سے خارج ہو گئے۔

خود شیعہ حضرات نے اپنی کتابوں میں روایات بیان کی ہیں۔

ان میں ایک روایت وہ ہے جسے ابن بابویہ قمی (صدوق) نے اپنی کتاب میں اپنے چھٹے امامِ معصوم —— ابوعبداللہ (جعفر) سے نقل کیا ہے۔ آپ سے پُوچھا گیا تھا،

" کیا جنازہ کے ساتھ آگ، انگیٹھی، قندیل یا اور کوئی ایسی چیز جس سے روشنی کی جائے، لے کر جایا جا سکتا ہے؛

راوی کہتا ہے: اس سوال سے ابوعبداللہ کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

۵۲۳ے جھوٹ بکتا ہے خدا کا دشمن۔ اسے یاد نہیں کہ اس نے خود بیان کیا ہے کہ فاطمہ رضؓ اپنی وفات سے پہلے ابوبکر رضؓ سے اس طرح راضی تھیں جس طرح عمر سے، پیچھے گزر چکا ہے اور آگے بھی آنے گا۔

بدبختوں میں سے ایک بدبخت رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، کیا آپ کو علم نہیں کہ علی نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے، آپ نے پوچھا، تو سچ کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: سچ کہہ رہا ہوں۔ تین دفعہ کہا: آپ کو اس قدر غیرت آئی کہ آپ کی برداشت سے باہر ہوگئی۔ بات یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورتوں پر غیرت اور مردوں پر جہاد فرض کر دیا ہے، جو عورت اس پر ضبط اور صبر کرے اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والے کو ملتا ہے، کہتا ہے: آپ کو اس پر شدید غم ہوا، آپ رات تک فکرمند رہیں، رات ہوگئی تو آپ نے حسن کو دائیں کندھے پر اور حسین کو بائیں کندھے پر اٹھایا۔ ام کلثوم کا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ سے پکڑا اور اپنے والد کے کمرے میں چلی گئیں، علی آئے اور اپنے کمرے میں داخل ہو گئے۔ آپ نے فاطمہ کو نہیں دیکھا۔ فاطمہ کو اس سے اور زیادہ غم ہوا۔ علی نہ جانتے تھے کہ قصہ کیا ہے۔ علی کو شرم محسوس ہوئی کہ ان کو ان کے والد کے کمرے سے بلائیں، آپ مسجد میں آئے تاکہ کچھ نماز پڑھ لیں، اس کے بعد مسجد کی کچھ چیزوں سے ٹیک لگالی۔ جب نبی ﷺ نے فاطمہ کو دیکھا کہ مغموم ہیں تو آپ پر پانی ڈالا، اس کے بعد اپنے کپڑے پہنے اور مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ رکوع اور سجدے کی حالت میں نماز پڑھتے رہے۔ ہر دو رکعت پڑھنے کے بعد آپ خدا سے دعا کرتے کہ یا اللہ! فاطمہ کا دکھ درد دور کر دے۔ جب آپ ان کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ آپ ہچکیاں اور سسکیاں لے رہی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ سو نہیں سکیں اور آپ کو قرار نہیں آرہا تو آپ سے

فرمایا، اٹھو میری بیٹی، آپ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ نبیؐ نے حسن کو اٹھایا اور فاطمہ نے حسین کو اٹھا کر ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا، آپ علی کے پاس آئے، وہ سو رہے تھے نبیؐ نے اپنے پاؤں سے ان کے پاؤں کو ٹھوکا لگایا اور کہا، اے ابوتراب اٹھ، کتنے ہی پرسکون آدمیوں کو تو نے جھنجھوڑ دیا، جا ابوبکر کو اس کے گھر سے، عمر کو اس کی مجلس سے اور طلحہ کو بلا لا۔ علی گئے اور دونوں کو ان کے گھروں سے لے آئے۔ سب رسولؐ اللہ کے پاس جمع ہو گئے تو رسول اللہ نے فرمایا، اے علی! کیا تو نہیں جانتا کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا اور حصہ ہے۔ جس نے اسے دکھ دیا گویا اس نے مجھے دکھ دیا، جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی، جس نے میری موت کے بعد اسے تکلیف پہنچائی گویا اس نے میری زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔ جس نے میری زندگی میں اسے تکلیف دی وہ اس جیسا ہے جس نے میری موت کے بعد اسے تکلیف دی" (علل الشرائع للقمی۔ ص ۱۸۵، ۱۸۶ مطبوعہ نجف۔ یہ روایت مجلسی نے بھی اپنی کتاب "جلاء العیون" میں نقل کی ہے۔

دوسری دفعہ آپ اس وقت علی پر برہم ہوئیں جب آپ نے علی کا سر

---

۵۲۴ عجب بات ہے کہ یہ حدیث ان لوگوں کی روایت کے مطابق صرف علیؓ کے بارے میں منقول ہے لیکن یہ اسے صدیقؓ کی طرف پھیر رہے ہیں۔ یہی بات ابن تیمیہؒ نے بھی کہی ہے، کہ اگر یہ عہد فاصل کے ساتھ ملحق ہے تو لامحالہ یہ وعید علیؓ بن ابی طالب کے لیے ہے اور اگر وعید فاعل کے ساتھ ملحق نہیں تو ابوبکرؓ اس وعید سے علیؓ کی نسبت بہت دور ہیں (المنتقی للذہبی)

ہی تھا۔ ؎۵۲۶

اس لونڈی کی گود میں دیکھ لیا جسے آپ کے بھائی نے آپ کو ہدیہ میں پیش کیا تھا، روایت یوں ہے:

"قمی اور مجلسی ابوذر سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:
میں اور جعفر بن ابی طالب حبشہ کے شہروں کی طرف ہجرت کر رہے تھے، جعفر کو ایک لونڈی پیش کی گئی جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی، جب ہم مدینہ آئے تو اس نے وہ لونڈی علی کو دے دی کہ ان کی خدمت کرے۔ علی نے اُسے فاطمہ کے گھر میں رکھ لیا۔ ایک دن فاطمہ علیہا السلام نکلیں تو دیکھا کہ علی علیہ السلام کا سر لونڈی کی گود میں ہے، آپ کہنے لگیں: اے ابوالحسن تو نے اس سے کیا ہے؟ آپ نے کہا، اے محمدؐ کی بیٹی، خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کیا، تو کیا چاہ رہی ہے؟ آپ نے کہا: مجھے اجازت دے کہ میں اپنے والد رسول اللہ کے گھر چلی جاؤں علی نے آپ سے کہا، میں نے تجھے اجازت دی، فاطمہ نے اپنا گریبان پھاڑ لیا اور نبی کے پاس چلی گئیں۔" (علل الشرائع ص ۱۶۳، بحار الانوار ص ۴۳-۴۴ باب معاشرتہا مع علی)

تیسری دفعہ آپ اس وقت برہم ہوئیں جیسا کہ خود ان حضرات نے بیان کیا ہے:

"فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب فدک کا مطالبہ کیا اور ابوبکرؓ نے آپ کو

؎۵۲۵ دیکھیے کتنی گندی اور گھٹیا تعبیر ہے، یہ ان لوگوں کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت پر سراسر بہتان اور الزام ہے جو اہلِ بیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ اہلبیت اس قسم کے گھٹیا پن سے بلند تھے۔

؎۵۲۶ "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۰۴، ۲۰۵ مطبوعہ ایران

دینے سے انکار کر دیا، آپ لوٹ رہی تھیں تو غصہ سے اس طرح کانپ رہی تھیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بیمار پڑ گئیں اور علی پر برس پڑیں کہ انہوں نے آپ کی کوئی مدد اور آپ کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا، آپ کہنے لگیں؛

اے ابنِ ابی طالب! زمانے کے بہادروں اور جنگجوؤں کو ہلاک کرنے کے بعد اب تو بزدلوں کی طرح چپ اور پیٹ کے بچے کی طرح خاموش بیٹھ گیا ہے، اب یہ بھیڑیے تجھ پر غالب آ گئے۔ یہ ابنِ ابی قحافہ مجھ سے فدک چھین رہا ہے جو میرے باپ نے مجھے دے دیا تھا۔ میرے ساتھ ناحق جھگڑا کر رہا ہے کسی نے میری مدد نہیں کی، کوئی میرا مددگار و معین اور کوئی میرا حامی اور وکیل نہیں۔ آپ غصہ میں کہتی چلی گئیں، آپ کا غم بڑھتا گیا، تو نے مجھے ذلیل کر دیا، بھیڑیے آ جا رہے ہیں اور تو جنبش تک نہیں کرتا۔ "یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا"، میں اپنے باپ سے شکایت کروں گی، اپنے رب سے جھگڑوں گی۔ ("حق الیقین" للمجلسی "بحثِ فدک" ص ۲۰۳-۲۰۴)

اسی جیسی روایت "الاحتجاج" للطبرسی اور "الآمال" ص ۲۹۵ مطبوعہ نجف میں بھی ہے)

علیؓ اور فاطمہؓ کے درمیان اور بھی بہت سے جھگڑے ہیں جنھیں مجلسیؒ طوسی اور اربلی وغیرہ نے ذکر کیا ہے جو اسی بناء پر وقوع پذیر ہوئے کہ علیؓ کی وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچی تو آپؓ علیؓ پر برہم ہو گئیں۔

پتہ نہیں اب یہ لوگ کیا جواب دیتے ہیں، انصاف کرنے والے کیا فیصلہ کرتے ہیں؛

ہم تم ہی لوگوں کو منصف مقرر کرتے ہیں۔ آپ جو جواب علی کے بارے میں دیں گے وہی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں ہمارا

صحابۂ رسولؐ کی دشمنی میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ایک دفعہ ابو بکر سے کلالہ کا مسئلہ پوچھا گیا، اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: اگر حق ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔ کیا خوب کہا ابو بکر نے کہ اپنے آپ کو شیطان کا ساتھی بنا لیا اور وہ جہنم میں بھی اس کا ساتھی ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ شیطان سے اس نے عمر مراد لیا ہو" ۵۲۷

جواب ہو گا۔

اگر یہ کہیں کہ فاطمہؓ ناراض ہونے کے بعد پھر علیؓ سے راضی ہو گئیں تھیں تو ہم کہیں گے کہ: وہ تو شیخین سے بھی ناراض ہونے کے بعد راضی ہو گئی تھیں۔ اُس کے بعد ابو بکر فاطمہ کی طرف گئے اور عمر کی شفاعت کی اور انھیں ان کے پاس بلایا چنانچہ آپ ان سے راضی ہو گئیں"۔ (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید ج ۱ ص ۵۷ مطبوعہ بیروت "حق الیقین" ص ۱۸۰ مطبوعہ: طہران "شرح النہج" لابن میثم ج ۵ ص ۵۰۷ مطبوعہ طہران "شرح النہج" للدنبلی ص ۳۲۱ مطبوعہ طہران)

---

۵۲۷ "حق الیقین" ص ۲۰۶ کیا ان لوگوں کی یہ بات سننے کے بعد بھی کوئی آدمی اتحاد کا دعویٰ کر سکتا ہے؟ وہی آدمی کر سکتا ہے جو یا تو جاہل و فریب خوردہ ہو یا جان بوجھ کر جاہل بنا ہوا ضمیر فروش ہو، کیا اس پر بھی اس کی غیرت جوش میں نہیں آئے گی؟ اتنی گالیاں سن کر بھی اس کی غیرتِ اسلامی اور شریعت کی محبت جوش نہیں مارے گی؟ جسے ام المومنین پر قرآن کے حوالے سے کیچڑ اچھالنے پر بھی غیرت نہیں آئے گی، اسے اپنی ماں پر بھی غیرت نہیں آئے گی جسے رسولؐ کے سب سے پسندیدہ اور محبوب شخصیت پر غیرت نہیں آئے گی اسے اپنے کسی محبوب پر بھی غیرت نہیں آئے گی۔

اس ملعون نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "اس باب میں چند وہ بدعتیں اور برے اعمال وافعال بیان کیے جاتے ہیں جن کا ارتکاب اہل سنت کے خلیفہ ثانی، عمر نے کیا ہے" ۵۲۸

اس کے بعد کہتا ہے: "اس فتنہ وفساد کی جڑ کے مطاعن اور برائیاں اس قدر زیادہ ہیں کہ وہ کئی ضخیم اور تفصیلی کتابوں میں بھی نہیں سما سکتیں تو اس کتاب میں کیونکر آجائیں گی؛ وہ ابوبکر کا تمام عیبوں اور برائیوں میں شریک تھا بلکہ اس کی خلافت بھی اس کے جرائم میں سے ایک جرم ہے" ۵۲۹

ایک جگہ لکھتا ہے "اور عمر جانتا تھا کہ وہ کافر، منافق اور دشمن اہلبیت ہے اور اس کی گردن پر تمام شہیدوں کا گناہ ہے" (اس خبیث و بدگو سے خدا کی پناہ)

فَبِكُمَا الْخَيْرُ كُمَا الْفِدَاءُ

حضرت فاروقِ اعظمؓ کو گالیاں، کوسنے اور لعن طعن کرنے میں اس ظالم نے یہ کہہ کر انتہا کر دی ہے:

"جو کچھ بڑی بڑی کتابوں میں عمر کے حسب اور نسب کا نیچ ہونا اور حرامی

۵۲۱ھ اس بدبخت کو کون بتائے کہ وہ جسے اہلِ سنت کا خلیفہ کہہ رہا ہے، وہ علیؓ بن ابی طالب آپؓ کی اولاد، چچاؤں، ماموؤں اور بھائیوں بھتیجوں بلکہ پورے خاندان کا خلیفہ ہے۔ وہ خود اس کے ایک وزیر، مشیر اور قاضی ہیں۔ اسی طرح علیؓ نے ان کو اپنی بیٹی دی۔ ان کے اعمال پر رشک کیا، جیسے کہ پیچھے مصادر و مآخذ اور پوری تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

۵۲۹ھ "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۱۹ مطبوعہ ایران ۵۳۰ھ ایضاً ص ۲۲۳

ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یہ مختصر سی کتاب اس کے لیے کافی نہیں ہے"۔[521]

اس کے بعد حضرت ذو النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی وہ کچھ بکتا ہے جو حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے بارے میں بک چکا ہے۔ لکھتا ہے:

"بڑے بڑے صحابہ اس کے کافر ہونے پر متفق تھے"۔ جھوٹ بکتا ہے تو اے یہود و مجوس کی اولاد— "اس کے کفر کی گواہی دے چکے تھے ..... حذیفہ کہا کرتا تھا: الحمد للہ کہ میں عثمان کے کفر میں شک نہیں کرتا البتہ اس چیز میں مجھے شک ہے کہ اس کا قاتل کافر تھا جس نے ایک کافر کو مارا یا مومن کہ جس کا ایمان تمام مؤمنین سے بڑھا ہوا تھا۔ جو آدمی بھی عثمان کے بارے میں یہ گمان رکھے کہ وہ مظلوم مارا گیا، اس کا گناہ ان لوگوں سے بھی زیادہ ہے جو بچھڑے کی پوجا کیا کرتے تھے"۔[522]

"عثمان کے کفر کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ امیر المؤمنین علیؓ اس کے قتل کو مباح سمجھتے تھے۔ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے"۔[523]

"اس بات کی دلیل کہ عثمان کو امیر المؤمنین کافر سمجھا کرتے تھے، یہ ہے کہ آپ نے اس کی نعش کو چھوڑ دیا تھا جسے کتے کھاتے پھرتے تھے، کتے اس کی ایک ٹانگ لے گئے تھے"

(دیکھیے ان یہودیوں کے بغض و عداوت کی طرف۔

کس طرح یہ ظالم اپنے منہ سے ایسے کلمات اگلتے ہیں جن سے ان کے دلوں کے کینے اور بغض و کدورت کا اظہار ہوتا ہے۔ علیؓ اور ان کے گھرانے کی محبت کے پردے میں دراصل یہ اسلام کے ان عظیم فرزندوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ علیؓ اور ان کا گھرانہ ان سے بری و بیزار ہے) "تین دن تک کتے کی طرح اس کا جسم گوبر کے ڈھیر پر پڑا رہا اور اسے کتے کھاتے رہے"[524] دہاں: تیرے

---

[521] ایضاً ص ۲۵۹ [522] "حق الیقین" ص ۲۷۰ [523] ایضاً ص ۲۷۱

جیسے کتے) علی اس کے پاس نہیں گئے"۔ ۵۳۵

اس جیسی اور ان گنت اور بے شمار روایات، اس کی کتاب میں موجود ہیں جنھیں میں نقل بھی نہیں کر سکتا، پھر یہ کاٹ کھانے والا کتا صرف صدیقؓ تو فاروقؓ اور ذو النورینؓ ہی کا ذکر نہیں کرتا بلکہ امہات المومنین کا، حضرت صدیقہؓ اور حفصہؓ کا ذکر بھی اسی طور پر کرتا ہے۔ حضورؐ کی ان پاک بیویوں کا جو قرآن کے مطابق علیؓ اور سارے بنی ہاشم کے مومنین کی مائیں ہیں۔ یہ بدبخت ان کا ذکر بھی انہی لفظوں میں کرتا ہے۔ مجلسی جب بھی ان میں سے کسی کا ذکر کرتا ہے لعن طعن کے ساتھ کرتا ہے۔ بہت کم ایسا ہے کہ اس نے کسی کا ذکر کیا ہو اور گالی گلوچ نہ بکی ہو۔

اس کی کچھ مثالیں پیش کرنے سے پہلے ہم صاحب عقل و خرد شیعہ حضرات سے پوچھتے ہیں، کیا حلالی آدمی اپنی ماں کو گالیاں اور کوسنے دیتا ہے۔ کیا اپنی ماں پر لعنت بھیجنا حلالی کا کام ہے؟

---

۵۳۴ یا رب مجھے معاف کرنا، میں توبہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرے اس نیک بندے، جسے جنت کی بشارت زندگی ہی میں مل گئی، جس سے تیرے رسولؐ نے جو بزبانِ وحی بولتا ہے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کر دی، میرے خدایا معاف کرنا، یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کلمات صرف اس لیے نقل کیے ہیں، کہ لوگ دیکھ لیں کہ ان کے اور ان کے ائمہ کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف کس قدر کینہ ہے جو اُن سے محبت کرے تُو اور تیرا نبی بھی اس سے محبت کرتے ہیں جو ان سے نفرت کرے تُو اور تیرا ہدایت کرنے والا نبی بھی اس سے نفرت کرتے ہیں۔ اللھم لا تجعلنا منھم۔ یا اللہ اس یہودی ناپاک مردود کی اس گندی اور غلیظ عبارت کو نقل کرنے پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔

۵۳۵ "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۷۳، ۲۷۴ تہران ایران۔

کس طرح کوئی حلالی تمام مومنین کی ماں کو — اور اس میں اہلِ بیت بھی شامل ہیں — لعنت پھٹکار کر سکتا ہے؟

کیا اہلِ بیت کی ماں پر پھٹکار کرنے والا مومن یا مسلمان ہو سکتا ہے؟

ع دل صاحبِ ادراک سے انصاف طلب ہے!

کیا علیؓ بن ابی طالب کی ولایت کا منکر کافر ہے؟ شیعہ حضرات اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

تو پھر ان کی ماں کا منکر، انھیں گالیاں بکنے والا، پھٹکار کرنے، اور کافر کہنے والا، ایسے آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ایک عجیب قصہ ہم آپ کو سناتے ہیں۔ ایسا قصہ مجلسی جیسا کذاب و بدکردار ہی تراش سکتا ہے۔ اسی کے الفاظ میں سنیے، کہتا ہے:

"عیاشی نے بقولِ شیعہ سندِ معتبر سے صادق سے روایت کیا ہے کہ عائشہ اور حفصہ، خدا کی لعنت ہو ان دونوں پر اور ان دونوں کے والدین پر کہ انہوں نے رسول اللہ کو زہر دے کر ہلاک کر ڈالا" ۵۳۶

پروردگار کب تک یہ لوگ ان بزرگ و پاکیزہ ہستیوں کے جسم نوچ کر کھاتے رہیں گے، پروردگار کب تک تو انہیں اپنے دردناک عذاب و گرفت سے بچاتا اور ڈھیل دیتا رہے گا؟ کب تک، الٰہی کب تک؟؟

یہ اس خرافات و بکواسات کا اک نمونہ ہے جس سے ان لوگوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان کی کوئی کتاب ایسی نہیں ملے گی جس میں خلفاء راشدین رضی اور امہات المومنین ۵۳۷ کو ننگی گالیاں اور کھلم کھلا کافر و فاسق نہ کہا گیا ہو۔

---

۵۳۶ "حیات القلوب" للمجلسی ج ۲ ص ۷۰۰ مطبوعہ جدید طہران

۵۳۷ ان کا مفسر قمی جھوٹ بکتا ہے کہ یہ آیت "اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا"

بخدا جو کچھ بھی ان لوگوں نے ان حضرات کے ساتھ محبت و تعلق کا اظہار کیا ہے، سب مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے لکھا ہے، تقیہ کیا ہے ؎

فلم ار ودھم الا خداعا

ولم ار دینھم الا نفاقا

"میں نے دیکھا ہے کہ ان کی ساری محبت دھوکہ پر مبنی ہے اور ان کا دین مجموعۂ نفاق ہے۔"

یہ ان کا دین ہے، جسے وہ اپنائے ہوتے ہیں اور یہ ان کے اعتقادات ہیں! خلفاء راشدین، یعنی حضرت صدیقؓ و فاروقؓ اور ذو النورینؓ کے بارے میں یہ ان کا موقف ہے۔ سراسر کتاب اللہ کے خلاف، جو اُن کے نزدیک ثقل اکبر ہے، سراسر اہلبیت کی تعلیمات کے خلاف، جو اُن کے نزدیک ثقل اصغر ہیں۔ خود یہ بات ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔

جہاں تک اکبر کا تعلق ہے تو اسے تم چھوڑ چکے ہو اور اس سے یہ کہہ کر منہ پھیر چکے ہو کہ: یہ تحریف شدہ ہے، اسے بدل دیا گیا ہے۔ بہت سا اس میں سے کم کر دیا گیا اور بہت سا حذف کر دیا گیا ہے۔ اب کسی کے پاس بھی صحیح و اصلی نسخہ موجود نہیں ہے سوائے امام غائب کے — ان کا امام غائب ایک ہزار سال سے نہیں نکلا اور کبھی بھی نہیں نکلے گا۔ یہ بات ہم پورے دلائل کے ساتھ اپنی کتاب "الشیعۃ والسنۃ"[۵۳۸] میں لکھ آئے ہیں۔ اسے پڑھ چکنے کے

عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔" (تفسیر القمی ج ۲ ص ۳۱۹) اسی طرح کے جھوٹ اور بکواسات ان لوگوں کے بہت زیادہ مل جائیں گے۔

۵۳۸ھ صدوق نے کہا ہے کہ وہ ان چار میں سے ایک ہے، جنھوں نے اولین میں سے

بعد کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی ان دلائل کا جواب دے سکا ہے اور نہ دے سکتا ہے۔

جہاں تک اصغر کا تعلق ہے اس کو بھی تم جھٹلا چکے اور اس کی مخالفت کر چکے ہو کہ وہ تو خلفاء ثلاثہ سے محبت کریں، ان کی تعریفیں کریں اور تم ان سے بغض و کینہ رکھو۔ اہلِ بیت ان سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے اور تم ان سے دشمنی کرتے ہو، ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہو۔ وہ ان کی اور ان کے اسلام لانے کی تعریفیں کیا کرتے تھے، اور تم انھیں کافر کہتے اور ان کے اسلام لانے کا انکار کرتے ہو۔ انہوں نے ان کی بیعت کی، ان کی نیابت کے فرائض سر انجام دیے، وہ انھیں ائمہ حق سمجھتے رہے، اور تم انھیں غاصب، خائن اور دھوکہ باز سمجھتے ہو۔ انہوں نے اپنی بیٹیاں ان سے بیاہیں، اپنے بیٹوں کے نام ان کے ناموں پر رکھے، اور تم ان پر ایسی ایسی تہمت تراشیاں کرتے ہو جن کا مرتکب کوئی عام آدمی بھی نہیں ہو سکتا۔ تم ان کے ناموں سے نفرت کرتے ہو، ان کی نسبت تمہیں ناپسند ہے۔ دیکھ لو اور خوب دیکھ لو کہ تم ایک طرف ہو اور اہلِ بیت ایک طرف ہیں۔

یہی کیا اہلِ بیت تو اس آدمی کی بھی تردید کر دیا کرتے تھے جو ان حضرات کے

سب سے پہلے تحریف کا انکار کیا ہے۔ ہم اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ انکار بھی تقیہ کر کے کیا ہے جو ہم نے اس کے بارے میں کہا ہے، صدوق اسی کی تصدیق کر رہا ہے، کہتا ہے: "کتاب اللہ میں علی علیہ السلام کے بارے میں ایسی آیتیں نازل ہوئی تھیں جن میں اس پوری امت میں آپ کا کوئی شریک نہیں تھا۔ تو وہ آیات کہاں ہیں؟" (کتاب الخصال للقمی ج ۲ ص ۵۹۲)

فضل ومنزلت کا اقرار نہ کرتا ہو۔ بلکہ اس پر سختی کیا کرتے اور اسے ملامت کیا کرتے تھے جو ان حضرات کے ساتھ بغض رکھتا۔

خلفاء راشدینؓ کے دشمنوں کے بارے میں اہلبیت کا موقف

شیعہ مصنف علم الہدیٰ نے اپنی حدیث کی کتاب "الشافی" میں اس روایت کو نقل کیا ہے "علی علیہ السلام نے اپنے خطبہ میں کہا: نبیؐ کے بعد اس امت کے بہترین افراد ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں، اور بعض روایات میں ہے کہ آپؓ نے یہ خطبہ دیا۔ خطبہ ختم ہوا تو ایک آدمی ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بُرا بھلا کہنے لگا، آپؓ نے اسے بلایا اور گواہی پوری کرنے کے بعد اُسے سزا دی" ۵۳۹

یہ حال تھا امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدّیق اور عبقریٔ اسلام، محسنِ امت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت وتعلق کا۔ آپؓ انھیں بے حد پسند کرتے تھے اور ان کے مخالفین کے بارے میں آپ کا موقف بھی آپ نے دیکھ لیا۔ اسی لیے خود ان کی اپنی روایت کے مطابق جب ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر لوگ بیعت کر چکے اور ان پر متفق ہو چکے تو ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آکر آپ کو خلافت کے لیے ابھارنے لگے۔ آپ نے ان کے جواب میں کہا: تیرا ستیاناس اے ابوسفیان، یہ بھی تیری ایک چال ہے تو جاہلیت میں بھی ہمیشہ اسلام میں کجی پیدا کرتا رہا ہے" ۵۴۰

---

۵۳۹ "کتاب الشافی"، لعلم الہدیٰ، خلاصہ کے ساتھ چھپی ہوئی ص ۴۲۸

۵۴۰ ایضاً

حضرت عثمانؓ سے آپؓ کو اس قدر تعلق تھا کہ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو ان کے دفاع کے لیے بھیج دیا تھا بلکہ خود بھی مفسدین سے آپؓ کا دفاع کرتے رہے ہیں۔ پوری تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

آپ کے چچازاد بھائی اور آپ کے شاگردؓ جن کا علم آپ کے علم پر مبنی ہے، خود کہتے ہیں کہ "علیؓ نے مجھے سکھایا ہے۔ علیؓ کا علم رسول اللہؐ سے ماخوذ تھا..... علیؓ نے نبیؐ سے علم حاصل کیا اور میرا علم علیؓ کے علم سے ماخوذ ہے"۔ ۵۴۱

آپ حضرت صدیقؓ کی بے حد تعریف کرنے کے بعد آپؓ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں "خدا کا غضب ٹوٹے اس پر جو ان کی شان گھٹائے اور ان پر طعن کرے"۔ ۵۴۲

حضرت فاروقؓ کی بے حد تعریف کرنے کے بعد آپؓ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں "جو آپؓ کی شان میں کمی کرے، قیامت تک اس پر خدا کی لعنت برستی رہے"۔ ۵۴۳

حضرت ذی النورینؓ کی صفات حمیدہ اور بہترین اخلاق کا ذکر کرنے کے بعد آپؓ کے مخالفین کے بارے میں کہتے ہیں "جو اُن پر لعنت کرے، خدا اس پر سب لعنت کرنے والوں کی لعنت کو لوٹا دے"۔ ۵۴۴

---

۵۴۱ "الامالی" للطوسی ج ۱ ص ۱۱ ط نجف

۵۴۲ "ناسخ التواریخ" للمرزہ محمد تقی لسان الملک، ج ۵ ص ۱۴۳، "مروج الذہب" ج ۳ ص ۶۰

۵۴۳ ایضاً ۵۴۴ ایضاً

حضرت علیؓ کے پوتے اور آپؓ کے ہم نام علی بن حسینؓ ـــ حضرات شیعہ کے نزدیک چوتھے امام معصوم ـــ بھی اپنے بزرگوں کی سنت پر چلتے ہوئے ہر اس آدمی سے لڑتے ہیں، جو آپ حضرات کے خلاف کچھ کہے۔ جو آپ سے دشمنی کرے آپ بھی اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔ آپ ایسے آدمی کو، جو اُن پر تنقید کرے یا بُرا بھلا کہے نکال باہر کیا کرتے تھے۔

شیعہ مصنف اربلی نے روایت کی ہے کہ اہل عراق کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی، اس نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کچھ ناروا الفاظ کہے:

" جب وہ اپنی بات کر چکے تو آپ نے ان سے کہا، مجھے بتاؤ کیا تم وہ ہو: اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ، اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ" (سب سے پہلے ہجرت کرنے والے، وہ جو اپنے گھروں اور مالوں میں سے نکالے گئے، جو خدا کے فضل اور رضا کو چاہتے تھے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے تھے، وہی سچے ہیں) ـــ وہ کہنے لگے: نہیں، آپ نے پوچھا تو پھر وہ ہو" اَلَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَةٌ" (وہ جنھوں نے ایمان اور رہائش کو ان سے پہلے ہی استحکام بخشا، جو اُسے پسند کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرتے اور نہیں پاتے اپنے دلوں میں جو کچھ نہیں دیا گیا ہے اس کی ضرورت، اور ایثار کرتے ہیں دوسروں کے لیے، اگرچہ خود ضرورتمند ہوں) وہ کہنے لگے: نہیں، آپ نے کہا: تم نے انکار کیا ہے کہ تم ان دونوں

جماعتوں میں سے نہیں ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے، "وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" (اور وہ جو اُن کے بعد آئے کہتے ہیں، اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ان لوگوں کے لیئے جو ایمان لائے، ہمارے دل میں کوئی کجی نہ پیدا کر) میرے پاس سے اٹھ جاؤ، خدا تمہیں تباہ کرے"۔ ۵۴۵

آپ کے بیٹے زید بھی آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ جی ہاں! وہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب۔ رضی اللہ عنہم جن کی تعریف میں ان لوگوں نے بے حد مبالغہ آرائی کی، زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ آپ بھی اپنے والد علی بن حسین اور اپنے دادا علی رضؓ بن ابی طالب اور ان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے جنھوں نے اپنے صحابہؓ کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ "میرے صحابہؓ کے خلاف کچھ نہ کہو"۔ ۵۴۶

شیعہ حضرات بیان کرتے ہیں کہ "جب زید نکلے تو آپ کے ساتھیوں نے آپ سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا:

میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی میں نے اپنے گھرانے میں سے کسی کو سوائے خیر کے اور کچھ کہتے سنا ہے، یہ سن کر لوگ کہنے لگے، آپ ہمارے ساتھی نہیں۔ آپ سے جدا ہو گئے، الگ ہو گئے، آپ نے کہا:

---

۵۴۵ "کشف الغمۃ"، للاربلی ج ۲ ص ۷۸،

۵۴۶ "عیون اخبار الرضا" للقمی ج ۲ ص ۷۸،

"رفضونا الیوم" آج انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا، آج کے دن سے وہ رافضی کہلائیں گے"۔ ۵۴۷ھ

مرزا تقی اس میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

"زید لوگوں کو صحابہ رضوان اللہ علیہم پر طعن کرنے سے روکا کرتے تھے، جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ شیخین پر تبرا بازی نہیں کرتے تو لوگ آپ کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اس کے بعد سے یہ لفظ (یعنی رافضی) اس پر بولا جانے لگا جو مذہب میں غلو کرے اور صحابہ پر طعن کو جائز سمجھے"۔ ۵۴۸ھ

ان حضرات کے پانچویں امام معصوم۔ محمد باقر بن علی بن حسینؓ بھی انہی جیسے خیالات رکھتے اور انہی کی طرح آپ کی بے حد تعریف کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ اس شخص کو سختی سے ڈانٹتے ڈپٹتے ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کا انکار کرے، آپ یہ کہہ کر انتہائی سختی سے جواب دیتے ہیں کہ: "ہاں ہاں آپ صدیق ہیں۔ جو آپ کو صدیق نہ کہے خدا کرے دنیا اور آخرت میں اس کی کوئی بات سچی نہ ہو"۔ ۵۴۹ھ

اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان پر کیا اس کے بعد بھی علیؓ اور آپؓ کی اولاد کے بارے میں سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ صدیقؓ و فاروقؓ اور ذو النورینؓ کو کافر کہتے ہوں گے، یہ حضرات تو ان کی بیعت کر چکے ہیں، ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ ان سے

۵۴۷ھ "ناسخ التواریخ" ج ۳ ص ۵۹۰ زین العابدین کے اقوال کے ضمن میں "عمدۃ الطالب" زید بن علی کی احادیث کے تحت

۵۴۸ھ "ناسخ التواریخ"، ج ۳ ص ۵۹۰ زین العابدینؒ کے اقوال کے تحت۔

۵۴۹ھ "کشف الغمہ" ج ۲ ص ۱۴۷ تبریز، ایران

رشتہ داریاں قائم کیں۔ ان حضرات نے اُن کے خلاف کبھی جنگ وجدال نہیں کیا اور نہ ہی انھیں، اور نہ ان کے ساتھ جہاد و قتال کرنے والے ساتھیوں میں میں سے کسی کو بھی کافر کہا۔

"نہج البلاغہ" ہی اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ جگہ جگہ آپ کو ملے گا کہ آپ اپنے ساتھیوں کو گالی گلوچ، تکفیر و تفسیق سے منع کر رہے ہیں حتیٰ کہ آپ اپنے ساتھ لڑنے والوں اور جنگِ صفین میں شرکت کرنے والوں کو بھی بُرا بھلا کہنے سے روک رہے ہیں۔ ایک خطبہ کا عنوان ہے "علی علیہ السلام کا وہ کلام، جب آپ نے سنا کہ کچھ لوگ اہلِ شام اور جنگِ صفین میں لڑنے والوں کو بُرا بھلا کہہ رہے ہیں"، اس کے ضمن میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

"میں سخت ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں بکنے والے بنو، البتہ اگر اپنے اعمال اور اُن کے حال کا ذکر کرو تو یہ زیادہ صحیح ہے۔ زیادہ معقول عذر ہے۔ گالیاں بکنے کی بجائے یوں کہو: اے اللہ ہمارے اور ان کے خونوں کو محفوظ رکھ، ہمارے اور ان کے درمیان صلح و آشتی پیدا فرما دے۔ انھیں گمراہی سے ہدایت کی طرف پھیر دے تاکہ وہ حق جان سکیں جس سے وہ ناواقف ہیں۔ انہیں کجی اور دشمنی سے بچا"۔[۵۵۰]

اسی طرح شیعہ مصنف دینوری نے بھی ذکر کیا ہے اور واضح طور پر لکھا ہے کہ گالیاں بکنے والے وہ حضرات تھے جنھوں نے امام مظلوم حضرت عثمان ذو النورینؓ کو شہید کیا تھا۔ اس نے یہ بھی صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ حضرات معاویہؓ اور آپؓ کے ساتھیوں پر بھی لعنت پھٹکار کیے

---

[۵۵۰] "نہج البلاغہ"، تحقیق صبحی صالح

کرتے تھے ، علیؓ اور ان لوگوں کے درمیان سوال وجواب ہوتے ہیں۔
اس نے پورا واقعہ ذکر کیا ہے، لکھتا ہے:

"علیؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حجر بن عدی اور عمرو بن الحمق دونوں معاویہؓ اور اہلِ شام کو بُرا بھلا کہتے اور لعن طعن کرتے ہیں آپ نے ان کی طرف آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمہارے متعلق مجھے پہنچا ہے اس سے باز آجاؤ۔ دونوں آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اے امیرالمؤمنین کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ نے کہا: ہاں! ربِ کعبہ کی قسم، وہ کہنے لگے: تو پھر آپ ہمیں ان پر لعن طعن کرنے سے کیوں روکتے ہیں؟

آپ نے کہا: میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں بکنے والے اور لعنت بھیجنے والے بنو، البتہ یوں کہو: اے اللہ ہمارے اور ان کے خونوں کو محفوظ رکھ اور ہمارے اور ان کے درمیان صلح کرادے" ۱۵۵ھ

دیکھ لیجئے خود علیؓ بن ابی طالب قطعاً پسند نہیں کرتے کہ اہلِ شام کو بھی بُرا بھلا کہا جائے، آپؓ معاویہ بن ابی سفیانؓ سے لڑنے کو سخت ناپسند کر رہے ہیں، لوگوں کو اس سے روک رہے ہیں تو کیا آپ سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ نبیؐ کے شہر، مدینہ والوں پر لعن طعن کو پسند کریں گے۔ نبیؐ کے ساتھیوں، عزیزوں اور دامادوں کو گالیاں بکنا آپ پسند کریں گے؟

آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے کے باوجود ان کے ایمان واسلام کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ان سے لڑتے بھی ہیں لیکن واضح طور پر کہتے ہیں کہ

۱۵۵ھ "الاخبار الطوال" ص ۱۶۵ جنگ صفین کے تحت، مطبوعہ ...

یہ لوگ ہرگز کافر اور مرتد نہیں۔ دین و اسلام سے خارج نہیں۔

یہی بات جعفر نے اپنے والد سے روایت کی ہے، کہتے ہیں "علی علیہ السلام اپنے ساتھ جنگ کرنے والوں کو کہا کرتے تھے کہ ہم اُن سے اس لیے نہیں لڑتے کہ وہ کافر ہیں اور نہ وہ اس لیے ہم سے لڑتے ہیں کہ ہم کافر ہیں۔ بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ان کی رائے یہ ہے کہ وہ حق پر ہیں"[۵۵۲]

آپ اپنے ساتھیوں اور مخالفوں کے سامنے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اس وقت ہمارے باپ اور بیٹے مارے جاتے تھے، ہمارے عزیز اور بھائی مارے جاتے تھے، لیکن ہر مصیبت و تکلیف کے بعد ہمارے ایمان میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ ہم حق پر ڈٹے رہتے تھے، حکم کو تسلیم کرتے تھے، مشکلات پر صبر کرتے تھے لیکن اب ہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے لڑ رہے ہیں، وجہ یہ ہے کہ ہم میں کجی، شبہ اور تاویل کی (عادت) پیدا ہو چکی ہے"[۵۵۳]

اس سے بھی زیادہ واضح لفظوں میں کہتے ہیں:

"اے خدا کے بندو میں تمہیں تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں۔ یہ وہ سب سے بہتر نصیحت ہے جو بندوں کو کی جاتی ہے، اس سے بالآخر خدا کے ہاں بہتری و بھلائی نصیب ہو گی، تمہارے اور اہلِ قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل چکا ہے"[۵۵۴]

۵۵۲؎ "قرب الاسناد" للحمیری ص ۴۵ مطبوعہ: مکتبہ نینوی طہران

۵۵۳؎ "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح ص ۱۷۹

۵۵۴؎ ایضاً ص ۲۴۸

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ ان حضرات کو اللہ پر ایمان اور تصدیقِ رسالت میں اپنے برابر سمجھتے ہیں، آپ عثمانؓ بن عفان کے خون سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں، جنگِ صفین کے واقعات بتاتے ہوئے شہروں کی طرف یہ لکھ کر بھیجتے ہیں کہ:

"جب ہم اور اہلِ شام ملے تو ہماری بات یوں شروع ہوئی کہ:

ظاہر ہے ہمارا سب کا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری دعوتِ اسلام ایک ہے۔ نہ ایمان اور تصدیقِ رسالت میں ہم ان سے زیادہ ہیں۔ نہ وہ ہم سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ایک ہی بات ہے جس میں ہمارا اختلاف ہے، اور وہ ہے عثمانؓ کے خون سے متعلق، ہم لوگ اس سے بری ہیں ۵۵۵ چنانچہ ہم نے کہا: آؤ الخ۔" ۵۵۶

دیکھیے کہ علی رضی اللہ عنہ کس قدر انصاف پسند اور عادل ہیں، اور ذرا ان لوگوں کو دیکھیے کہ کس قدر اپنے قول و عمل میں عدل و انصاف سے ہٹے ہوئے اور حق سے دور ہیں؟

یہ ہے علی رضی اللہ عنہ کا موقف اپنے سب سے بڑے دشمنوں کے متعلق، تو اُن کے بارے میں آپؓ کا اور آپ کے گھرانے کا موقف کیا ہو سکتا ہے جو آپ کو سب سے زیادہ عزیز تھے۔ رسولؐ اللہ کے خلیفہ اور آپؐ کے دوست تھے، جو اہلِ بیت سے محبت کرنے والے تھے۔ اہلِ بیت نے بھی ان کی محبت کے جواب میں ان سے دوگنی محبت کا ثبوت دیا، اسی طرح امہات المؤمنین

---

۵۵۵ پتہ نہیں اہلبیت کی محبت اور ان کے مذہب کی اتباع کے دعویٰ کے باوجود مجلسی نے یہ لکھنے کی جرأت کیسے کی کہ: امیر المؤمنین علی اس کے قتل کو مباح سمجھتے تھے

کے بارے میں بھی آپکے موقف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو تمام اہلِ بیت کی مائیں تھیں۔

اس بات پر ہم یہ باب ختم کرتے ہیں کہ کیا علیؓ اور آپؓ کے گھر والے مومن تھے یا نہیں؟

اگر مومن تھے، اور کوئی شک نہیں کہ مومن تھے تو وہ اللہ کے اس ارشاد میں داخل ہیں: "اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ" (اللہ کا نبی مسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں) اس لیے حضرت صدیقہ طاہرہؓ قرآن کی رُو سے، خالق کائنات کے حکم کے مطابق آپؓ کی اور سب اہلِ بیت کی مائیں ہوئیں۔

اب ذرا سوچیے کہ کوئی آدمی جو اہلِ بیت سے محبت کا دعویدار ہو اہلبیت کی ماں کو گالیاں بکے گا؟

اور اس پر کوئی جرمانہ نہیں سمجھتے تھے جبکہ آپ کا یہ قول موجود ہے؟ بلکہ اس سے بھی زیادہ نہج البلاغۃ انکے پہلے امامِ معصوم، جن کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ غلطی نہیں کر سکتے، آپ کے اقوال سے بھری پڑی ہے جن میں آپؓ نے قاتلینِ عثمانؓ اور ان کے قتل سے اپنے آپ کو بری کیا ہے۔ جو بھی نہج البلاغۃ کا مطالعہ کرے، اسے پڑھے، وہ اس بات کی گواہی دے گا۔ مگر ان لوگوں کو جانے کیا ہو گیا ہے؟ حسد کے مارے ان لوگوں کے دل مردہ اور ان کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں، "مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ"۔

۵۵۶ "نہج البلاغۃ" تحقیق صبحی صالح ص ۲۴۸

۵۵۷ سورۃ الاحزاب: آیت ۶

کیا یہ لوگ نہیں کہتے کہ ہم اہل بیت کے پیرو، ان سے محبت کرنے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے ہیں؟ کیا یہ لوگ اس کے علاوہ اور کچھ کہتے ہیں؟

کوئی شریف و معزز آدمی خود کو دی جانے والی گالی تو برداشت کر سکتا ہے لیکن یہ کوئی نہیں برداشت کر سکتا کہ اس کی ماں کے بارے میں کوئی بُری بات کہی جائے۔

یہ لوگ علیؓ اور آپؓ کے پُورے گھرانے کی ماں کو گالیاں بکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں؟

یہ ہے شیعہ حضرات کا موقف تمام صحابہؓ کے بارے میں، بالخصوص خلفائے راشدینؓ کے بارے میں۔ صحابہؓ اور ان کے مخالفین کے بارے میں اہل بیت کا موقف بھی ہم بیان کر چکے ہیں، یہ بھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت آپ کے مخالفین کے بارے میں کیا موقف رکھتے تھے۔ یہ حضرات درحقیقت سراسر اہل بیت کے مخالف ہیں۔ منافقت کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں، لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

چنانچہ ثابت ہو گیا کہ شیعہ حضرات اہل بیت سے محبت رکھنے والے اور آپ کی پیروی کرنے والے ہرگز نہیں، بلکہ اہل بیت کے مخالف اور دشمن ہیں۔ بس اس باب میں اسی چیز کو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے، سو ہم نے خود ان حضرات کی اپنی کتابوں سے اور ان کے اپنے الفاظ سے ثابت کر دیا تاکہ وہ حضرات جو حقیقت نہیں سمجھتے تھے، اب سمجھ جائیں اور سیدھے راستے پر چل نکلیں۔

دُوسرا باب ختم ہوا!

تیسرا باب

اہلبیت کی طرف منسوب شیعہ حضرات کے جھوٹ!

"اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ"

یہ لوگ ہزار دعوے کرتے پھریں کہ ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، ان کی پیروی کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اہل بیت کے دشمن اور ان کے مخالف ہیں، ان کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں، جن چیزوں سے انہوں نے منع کیا ہے انھیں ضرور ہی کریں گے، اچھی باتوں سے روکتے اور بری باتوں کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، اہل بیت جن سے محبت کرتے تھے یہ ان سے نفرت کرتے ہیں، جن کو وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے یہ ان سے دوستیاں گانٹھتے ہیں، خواہشات و نفس امارہ کی پیروی کرنے والے، اپنی خواہشات چھوڑ سکتے ہیں نہ اپنے نفس کی حکم عدولی کر سکتے ہیں، پھر ستم یہ کہ یہ سارے جھوٹے قصے کہانیاں اور بے بنیاد باتیں اہل بیت کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، مَا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ۔

دراصل ان سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کی ذاتی اغراض، اپنی من پسند باتوں اور اپنی مرغوب چیزوں کو حاصل کر لیں، اپنے مذہب کو رواج دیں ـــــ شہوت پرستوں اور اوباش لوگوں کو اپنے اس دین کی طرف کھینچ لیں جس کو خود ان لوگوں نے اپنی مرضی سے گھڑ اور تراش لیا ہے۔ اس طرح وہ دنیا میں بھی نقصان اٹھاتے ہیں اور آخرت میں بھی نقصان اٹھائیں گے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ، حقیقت یہ ہے کہ اہل بیت لے، اُن متقی و صالح لوگوں نے

کوئی ایسی بات نہیں کہی جو کتاب اللہ اور رسول اللہؐ کی سنّت کے خلاف ہو اور نہ ہی خلافِ کتاب وسنّت کوئی بات ان کی طرف منسوب کرنا مناسب ہے۔

اہلِ بیت نے بھی دوسرے تمام مسلمانوں کی طرح یہی حکم دیا ہے کہ لوگ اپنے پروردگار کی کتاب اور نبیؐ کی سنت پر عمل کریں، ان پر کاربند رہیں، آپ بھی ﷺ کے ان احکامات ہی کی پیروی کا حکم دیتے رہے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ"[1] (اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو)

"اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ"[2] (اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس سے رُوگردانی نہ کرو، درآنحالیکہ تم سُن رہے ہو)

"وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ"[3] (اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)

"وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِہِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا"[4] (کسی مومن مرد اور مومن عورت کے لیے جائز نہیں، جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی بات کا فیصلہ فرما دیں کہ وہ اپنی مرضی پر عمل کریں اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرتا ہے وہ واضح گمراہی میں چلا

---

[1] سورۃ النساء، آیت ۵۹

[2] سورۃ الانفال آیت ۲۰

[3] سورۃ آل عمران آیت ۱۳۲

جاتا ہے۔

اسی طرح نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جو سب محدثین کے نزدیک صحیح و ثابت ہے: "ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ و سنتی"۔ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک تم انھیں تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنّت"۔

یہ بات خود علی رضی اللہ عنہ اور آپؓ کی اولاد کے نزدیک بھی مسلم ہے، ثقفی نے اپنی کتاب "الغارات" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ "علیؓ نے مصر کے مسلمانوں کی طرف ایک خط بھیجا، یہ خط قیس بن سعد بن عبادہ الانصاریؓ لے کر گئے جنھیں مصر کا عامل مقرر کیا گیا تھا۔ اس میں علیؓ نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت ان الفاظ میں دی تھی" یاد رکھو! ہم پر تمہارا یہ حق ہے کہ ہم تم میں کتاب اللہ اور اس کے رسولؐ کی سنت پر عمل کرائیں"۔ [۵]

اس کے بعد لکھتا ہے" جب خط پڑھا جا چکا تو قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے اٹھے، آپ نے پہلے خدا کی حمد و ثنا کی ..... اس کے بعد کہا اٹھو اور اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سنت پر بیعت کرو، اگر ہم تم میں کتاب اللہ اور رسولؐ اللہ کی سنّت کے مطابق عمل نہ کریں تو تم پر ہماری بیعت ضروری نہیں۔ اس پر لوگ اٹھے اور بیعت کر لی، چنانچہ مصر پر آپ کا اقتدار قائم ہو گیا"۔ [۶]

---

[۴] سورۃ الاحزاب آیت ۳۶

[۵] "کتاب الغارات" للثقفی ج ا ص ۲۱۱ زیرِ عنوان "ولایت قیس بن سعد"

[۶] ایضاً ص ۲۱۱، ۲۱۲

یہی بات خود علیؓ نے بھی اہلِ بصرہ کی طرف بھیجنے والے ایک خط میں لکھی ہے
لکھتے ہیں "اللہ کے بندہ امیر المؤمنین کی طرف سے یہ خط بصرہ کے رہنے والے
ہر اس مسلمان اور مومن کے نام ہے، جسے بھی یہ خط سنایا جائے۔ السلام علیکم،
اما بعد...... اگر تم میری بیعت کو نبھاؤ، میری نصیحت کو قبول کرو اور میری
اطاعت پر قائم رہو تو میں تم میں کتاب و سنّت کے مطابق عمل کروں گا۔"[7]

حضرت علیؓ نے ایک جگہ کہا ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے: عمل کے بغیر کوئی بات معتبر نہیں، نیت کے بغیر کوئی عمل اور کوئی بات
نہیں اور وہ بات، وہ عمل اور وہ نیت بھی معتبر نہیں جو سنّت کے
مطابق نہ ہو۔"[8]

آپؓ کی اولاد میں، ائمہ شیعہ میں سے۔ بقول ان کے، چھٹے امامِ معصوم۔
کہتے ہیں: "جو چیز کتاب و سنّت کے مطابق نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔"[9]
ایک جگہ کہتے ہیں: "جس نے کتاب اللہ اور سنتِ محمدؐ کی مخالفت کی،
اس نے کفر کیا۔"[10]

اپنے والد باقر سے۔ جو اُن کے نزدیک پانچویں امامِ معصوم ہیں۔ روایت

---

[7] "الغارات" للثقفی ج ۲ ص ۳۰۴۔

[8] "الکافی فی الاصول" للکلینی ج ۱ ص ۷۰، کتاب فضل العلم۔

[9] "الکافی فی الاصول" ج ۱ ص ۶۹۔ اس باب میں کہ "کوئی چیز اس وقت تک حرام اور حلال نہیں ہوتی جب تک کہ قرآن و سنت میں نہ آئے"، اپنے والد حنفیہ سے اس نے اپنی کتاب "الشیعہ فی المیزان" سے بھی اس جیسی روایت بیان کی ہے۔

[10] الاصول من الکافی ج ۱ ص ۷۰

کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے،

"جو بھی سنّت سے تجاوز کر جائے اسے سنّت ہی کی طرف لوٹایا جائے گا"۔[11]

باقرؒ اپنے والد علی بن حسینؓ سے، جو شیعہ حضرات کے نزدیک چوتھے امام ہیں، روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا، خدا کے نزدیک سب سے افضل عمل سنت کے مطابق عمل کرنا ہے خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو"۔[12]

صرف یہی نہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح اور صریح و صاف الفاظ میں کہتے ہیں، کشی نے جعفر بن باقرؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا:

"خدا سے ڈرو، ہمارے بارے میں کوئی ایسی بات تسلیم نہ کرو جو ہمارے رب کے حکم کے خلاف اور ہمارے نبی محمدؐ کی سنّت کے خلاف ہو۔ ہم جب بھی کہتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ: اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا، رسول اللہؐ نے فرمایا"۔[13] (یعنی ہم جو بات بھی کہیں گے اللہ و رسولؐ ہی کی کہیں گے)

اسی لیے آپ اپنے متبعین اور دعویداران اتباع کو حکم دیتے ہیں کہ: "ہمارے بارے میں سوائے اس بات کے، جو قرآن و سنّت کے موافق ہو، کوئی بات تسلیم نہ کرو"۔[14]

آپ سے پہلے آپ کے والد بھی یہ کہہ کر متنبہ کر چکے ہیں کہ:

---

[11] "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۱۔

[12] ایضاً ج ۱ ص ۷۔

[13] "رجال الکشی" ص ۱۹۵ مغیرہ بن سعید کے ذکر کے تحت، مطبوعہ کربلا

[14] ایضاً

• ہماری جو بات بھی اور جو ہمارے بارے میں جو کچھ بھی تمہیں پہنچے، اس میں غور کرو، اگر اسے قرآن کے موافق پاؤ تو لے لو اور اگر دیکھو کہ قرآن کے موافق نہیں، تو اسے رد کر دو"۔ [۱۵]

اس سے پہلے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی یہی اصولی اور اساسی بات بیان کر چکے ہیں، آپ کہتے ہیں: "جو کچھ (ہمارے افعال واقوال سے متعلق) کتاب اللہ کے موافق ہو اسے لے لو جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دو"۔ [۱۶]

اسی جیسی روایت باقر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا،

"جب تمہارے پاس کوئی بات پہنچے تو اس کا موازنہ کتاب اللہ اور میری سنّت سے کرو، جو کتاب اللہ اور میری سنّت کے موافق ہو اسے لے لو۔ جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اسے نہ لو"۔ [۱۷]

غور کیجئے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم دے رہے ہیں۔ اور ان حضرات کی وہ تعلیمات بھی آپ دیکھ چکے ہیں جو وہ اپنے ائمہ کے حوالوں سے بیان کر رہے ہیں، وہ ائمہ جو اُن کے عقیدے کے مطابق معصوم ہیں۔

اب ہم قرآن وحدیث اور ان کی تعلیمات کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ شیعہ حضرات کے اعتقادات کیا ہیں، کیا کیا چیزیں وہ اہل بیت کی طرف

---

[۱۵] "الامالی" للطوسی ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نجف

[۱۶] "الامالی" ص ۲۲۱

[۱۷] "الاحتجاج" للطبرسی ص ۲۲۹ احتجاج ابی جعفر فی انواع شتّٰی"

منسوب کرتے ہیں، کیا ان کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا وہ صحیح کہہ رہے ہیں یا جھوٹ؟ جو کچھ ان کی طرف منسوب کر رہے ہیں کیا انہوں نے کہا ہے یا ان پر جھوٹا الزام لگا رہے ہیں؟ کیا ایسا تو نہیں کہ انھیں ان چیزوں کا تصور بھی نہ ہو اور یہ ان کی طرف منسوب کر رہے ہوں؟

سب سے پہلے ہم سرکارِ دوجہاں، رسولِ جن و بشر، امام قبلتین، صاحب الحرمین سے شروع کرتے ہیں۔ میری جان اور میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اُن پر، ان لوگوں نے ان کی طرف کس قدر جھوٹ منسوب کیے ہیں۔ کتنی بری بری باتوں کی نسبت ان کی طرف کر کے یہ لوگ اپنے ٹھکانے جہنم میں بنا چکے ہیں۔

متعہ:

ان کا سب سے بدترین جھوٹ، جو یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں، جو سراسر تہمت و بہتان ہے، وہ یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"جس نے متعہ نہ کیا اور دُنیا سے چلا گیا قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا ناک کٹا ہو گا۔" [۱۸]

اس سے بھی زیادہ بری بات آپؐ کی طرف یہ منسوب کی کہ آپؐ نے کہا ہے:

"جس نے ایک دفعہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ دوزخ سے آزاد ہو گیا، جس نے دو دفعہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ دوزخ سے آزاد ہو گیا۔ جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ پورا کا پورا دوزخ سے آزاد ہو گیا۔" [۱۹]

---

[۱۸] تفسیر "منہج الصادقین" للملا فتح اللہ کاشانی فارسی ج ۲ ص ۴۸۹

[۱۹] ایضاً ص ۴۹۲ "حضرت، جن کو خدا نے لطفِ ابدی سے نوازا، جو توفیق سرمدی

ذرا غور کیجئے کہ کس قدر بُرے اور جھوٹے لوگ ہیں یہ، آپؐ پر کس قدر جھوٹ اور بہتان تراشیاں کرتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ اور اس کی صاف ستھری تعلیمات سے کس قدر دُور ہٹے ہوئے ہیں۔ کس دیدہ دلیری سے اپنی خواہشات اور لذت پرستیوں کو دین و شریعت کا رنگ دے دیتے ہیں۔ کس قدر دلاوری اور جرأت ہے کہ اس رسولِ صادق و امینؐ پر بھی جھوٹ بولنے سے نہیں رکتے؟ وہ رسولِ امینؐ جو ساری عمر بُرے کاموں سے روکتا اور برائیوں سے مجتنب و دامن کش رہا۔

ان لوگوں کا مقصد صرف یہی ہے کہ اللہ کے ہمیشہ رہنے والے دین کو فاسقوں اور فاجروں کے ہاتھوں کا کھلونا بنا دیا جائے۔ مذاق اڑانے والے اس دین کا مذاق اڑاتے پھریں۔ یہ ان کینہ پرور یہودیوں کے وارث ہیں، جن سے ورثہ میں ان کو یہ عقائد اور مذہب ملا ہے۔ [۲۰]

کیا یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ کوئی دین اپنے پیروؤں کو تمام حدود و قیود اور فرائض و واجبات سے آزاد کر دے، ہر کام کی مشقت و قربانی سے چھٹکارا دلا دے؟ کیا کسی دین میں لذت پرستیوں اور نفسانی خواہشات کی اطاعت کر کے عذابِ خداوندی سے نجات اور جنت حاصل کی جا سکتی ہے؟ [۲۱]

ان اہلِ بیت کے دشمنوں اور سربراہِ اہلِ بیت کے دشمنوں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے صرف اسی جھوٹ اور بہتان پر بس نہیں کیا بلکہ

سے مجتہدین امامیہ کے آخری مجتہد ہیں، خدا کی رحمت کے سمندر میں غرق، شیخ علی بن عبد العالی روح الله روحہ کے اس رسالہ سے منقول جو انہوں نے متعہ کے باب میں لکھا۔"

[۲۰] اس کی تحقیق کے لیے ہماری کتاب "الشیعہ والسنۃ" دیکھیے۔

[۲۱] یہ مبالغہ آرائیاں نہیں بلکہ حقائق ہیں۔ واضح حقائق!

اس قدر بڑھتے چلے گئے کہ توہین و گستاخی کی بھی تمام حدود پھلانگ گئے۔ ہم اس کفر کو نقل کرتے ہوئے اللہ سے معافی کے طلبگار ہیں۔ کہتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: جس نے ایک دفعہ متعہ کیا وہ خدائے جبار کی ناراضگی سے مامون ہوگیا، جس نے دو دفعہ متعہ کیا اس کا حساب ابرار کے ساتھ ہوگا، جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا"۔ ۲۲

صرف یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو گئے، بلکہ اہلِ بیت کا نام لے لے کر ان عظیم شخصیات کو کچوکے لگائے ہیں، اپنی شہوت رانیوں اور سیاہ مستیوں کے تیر و تفنگ سے ان پاکیزہ لوگوں کو گھائل و مجروح کر دیا ہے۔ کتنی بری تعبیر اختیار کی ہے ان لوگوں نے، اور کس قدر گھناؤنا جھوٹ اور بہتان اللہ کے طاہر و مطہر نبی کے سر تھوپ رہے ہیں، صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

"جس نے ایک دفعہ متعہ کیا وہ حسین علیہ السلام کے درجہ کو پہنچ گیا — حسینؓ ان کے عقیدے کے مطابق تیسرے امام معصوم ہیں — جس نے دو دفعہ متعہ کیا وہ حسن کے درجہ کو پہنچ گیا۔ حسنؓ ان کے نزدیک دوسرے امامِ معصوم ہیں — جس نے تین دفعہ متعہ کیا وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام[۲۳] کے درجہ کو — علیؓ ان لوگوں کے نزدیک پہلے امامِ معصوم، آپؐ کے داماد اور آپؐ کے چچیرے بھائی ہیں — جس نے چار دفعہ متعہ کیا وہ میرے (محمدؐ) کے درجہ کو پہنچ گیا"۔ ۲۴

---

۲۲ "تفسیر منہج الصادقین" ج ۲ ص ۴۹۳

۲۳ تو پھر اس بات کا کیا مطلب ہو کہ "تمام [illegible] تک کے شیعہ بالخصوص نجف کے متعہ کو معیوب سمجھتے ہیں۔ اگر یہ [illegible] کے شیعہ متعہ کو معیوب سمجھتے ہیں [illegible]

دیکھیے کس طرح ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جھوٹی روایات کا دائرہ بن دیا ہے۔ کس طرح ان لوگوں نے اسلام کی عظیم الشان عمارت کو مسمار کر دیا، شریعتِ اسلامیہ کو منسوخ و معطل کر دیا۔ ذرا یہ بھی سوچیے کہ یہ ہوس پرستوں کو اہلِ بیت کے مساوی درجہ دے کر کتنی بڑی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں؟ ان گناہگار و بدکردار لوگوں کو یہ اہلِ بیت کے برابر اور مساوی سمجھتے ہیں؟

اس کے علاوہ بھی اس مسئلہ میں بہت سی بری باتیں ان لوگوں نے بیان کی ہیں اور ان باتوں کو اہلِ بیت کی طرف منسوب کر دیا ہے، جو سراسر بہتان و الزام ہے۔ چند باتیں ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

ایک روایت یہ لوگ اپنے پانچویں امامِ معصوم، محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"شب معراج، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کی طرف گئے تو آپ نے کہا، مجھ سے جبرئیل علیہ السلام ملے اور کہنے لگے: اے محمد! اللہ تبارک و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ: میں نے تیری امت میں سے ان لوگوں کو بخش دیا جو عورتوں سے متعہ کرنے والے ہیں"۔ [۲۵]

طوسی ایک روایت اپنے دسویں امامِ معصوم ــــ ابوالحسن کی طرف منسوب

مگر ہر حلال کام نہیں کیا جاتا"۔ (اعیان الشیعہ للسید محسن امین ص ۱۸۹) اس کے ساتھ ساتھ ائمہ کے بہت سے اقوال بھی ہیں، جن میں کہا گیا ہے کہ متعہ واجب ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے تو پھر کون سچا ہے۔ یہ یا ائمہ؟؟

۲۴۔ "تفسیر منہج الصادقین" ج ۲ ص ۴۹۳

۲۵۔ "من لا یحضرہ الفقیہ" لابن بابویہ قمی (صدوق) جو حقیقت میں کذب ہے ج ۳ ص ۴۶۳

کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "آپ سے علی السائی نے کہا: میں تیرے قربان جاؤں، میں متعہ کی شادیاں کیا کرتا تھا، پھر میں اسے ناپسند کرنے اور اسے برا سمجھنے لگا، چنانچہ میں نے رکن اور امام کے درمیان کھڑے ہو کر خدا سے عہد کیا کہ میں آئندہ متعہ نہیں کروں گا اور خود پر روزوں کی نذر مان لی، پھر یہ عہد پورا کرنا میرے لیے مشکل ہو گیا اور میں اپنی قسم پر نادم ہوا۔ لیکن میں اتنی استطاعت رکھتا تھا کہ اعلانیہ شادی کر سکوں، آپ نے مجھ سے کہا:

"(یہ عہد کر کے) تو نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ تو اس کی اطاعت نہیں کرے گا، بخدا جب تو اس کی اطاعت نہیں کرے گا تو پھر نافرمانی کرے گا"۔ [۲۶]

ایک روایت جعفر صادق کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

"متعہ کا حکم قرآن میں نازل ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (حدیث) میں بھی آیا ہے"۔ [۲۷]

اسی طرح علی بن ابی طالب کی طرف یہ جھوٹی بات منسوب کی ہے کہ آپ نے کہا: "اگر خطاب کا بیٹا یعنی عمر مجھ سے پیشتر نہ ہوتا تو بدبخت کے سوا کوئی بھی زنا نہ کرتا"۔ [۲۸]

---

[۲۶] "تہذیب الاحکام" للطوسی، یہ کتاب صحاحِ اربعہ میں سے ہے ج ۷، ص ۲۵۱
"الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۵۰

[۲۷] "الاستبصار" للطوسی ج ۳ ص ۱۴۲ باب تحلیل المتعہ۔

[۲۸] "البرہان فی تفسیر القرآن" للبحرانی جلد ۱ صفحہ ۳۶۲ "تفسیر العیاشی" ج ۱ ص ۲۳۳ "تفسیر الصافی" ج ۱ صفحہ ۳۴۷ "الکافی للکلینی" ج ۵ ص ۴۴۸ "مجمع البیان للطبرسی" ص ۳۲۔ یہ اس کی عبارت ہے۔

اس سلسلے میں ان لوگوں نے ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کے سینوں میں کیا چیز چھپی بیٹھی ہے؟

ع ہوس سینے میں چھپ چھپ کے بنا لیتی ہے تصویریں

اس روایت کو بیان کرنے والا قوم شیعہ کا بہت بڑا محدث محمد بن یعقوب کلینی ہے جو قریش کے کسی آدمی کے واسطے سے یہ روایت نقل کر رہا ہے، کہتا ہے، میری پھوپھی کی بیٹی نے میرے پاس پیغام متعہ بھیجا، وہ بہت مالدار تھی (اس نے مجھ سے کہا) تو جانتا ہے کہ بہت سے مرد میرے متعلق پیغام بھیج چکے ہیں لیکن میں نے اُن سے شادی نہیں کی، تیرے پاس پیغام میں نے اس لیے نہیں بھیجا کہ مجھے مردوں کی رغبت ہے صرف اس لیے پیغام بھیجا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ نے متعہ کو اپنی کتاب میں حلال کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں اسے بیان کر دیا تھا لیکن پھر زفر نے اسے حرام کر دیا (حاشیہ میں تصریح کر دی گئی ہے کہ زفر سے مراد عمر ہے) میں چاہتی ہوں کہ خدائے بزرگ و برتر کی اطاعت کروں، رسول اللہ کی اطاعت کروں اور زفر کی حکم عدولی کروں۔ چنانچہ تُو مجھ سے متعہ کر، میں نے اس سے کہا: ذرا ٹھہر، میں ابو جعفر علیہ السلام کے پاس جاتا ہوں اور ان سے مشورہ کرتا ہوں، میں ان کے پاس گیا اور انھیں یہ بات بتائی، آپ نے کہا، کر گزر، خدا اس شادی کی وجہ سے تم دونوں پر اپنی رحمتیں نازل کرے گا[۲۹]۔

اس بُرے کام پر لوگوں کو باقاعدہ پُرزور طریقے سے برانگیختہ کیا جاتا ہے، اور ترغیب کے لیے جعفر بن محمد باقر کی طرف نسبت کر کے یہ قول بیان کیا جاتا ہے:

---

[۲۹] [illegible] جلد ۵ ص ۴۶۵

"جس نے ہماری باکرہ لڑکیوں کو پناہ نہ دی اور متعہ کو جائز نہ سمجھا، وہ ہم میں سے نہیں"۔ [30]

متعہ کیا ہے؟

اس بات کو ان لوگوں نے جعفر صادق کی طرف منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ آپ سے کسی نے پوچھا تھا:

"میں جب تنہائی میں اس عورت کے پاس جاؤں تو کیا کہوں؟ آپ نے کہا: تو یوں کہے گا: میں تجھ سے کتاب اللہ اور نبی کی حدیث کے مطابق متعہ کرتا ہوں۔ نہ کوئی وراثت جاری ہوگی نہ کوئی موروث ہوگا۔ اتنے درہم کے عوض یہ متعہ اتنے دنوں کے لیے ہے اور اگر چاہے تو یوں کہہ کہ اتنے سالوں کے لیے ہے، تم دونوں قلیل یا کثیر، مال کی جس مقدار پر بھی راضی ہو جاؤ وہ بتا دو کہ یہ معاوضہ ہوگا"۔ [31]

متعہ کیسے ہوتا ہے؟

کہتے ہیں ان کے چھٹے امام معصوم۔ ابو عبداللہ سے اس آدمی کا مسئلہ پوچھا گیا جس نے بغیر گواہوں کے کسی عورت سے متعہ کر لیا تھا، آپ نے کہا، کیا ایسا عام طور پر نہیں ہوتا کہ ہماری لڑکیاں شادی کر لیتی ہیں اور ہم دستر خوان پر ہڈیاں چچوڑ رہے ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں، اے فلاں! فلاں مرد نے فلاں

---

[30] "کتاب الصافی" للکاشانی ج ۱ ص ۳۴۷ "من لا یحضرہ الفقیہ" ج ۳ ص ۴۵۶

[31] [illegible] "ج ۵ ص ۴۵۵

عورت سے شادی کرلی ؛ اور وہ کہتا ہے ؛ ہاں "۔ ۳۲ھ

متعہ کس سے ہو سکتا ہے ؟

جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: "کوئی آدمی اگر کسی مجوسیہ (آتش پرست عورت) سے متعہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں"۔ ۳۳ھ

اسی طرح ابوالحسن رضا سے نقل کردہ روایت کے مطابق یہودیہ اور نصرانیہ سے متعہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں"۔ ۳۴ھ

فاجرہ سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ ان کے عقیدے کے مطابق "اس سے آدمی گناہوں سے بچتا ہے"۔ ۳۵ھ

سید خمینی نے صراحتاً لکھا ہے کہ "زانیہ سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے"۔ ۳۶ھ

"ابوالحسن سے زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے اس کی اجازت دی"۔ ۳۷ھ

دو حیران کن روایتیں ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے متعہ کی حقیقت کا پتہ چل سکے گا، ان روایتوں کو طوسی اور ان کے دوسرے محدثین نے بھی بیان کیا ہے۔

ایک روایت محمد بن راشد کے غلام فضل سے مروی ہے کہ "اس نے جعفر سے کہا، میں نے ایک عورت سے متعہ کا نکاح کیا، میرے دل میں کھٹکا

۳۲ھ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۵۵ ۳۳ھ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۶، "الاستبصار" ج ۳ ص ۱۴۴ ۳۴ھ "کتاب شرائع الاسلام" جعفر بن حسن کی فقہ کی مشہور کتاب ہے ص ۱۸۴ ۳۵ھ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۳ ۳۶ھ "تحریر الوسیلہ" للخمینی ص ۲۹۲ مطبوعہ قم ایران ۳۷ھ "الاستبصار"

ہوا کہ اس کا کوئی اور شوہر بھی ہے۔ میں نے تحقیق کی تو مجھے اس کا شوہر مل گیا۔

اس پر جعفر نے کہا، تو نے تحقیق کیوں کی؟" [۳۸]

اس کے بعد کہا "تیرے ذمے یہ ضروری نہیں، تجھ پر تو صرف یہ ہے کہ تو اس کو اس کی اجرت دیدے" [۳۹]

دوسری روایت کلینی نے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا: میں نے ابو عبداللہ سے بیان کیا: "میں کسی راستے میں تھا کہ میں نے ایک خوبصورت عورت دیکھی، کیا معلوم کہ وہ شوہر والی تھی یا زنا کار تھی؟

آپ نے کہا، یہ تحقیق کرنا تجھ پر ضروری نہیں، تجھ پر تو بس یہ ضروری ہے کہ تو اسے اس کے نفس کی قیمت دے دے" [۳۹]

ایک دفعہ یہ سوال جعفر بن باقر سے پوچھا گیا تھا کہ کیا ہاشمی عورت سے متعہ جائز ہے؟" اس پر آپ نے کہا تھا کہ "ہاشمی عورت سے متعہ کیا جا سکتا ہے" [۴۰]

ایک دفعہ آپ نے تردید بھی کی ہے۔ سب شیعہ محدثین نے اس روایت کو نقل کیا ہے:

"عبداللہ بن عمیر لیثی ابو جعفر کے پاس آئے اور آپ سے کہا: عورتوں سے متعہ کرنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے کہا: خدا نے اسے اپنی کتاب میں اور اپنے نبی کی زبان سے حلال قرار دیا ہے چنانچہ یہ قیامت تک حلال رہے گا، اس پر آپ نے کہا: اے ابو جعفر، آپ جیسا آدمی بھی یہ کہہ رہا ہے؟

---

[۳۸] تہذیب الاحکام ج ۷، ص ۲۵۳

[۳۹] "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۶۲

[۴۰] "تہذیب الاحکام" ج ۷، ص ۲۷۲

حالانکہ عمر نے اس سے روکا اور اس کو حرام قرار دیا ہے۔

آپ کہنے لگے، اگرچہ اس نے ایسا کیا ہے، وہ کہنے لگے: میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو اس چیز کو حلال کرے جسے عمر نے حرام کیا ہے، راوی کہتا ہے، آپ نے اس سے کہا: تو پھر تو اپنے ساتھی کی بات پر قائم رہ اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم کروں گا۔ بات وہی معتبر ہو گی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے، تیرے ساتھی کی بات غلط ہے، راوی کہتا ہے، اس پر عبداللہ بن عمیر آگے بڑھے اور کہنے لگے، کیا تو پسند کرے گا کہ تیری عورتوں، بیٹیوں بہنوں اور چچا زاد بہنوں کے ساتھ کوئی متعہ کرے؛ راوی کہتا ہے: جب اس نے آپ کی عورتوں اور چچا کی بیٹیوں کا ذکر کیا تو ابو جعفر نے آپ سے منہ پھیر لیا۔[۴۱]

یہ لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹی بچی سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے؛

"جب یہ پوچھا گیا کہ کیا آدمی بچی سے متعہ کر سکتا ہے؟ تو آپ نے کہا کہ ہاں، کر سکتا ہے مگر یہ کہ بچی اتنی چھوٹی نہ ہو جو دھوکہ کھا جائے۔ راوی کہتا ہے، میں نے پوچھا، خدا آپ کی اصلاح کرے، کیا حد ہے کہ جس حد تک پہنچ کر لڑکی دھوکہ نہیں کھا سکتی؟ آپ نے کہا: دس سال۔"[۴۲]

بغیر ولی کے

"جعفر نے کہا ہے کہ: اگر باکرہ لڑکی راضی ہو تو اس کا متعہ بغیر اس کے

---

[۴۱] "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۴۹ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۱ "الصافی" ج ۱ ص ۲۴۶

[۴۲] "الاستبصار" للطوسی ج ۳ ص ۱۴۵ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۵ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۶۳ ... نے بھی یہی کہا ہے۔

والدین کی مرضی کے بھی، کر دینے میں کوئی حرج نہیں"[۴۳]

مشہور شیعہ فقیہ حلی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "عاقلہ بالغہ خود اپنی مرضی سے اپنا متعہ کر سکتی ہے، کنواری ہو یا بیاہی، اس کے ولی کو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں"[۴۴]

کتنی عورتوں سے متعہ کیا جا سکتا ہے؟

بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر نے کہا ہے: "متعہ کے لیے چار تک کی عورتوں کی قید نہیں، کیونکہ متعہ میں نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وارث بنا اور بنایا جاتا ہے[۴۵] متعہ میں تو عورت صرف اجرت پر حاصل کی جاتی ہے"[۴۶]۔

"آپ کے بیٹے ابو عبداللہ کے سامنے متعہ کا ذکر کیا گیا اور آپ سے پوچھا گیا کہ، کیا یہ صرف چار ہی میں محدود ہے؟ آپ نے کہا، تو ایک ہزار عورتوں سے بھی متعہ کر سکتا ہے، کیونکہ متعہ میں ان کی حیثیت اجرت پر حاصل کی گئی چیز کی سی ہے"[۴۷]

متعہ کی اُجرت کیا ہو گی؟

بیان کرتے ہیں کہ "ابو جعفر سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا، آپ نے کہا، حلال

---

۴۳ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۴

۴۴ "شرائع الاسلام" لنجم الدین حلی متوفی ۶۷۶ھ ج ۲ ص ۱۸۶ مطبوعہ طہران ۱۳۷۷ھ

۴۵ نہ تو میری وارث نہیں تیرا، ایک متعہ اجرت کے عوض نہیں اولاد نہیں چاہتا۔ ابو عبداللہ۔ تہذیب ج ۷ ص ۲۶۳

۴۶ "الاستبصار" ج ۳ ص ۱۴۷

۴۷ "الاستبصار" ج ۳ ص ۱۴۷ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۵۹

ہے اور ایک درہم یا درہم سے زیادہ اجرت کافی ہے"۔ ۴۸ھ

آپ کے بیٹے جعفر کہتے ہیں "مٹھی بھر گندم بھی اس کے لیے کافی ہے"۔ ۴۹ھ

ایک جگہ کہا ہے کہ: "مٹھی بھر کھانا، آٹا، ستو یا کھجور بھی اجرت کے لیے کافی ہے"۔ ۵۰ھ

متعہ کی مدت کیا ہوگی؟

اپنے دسویں امام معصوم ---- ابوالحسن سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا:

"کم از کم متعہ کی اجرت کیا ہے؛ کیا کوئی آدمی ایک شرط کے ساتھ ایک دفعہ متعہ کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا، ہاں، اور اپنے دادا ابوعبداللہ سے روایت بیان کی کہ ایک ۵۱ھ دفعہ مجامعت کر سکتا ہے، اس کے بعد کہنے لگے: اس میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ جب فارغ ہو چکے تو اپنا منہ پھیر لے اور دوبارہ نہ دیکھے"۔ ۵۲ھ

اسی طرح وہ آدمی متعدد مرتبہ مجامعت کر سکتا ہے، چنانچہ روایت بیان کرتے ہیں کہ "جعفر صادق سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے عورت سے کئی دفعہ مجامعت کی تھی تو آپ نے کہا، کوئی حرج نہیں، جتنا چاہے

۴۸ھ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۵۷

۴۹ھ "تہذیب الاحکام" ج ۷ ص ۲۶۰

۵۰ھ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۵۷

۵۱ھ روایت میں "عرد" کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی ایک دفعہ جماع کرنا ہیں۔

۵۲ھ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۶۰، "الاستبصار" ج ۳ ص ۱۵۱

فائدہ اٹھائے ــــ آپ کے والد محمدؒ باقر نے ان کی روایت کے مطابق صراحتاً کہا ہے کہ: ہاں ہاں جتنا چاہے کرلے، وہ تو اجرت پر حاصل کی گئی عورت ہے"۔[۵۳]

متعہ کرنے والے کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وُہ متعہ پر دی جانے والی اجرت کا پورا پورا حساب رکھے اور کام کے حساب سے اس طے شدہ اجرت میں سے کاٹ بھی سکتا ہے، ابوالحسن سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا: "ایک آدمی نے ایک عورت سے نکاحِ متعہ کیا اور شرط یہ لگائی کہ وہ جس روز اسکے پاس آئے گی تو اسے یہ اجرت ملے گی، یا چند روز کی شرط لگائی کہ اتنے روز آئے گی، ایک دن یا کچھ دن۔ اس نے وعدہ خلافی کی اور شرط کے مطابق نہ آسکی۔ تو کیا یہ آدمی اتنے دن کا حساب کر کے اس کے مہر سے اتنی مقدار روک سکتا ہے؛ اس نے کہا، ہاں، دیکھا جائے گا کہ شرط کے مطابق کتنے روز وُہ نہیں آئی۔ اس کے حساب سے اس کے مہر (اجرت) میں سے کاٹ لیا جائے گا۔ سوائے ایامِ حیض کے کہ ان دنوں کی اجرت لینا ان کا حق ہے"۔[۵۵]

یہ ہے شیعہ حضرات کا وُہ متعہ، جسے وہ فرض و واجب قرار دے رہے ہیں اور جس کے بارے میں ان لوگوں نے جھوٹی آیات و احادیث گھڑ کر نبیؐ او...

۵۳ھ "الفروع من الکافی"، ج ۵ ص ۴۶۰

۵۴ھ اس کے باوجود انھیں شرم نہیں آتی کہ اس بدفعلی کو نکاح کا نام دیتے ہیں۔ کیا نکاح میں یہ ہوتا ہے کہ دنوں کے حساب سے مہر میں سے رقم کاٹ لی جاتی ہے، حساب کر کے اجرت روک لی جاتی ہے، خدا کے بندو ذرا انصاف کرو، انصاف۔

۵۵ھ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۶۱

آپؐ کی آل کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ ایک حدیث یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ "کوئی مومن اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ متعہ نہ کرلے"۔ ۵۷

ابو عبداللہ سے جب ایک آدمی نے متعہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں کہا کہ "مجھے سخت ناپسند ہے کہ کوئی بھی مسلمان آدمی اس دنیا سے اس حال میں جائے کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کر سکا ہو جو رسول اللہؐ نے کیا تھا"۔ ۵۸

ابو جعفر سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا کہ،

"کیا متعہ کرنے والے کو ثواب ملے گا؟ آپ نے کہا، وہ آدمی جو خدا کی ذات کے لیے متعہ کرے وہ جو بات بھی منہ سے نکالے گا اس کے بدلہ میں اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی، اس عورت کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی، جب اس کے قریب جائے گا تو اس عمل سے اس کا ایک گناہ بخش دیا جائے گا۔ پھر جب غسل کرے گا تو جتنے بالوں سے پانی گزرے گا اتنے ہی اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، میں نے پوچھا: بالوں کی گنتی کے برابر؟ آپ نے کہا: ہاں! جتنے بال ہوں گے اتنے گناہ بخشے جائیں گے"۔ ۵۹

اس جیسی بے شمار روایات اُن کی کتابوں میں موجود ہیں۔

---

۵۶ مجھے سمجھ نہیں آتی شیعہ حضرات نے یہ شرط کس لیے لگا دی کہ متعہ مسافروں اور شدید خواہشِ جماع رکھنے والے ان لوگوں کی ضرورت ہے جو ہمیشہ رہنے والی شادی (مشکلات و تاوانات کی وجہ سے نہیں کر سکتے۔ ہم معذرت کرنے والے کی اس معذرت کو بھی نہیں سمجھ سکے کہ "لبنان، شام اور عراق کے عرب شیعہ متعہ نہیں کرتے، صرف ایران کے شہروں میں کچھ لوگ متعہ کرتے ہیں لیکن جو ہم نے بتایا اس کی بناء پر اور اس کے باوجود وہ لوگ متعہ

ہم ان کی تفسیر وحدیث اور فقہ کی کتابوں میں مروی بے شمار ولاتعداد روایات میں سے صرف ایک روایت اور پیش کرکے اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

یہ بھی ان لوگوں کی جھوٹی منسوب کردہ روایات میں سے جعفر صادق کی طرف منسوب کردہ ایک جھوٹی روایت ہے، کہتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"متعہ میرا اور میرے آباء کا دین ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہمارے دین پر عمل کیا، جس نے اس کا انکار کیا، اس نے ہمارے دین کا انکار کیا، اور دوسرے دین کا معتقد ہو گیا، متعہ سلف کی قربت حاصل کرنے اور شرک سے مامون ہونے کا ذریعہ ہے، متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ نکاح سے پیدا ہونے والے بچے سے افضل ہے، متعہ کا انکار کرنے والا کافر و مرتد ہے۔ اس کو تسلیم کرنے والا مومن ہے، موحد ہے۔ متعہ میں دو امر ہیں، ایک امر اس اجرت پر

نہیں کرتے اور نہ یہ ان کے شہروں میں عام ہے" ("الشیعہ فی المیزان" للمغنیۃ ص ۳۵۸ مطبوعہ بیروت)

کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ جب تم اسے مباح سمجھتے ہو تو پھر کرتے کیوں نہیں؟ جب تم سمجھتے ہو کہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک متعہ کیا نہ جائے، اس پر ثواب ملتا ہے تو کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ دل میں کچھ کھٹک ہے؟ ورنہ یہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ عرب نہیں کرتے اور ایرانی بھی نہیں کرتے؟

اگر یہ تکمیلِ ایمان اور رفعِ درجات کا سبب ہے تو اس میں مسافر ہونے کی شرط کیوں لگائی جاتی ہے؟ تنگدست و کشادہ دست میں فرق کیوں کیا جاتا ہے؟ ان کے بڑوں نے اپنی کتابوں میں فرق کیا ہے اور باقاعدہ ابواب قائم کرکے لکھا ہے کہ مالدار کو اس سے باز رہنا چاہیے۔ ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار

۵۷ "من لا یحضرہ الفقیہ" ج ۳ ص ۳۶۶

۵۸ ایضاً ج ۳ ص ۴۶۳ ۵۹ "من لا یحضرہ الفقیہ" ج ۳ ص ۳۶۶

جو عورت کو دی جاتی ہے، اور دوسرا اجر متعہ کرنے پر۔ ٦٠ـہ

متعہ اہلِ بیت پر سراسر الزام و تہمت اور بہتان و افترا ہے۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ کسی کتاب میں بھی، حتیٰ کہ خود ان کی اپنی کتابوں میں بھی کسی ایسی عورت کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے ان کے بارہ ائمہ میں سے کسی ایک امام نے بھی متعہ کیا ہو، ان میں ان کا وہ امام غائب بھی شامل ہے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ اس کے باوجود کہ ان کے ائمہ کی تمام عورتوں کا ذکر، اور ان کے نام، کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کتابوں میں پوری تفصیل کے ساتھ علیؓ بن ابی طالب سے لیکر حسن عسکری تک، بشمول امامِ غائب، تمام ائمہ کی سیرت و سوانح اور ان کی عورتوں کا ذکر موجود ہے، نہ ہی اہلِ بیت کی اولاد میں سے کسی کے بارے میں یہ ملتا ہے کہ وہ متعہ سے پیدا ہوا۔ اس کے باوجود کہ ان لوگوں کی تاریخ، انساب، اور سیرت کی کتابوں میں مختلف قسم کی جھوٹی روایات اور بے بنیاد و بے حقیقت باتوں کی بھرمار ہے۔

یہ وہ دلیل ہے جس کا ان میں سے کسی کے پاس کوئی جواب نہیں، ان کے چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب اس کے جواب سے عاجز و درماندہ ہیں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ؟؟

عارضی استعمال کے لیے شرمگاہ دینا

ان لوگوں کے ہاں عارضی استعمال کے لیے شرمگاہ کا لینا اور دوستوں کو پیش کرنا بھی مباح ہے۔ طوسی نے ابوالحسن اطاری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا ہے: "میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ عارضی استعمال

٦٠ـہ "تفسیر منہج الصادقین" للملّا کاشانی ج ۲ ص ۴۹۵

کے لیے شرمگاہ لینا کیسا ہے؟ آپ نے کہا، اس میں کوئی حرج نہیں"۔ ۶۱ھ

اسی جیسی ایک روایت ان لوگوں نے آپ کے والد سے بھی بیان کی ہے'

طوسی نے ہی زرارہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا،

"میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا: کیا کوئی آدمی اپنی لونڈی اپنے بھائی کے لیے حلال کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا: کوئی حرج نہیں"۔ ۶۲ھ

کسی چیز کے عوض میں بھی مجامعت کی جا سکتی ہے

ان کی انتہائی گھناؤنی اور جھوٹی روایات میں سے ایک وہ ہے' جسے ان لوگوں نے جعفر بن باقر کی طرف منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے؛

"ایک عورت عمر کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے، آپ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ امیر المؤمنین صلوٰت اللہ علیہ کو اس بات کا پتہ چلا، آپ نے پوچھا، تو نے کیسے زنا کیا؟ وہ کہنے لگی: میں ایک جنگل سے گزر رہی تھی کہ مجھے شدید پیاس لگی، میں نے ایک اعرابی سے پانی مانگا، جب تک میں اپنے آپ کو اس کے حوالے نہ کر دوں اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا، اس پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے کہا: رب کعبہ کی قسم یہ تو شادی ہے"۔ ۶۳ھ

ذرا غور کیجئے کہ یہ لوگ اس طرح کی جھوٹی روایات بیان کر کے کس طرح برائیوں اور منکرات کے دروازے کھول رہے ہیں۔

۶۱ھ "الاستبصار" للطوسی ص ۱۴۱ ج ۳

۶۲ھ ایضاً ص ۱۳۹ ج ۳

۶۳ھ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۶۸

عورتوں سے غیر فطری فعل!

اہلِ بیت کی طرف منسوب کردہ بے شمار جھوٹ اور بے بنیاد روایات میں سے ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ ان حضرات سے عورتوں کے ساتھ غیر فطری فعل کا جواز نقل کرتے ہیں، چنانچہ کلینی رضا سے روایت کرتا ہے کہ اس نے صفوان بن یحییٰ سے پوچھا:

"آپ کے غلاموں میں سے ایک آدمی نے مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کا حکم دیا ہے، آپ نے کہا: کیا مسئلہ ہے؟ میں نے کہا، کیا آدمی اپنی عورت کے ساتھ غیر فطری فعل کر سکتا ہے؟

آپ نے کہا: ایسا کر سکتا ہے، راوی کہتا ہے، میں نے پوچھا، کیا آپ کرتے ہیں؟

آپ نے کہا، ہم ایسا نہیں کرتے"۔[۶۴]

ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے کسی آدمی کے متعلق یہ مسئلہ پوچھا کہ:

"ایک آدمی عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت رانی کیا کرتا ہے۔ گھر میں بہت سے لوگ موجود تھے، اس نے مجھ سے بلند آواز میں کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس نے اپنے غلام کو اس چیز کا مکلف کیا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، اسے چاہیے کہ وہ اسے بیچ ڈالے (یعنی لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ایسا کیا) پھر گھر میں موجود لوگوں کے چہروں پر نظر ڈالی اور

۶۴ه "الفروع من الکافی" للکلینی ج ۵ ص ۵۴۰ "الاستبصار" ج ۳ ص ۲۴۳، ۲۴۴

میری طرف متوجہ ہو کر کہا، اس میں کوئی حرج نہیں"۔ ۶۵ھ

آپ کے پوتے اور حضراتِ شیعہ کے آٹھویں امامِ معصوم۔ ابو الحسن رضا سے ایک روایت نقل کرتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ گھناؤنی اور واشگاف الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ طوسی نقل کرتا ہے کہ "آپ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ کیا مرد عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے اپنی شہوت پوری کر سکتا ہے؟ آپ نے کہا، اس چیز کو قرآن کی یہ آیت، جو لوط علیہ السلام کا قول ہے، حلال قرار دے رہی ہے: "ھٰؤلاء بناتی ھن اطھر لکم" (یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں) سمجھا گیا ہے کہ اس سے ان کی مراد غیر فطری راستہ تھا"۔ ۶۶ھ

اسی طرح ان لوگوں نے جعفر کی ایک اور روایت عبد اللہ بن ابی یعقوب کے حوالے سے نقل کی ہے کہ آپ نے کہا ہے:

"میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اس آدمی کے بارے میں مسئلہ پوچھا، جو عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت رانی کیا کرتا ہے؟ آپ نے کہا، اگر عورت راضی ہو تو کوئی حرج نہیں، میں نے کہا، پھر اللہ کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے، "فاتوھن من حیث امرکم اللہ" (تم ان عورتوں کے پاس اسی راستے سے آؤ جس سے آنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے) آپ نے کہا، یہ اس وقت ہے جب اولاد چاہتا ہو"۔ ۶۷ھ

ایک اور روایت ان لوگوں نے یونس بن عمار سے نقل کی ہے۔ یونس بن عمار

۶۵ھ "الاستبصار" لشیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی ص ۲۴۳ ج ۳ کتاب النکاح

۶۶ھ "الاستبصار" ج ۳ ص ۲۴۳ "تہذیب الاحکام" للطوسی ج ۷، ص ۴۱۵

۶۷ھ "تہذیب الاحکام" للطوسی ج ۷، ص ۴۱۴ باب آداب الخلوۃ۔ الاستبصار" ج ۳ ص ۲۴۳

کہتا ہے:

"میں بعض دفعہ اپنی لونڈی سے غیر فطری راستے سے شہوت پوری کیا کرتا تھا، وہ اس میں تکلیف محسوس کرتی تھی۔ میں نے خود سے وعدہ کیا کہ اگر یہی کام میں نے اپنی بیوی سے کیا تو مجھے ایک درم صدقہ دینا پڑے گا۔ اب یہ بات میرے لیے بڑی دشوار ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا، تجھے کچھ بھی دینا ضروری نہیں، یہ تو تیرا حق ہے"۔[68]

یہ عقیدہ ہے ان حضرات کا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشگاف الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ "میری امت کے مردوں پر میری امت کی عورتوں[69] کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت پوری کرنا حرام ہے"۔[70]

شریعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہلِ بیت کی طرف منسوب کی جانے والی بے بنیاد و بے حقیقت چیزوں میں ایسی بہت سی روایات بھی ہیں، جو اِن لوگوں نے ان کی طرف صرف اس لیے منسوب کر دی ہیں کہ ان کا سہارا لے کر شریعتِ اسلامیہ کو معطل و متروک کر دیا جائے، مسلمانوں کو شریعتِ اسلامیہ سے دُور کر دیا جائے اور شریعت کے احکامات و منہیات پر عمل کرنے سے روک دیا جائے۔ اُن اوباش اور گھٹیا و رذیل لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا جائے جو

---

[68] "الاستبصار" ج ۳ ص ۲۴۴

[69] یہ لفظ محاش آیا ہے۔ محاش محشہ کی جمع ہیں اور اس کا معنی ہے "سرین"

[70] "من لا یحضرہ الفقیہ" ج ۳ ـ ۴۶۸ کتاب النکاح باب النوادر

حدود اللہ کو پھلانگ چکے اور احکاماتِ خداوندی کی کھلم کھلا نافرمانی کرنے والے ہیں، ان کو، جو اللہ کے احکامات و ارشادات سے بے فکر و بے پرواہ ہیں، جو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو ایک مشقت اور ناقابلِ تحمل بوجھ سمجھتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ان اعمال میں پڑ کر انسان اپنا مال اور وقت ضائع و برباد کرتا ہے، اور حاصل کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح وہ دُوسرے تمام معاملات اور زندگی کے دوسرے مسائل میں شریعت کا ذرہ برابر خیال نہیں رکھتے اور سمجھتے ہیں کہ یہ حدود و قیود بے وجہ اور فضول چیزیں ہیں جو ان کے سر تھوپ دی گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں نے نفس امارہ کی باگیں بھی کھلی چھوڑ دیں، اور شہوات اور لذت پرستیوں کی طرف سرپٹ دوڑنے لگے، برائیوں اور منکرات و سیئات میں اپنے آپ کو غرق کر لیا۔

اپنی نفس نوازیوں اور لذت پرستیوں کی وجہ سے یہ لوگ ہر قسم کی دینی اور اخلاقی حدود و قیود سے آزاد ہو کر زنا کو بھی متعہ کے نام پر جائز اور مباح قرار دے رہے ہیں، ذرا غور کیجئے کہ وہ متعہ جو مرد ایک ہزار عورتوں سے بھی اور عورتیں ہزاروں مردوں سے بھی کر سکتی ہیں، فسق و فجور اور گناہ کے سوا کیا ہے؟ ابھی ابھی ہم اس مسئلے کو خود ان حضرات کی اپنی کتابوں سے بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں نے تمام نیک اعمال اور فرائض و سنن کو ادا کرنے کی پابندی بھی اٹھا لی ہے۔ ان کی تعلیمات کے مطابق دین و دنیا کے کسی معاملے میں بھی شریعت پر عمل کرنا ضروری نہیں۔

اسی لیے ان لوگوں نے خدا کی طرف بھی ان جھوٹی باتوں کی نسبت کی جن سے خدائے بزرگ و برتر پاک اور بری ہیں، کہتے ہیں کہ اللہ نے کہا ہے:

"علی بن ابی طالب میری مخلوق پر میری حجت ہے، میرے شہروں میں میرا

نور ہے، میرے علم کا امین ہے، جس نے اسے پہچان لیا اسے دوزخ میں نہیں ڈالوں گا خواہ وہ میری نافرمانی کرے، جس نے اس کا انکار کیا اسے جنت میں نہیں داخل کروں گا خواہ وُہ میری اطاعت کرے"۔ [۱]

گویا جنت و دوزخ میں داخل ہونے کے لیے خدا کی نافرمانی و فرمانبرداری کو کوئی دخل نہیں بلکہ اعتبار محبتِ علی کا ہے، جو اُن سے محبت کرے پھر وُہ اسلام پر عمل کرے یا نہ کرے، یا خدا کے احکامات کی پیروی کرے یا نہ کرے، جنت میں داخل ہو گا۔ انسان کو چاہیے کہ علی سے محبت کرے اور پھر جو چاہے کرتا پھرے، کوئی مواخذہ نہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ اگر کسی کو اپنے کبائر اور کردہ گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم بھی ہو جائے، اسے حوض سے دُور بھی کر دیا جائے تو بھی اگر وُہ شیعہ ہو گا تو اُسے جنت ہی کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور حوض سے سیراب کر دیا جائے گا۔

ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت ان لوگوں نے گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دی ہے { وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا } بیان کرتے ہیں۔

ابو جعفر سے روایت ہے، آپ کہتے ہیں کہ، قیامت کے دن خدائے بزرگ و برتر لوگوں کو ایک بلند مقام پر ننگے پاؤں اور ننگے جسم جمع کرے گا، سب لوگ محشر میں کھڑے رہیں گے یہاں تک کہ پسینے سے شرابور ہو جائیں گے۔

---

[۱] "مقدمۃ البرہان فی تفسیر القرآن" للبحرانی ص ۲۳۔ اسی طرح کی روایت "الخصال" "للقمی ج ۲ ص ۵۸۳ میں بھی ہے۔

پچاس سال تک۔ اسی حالت میں کھڑے رہیں گے، ارشادِ خداوندی ہے:
"وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا" تمام آوازیں اللہ کے سامنے پست ہو چکی ہوں گی اور آپ کا ناپھوسی کے سوا کچھ نہیں سُن سکیں گے) راوی کہتا ہے: پھر عرش سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ نبی اُمّی کہاں ہے؟ نبی رحمت کہاں ہے؟ محمد بن عبداللہ اُمّی کہاں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کے سامنے آگے بڑھیں گے تا آنکہ حوض کے سامنے جا کر رُک جائیں گے، حوض کی لمبائی ایلہ سے صنعاء تک ہو گی، آپ اس پر کھڑے ہو جائیں گے، پھر لوگوں کو پکاریں گے، لوگ ان کی طرف چلنے لگیں گے۔ ایک دن لوگ حوض پر آ رہے ہوں گے اور ہٹاتے جا رہے ہوں گے کہ رسول اللہ اچانک ایک آدمی کو دیکھیں گے جسے حوض سے ہٹایا گیا ہو گا، وہ آدمی ہم سے محبت کرنے والا ہو گا، آپ رو پڑیں گے اور کہیں گے:

اے پروردگار میں شیعانِ علی کو دیکھ رہا ہوں کہ انھیں دوزخ کی طرف پھیر دیا گیا اور میرے حوض تک پہنچنے سے روک دیا گیا ہے؛ راوی کہتا ہے: پھر اللہ آپ کی طرف فرشتہ بھیجیں گے اور پوچھیں گے: اے محمد کس چیز نے تجھے رُلا دیا؟ آپ کہیں گے، شیعۂ علی کی وجہ سے میں رو دیا، اس پر فرشتہ آپ سے کہے گا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

اے محمد! شیعۂ علی میں نے تجھے ہبہ کیے، تجھ سے اور تیرے گھرانے سے محبت کرنے کی وجہ سے میں نے ان کے گناہ معاف کر دیے، انہیں تجھ سے ملا دیا ہے، انھیں تیری جماعت میں شامل کر دیا، انھیں اپنے حوض پر لے آ۔

ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں: کتنے ہی مرد اور عورتیں اس دن پکار رہے ہوں گے۔ جب آپ کو دیکھیں گے تو کہیں گے، اے محمد، اور پھر اس دن ایسا کوئی

آدمی بھی جو ہمیں دوست رکھتا، ہم سے محبت کرتا، ہمارے دشمنوں سے اپنی برارت کرتا اور انھیں ناپسند کرتا ہوگا، ہماری جماعت میں اور ہم لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ ہمارے حوض پر ایسے لوگ لائے جائیں گے"۔ [۲]

اسی جیسی روایت بحرانی نے بھی اپنی تفسیر "الاختصاص" میں مفید سے نقل کی ہے، لکھتا ہے:

"ابوسعید المدائنی سے روایت ہے کہ آپ نے کہا: میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا، خدا کی کتابِ محکم میں اس ارشاد کا کیا مطلب ہے: "وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا؟" تو آپ نے کہا: اے ابوسعید! ہماری ایک کتاب ہے جس کے ایک ورق پر خدا نے مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے یہ لکھا تھا اور اسے اپنے ساتھ اپنے عرش پر رکھ لیا تھا یا عرش کے نیچے رکھ لیا تھا۔ اس میں لکھا ہے، اے شیعہ آلِ محمد! تمہاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں تمہیں بخش چکا ہوں [۳] جو بھی اس حال میں آئے کہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ کی ولایت کا منکر نہ ہو میں اسے اپنی رحمت سے اپنی جنت میں ٹھہراؤں گا"۔ [۴]

میری جان اور میرے ماں باپ آپ پر قربان، اللہ کے اس صادق و امین رسولؐ پر اس جھوٹی روایت کا بہتان لگاتے ہیں کہ:

"آپ نے کہا ہے: جس شخص کو خدا نے میرے اہلِ بیت کے ائمہ کی محبت دیدی اسے دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی، کوئی شک نہ کرے کہ وہ جنت

---

[۲] تفسیر البرہان ص ۲۵۵ ج ۳ "الصافی" ص ۸۷ ج ۲ [۳] یہ لوگ صرف ائمہ ہی کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ خود بھی معصومیت میں ان کے شریک ہیں کہ اللہ نے معصیت کا ارتکاب کرنے سے پہلے ہی انہیں بخش دیا ہے۔ جس کا یہ حال ہو وہ معصوم ہی ہوتا ہے۔ تو ائمہ بھی معصوم ہیں اور شیعہ خود بھی معصوم ہیں [۴] "البرہان" ص ۲۲۸ ج ۳

میں ہو گا"۔[۷۵]

علیؓ کی طرف جھوٹی روایت منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے،

"جس نے مجھ سے محبت کی وہ ایسا نیک بخت ہے کہ اس کا حشر انبیاء کی جماعت کے ساتھ ہو گا"۔[۷۶]

یعنی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ انسان قرآن پڑھے، نماز ادا کرے، زکوٰۃ دے، روزہ رکھے، حج ادا کرے، اپنی جان کو تھکائے اور اپنی روح کو مشقت میں ڈالے، یہی بات کافی ہے کہ علیؓ سے محبت کرے اور بس۔ علی سے محبت کرنے والے کے لیے اللہ پر لازم ہے کہ وہ اسے دوزخ سے نجات دے اور جنت کی نعمتوں میں داخل کرے۔ اس بات کو ان حضرات نے اپنی کتابوں میں واضح اور صاف صاف بیان کیا ہے۔ حضرات شیعہ کا صدوق۔ جو درحقیقت کذوب ہے، رسول اللہ کی طرف اس جھوٹ و بہتان کو منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپؐ نے کہا ہے:

"اے علی! جس نے دل میں تجھ سے محبت کی گویا اس نے قرآن کا ایک تہائی پڑھ لیا، جس نے دل سے محبت کی اور زبان سے تیری مدد کی گویا اس نے دو تہائی قرآن پڑھ لیا، جس نے دل سے محبت کی، زبان سے تیری اعانت کی، اور اپنے ہاتھوں سے تیری مدد کی گویا اس نے پورا قرآن پڑھ لیا"۔[۷۷]

جہاں تک نماز، زکوٰۃ اور حج کا تعلق ہے ان کے بارے میں جعفر صادق

---

[۷۵] "تفسیر نور الثقلین" ص ۵۰۴ ج ۲ مطبوعہ قم ایران

[۷۶] کتاب الخصال" ص ۵۷۸ ج ۲

[۷۷] ایضاً ص ۱۸۰ ج ۲

سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا اور در حقیقت یہ ان پر بہتان ہے کہ :

"اللہ ہماری جماعت میں سے اس آدمی کو جو نماز نہیں پڑھتا اس آدمی کی وجہ سے معاف کر دیتا ہے جو نماز پڑھتا ہے ۷۸ھ اس آدمی کو جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، اس آدمی کی وجہ سے جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے معاف کر دیتا ہے ..... ہماری جماعت کے اس آدمی کو جو حج نہیں کرتا اس آدمی کی وجہ سے جو حج کرتا ہے، معاف کر دیتا ہے" ۷۹ھ

اس طرح شیعہ حضرات میں سے ہر آدمی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ نماز پڑھے، زکوٰۃ دے، اور حج کرے۔ کیونکہ کچھ دوسرے لوگ نمازیں پڑھتے، زکوٰۃ دیتے اور حج ادا کر دیتے ہیں جس سے ان حضرات کی طرف سے بھی سب چیزیں ادا ہو جاتی ہیں، ان سب فرائض و واجبات کے بدلہ میں ان کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اہلِ بیت سے محبت کریں، ان کی زیارت کریں، ان کے مقتولین اور فوت ہونے والوں پر ماتم کریں اور ان کی قبروں کی زیارت کریں۔

ذرا غور کیجیے کہ شیعہ حضرات کا دین کس قدر من گھڑت، خود ساختہ اور ایک بالکل نیا دین ہے جس کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلام تو سرتاسر عمل کا دین ہے، جس میں فرائض و واجبات بھی ہیں، اس دین میں کچھ چیزوں کا حکم دیا اور کچھ چیزوں سے روکا بھی گیا ہے۔ اس دین میں رسولِ صادق و امین ﷺ کی زبان سے اس بات کا علم حاصل ہوا کہ خود اہلِ بیت بھی اللہ کے عذاب اور

۷۸ھ عذاب اور تباہی سے بچا لیتا ہے۔

۷۹ھ "تفسیر قمی" لعلی بن ابراہیم ج ۱ ص ۸۳، ۸۴ "تفسیر العیاشی" لمحمد بن مسعود سلمی عیاشی کے نام سے مشہور ہے۔ جلد ا ص ۱۳۵

اس کی پکڑ سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تا آنکہ اللہ کی رسی کو نہ تھام لیں، اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات پر عمل نہ کریں۔ ان چیزوں سے رک نہ جائیں جن سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے منع کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ بیت، اپنے چچا، پھوپھی، اپنی بیٹی اور اس کے گھر والوں کو خطاب کرتے ہوئے ایک ایک کا نام لے لے کر فرمایا تھا کہ "اے بنی عبد المطلب! اے بنی عبدِ مناف! اے رسولؐ اللہ کی بیٹی فاطمہؓ! اے عباسؓ بن عبد المطلب! اے رسولؐ اللہ کی پھوپھی صفیہؓ! اپنے آپ کو خود دوزخ سے بچا لو، میں اللہ کے ہاں تمہارے کوئی کام نہ آ سکوں گا۔"[۸۰]

ایک روایت میں ہے کہ "عمل کرو، عمل کرو، میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو مگر میں اللہ کے ہاں تمہارے کوئی کام نہ آ سکوں گا۔"[۸۱]

ذرا غور کیجیے کہ خود اہلِ بیت بھی صرف رسولؐ اللہ کی محبت، دوستی و تعلق اور ان کی قرابت کی وجہ سے نہ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں نہ عذابِ خداوندی سے نجات پا سکتے ہیں، انھیں بھی اپنی نجات کے لیے عملِ صالح اور دینی و دنیاوی ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اللہ کا رسولؐ ان کے بھی کچھ کام نہیں آ سکتا۔

آسمانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن نے اس بات کی تائید کی ہے، قرآن میں ارشاد ہے:

"لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" (کوئی دوسرا نفس کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا)[۸۲]

---

[۸۰] "تفسیر منہج الصادقین" ج ۶ ص ۴۸۸ [۸۱] ایضاً

[۸۲] سورۃ الانعام آیت ۱۶۵

ایک آیت میں ارشاد فرمایا، "اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی، وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی، ثُمَّ یُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی" ۸۳ھ (یہ کہ انسان جو کچھ کوشش کرے گا وہی پائے گا، اور یہ کہ اس کی محنت اسے دکھادی جائے گی، پھر اسے اس کا پورا بدلہ دیا جائے گا)

ایک جگہ فرمایا، "فَاَمَّا مَنْ طَغٰی، وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا، فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی، وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی، فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی" ۸۴ھ (جس نے سرکشی کی ہوگی، اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دی تھی تو ایسے لوگوں کے لیے جہنم ہی ٹھکانہ ہوگا، اور جو کوئی اللہ کے مقام سے ڈرا ہوگا اور جس نے اپنے نفس کو ناجائز خواہشوں سے روکا ہوگا پس (اس کا ٹھکانا جنت ہوگا)

ایک آیت میں فرمایا، "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی، وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی" ۸۵ھ (جو پاک صاف ہو کر اپنے رب کا نام یاد کرتا ہے اور نماز ادا کرتا ہے وہ مراد پاجائے گا)

ایک جگہ خدائے بزرگ و برتر نے، جو سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہے، اپنی کتاب محکم میں جس میں کسی پہلو سے بھی باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا، فرمایا ہے، "فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ، وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ" ۸۶ھ (پس جس شخص نے ذرہ جتنا بھی اچھا کام کیا ہوگا وہ اسے دیکھ لے گا،

۸۳ھ سورۃ النجم آیت ۳۹ تا ۴۱

۸۴ھ سورۃ النازعات آیت ۳۷ تا ۴۱

۸۵ھ سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۴-۱۵

۸۶ھ سورۃ الزلزال آیت ۷-۸

اور جس نے ذرہ جتنا بُرا کیا ہو گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا)

ایک جگہ فرمایا، "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ، الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ، وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ، وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فَاعِلُوْنَ، وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ، اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ، فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعَادُوْنَ، وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ، وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ، اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ، الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ"۔[۸۷]

(نجات یاب وہ ایماندار ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرتے ہیں۔ اور جو بے فائدہ باتوں سے روگرداں رہتے ہیں۔ اور جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنی عورتوں اور باندیوں کے سوا کسی سے نہیں ملتے۔ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے سوا اور طریق اختیار کرتے ہیں، وہی حدود سے بڑھنے والے ہیں اور وہ لوگ نجات یاب ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا پاس کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں، جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے)

قرآنِ پاک کو اللہ نے لوگوں کے لیے ایک دستورِ حیات اور کتابِ ہدایت و رحمت بنا کر نازل کیا ہے۔ قرآن میں ایک جگہ خدائے بزرگ و برتر فرماتا ہے:

---

[۸۷] سورۃ المومنون آیت ۱ تا ۱۱

"کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ، اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ، فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ، عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ، مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ، قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ، وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ، وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ، حَتّٰٓی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ، فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِیْنَ"^۸۸^ (ہر آدمی اپنے اعمال میں گروی ہوگا لیکن دائیں ہاتھ والے باغوں میں ہوں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کو مجرموں کی بابت پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کس وجہ سے داخل ہوئے؟ وہ کہیں گے ہم نماز ادا نہ کرتے تھے۔ اور ہم مساکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے اور کاموں میں لگے رہتے تھے۔ اور یوم الجزا کا انکار کرتے رہے۔ یہانتک کہ ہمیں اس کا یقین ہو گیا۔ پس کسی سفارشی کی سفارش بھی ان کو مفید نہ ہو گی)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی نوح علیہ السلام کی زبان سے وہ واقعہ بیان کر رہے ہیں، جب حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو طوفان میں غرق ہوتے دیکھا تو عرض کیا:

"رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحٰکِمِیْنَ، قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْٓ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ، قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ"^۸۹^

---

۸۸ سورۃ المدثر آیت ۳۸ تا ۴۸

۸۹ سورۃ ہود آیت ۴۵ تا ۴۷

(اے میرے مولا میرا بیٹا بھی میرے عیال سے ہے اور تیرا وعدہ بالکل سچا ہے، تو سب حاکموں کا حاکم ہے۔ اللہ نے کہا، اے نوح وہ تیرے عیال سے نہیں ہے کیونکہ وہ نیک عمل نہیں۔ پس جس چیز کا تجھے قطعی علم نہ ہو اس کا سوال نہ کیا کر، میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ نادانوں کی سی حرکت نہ کیا کر۔ نوح بولا اے میرے مولا! جس چیز کی صحت کا مجھے علم نہ ہو اس کے سوال کرنے سے میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ اور اگر تو میرا گناہ نہ بخشے گا اور نہ رحم کرے گا تو میں بالکل خسارہ پا جاؤں گا)

ایک جگہ ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے والد کا قصہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کا یہ قول بیان فرمایا کہ:

" یَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا... يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا، قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا، قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا "[۹۰]

(اے بابا مجھے اللہ کی طرف سے علم پہنچا ہے جو تجھے نہیں پہنچا۔ پس تو میری تابعداری کر میں تجھے سیدھی راہ کی ہدایت کروں گا۔ اے میرے بابا، تو شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان رحمان کا بے فرمان ہے۔ اے میرے بابا! مجھے خوف ہے کہ تجھے خدائے رحمان سے کوئی عذاب نہ پہنچ جائے پھر تو بھی شیطان کا قریبی ہو جائے گا۔ اس نے کہا، اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے روگرداں

---

[۹۰] سورہ مریم آیت ۴۳، ۴۵، ۴۶، ۴۷

ہے اگر تُو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کروں گا اور مجھ سے دُور ہو جا۔ ابراہیمؑ نے کہا:
لیجیے سلام میں تیرے لیے اپنے پروردگار سے بخشش مانگتا رہوں گا۔ میرا پروردگار میرے
حال پر بڑا ہی مہربان ہے۔ اس کے بعد فرمایا: "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ
لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ
مِنْهُ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ" ۹۱ "اور ابراہیمؑ کی دعا، باپ کے لیے وعدہ
کی وجہ سے تھی، جو اس سے کر چکا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے
تو اس سے بیزار ہو گیا، ابراہیمؑ بڑا ہی نرم دل اور بُردبار تھا۔"

قرآنِ پاک کی ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان
فرمادیا ہے کہ نجات اور کامیابی و فلاح حاصل کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ
اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا جائے، کتاب اللہ پر عمل کیا جائے، اس کے
احکامات کی پیروی کی جائے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہر معاملہ میں اطاعت
کی جائے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج جیسی عبادات ادا کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا
جائے اور اللہ کے دین میں انسان پوری طرح داخل ہو کر ہر قسم کے گناہوں اور
محرمات سے بچے۔ اس کے سوا دوسری کوئی چیز نجات کے لیے فائدہ مند نہیں
ہو سکتی۔ یہاں بزرگوں، اولیاء اللہ اور اللہ کے نبیوں کے نسب سے ہونا کام نہیں
آئے گا۔ صرف ایک چیز کام آئے گی اور وہ ہے عملِ صالح۔

دیکھ لیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا اور آپؐ کی دونوں
بیٹیوں کے سسر ابولہب اور اس کے گھرانے کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے:
"تَبَّتْ يَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ، مَا اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ،
سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ
مِّنْ مَّسَدٍ" ۹۲ "ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور ٹوٹ چکے، نہ اس کا مال

---

۹۱ سورۃ التوبۃ آیت ۱۱۴ ۹۲ سورۃ تبت

اس کے کچھ کام آئے گا نہ اس کی کمائی۔ جوش والی آگ میں داخل ہو گا۔ اس کی عورت بھی ایندھن اٹھائے داخلِ جہنم ہوگی۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی)

دوسرے چچا ابو طالب کے لیے جب آپؐ نے دعائے مغفرت کرنا چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی:

"مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ" ۹۳ھ

(نبیؐ اور مومنین کی شان سے بعید ہے شرک کرنے والوں کے حق میں بخشش مانگیں، گو وہ قریبی ہوں جبکہ انھیں معلوم ہو چکے کہ وہ جہنمی ہیں)

جو آدمی بھی قرآنِ مجید میں تدبر اور اس کے معانی میں غور و فکر کرے وہ یہ حقیقت معلوم کر سکتا ہے کہ نجات کا دار و مدار خدائے بزرگ و برتر کی وحدانیت کے اقرار اور اس کے نبی محترمؐ کی رسالت کے اقرار پر ہے۔ کتاب و سنت پر عمل ہی سے انسان نجات پا سکتا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: "إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا، وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا، وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا" ۔۔۔ اس کے بعد فرمایا ۔۔۔ "أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا، خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا" ۹۴ھ مگر جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کوئی توبہ کر کے نیک عمل کرتا ہے، وہی اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ اور

۹۳ھ سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳ ۹۴ھ سورۃ الفرقان آیت ۷۰ تا ۷۶

وہ لوگ ہیں جو بیہودہ امور پر حاضر نہیں ہوتے۔ اور جب کسی بیہودگی کے پاس سے ان کا گزر ہوتا ہے تو اعزاز واکرام سے گزر جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں کہ جب اُن کو پروردگار کے احکام سے ہدایت کی جائے تو بہرے اور اندھے ہو کر اس پر نہیں گرتے اور وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار، ہم کو ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت کر اور ہم کو متقیوں کا امام بنا۔ انہی لوگوں کو ان کے صبر کی وجہ سے بالا خانے ملیں گے اور وہاں دعا۔ اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بہت ہی اچھا ٹھکانہ ہے"۔

لیکن ان لوگوں کا اعتقاد سراسر اس کے برعکس ہے، یہ کہتے ہیں کہ "علی کی محبت ایک ایسی نیکی ہے جس کو کوئی برائی بھی ضرر نہیں پہنچا سکتی"۔ ۹۵ھ

ایک جگہ ان لوگوں نے کہا ہے: "اہلِ بیت کی محبت سے لوگوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں، جس طرح تیز آندھی میں درخت سے پتے جھڑتے ہیں"۔ ۹۶ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس جھوٹی روایت کو منسوب کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علی بن ابی طالب کو اس قدر فضائل سے نوازا ہے جو گنتی میں نہیں آسکتے، جس نے ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو دل سے مانتے ہوئے ذکر کیا، اللہ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے، جس نے ان کی کسی فضیلت کو لکھا، جب تک اس کی وہ تحریر باقی رہے گی فرشتے

۹۵ھ "تفسیر منہج الصادقین" ج ۸ ص ۱۱۰

۹۶ھ ایضاً ج ۸ ص ۱۱۱

اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، جس نے ان کی کسی فضیلت کو سنا، اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دے گا جن کا تعلق سماع سے ہے، جس نے ان کی کتاب فضائل پر نظر ڈالی اللہ اس کے وہ تمام گناہ معاف کر دے گا جو اس نے نظر سے کیے ہوں گے"۔[97]

جہاں تک عملِ صالح کا تعلق ہے، تو اس کے متعلق یہ لوگ واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ جھوٹے جعفر صادق کی طرف اس قول کو منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے شیعہ کو مخاطب کر کے کہا، "بخدا تم میں سے دو آدمی بھی دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ خدا کی قسم ایک بھی نہیں"۔[98]

کہتے ہیں کہ آپ نے شیعہ سے کہا، "تم میں سے کوئی آدمی کوئی عمل کیے بغیر ہی اپنا نامۂ اعمال (نیکیوں سے) بھر سکتا ہے"۔[99]

"بلکہ وہ آدمی قیامت کے دن نبیوں کے درجے میں ان کے ساتھ ہوگا"۔[100]

اپنے آٹھویں امام معصوم، ابوالحسن رضا کی طرف اس روایت کو منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"ہمارے گروہ میں سے کسی نے بھی کوئی گناہ یا غلطی نہیں کی مگر کسی چیز سے اس کے سب گناہ ختم ہو جائیں گے، اگرچہ اس نے بارش کے قطروں جتنے، کنکریوں اور ریت کے ذروں جتنے کانٹوں اور درختوں جتنے گناہ کیے ہوں"۔[101]

---

[97] "حدیقۃ الشیعہ" لاحمد بن محمد جو مقدس اردبیلی کے نام سے مشہور ہے ص ۲ مطبوعہ طہران۔
"کشف الغمۃ" لعلی بن عیسیٰ اربلی ج ۱ ص ۱۱۲

[98] "الروضۃ من الکافی" للکلینی ج ۸ ص ۷۸، [99] ایضاً ج ۸ ص ۳۱۵

[100] "مقدمۃ البرہان" ص ۲۱ [101] "عیون اخبار الرضا" لابن بابویہ قمی ج ۲ ص ۲۳۶

جس کا معاملہ یہ ہو اُسے کیا ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی تکلیف و مشقت میں ڈالے، اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وُہ علی اور آلِ علی سے محبت کرے اور پھر جہاں، جیسے اور جو جی چاہے کرے کیونکہ وہ تو مرفوع القلم ہے۔ اس کے گناہ اور غلطیاں معاف ہو چکی ہیں، اسے جنت و خوشنودی کا پروانہ مل چکا ہے، اب کسی معصیت اور گناہ سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور نہ ایمان و عمل سے اس میں کوئی زیادتی ہی ممکن ہے۔

جہاں تک اظہارِ محبت کا تعلق ہے اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حسین رض، رضا اور دوسرے اماموں کی قبروں کی زیارت کی جائے اور خدا کی خوشنودی و مغفرت اور جنت کے پروانے حاصل کر لیے جائیں، کہتے ہیں کہ:

حسین علیہ السلام کی زیارت (یعنی آپ کی قبر کی زیارت) ایک سو حجِ مبرور اور ایک سو مقبول عمرہ کے برابر ہے"۔ ۱۰۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ جھوٹ منسوب کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، "جس نے حسین رض کی موت کے بعد اس کی زیارت کی، اس کے لیے جنت ہے"۔ ۱۰۳

جو ان کی زیارت نہ کر سکے وہ اُن کی شہادت پر ماتم کرے اور جنت حاصل کرے۔ باقر بن زین العابدین کی طرف منسوب کر کے بیان کر رہے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"حسین پر بہایا جانے والا کوئی آنسو نہیں بہتا مگر اس کے بدلے میں خدا

---

۱۰۲ "الارشاد" للمفید ص ۲۵۲ مکتبہ بصیرتی قم

۱۰۳ ایضاً

اس آدمی کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں"۱۰۴
اور کہتے ہیں کہ "اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے"۱۰۵

اسی طرح جو رضا کا ماتم کرے اس کو بھی جنت مل جاتی ہے، رضا سے ان لوگوں نے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ "جو مومن بھی میری زیارت کرے اور (آنکھ سے) اس کے چہرے پر آنسو کا ایک قطرہ بہہ نکلے' خدا اس کے جسم کو آگ پر حرام کر دیتا ہے"۱۰۶

اور جو آپ کی قبر کی زیارت کرے اس کے بارے میں اپنے نویں امام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"جس نے میرے والد کی قبر کی زیارت کی' خدا اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے، قیامت کے دن اس کے لیے ایک منبر نبی کے منبر کے برابر رکھا جائے گا تا آنکہ بندے حساب سے فارغ ہو جائیں"۱۰۷

"جس نے میرے بیٹے کی قبر کی زیارت کی گویا خدا کے نزدیک اس نے ستر حج مبرور ادا کیے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا، ستر حج؟ آپ نے کہا: ہاں! ستر ہزار حج۔ ان کے جھوٹ سے خدا کی پناہ، کتنے جھوٹے اور بُرے لوگ ہیں۔ اس کے بعد کہا، کچھ حج قبول نہیں بھی کیے جاتے۔ جس نے ان کی زیارت کی اور ان کے پاس رات گزاری گویا اس نے عرشِ خداوندی پر اللہ کی زیارت کی۔

---

۱۰۴ "جلاء العیون" للمجلسی فارسی ج ۲ ص ۴۶۸

۱۰۵ ایضاً ص ۴۶۴ البکاء علی الحسین کے باب میں

۱۰۶ "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۲۲۷

۱۰۷ "عیون اخبار الرضا ص 259 ج 2

یا اللہ اس خرافات کو نقل کرنے پر ہم تجھ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔
راوی کہتا ہے، "میں نے کہا: عرشِ خداوندی پر اللہ کی زیارت کے برابر یہ عمل ہے؟
آپ نے کہا ہاں"۔ ۱۰۸ھ

علی رضا کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے کہا: "ایک دن تم پر آنے
والا ہے جس دن تم طوس میں میری تربت کی زیارت کرو گے۔ سن لو جس نے حالتِ
غسل میں میری زیارت کی، وہ گناہوں سے اس طرح صاف ہو گیا جیسے آج ہی
اس کی ماں نے اُسے جنا ہے"۔ ۱۰۹ھ

بیان کرتے ہیں "جو مومن بھی آپ کی قبر کی زیارت کرے گا، خدا اس کے
لیے جنت واجب اور اس کے جسم کو دوزخ پر حرام کردے گا"۔ ۱۱۰ھ

۱۰۸ھ "عیون اخبار الرضا"، ج ۲ ص ۲۵۹

۱۰۹ھ یہ لوگ جھوٹ میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگلوں پچھلوں سب کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے علماء، فقہاء اور محدثین میں سے ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ جھوٹ گھڑ سکیں، ہر ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتا ہے اور اسی سبقت میں وہ یہ بھی بھول جاتا ہے کہ پہلوں نے کیا کہا ہے اور بعد والے کیا کہیں گے، سب کو معلوم ہے کہ شیعہ کے ہاں حسین رضی اللہ عنہ کا جو درجہ ہے، وہ درجہ انہوں نے اور کسی کو نہیں دیا۔ لیکن ابنِ بابویہ قمی جب رضا کا ذکر کرتے ہوتے مبالغہ آرائی شروع کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ ان کا مذہب کیا ہے، اور وہ موسیٰ رضا کو حسین رضی اللہ عنہ سے بھی افضل کہہ جاتا ہے "الارشاد" میں اس نے بیان کیا ہے کہ حسین کی قبر کی زیارت سو حج کے برابر ہے"۔ جب رضا کا ذکر آیا تو اس نے لکھا ہے کہ "رضا کی زیارت ہزار حج کے برابر ہے"۔ (دیکھیے ص ۲۵۷ عیون اخبار الرضا)

(بقیہ صفحہ آئندہ)

اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہے:

اسی طرح جو آپ کی بہن فاطمہ بنت موسیٰ کی زیارت کرے اس کے لیے بھی جنت ہے۔ سعد بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا:

"میں نے ابوالحسن رضا علیہم السلام سے فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر علیہا السلام کی (یعنی ان کی قبر کی) زیارت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے کہا: جس نے آپ کی زیارت کی اس کے لیے جنت ہے"۔ [۱۱۱]

یہ ان لوگوں کا دین ہے اور قبروں اور زیارت گاہوں پر مبنی یہ ان کا مذہب ہے۔ ان کا مذہب ہی زیارتیں کرنا، ماتم کرنا، اور اہلِ بیت سے محبت و تعلق کے دعوے کرنا ہے۔ ان کے مذہب میں فرائض و واجبات، حدود، منکرات، سیئات یا عملِ صالح وغیرہ نام کی کوئی چیز سرے سے ہے ہی نہیں۔

ائمہ

جھوٹ ان لوگوں کی گھٹی میں پڑا ہے، جھوٹ کے سہارے ہی یہ پروان چڑھے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جھوٹ اور یہ قوم دو جڑواں بہنیں ہیں، کس قدر گھناؤنا

آپ کی زیارت حسین کی قبر کی زیارت سے افضل ہے جیسا کہ علی بن مخزیار نے بیان کیا ہے کہ:

"میں نے ابوجعفر رضا سے پوچھا: میں قربان جاؤں، رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے یا حسینؑ کی؟ آپ نے کہا میرے والد کی زیارت افضل ہے"۔ (عیون اخبار الرضا۔ ج ۲ ص ۲۶۱)

اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہے، ان کی قبر کی زیارت کرنا بیت اللہ کی زیارت سے افضل ہے۔

(عیون ج ۲ ص ۲۵۸)

[۱۱۰] "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۲۵۵

[۱۱۱] "عیون اخبار الرضا"، ج ۲ ص ۲۶۷ باب ثواب زیارت فاطمہ علیہا السلام بقم۔

اور مکروہ جھوٹ ہے کہ ان کے ائمہ ان خدائی صفات کے مالک ہیں جو صرف اور صرف خدائے بزرگ و برتر ہی کا خاصہ ہیں۔ یہ اپنے ائمہ کو خدائی فیصلوں اور خدائی امور میں ان کا شریک و ساجھی سمجھتے ہیں۔ سبحانہٗ وتعالیٰ عمّا یقولون علواً کبیرا۔

یہ ان کا محدث کلینی ہے جو شیعہ حضرات کے ہاں اسی درجہ کا محدث ہے جس درجے کے محدث اہلِ سنّت کے ہاں امام بخاریؒ ہیں۔ یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

"مجھے وہ خوبیاں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ انبیاء کو بھی نہیں۔ مجھے مصیبتوں اور آفتوں کا علم عطا کیا گیا، مجھے انساب اور فصل الخطاب کا علم عطا کیا گیا، جو مجھ سے پہلے ہو چکا وہ میرے علم سے باہر نہیں، جو مجھ سے غائب ہے وہ مجھ سے دور نہیں"[۱۱۲]

جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ اللہ کی کتاب میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ:

"وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ"[۱۱۳]

(کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور نہ کسی شخص کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ ہی علم والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے)

کوئی شک نہیں کہ یہ شان اور یہ خوبی صرف خدائے بزرگ و برتر ہی کی ہے

۱۱۲ے "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۱۹۷

۱۱۳ے سورۃ لقمان آیت ۳۴

کہ " لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ "[۱۱۴] (ایک ذرہ بھر چیز بھی، نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں، اس سے مخفی رہ سکتی ہے)

اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے کا حکم دیا تھا کہ: " لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ "[۱۱۵] (اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا، نہ آسمانوں کے فرشتے نہ زمین کے باشندے)

ان لوگوں نے نہ صرف یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کو ان خدائی صفات سے متصف کیا، جو صرف ذاتِ خداوندی ہی کا خاصہ ہیں بلکہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کی تعلیمات کے برعکس، ان تمام صفات سے اپنے ائمہ کو بھی متصف کرنے لگے، چنانچہ کلینی نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے " ائمہ علیہم السلام، جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ ہو گا، سب کا علم رکھتے ہیں اور کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں "۔

اس باب کے تحت جعفر صادق کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ ان کی طرف جھوٹ منسوب کیا ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے: " مجھے ہر اس چیز کا علم ہے جو زمین و آسمان میں ہے، میں ہر اس چیز کا علم رکھتا ہوں جو جنت اور دوزخ میں ہے۔ جو کچھ ہو چکا اور جو ہو گا، سب معلوم ہے "[۱۱۶]

آپ کے والد محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا، " بخدا کوئی عالم کبھی جاہل نہیں ہو سکتا، کسی بھی چیز کا علم رکھنے والا اس

---

[۱۱۴] سورۃ سبا آیت ۳

[۱۱۵] سورۃ النمل آیت ۶۵

[۱۱۶] " الاصول من الکافی " کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۲۶۱

چیز سے واقف نہیں ہو سکتا، اس کے بعد کہا، خدا اس سے بلند تر ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کی اطاعت فرض قرار دے جو زمین و آسمان کے علم سے بے بہرہ ہو، اس کے بعد کہا: اس سے کوئی چیز مخفی نہیں" [۱۱۷]

ابوالحسن کی طرف یہ جھوٹی روایت منسوب کرتے ہیں کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے، اسحاق بن عمار بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شیعہ آپ کے پاس آیا، آپ نے اس سے کہا:

اے فلاں! توبہ کی تجدید کر اور پھر سے عبادت کر، کیونکہ تیری عمر صرف ایک مہینہ باقی رہ گئی ہے، اسحاق کہتے ہیں، میں نے اپنے دل میں کہا: واہ واہ! اس طرح گویا آپ ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ آپ شیعہ حضرات کی موت کا علم رکھتے ہیں، یا "شیعہ کی موت" کی جگہ "ہماری موت" کا لفظ استعمال کیا۔ کہتے ہیں، آپ نے غضبناک ہو کر میری طرف دیکھا۔ کیونکہ آپ دل میں کھٹکنے والی بات جان گئے تھے ——— اور کہا: اے اسحاق تو اس سے انکار کرتا ہے..؟ اے اسحاق یہ آدمی تیرے اہل بیت کو گندی گالیاں بکتا ہے، اس نے تیرے کنبہ کو شدید افلاس میں مبتلا کر دیا ہے" [۱۱۸]

ان کی یہ روایات دیکھیے اور اللہ کا یہ ارشاد سنیے: "وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ" [۱۱۹] (اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، ان کو وہی جانتا ہے)

---

۱۱۷ ایضاً ا ص ۲۶۲

۱۱۸ "رجال الکشی" ص ۳۴۸ اسحاق بن عمار کے حالات کے ضمن میں، مطبوعہ کربلا

۱۱۹ سورۃ الانعام آیت ۵۹

جعفر صادقؒ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں اور خود سے اور دوسرے اہلبیت سے غیب دانی کی نفی کر رہے ہیں خود ان لوگوں نے سدیہ کے حوالے سے آپ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ نے کہا ہے:

"میں ابو بصیر، یحییٰ بزار اور داؤد بن کثیر ابو عبداللہ علیہ السلام کی مجلس میں موجود تھے کہ آپ اچانک غصہ کی حالت میں ہمارے پاس آئے، جب اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تو کہنے لگے: حیرت ہے ان لوگوں پر جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ میں نے اپنی فلاں لونڈی کو مارنا چاہا تھا، وہ بھاگ گئی، اب مجھے اتنا بھی علم نہیں کہ وہ کس گھر میں ہے" ۱۲۰ھ

اسی جیسی ایک اور روایت "رجال الکشی" میں بیان کی گئی ہے — آپ سے پوچھا گیا تھا کہ "ابو الخطاب — آپ کا شاگرد — یوں کہتا ہے کہ:

آپ غیب جانتے ہیں اور یہ بات آپ نے اس سے کہی ہے؛ اس پر جعفر نے کہا: اس کا یہ کہنا ہے کہ میں غیب جانتا ہوں، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں غیب نہیں جانتا۔ اگر میں نے اس سے یہ کہا ہو تو خدا مجھے میرے مرنے والوں پر اجر نہ دے اور میرے زندہ عزیزوں کی زندگی میں برکت نہ کرے"۔ راوی کہتا ہے،

"میں نے اپنے اور عبداللہ کے درمیان ایک باغ تقسیم کیا۔ نرم و شاداب حصہ اس کی طرف اور پتھریلا حصہ میری طرف آ گیا۔ اگر میں غیب جانتا تو نرم و شاداب میری طرف اور پتھریلا حصہ اس کی طرف جاتا" ۱۲۱ھ

۱۲۰ھ "کتاب الحجۃ من الکافی" ج ۱ ص ۲۵۷

۱۲۱ھ "رجال الکشی" ص ۲۴۸

ابوبصیر کے حوالے سے محمد باقر کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کر کے بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نے ابوجعفر علیہ السلام سے کہا: کیا آپ قدرت رکھتے ہیں کہ مُردوں کو زندہ کر دیں، کوڑھ اور برص کے مریضوں کو صحتیاب کر دیں؟ آپ نے کہا: ہاں خدا کے حکم سے۔ پھر مجھ سے کہا: اے ابومحمد میرے قریب آ، میں آپ کے قریب ہو گیا، آپ نے میرے چہرے اور میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا جس سے میں سُورج، زمین، گھر اور شہر کی ہر چیز کو دیکھنے لگا، پھر آپ نے مجھ سے کہا: کیا تو چاہتا ہے کہ تُو یونہی رہے یا یہ چاہتا ہے کہ دُوسرے لوگوں جیسا ہو جائے اور قیامت کے دن جو اُن کے ساتھ ہو وُہی تیرے ساتھ بھی ہو یا تو پہلے ہی کی طرح ہو جانا چاہتا ہے اور اس کے بدلے میں تجھے جنت مل جائے؟ میں نے کہا: میں ویسا ہی ہونا چاہتا ہوں جیسا تھا، چنانچہ آپ نے میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور میں ویسا ہی ہو گیا جیسا پہلے تھا۔"[۱۲۲]

اپنے ائمہ کے متعلق ایک جھوٹ یہ کہتے ہیں کہ "ان کے ائمہ کے پاس وُہ تمام کتابیں جو نازل شدہ ہیں، موجود ہیں۔ اور باوجود دوسری زبانوں میں ہونے کے یہ انھیں سمجھتے ہیں"۔[۱۲۳]

یہ بھی کہتے ہیں کہ "ائمہ کو اس بات کا علم ہے کہ وُہ کب مریں گے، اور ائمہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں"۔[۱۲۴]

اور یہ کہ اگر ائمہ کی بات کی پردہ پوشی کی جائے تو وہ ہر آدمی کے بارے میں بتا دیں کہ اسے کیا سزا اور کیا جزا ملے گی"۔[۱۲۵]

---

[۱۲۲] "کتاب الحجۃ من الکافی" ج ۱ ص ۴۷۰

[۱۲۳] "الاصول من الکافی"، ج ۱ ص ۲۲۷۔ [۱۲۴] ایضاً ۲۵۸ [۱۲۵] ایضاً ۲۶۴

"ائمہ کے گھروں میں فرشتے آتے ہیں، ان پر سایہ فگن ہوتے ہیں، انھیں باتیں بتا جاتے ہیں"۔[۱۲۶]

"ان کے پاس ایسا علم ہے جس کا متحمل نہ کوئی مقرب فرشتہ ہو سکتا ہے نہ کوئی نبی اور نہ کوئی رسول"۔[۱۲۷]

"امام سے کسی آدمی کی کوئی بات پوشیدہ ہے نہ کسی پرندہ، درندہ اور کسی ذی رُوح کی کوئی چیز مخفی"۔[۱۲۸]

قائم کا ظہور

اہلِ بیت کی طرف منسوب کردہ بے شمار جھوٹی باتوں میں سے کچھ وہ روایات اور اقوال ہیں جن کا تعلق قائم کے ظہور سے ہے۔ ان روایات میں بتایا گیا ہے کہ حسن عسکری کی اولاد میں سے ایک قائم (امام) ظہور پذیر ہوگا، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ ان کے عقیدے کے مطابق یہ امام غائب اہلِ بیت کے دشمنوں کو زندہ کرے گا اور انھیں قتل کرے گا۔

شیعہ حضرات کا سب سے بڑا محدث، بخاریٔ قومِ شیعہ کلینی، سلام بن مستنیر کی یہ روایت نقل کر رہا ہے کہ:

"میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب قائم ظہور پذیر ہوگا تو ہر انسان پر ایمان پیش کیا جائے گا۔ اگر اس نے حقیقتِ ایمان کو پالیا تو ٹھیک،

---

۱۲۶ "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۳۹۳

۱۲۷ ایضاً ص ۴۰۲

۱۲۸ "قرب الاسناد" للحمیری ص ۱۴۶ مطبوعہ، مکتبہ نینوی طہران

ورنہ اس کی گردن ماردی جائے گی، یا وُہ جزیہ ادا کرے گا جس طرح آج ذمی لوگ جزیہ ادا کرتے ہیں، اس کی کمر میں ہمیانی باندھ دی جائے گی اور اسے شہروں سے باہر اردگرد کے دیہات کی طرف نکال دیا جائے گا۔"[۱۲۹]

صرف یہی نہیں بلکہ شیعہ مفسر صافی کی جعفر سے نقل کردہ روایت کے مطابق

"جب قائم ظہور پذیر ہو گا تو قاتلینِ حسین کی اولاد کو ان کے آباء و اجداد کے عملوں کی وجہ سے قتل کرے گا۔"[۱۳۰]

صرف ان کی اولاد کو قتل کرنے پر بس نہیں کرے گا بلکہ مفید کی جعفر بن باقر سے نقل کردہ روایت کے مطابق، ان کے آباء و اجداد کو بھی زندہ کر کے قتل کرے گا:

"جب قائم، آلِ محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم میں سے ظہور پذیر ہو گا تو قریش کے پانچ سو آدمیوں کو زندہ کرے گا اور ان کی گردن مار دے گا، پھر مزید پانچ سو آدمیوں کو زندہ کرے گا اور اُن کی گردن مار دے گا، اس طرح چھ دفعہ یہی عمل کرے گا۔"[۱۳۱]

عیاشی کی روایت کے مطابق یزید بن معاویہؓ اور آپ کے ساتھیوں کو بھی قتل کرے گا، بیان کرتے ہیں کہ:

"ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا ہے: سب سے پہلے دنیا میں حسین بن علی، آپ کے ساتھیوں اور یزید بن معاویہ اور آپ کے ساتھیوں کا حساب لے گا، انہیں اسی طرح تیروں کے بدلے میں تیروں کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔"[۱۳۲]

۱۲۹ھ "الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۲۲۷

۱۳۰ھ "تفسیر الصافی" سورۃ البقرۃ ج ا ص ۱۷۲

۱۳۱ھ "الارشاد" للمفید ص ۳۶۴

۱۳۲ھ "تفسیر العیاشی" ج ۲ ص ۲۸۰ "ثم رددنا لکم الکرۃ علیہم" کے تحت "البرہان" ج ۲ ص ۴۰۸ "الصافی" ج ا ص ۹۵۹

اسی قدر جھوٹ پر بس نہیں کی، اتنے جھوٹ بول کر بھی ان کے پیٹ کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی اور بالآخر محمد باقر کی طرف ایک اور جھوٹ منسوب کر کے جھوٹ کی انتہائی حدوں کو چھو لیا۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"جب ہمارا قائم ظہور پذیر ہو گا تو حمیراء (یعنی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کو زندہ کیا جائے گا اور ان پر حد قائم کی جائے گی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ کا انتقام لیا جائے گا، آپ سے پوچھا گیا کہ: آپ پر حد کیوں قائم کی جائے گی؟ آپ نے کہا: ام ابراہیم پر بدکاری کا الزام لگانے کی وجہ سے، آپ سے پوچھا گیا: اللہ قائم کو اتنا موخر کیوں لایا؟ آپ نے کہا: اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا ہے اور قائم علیہ السلام کو زحمت و مصیبت بنا کر بھیجا ہے"۔ [۱۳۲]

اسی طرح ان لوگوں نے بہت سی بے بنیاد روایات بیان کی ہیں اور انہیں ائمہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ان میں سے ابو جعفر باقر کی طرف منسوب کردہ ایک روایت ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔

"قائم کوفہ میں نجف کے مقام پر متمکن ہو گا، وہ مکہ سے پانچ ہزار فرشتوں کے ایک جلوس کے ساتھ نجف کی طرف روانہ ہو گا، جبرائیل اس کے دائیں طرف، میکائیل بائیں طرف اور مومنین اس کے سامنے ہوں گے، وہ فوجوں کو ملکوں میں تقسیم کر دے گا ..... سب سے پہلے اس کی بیعت کرنے والا جبرائیل ہو گا"۔ [۱۳۳]

عجیب و غریب مسائل

اہل بیت کی طرف منسوب کردہ بے شمار جھوٹی روایات میں سے ایک جھوٹ

۱۳۳ھ "تفسیر الصافی" سورۃ الانبیاء جلد ۲ ص ۱۰۸

وہ ہے جو ان لوگوں نے ابو عبداللہ جعفر بن باقر کی طرف منسوب کیا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

"اگر حالتِ نماز میں تیرے عضوِ مخصوص سے مذی یا ودی بہہ نکلے تو اسے مت دھو، نہ نماز کو توڑ اور نہ ہی اس کی وجہ سے اپنا وضو توڑ، اگرچہ وُہ بہتے بہتے تیرے ٹخنوں تک جا پہنچے، یہ تو ناک سے نکلنے والی گندگی کی مانند ہے، وضو کرنے کے بعد جو چیز بھی بواسیر وغیرہ خارج ہو اس سے کچھ نہیں ہوتا (یعنی وضو یا نماز نہیں ٹوٹتی)"[۱۳۵]

اسی طرح آپ کے والد محمد باقر بن علی زین العابدین کی طرف یہ جھوٹ منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ:

"آپ سے اس مذی کا حکم پوچھا گیا جو بہتے بہتے ران تک پہنچ جائے، آپ نے کہا: اس سے نہ نماز ٹوٹتی ہے اور نہ ہی ران کو دھویا جائے گا"[۱۳۶]

بیان کرتے ہیں کہ عمر بن زید نے کہا ہے:

"میں نے جمعہ کے دن مدینہ میں غسل کیا، خوشبو لگائی اور کپڑے پہنے۔ ایک لونڈی میرے پاس سے گزری، میں نے اس کی ران میں شہوت پوری کی، میرا پانی بہہ گیا اور وہ محفوظ رہی، میرے دل میں کچھ گرانی سی محسوس ہوئی، میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا، آپ نے کہا: تجھے وضو کرنا ضروری نہیں اور نہ ہی اس کے لیے غسل ضروری ہے"[۱۳۷]

۱۳۴ھ "روضۃ الواعظین" ج ۲ ص ۳۶۴، ۳۶۵۔ "الارشاد" ص ۳۶۴

۱۳۵ھ "الفروع من الکافی" ج ۳ ص ۳۹۔ "تہذیب الاحکام" ج ۱ ص ۲۱۔ "الاستبصار" ج ۱ ص ۹۴

۱۳۶ھ "الفروع من الکافی" ج ۳ ص ۴۰ کتاب الطہارۃ

۱۳۷ھ "وسائل الشیعۃ" للحر العاملی، کتاب الطہارۃ ج ۱ ص ۱۹۸

جعفر صادق کی طرف منسوب ایک اور جھوٹ سنیے۔ "لکھتے ہیں کہ آپ نے حنان بن سدیر کو کالا جوتا پہنے دیکھا تو پوچھنے لگے: تو نے کالا جوتا کیوں پہنا؟ کیا تو نہیں جانتا کہ اس میں تین صفتیں ہیں؟ میں نے کہا، قربان جاؤں کیا تین صفتیں ہیں؟ آپ نے کہا: یہ نظر کو کمزور کرتا ہے، آلۂ تناسل کو ڈھیلا کرتا ہے اور غم کو بڑھاتا ہے، اس کے علاوہ یہ متکبرین کا پہناوا ہے۔ تجھے چاہیے کہ تو پیلا جوتا پہنے، اس میں بھی تین صفتیں ہیں، بیان کرتا ہے کہ میں نے پوچھا: کون کون سی صفتیں؟ آپ نے کہا، نظر کو تیز کرتا ہے، آلۂ تناسل کو سخت کرتا ہے اور غم کو مٹاتا ہے" ۱۳۸؎

کوئی پوچھے کہ جوتے کا آلۂ تناسل کی سختی اور نرمی سے کیا تعلق؟

اپنے ساتویں امام ــــ ابوالحسن اول کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"خوبصورت چہرے کو دیکھنا نظر کو تیز کرتا ہے" ۱۳۹؎

ابوجعفر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"تین چیزیں تین چیزوں سے کبھی سیر نہیں ہوتیں، زمین بارش سے، آنکھ دیکھنے سے، اور عورت آلۂ تناسل سے" ۱۳۹؎

آپ ہی سے ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"دس چیزوں میں صحت ہے..... کھانے میں، پینے میں، خوبصورت عورت کی

۱۳۸؎ "کتاب الخصال" لابن بابویہ قمی باب الثلاثۃ ج ۱ ص ۹۹

۱۳۹؎ "کتاب الخصال" باب الثلاثۃ ج ۱ ص ۹۲

۱۴۰؎ ایضاً ج ۱ ص ۲۲۱

طرف دیکھنے میں، اور جماع کرنے میں"۔ [۱۴۱]

کہتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا تھا "کیا مرد اپنی عورت کو ننگی دیکھ سکتا ہے؛ آپ نے کہا، کوئی مضائقہ نہیں، اسی میں تو مزہ ہے"۔ [۱۴۲]

کہتے ہیں کہ "ابوالحسن سے پوچھا گیا کہ: کیا مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو بوسہ دے سکتا ہے؛ آپ نے کہا، کوئی مضائقہ نہیں"۔ [۱۴۳]

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ان لوگوں کے ائمہ کو اس قسم کے مسائل سے کیا تعلق ہے اور ایسے مسائل بیان کرنے میں کیا حکمت ہے؛ یہ کیسا دین ہے جو اپنے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ وہ خوبصورت عورتوں کو گھوریں، آلۂ تناسل کو سخت کریں، کھانے، پینے، جماع کرنے اور دوسری خرافات کی ترغیب دینا تو ایک عام انسان کی شرافت سے بھی بعید تر ہے۔ چہ جائیکہ ثقہ و معتبر اور بقول ان کے ائمہ، اس قسم کی ترغیب دیں۔

جعفر کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے: "غیر مسلم کی شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے تو گدھے کی شرمگاہ کو دیکھ لے"۔ [۱۴۴]

جہاں تک مسلمان کی شرمگاہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ابوالحسن موسیٰ کاظم کی یہ روایت سن لیجئے کہ:

"قابلِ ستر شرمگاہ دو ہیں۔ اگلی شرمگاہ اور پچھلی شرمگاہ۔ جہاں تک پچھلی شرمگاہ

---

[۱۴۱] باب العشرۃ ج ۲ ص ۳۴۴

[۱۴۲] "الفروع من الکافی" ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ ہندوستان

[۱۴۳] ایضاً

[۱۴۴] "الفروع من الکافی" "کتاب الزی والتجمیل ج ۶ ص ۵۰۱ مطبوعہ طہران

کا تعلق ہے وُہ دو چوتڑوں میں چھپی ہوئی ہے۔ باقی رہی اگلی شرمگاہ سو اُسے تُو اپنے ہاتھ سے چھپالے"۔ ۱۴۵ے

صرف یہی نہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر گندی گندی باتیں ان لوگوں نے بیان کی ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر محمدؑ باقر علیہ السلام کہا کرتے تھے:

جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ لنگی وغیرہ کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو۔ راوی کہتا ہے کہ: ایک دن آپ حمام میں آئے اور جسم پر (از قسم پوڈر) کچھ ملا۔ جب پورے جسم پر (از قسم پوڈر) کچھ مل دیا تو لنگی اتار پھینکی، آپ کے غلام نے آپ سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا آپ نے ہمیں لنگی باندھنے کا حکم نہیں دیا اور خود سے آپ نے لنگی اتار پھینکی؟ اس کے جواب میں آپ نے کہا، کیا تجھے پتہ نہیں کہ پوڈر نے شرمگاہ کو ڈھانپ لیا ہے!" ۱۴۶ے

عبداللہ دابقی کی ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے بیان کیا۔

"میں مدینہ میں ایک حمام میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی حمام کا نگران ہے۔ میں نے پوچھا، اے بابا یہ حمام کس کا ہے؟ اس نے کہا، میرے والد ابو جعفر محمد بن علی بن حسین علیہم السلام کا۔ میں نے پوچھا: وُہ بھی اس میں آتے تھے؟ اس نے کہا، ہاں، میں نے پوچھا: کیا کیا کرتے تھے؟ اس نے کہا: حمام میں داخل ہوتے، اپنے آلہ کی مالش کرتے اور اسے دیکھا نہ کرتے تھے، پھر اپنے چوتڑوں کی مالش کرتے اور مجھے بلاتے، میں ان کے سارے بدن کی مالش کرتا،

۱۴۵ے ایضاً

۱۴۶ے ایضاً ج ۶ ص ۵۰۲، ۵۰۳

ایک دن میں نے انھیں کہا: جس چیز کو میرا دیکھنا آپ ناپسند کرتے ہیں میں نے اسے دیکھ لیا ہے، آپ نے کہا، ہرگز نہیں۔ پوڈر نے اُسے ڈھانپ لیا ہے" ۱۴۷

کچھ اور عجیب مسئلے

ان لوگوں نے بے شمار عجیب و غریب مسئلے بنا رکھے ہیں، ایک عجیب مسئلہ وہ ہے جسے یہ لوگ محمد باقر کی طرف منسوب کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ "آپ نے اس آدمی کے بارے میں، جس نے اپنی بیوی کی ماں، اس کی بہن یا بیٹی سے زنا کیا ہو، کہا ہے کہ "اس سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی" ۱۴۸

ان سے یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

اگر کوئی آدمی اپنے باپ کی بیوی سے یا اپنے باپ کی لونڈی سے زنا کرے تو اس سے نہ وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوتی ہے اور نہ وہ لونڈی اپنے مالک پر حرام ہوتی ہے" ۱۴۹

اسی طرح کے اور بہت سے مسائل ان لوگوں نے بیان کیے ہیں۔

ایک اور عجیب و غریب مسئلہ ان کے ہاں یہ ہے کہ: نمازِ جنازہ بغیر وضو کے بھی جائز ہے۔ اس مسئلہ کو ان لوگوں نے جعفر کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ سے کسی نے نمازِ جنازہ کے بارے میں پوچھا کہ، کیا میں بغیر وضو

---

۱۴۷ "الفروع من الکافی" کتاب الزی والتجمل ج ۶ ص ۵۰۳

۱۴۸ "الفروع من الکافی" ج ۵ ص ۴۱۶

۱۴۹ ایضاً ص ۴۱۹

کے نماز پڑھ لوں ؛ تو آپ نے کہا کہ ، ہاں "۔ ۱۵۰ھ

حاشیہ نویس اس کے ضمن میں لکھتا ہے ، "ہمارے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اس نماز کے لیے طہارت کا ہونا شرط نہیں "۔ " تذکرہ " سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے "طہارت شرط نہیں ہے ، پانی ، مٹی اور وضو یا غسل پر قدرت ہونے کے باوجود بھی بے وضو آدمی ، حائضہ عورت ، اور جنبی نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں ، ہمارے تمام علماء کا یہی مذہب ہے "۔ ۱۵۱ھ

جعفر بن محمد باقر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے ، "حائضہ عورت جنازہ کی نماز پڑھ سکتی ہے "۔ ۱۵۲ھ

یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقر اور آپ کے بیٹے جعفر سے کسی نے یہ پوچھا تھا کہ :

" ہم نے کپڑا خریدا ہے اس کو شراب اور خنزیر کا مادہ منویہ لگ گیا ہے ، کیا دھونے سے پہلے اسے رگڑ کر ہم اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں ؟ دونوں نے کہا کہ : ہاں ، کوئی حرج نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اس کا کھانا حرام کیا ہے ، اس کا پہننا ، چھونا اور اس میں نماز پڑھنا حرام نہیں کیا "۔ ۱۵۳ھ

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ خنزیر کے بالوں سے رسی بنا کر اس سے کنوئیں سے پانی کھینچا جائے تو اس پانی سے وضو جائز ہے ، بیان کرتے ہیں کہ زرارہ نے کہا ہے :

۱۵۰ھ " الفروع من الکافی " ج ۳ ص ۱۷۸ ، " من لا یحضرہ الفقیہ " ج ۲ ص ۱۷۰

۱۵۱ھ " الفروع من الکافی " حاشیہ ۱۷۸

۱۵۲ھ " من لا یحضرہ الفقیہ " ج ۱ ص ۱۷۰

۱۵۳ھ کتاب " من لا یحضرہ الفقیہ " ج ۱ ص ۲۴۸

نے کہا ہے:

"میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے یہ پوچھا کہ اگر رسی خنزیر کے بالوں سے بنائی گئی ہو اور پھر اس رسی سے کنویں سے پانی نکالا گیا ہو تو کیا اس پانی سے وضو کیا جاسکتا ہے؟ آپ نے کہا، کوئی حرج نہیں"۔[۱۵۴]

جعفر کی نقل کردہ ایک اور روایت میں ہے کہ:

"امیر المؤمنین علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر ہانڈی پک جائے اور اس میں چوہا گر پڑے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا، اس کا شوربہ گرا دیا جائے اور گوشت دھو کر کھا لیا جائے"۔[۱۵۵]

جعفر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ "آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر گھی یا تیل میں چوہا یا کتا گر پڑے اور پھر زندہ ہی اس سے نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔[۱۵۶]

ایک طرف تو اس قدر لچک اور ایک طرف اتنی سختی کہ کہتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانڈ کی شہوت کے وقت اس کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے"۔[۱۵۷]

یہ انسان کو اس چیز کا مکلف بنانا ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا، بھلا کوئی آدمی کیسے معلوم کرے کہ ذبح شدہ سانڈ شہوت میں تھا یا نہیں تھا؟

---

[۱۵۴] "تہذیب الاحکام" ج ا ص ۴۰۹

[۱۵۵] "الفروع من الکافی" کتاب الطہارۃ ج ۳ ص ۷

[۱۵۶] کتاب الاطعمۃ ج ۲ ص ۱۶۱

[۱۵۷] "الفروع من الکافی" کتاب الاطعمۃ ج ۶ ص ۲۶۰

بعض جگہ تو ضرورت سے زیادہ آسانی اور رخصت دے دی گئی ہے۔

جعفر بن باقر نقل کرتے ہیں کہ آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر چوہا، بلی، مرغی، کوئی پرندہ یا کتا کنویں میں گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے کہا: جب تک جانور نہ پھٹا ہو یا پانی کا ذائقہ نہ بدلا ہو، اس وقت تک پانچ ڈول نکال لو، کافی ہیں" ۱۵۸

"جعفر سے اس کنویں کا حکم پوچھا گیا جس میں انسانی غلاظت، خشک یا تر گر چکی ہو تو آپ نے کہا، اگر بہت سا پانی ہے تو کوئی بات نہیں" ۱۵۹

آپ کی ایک اور روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ: "صادق علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ مردار کی کھال میں پانی اور گھی رکھنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے کہا، کوئی حرج نہیں، پانی، گھی، دودھ جو تیرا جی چاہے اس میں رکھ، تو اس سے وضو بھی کر سکتا ہے اور پی بھی سکتا ہے" ۱۶۰

کہتے ہیں کہ "اگر پانی کے مشکیزہ میں چوہا، بلا، یا مردہ چڑیا گر جائے اور پھٹ جائے تو اس پانی کا پینا اور اس سے وضو کرنا جائز نہیں، اور اگر جانور پھٹ نہ چکا ہو تو اس کے اور اس سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، مردار اگر تر نکلے تو اسے پھینک دیا جائے گا، اسی طرح مٹکے وغیرہ اور پانی رکھنے کے دوسرے برتنوں کا بھی یہی حکم ہے" ۱۶۱

جعفر بن باقر کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

---

۱۵۸ "الفروع من الکافی" کتاب الطہارۃ جلد ۳ صفحہ ۵

۱۵۹ "تہذیب الاحکام" ج ۱ ص ۴۱۶ "الاستبصار" ج ۱ ص ۴۲

۱۶۰ "کتاب من لا یحضرہ الفقیہ" لابن بابویہ قمی ج ۱ ص ۱۱

۱۶۱ ایضاً ج ۱ ص ۱۴

"اگر دو پرنالے بہ رہے ہوں، ایک پرنالہ سے پیشاب اور ایک پرنالہ سے پانی بہہ رہا ہو، دونوں گڈمڈ ہو جائیں اور پھر تجھ تک پہنچیں تو ان میں کوئی مضائقہ نہیں"[۱۶۲] (یعنی اسے پیا اور اس سے وضو کیا جا سکتا ہے)

آپ کی ایک اور روایت بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں "آپ سے کسی نے پوچھا کہ: میں اس غسل خانے میں غسل کرتا ہوں جس میں پیشاب کیا جاتا اور جنابت کا غسل کیا جاتا ہے، برتن میں اس کا پانی گر گیا ہے، کیا اسے بہا دیا جائے؛ آپ نے کہا اس کو کچھ نہیں ہوا"[۱۶۳]

قمی نے اپنی کتاب میں ایک اور روایت نقل کی ہے، کہتا ہے، کہ "ابو جعفر باقر علیہ السلام بیت الخلاء میں داخل ہوئے وہاں گندگی میں پڑا روٹی کا ایک لقمہ آپ کو ملا، آپ نے اسے اٹھایا، دھویا اور اپنے غلام کو، جو آپ کے ساتھ تھا، دیدیا اور کہا: یہ لقمہ تیرے پاس رہنا چاہیے تاکہ میں نکل کر اسے کھا لوں؛ جب آپ نکلے تو غلام سے پوچھا: لقمہ کہاں ہے؛ اس نے کہا: اے رسول اللہ کی اولاد، میں نے اسے کھا لیا ہے۔ آپ نے کہا، یہ جس کے پیٹ میں بھی جائے گا خدا اس کے لیے جنت کو واجب کر دے گا، جا، تو آزاد ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں کسی جنتی آدمی سے خدمت لوں"[۱۶۴]

یہ ہیں ان لوگوں کی جھوٹی روایات ——— ذرا سوچیے کہ گندگی اور روٹی کا ایک لقمہ کھانے پر یہ لوگ مغفرت و جنت کے پروانے بخش رہے ہیں۔

---

۱۶۲ "الفروع من الکافی" ج ۳ ص ۱۲، ۱۳۔ "تہذیب" ج ۱ ص ۴۲

۱۶۳ "الفروع من الکافی" ج ۳ ص ۱۴

۱۶۴ "کتاب من لا یحضرہ الفقیہ" باب احکام التخلی ج ۱ ص ۲۷

دردانگیز لطیفے

ان لوگوں نے بہت سے جھوٹے واقعات اور دردانگیز لطیفے اپنی روایات میں بیان کیے ہیں، جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو کئی روز تک آپ کے دودھ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ابوطالب نے آپ کو اپنے پستان سے لگایا، خدا نے اس میں دودھ اتار دیا، چنانچہ کئی روز تک ابوطالب آپ کو دودھ پلاتے رہے تا آنکہ حلیمہ سعدیہ ابوطالب کو مل گئیں تو آپ نے حضورؐ کو ان کے سپرد کر دیا" ۱۶۵ے

اسی طرح کی ایک اور روایت بیان کرتے ہیں کہ "حسین نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا۔ نبیؐ ابوطالب کے پاس آیا کرتے تھے اور وہ اپنا انگوٹھا آپ کے منہ میں دے دیا کرتے تھے، آپ اسے چوس لیتے جو آپ کے لیے دو یا تین دن کے لیے کافی ہوتا" ع

ذرا دیکھیے کہ یہ لوگ اپنے بزرگوں اور بڑوں کی بزرگی اور بڑائی کے لیے کس طرح جھوٹے قصے اور کہانیاں گھڑ لیتے ہیں، اگرچہ انہیں کہانیاں گھڑنا اور قصے بنانا نہیں آتا جس کی وجہ سے ان کی کمزوریاں اور نقائص ہی واضح ہوتے چلے جاتے ہیں، جسے عقلاء اور عام انسانوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے بچے بھی صاف محسوس کر سکتے ہیں، لیکن خدا جانے ان لوگوں کو کیا

۱۶۵ے "الاصول من الکافی"، کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۴۵۸ مطبوعہ طہران

ع "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۴۶۵

ہو گیا ہے کہ نہ دیکھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔

اسی طرح کی ایک جھوٹی روایت جسے ان لوگوں نے باقر بن زین العابدین کی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے، یوں ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: آپ فاطمہ کو چومتے ہیں، اپنے ساتھ اور اپنے قریب رکھتے ہیں، ان سے (شفقت و محبت کا) وہ برتاؤ کرتے ہیں جو دوسری کسی بیٹی سے نہیں کرتے؟ آپ نے کہا: جبرئیل میرے پاس جنت کے سیبوں میں سے ایک سیب لے کر آئے تھے، میں نے اسے کھایا جو پانی بن کر میری پشت میں پہنچ گیا، پھر میں خدیجہ سے ہم بستر ہوا، آپ کو حمل ہوا جس سے فاطمہ پیدا ہوئیں، مجھے ان سے جنت کی خوشبو آتی ہے"[۱۶۶]

جب فاطمہؓ کا یہ مقام ہے تو پھر علیؓ کے لیے بھی اس مقام پر فائز ہونا ضروری ہے:

چنانچہ علیؓ کی ولادت کے متعلق بھی ان لوگوں نے اس سے ملتا جلتا ایک قصہ گھڑ لیا، فتال[۱۶۷] نے اپنی کتاب میں ابو طالب کے متعلق بیان کیا ہے کہ:

"آپ کے پاس جنت کے پھلوں کی ایک طشتری لائی گئی جس میں پکی ہوئی تازہ کھجوریں اور انار تھے، آپ نے اس میں سے ایک انار لے لیا اور اسی وقت خوشی میں وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے، اپنے گھر پہنچے، اسے کھایا جس کا پانی بن کر ان کی پشت میں پہنچا، پھر آپ نے فاطمہ بنت اسد سے مجامعت کی اور اس سے علی پیدا ہوئے"[۱۶۸]

---

[۱۶۶] علل الشرائع: ج ۱ ص ۱۸۳

[۱۶۷] اس کا نام محمد بن حسن بن علی فتال نیسا پوری۔ ایرانی ہے۔ قمی کہتا ہے: حافظ، واعظ اور

ایک اور جھوٹ ان کے صدوق نے جعفر کی طرف منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ جعفر سے پوچھا گیا تھا:

"رسول اللہ کے بیٹے کیوں زندہ نہیں بچے؟ آپ نے کہا: خدا نے محمد کو نبی پیدا کیا تھا اور علی علیہ السلام کو وصی پیدا کیا تھا۔ اگر رسول اللہ کے بعد آپ کا کوئی بیٹا زندہ رہتا تو وہ امیر المومنین سے زیادہ (آپ کی جانشینی) کا حق دار ہوتا۔ اس طرح امیر المؤمنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت باقی نہ رہتی"۔[169]

جب ان لوگوں نے جھوٹ اور بہتان و افترا۔ کا کاروبار شروع کر ہی دیا ہے تو پھر کیوں نہ اس میں انتہا تک پہنچیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی جھوٹ منسوب کرنے لگے، کہتے ہیں کہ آپ نے کہا ہے:

"جنت کے دروازے کا کنڈا سونے کی چادروں پر سرخ یاقوت سے بنا ہے، جب یہ کنڈا چادر پر گرتا ہے تو بج اٹھتا ہے اور کہتا ہے "یا علی"۔[170]

ایک ہم عصر اور اٹھا اور کہنے لگا:

"اگر ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو علی بن ابی طالب اس دنیا میں ہمیشہ

---

[1] "روضۃ الواعظین" کا مصنف ہے۔ چھٹی صدی کے علماء میں سے ہے۔ ابن شہر آشوب کے مشائخ میں سے ہے (الکنی والالقاب ج ۳ ص ۹) حلی نے کہا ہے "جلیل القدر متکلم، فقیہ، عالم اور زاہد ہے۔ ابو المحاسن عبد الرزاق سردار نیساپور نے اسے قتل کر دیا تھا" (رجال الحلی ص ۲۹۵ ۵۰۸ھ)

۱۶۸ "روضۃ الواعظین" للفتال ج ۱ ص ۸۷ قم ایران

۱۶۹ "علل الشرائع" ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ نجف

۱۷۰ "روضۃ الواعظین" ج ۱ ص ۱۱۱

زندہ رہتے"۔[۱۷۱]

جب آپ اس مقامِ بلند پر فائز ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کے گروہ کو بھی اس میں سے کچھ حصہ ملے۔ اس لیے ان لوگوں نے نبیؐ کی طرف یہ جھوٹ منسوب کر دیا ہے کہ آپؐ نے علیؓ سے کہا: "اللہ نے مجھ پر تمہارے گروہ کے سب گناہ ڈال دیے اور پھر وہ گناہ مجھے بخش دیے"۔[۱۷۲]

اہلِ بیت کی طرف منسوب کردہ دردانگیز لطیفوں میں سے ایک اور لطیفہ سنیے۔ اس روایت کو ان لوگوں نے ابوعبداللہ کی طرف منسوب کیا ہے، کہتے ہیں کہ آپ سے زمین کے بارے میں یہ سوال کیا گیا تھا:

"زمین کس چیز پر کھڑی ہے؟ آپ نے کہا: مچھلی پر، میں نے پوچھا: مچھلی کس چیز پر کھڑی ہے؟ آپ نے کہا: پانی پر۔ میں نے پوچھا: پانی کس چیز پر کھڑا ہے؟ آپ نے کہا: چٹان پر، میں نے پوچھا: چٹان کس چیز پر ہے؟ آپ نے کہا بغیر بالوں والے سانڈ کے سینگ پر، میں نے پوچھا: سانڈ کس چیز پر ہے؟ آپ نے کہا، پاتال پر، میں نے پوچھا: پاتال کس چیز پر ہے؟ اس پر آپ نے کہا، بس یہیں سے علماء کا علم بھٹک جاتا ہے"۔[۱۷۳]

ایک اور لطیفہ سنیے جسے ان لوگوں نے علی بن حسین، جن کا لقب زین العابدینؒ ہے، کی طرف منسوب کیا ہے، آپ نے کہا کہ: "خدا کا ایک فرشتہ ہے جسے فرقائیل کہا جاتا ہے، اس فرشتہ کے اٹھارہ ہزار پر ہیں۔ ایک پر سے دوسرے

---

[۱۷۱] "اصل الشیعۃ واصولہا"، ص ۱۱۲ مطبوعہ، بیروت

[۱۷۲] "البرہان" ج ۲ ص ۲۴۴ مطبوعہ، قم۔ ایران

[۱۷۳] "تفسیر القمی" ج ۲ ص ۵۹۰

پر کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے۔"[۱۷۴]
اب ہم ایک آخری روایت بیان کرتے ہیں اور اس بیان کو ختم کرتے ہیں،
اگر ہم اس بیان کو مزید پھیلانا چاہیں تو اس کے لیے ایک یا دو کتابیں نہیں
بہت سی کتابیں بھی ناکافی ہیں۔ اس لیے کہ ان لوگوں کی فطرت ہی جھوٹ
پر مبنی ہے۔ ہر مقام پر اور ہر جگہ یہ لوگ جھوٹ ہی کہیں گے۔ اس سے کچھ
فرق نہیں پڑتا کہ وہ موقع و محل جھوٹ کا متحمل ہو یا نہ ہو۔ ابن بابویہ قمی
ابو الحسن کی یہ روایت بیان کرتا ہے کہ آپ سے مسخ کیے جانے والوں کے
بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا:

"ہاتھی ایک مسخ شدہ صورت ہے، یہ ایک انتہائی زانی اور لوطی بادشاہ
تھا، ریچھ بھی دراصل ایک دیوث آدمی تھا۔ خرگوش ایک عورت تھی جو
اپنے شوہر کی خیانت (یعنی بدکاری) کیا کرتی تھی اور حیض اور جنابت کا غسل
نہیں کیا کرتی تھی، چمگادڑ ایک آدمی تھا جو لوگوں کی کھجوریں چوری کیا کرتا تھا،
سہیل ستارہ بھی ایک آدمی تھا جو یمن میں عشر وصول کیا کرتا تھا، زہرہ ستارہ
وہ عورت ہے جس نے ہاروت اور ماروت کو فتنہ میں ڈال دیا تھا، بندر اور
خنزیر بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہفتہ کے دن حکم عدولی کی تھی،
بام مچھلی اور گوہ بھی بنی اسرائیل کی ایک جماعت ہے۔ بچھو ایک چغلخور آدمی
تھا اور بھڑ ایک قصائی تھا جو ترازو سے چوری کر لیا کرتا تھا۔"[۱۷۵]
اب چند شکایتیں جو اس قوم کے ائمہ کو ان کذاب لوگوں سے ہیں، بیان

---

[۱۷۴] "البرہان" ج ۲ ص ۳۲۷

[۱۷۵] "علل الشرائع" ص ۴۸۵، ۴۸۶

کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ اہلِ بیت میں سے کوئی فرد ایسا نہیں جس کی طرف ان جھوٹے اور کذاب لوگوں نے اس قسم کی بے بنیاد باتیں منسوب نہ کر دی ہوں، جن کا خیال بھی ان کے حیطۂ وہم و تخیل میں کبھی نہ گزرا ہو گا۔ من گھڑت قصے اور جھوٹی کہانیاں بنا کر ان کی طرف منسوب کر دینے میں یہ لوگ کس قدر بیباک اور چالاک ہو چکے ہیں۔ ان کی کتابیں اس قسم کی شکایتوں سے بھری پڑی ہیں۔

کشی، ابنِ سنان سے نقل کرتا ہے،

"ابو عبد اللہ نے کہا: ہم اہلِ بیت سچے ہیں لیکن کذاب لوگوں نے ہمارے متعلق جھوٹ بولے ہیں۔ لوگوں کے نزدیک ان کے جھوٹ کی وجہ سے ہمارے سچ بھی معتبر نہیں رہے۔ اس کے بعد آپ نے ان کذاب لوگوں میں سے ایک ایک کا نام لیا ہے (اس کے بعد کہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ سچی بات کہنے والے تھے، مسیلمہ نے آپ کی طرف جھوٹ منسوب کیا، رسول اللہ کے بعد امیر المؤمنین سب سے زیادہ سچے تھے، ان کی طرف بھی عبد اللہ بن سبا، نے جھوٹ منسوب کیا۔ خدا کی لعنت ہو اس پر۔ ابو عبد اللہ حسین بن علی کو خدا نے مختار کے ذریعہ امتحان میں ڈالا۔ پھر ابو عبد اللہ حارث شامی اور بنان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں علی بن حسین کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتے تھے۔ پھر اپنے ساتھیوں میں سے مغیرہ بن سعید سری، ابو الخطاب، معمر، بشار اشعری، حمزہ یزیدی اور صائب ہندی کا ذکر کیا اور کہا: خدا کی لعنت ہو ان سب پر، ہمیں بھی جھوٹ بولنے والوں نے جھوٹ سے معاف نہیں رکھا۔۔۔ خدا ہر کذاب سے ہماری حفاظت کے لیے کافی ہے، خدا انھیں دوزخ کی گرمی کا مزہ چکھائے" [۱۷۶]

یہی شکایت آپ کے پوتے ابوالحسن رضا بھی کر رہے ہیں: آپ نے کہا ہے:

"بنان، علی بن حسین کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا، خدا اسے گرمی کا مزہ چکھائے، مغیرہ بن سعید، علی بن جعفر کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا خدا اسے جہنم کی گرمی کا مزہ چکھائے، محمد بن لبشر، علی بن حسین، علی بن موسیٰ رضا کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا۔ خدا اسے جہنم کی گرمی کا مزہ چکھائے۔ ابوالخطاب علی بن عبداللہ کی طرف جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا خدا اسے جہنم کی گرمی کا مزہ چکھائے، یہی محمد بن فرات کی طرف بھی جھوٹ منسوب کیا کرتا تھا"۔ [۱۷۷]

اسی وجہ سے جعفر بن باقر نے کہا تھا کہ "اگر قائم ظہور پذیر ہوا تو سب سے پہلے شیعہ حضرات کے کذاب لوگوں سے شروع ہوگا اور انہیں قتل کرے گا"۔ [۱۷۸]

جعفر نے کیا خوب کہا تھا، آپ یقیناً اپنی بات میں سچے ہیں کہ "ہم نے رات بسر کی اور (ہماری جماعت میں سے) ہر آدمی ہماری محبت سے پھر کر ہمارا دشمن بن گیا"۔ [۱۷۹]

آپ نے دیکھا کہ شیعہ حضرات کے ائمہ کیا کہہ رہے ہیں اور شیعہ حضرات کیا کہہ رہے ہیں ــــ اللہ ہمیں جھوٹ سے اور جھوٹ بولنے والوں سے بچائے!

تیسرا باب ختم ہوا!

---

۱۷۶ رجال الکشی، ص ۲۵۷، ۲۵۸ ابوالخطاب کے حالات کے تحت

۱۷۷ " " ۲۵۶

۱۷۸ " " ۲۵۱ ۱۷۹ ایضاً ۲۵۹

باب ۱۲

شیعہ اور توہینِ اہلِ بیتؓ

شیعہ حضرات کبھی بھی اہلِ بیت سے محبت کرنے والے اور ان کی اطاعت کرنے والے نہیں تھے، شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ اوّل روز ہی سے ان کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ صحیح اسلامی عقائد کو غلط قرار دیا جائے اور ان کی مخالفت کی جائے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے، انہیں گالیاں بکی جائیں، بُرا بھلا کہا جائے، اسلاف اور بزرگوں کی توہین کی جائے، جن میں سب سے پیش، حامل شریعت، اس امتِ محترمہ کے امام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپؐ کے بعد آپؐ کے ساتھی، شاگرد، جانشین اور آپؐ کے پاکیزہ اہلِ بیت کا نام آتا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں صرف یہ بیان کیا ہے کہ شیعہ کا اہلِ بیت سے کیا اور کتنا تعلق ہے؟ ان لوگوں کا دعوٰے ہے کہ یہ حضرات انہی، یعنی اہلبیت ہی کے لگائے ہوئے پودے کے برگ و بار ہیں، اہلِ بیت ہی ان کے مذہب کی بنیادیں ڈالنے والے اور ان کے اعتقادات کے بانی ہیں، بلکہ انہی لوگوں نے انہیں پالا اور پروان چڑھایا ہے۔ ان لوگوں کا ان سے اتنا مضبوط اور گہرا تعلق ہے جو ان کے سوا اور کسی کے ساتھ نہیں۔

پچھلے ابواب میں ہم پوری شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ یہ لوگ اپنے دعووں میں کتنے سچے ہیں۔ دیکھ لیا جا سکتا ہے کہ انہیں ان سے کتنی

محبت ہے اور کس قدر ان کے فرمانبردار و مطیع ہیں؟

اس باب میں، جو ہماری کتاب کا آخری باب ہے ہم پڑھنے والے اور تحقیق کرنے والے کو لے کر ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں، ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان لوگوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اہلِ بیت کی مخالفت کی، نافرمانی کی، ان کی طرف جھوٹ منسوب کیے، ان پر بہتان لگائے، بلکہ اس قدر اپنی روِ میں بڑھتے چلے گئے کہ توہین و گستاخی پر اتر آئے۔ کھلم کھلا گستاخی۔ برملا توہین، ڈھکے چھپے لفظوں میں نہیں، واشگاف الفاظ میں۔ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ توہین آمیز اور گستاخانہ رویہ برتا، ٹھیک اسی طرح اہلِ بیت کے ساتھ بھی ان کا رویہ ویسا ہی ہے۔ ان کے نزدیک اہلِ بیت کے ساتھ محبت کا مطلب ہی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدینؓ اور آپؐ کے ساتھیوں کو گالیاں بکی جائیں۔ جب ان سے فارغ ہو چکے تو اپنے ترکشِ بدگوئی و بدزبانی کے ساتھ اہلِ بیت کی طرف متوجہ ہو گئے اور ان پر بوچھاڑ کر دی، کیونکہ کسی سے محبت یا کسی سے دشمنی پیشِ نظر نہیں۔ کسی کی تعمیر یا کسی کا بگاڑ مدِ نظر نہیں۔ پیشِ نظر صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں میں باہمی شکوک و شبہات پیدا کر دیے جائیں، آپس کی دشمنی اور بغض و عناد کو ہوا دی جائے۔ اسلام اور امتِ مسلمہ کی ساکھ کو خاک میں ملا دیا جائے۔ ورنہ سوچیئے کیا کوئی آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کی توہین کر سکتا ہے؟ علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت کی توہین کر سکتا ہے؟ بلکہ خود نبیؐ اور علیؓ کی توہین کا تصور بھی کبھی کیا جا سکتا ہے؟؟

شیعہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

ہاں، اللہ کے اس صادق و مصدوق نبیؐ کی توہین جسے پروردگار نے پوری

مخلوق سے افضل بنایا، اولیاء، اور سارے رسولوں پر فضیلت بخشی، جس کی رسالت کو نین تک پھیلی ہوئی اور جس کی امامت کا اقرار ہر جن و بشر پر لازم کر دیا گیا۔ آج تک، اور آج کے بعد قیامت تک انہی کی سرداری ہے اور رہے گی، انہی کے ہاتھ میں لواء حمد ہو گا، آدمؑ اور دوسرے سارے اللہ کے برگزیدہ و پسندیدہ لوگ اسی کے زیرِ سایہ ہوں گے۔

ہاں ہاں! اس نبیؐ اعظم کی توہین، جسے اللہ نے ان صفات سے نوازا، جو دوسرے انبیاءؑ اور رسولوں کو نہیں ملیں۔ جو خوبیاں کسی کو نہ مل سکیں وہ آپؐ کو عطا کی گئیں، ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں،

"علی اپنے اور رسول اللہ کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں جنت و دوزخ کی تقسیم کرنے والا ہوں، میں فاروقِ اکبر ہوں، میں صاحبِ عصا (موسیٰ) ہوں۔ میں میسم ہوں، میرے لیے تمام فرشتوں اور رسولوں نے ویسا ہی اقرار کیا ہے جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر چکے ہیں۔ مجھ پر بھی خدا نے ویسی ہی چیز اتاری ہے آپ بھی بحکمِ الٰہی گفتگو کرتے ہیں، میں بھی بحکمِ الٰہی گفتگو کرتا ہوں — یہاں تک تو میں (یعنی علیؓ اور آپؐ) برابر برابر ہیں، لیکن اس کے علاوہ مجھے — ایسی خوبیاں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، مجھے آفتوں اور مصیبتوں کا علم عطا کیا گیا، انساب اور فصل الخطاب کا علم بخشا گیا، جو مجھ سے پہلے ہو چکا وہ بھی میرے علم میں ہے اور جو مجھ سے غائب ہے وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں" [۱]

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؓ تمام خوبیوں میں برابر برابر

---

[۱] "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ ص ۱۹۶، ۱۹۷

ہیں، لیکن کچھ ایسی خوبیاں بھی ہیں جو علیؑ کو دی گئیں اور آپؐ کو نہیں دی گئیں، کیونکہ آپ بشر ہیں۔ بشر اپنی شانِ بشریت کے ساتھ جس مقام و منزلت پر بھی پہنچ جائے بہر حال ان خوبیوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔

"اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ" ؎۲ (میں تمہاری طرح ایک آدمی ہوں، میری طرف وحی پہنچتی ہے)

ارشادِ خداوندی ہے: "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ" ؎۳

(قیامت کی گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش اتارتا ہے، اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے رحموں میں کیا ہے؟ اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور نہ کسی متنفس کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا؟ بیشک اللہ ہی علم والا اور سب کی خبر رکھنے والا ہے۔")

ایک آیت میں ارشاد ہے: "لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ" ؎۴ (اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا نہ آسمانوں کے فرشتے نہ زمین کے باشندے)

علیؑ اس لیے نبیؐ سے بلند تر ہیں کہ آپ عالمِ بشر سے بلند تر ایک ہستی ہیں؟ خدا کی پناہ! اور عملاً ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے۔

؎۲ سورۃ الکہف آیت ۱۱۰

؎۳ سورۃ لقمان آیت ۳۴

؎۴ سورۃ النمل آیت ۶۵

بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کہا:

"میں خدا کا چہرہ ہوں، میں خدا کا پہلو ہوں، میں ہی اول ہوں، میں ہی آخر ہوں، میں ہی ظاہر ہوں، میں ہی باطن ہوں، میں زمین کا وارث ہوں، میں خدا کا وہ راستہ ہوں جس کے ذریعہ اس تک پہنچا جاتا ہے" ۵؎

ان لوگوں سے کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ جھوٹ ان کی عادت بن چکا ہے، ان لوگوں نے نبیؐ کی شان کو علیؓ کے مقابلے میں ہمیشہ کم تر دکھانے کی جسارت کی، پچھلے صفحات میں ہم بہت سی روایات بیان کر چکے ہیں ۶؎ دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ کچھ اور روایات ہم یہاں بیان کرتے ہیں جو پہلے بیان نہیں کی گئیں، چنانچہ عیاشی اور حویزی نے اپنی اپنی تفسیروں میں ایک روایت نقل کی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ علی کا مقام نبیؐ سے بلند تر ہے، دونوں مفسر اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں، "حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ" (نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیان والی نماز کی اور اللہ کے سامنے عاجزی سے کھڑے ہو)

لکھتے ہیں کہ صلوات (نمازوں) سے مراد یہاں پر:

"رسول اللہ، امیر المؤمنین، فاطمہ اور حسن وحسین ہیں، وسطیٰ سے مراد امیر المؤمنین ہیں" ۷؎

کیا اس سے بھی زیادہ سرورِ کائنات اور رسولِ جن وبشر صلی اللہ علیہ وسلم

۵؎ "رجال الکشی" ص ۱۸۴

۶؎ دوسرے باب میں "کون افضل ہے، نبیؐ یا علیؓ؟" کے عنوان سے

۷؎ "تفسیر العیاشی" ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ طہران "نور الثقلین" ج ۱ ص ۲۳۸ مطبوعہ قم۔

کی توہین کی جاسکتی ہے:

ہاں اس سے بھی زیادہ مکروہ اور گھناؤنی وہ روایت ہے جو حویزی نے صدوق سے نقل کرتے ہوئے لکھی ہے کہ رسول کو بھیجا ہی فقط اس لیے گیا تھا کہ آپ لوگوں کو علی کی ولایت کی تبلیغ کریں۔ اور اگر آپ نے ولایتِ علی کی یہ بات لوگوں تک نہ پہنچائی جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے تو آپ کے اعمال برباد و رائیگاں جائیں گے۔ العیاذ باللہ!

ان کی عبارت سنیے: "صدوق نے "الامالی" میں یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے علی سے کہا تھا، اگر میں تیری ولایت کے بارے میں وہ چیز نہ پہنچاؤں جس کا مجھے حکم دیا گیا تو میرے اعمال برباد کر دیے جائیں گے"۔[۸]

ایسا کیوں نہیں ہوگا! اس لیے کہ علی آپ کے ساتھ ہیں جن کی وجہ سے آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے (اللہ ہمیں ان کفریات کے نقل کرنے پر معاف فرمائے)۔ علی ہی کی وجہ سے آپ پر سے بوجھ ہلکا ہوا۔ بحرانی "وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ" (ہم نے آپ کا بوجھ آپ سے اتار دیا) کے تحت ابنِ شہر آشوب سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"کفار اور اہلِ تاویل پر علی بن ابی طالب کی وجہ سے (مسلمانوں سے) جنگ کرنا مشکل ہو گیا تھا"۔[۹]

برسی بیان کرتا ہے کہ "یہ آیت یوں تھی" ورفعنا لك ذكرك بعلى صهرك" یعنی ہم نے آپ کا ذکر آپ کے داماد علی کی وجہ سے بلند کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۸] تفسیر "نور الثقلین"، ج ۱ ص ۶۵۴

[۹] "البرہان" فی تفسیر القرآن ج ۴ ص ۴۷۵

اسے یوں ہی پڑھا کرتے تھے اور ابنِ مسعود سے بھی اسی طرح ثابت ہے، عثمان نے اس میں کمی کر دی" ۔[10]

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی کا واسطہ دے کر خدا سے دعا مانگا کرتے تھے، بحرانی ، اپنی کتاب "المناقب الفاخرۃ فی العترۃ الطاہرۃ" میں سید رضی سے نقل کر رہا ہے کہ "ابنِ مسعود نے بیان کیا ہے:

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا، میں نے آپ کو رکوع کرتے اور سجدہ کرتے ہوئے پایا، آپ کہہ رہے تھے: اے اللہ! اپنے بندہ علی کی وجہ سے میری امت کے گناہگاروں کو بخش دے"۔ اسی پر بس نہیں، اور سنیے کہ "نبی کے نور سے زمین و آسمان پیدا کیے گئے۔ اسی لیے آپ زمین و آسمان سے افضل ہیں، علی کے نور سے عرش و کرسی پیدا کیے گئے، اس لیے علی عرش و کرسی سے بھی زیادہ محترم ہیں" ۔[11]

یہ مقام ہے ان کی نظروں میں نبیؐ کا، علی کا مقام رسول سے بھی زیادہ بلند، اعلیٰ اور افضل ہے۔ جانتے بوجھتے یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو گھٹاتے ہیں اور علیؓ کی تعریف میں مبالغہ آرائیاں کرتے ہیں۔ مبالغہ آرائی کی بھی تمام حدیں پھلانگ چکے اور حضورؐ کی طرف اس روایت کو منسوب کر کے کہنے لگے، "جب آپؐ معراج کی رات آسمانوں پر گئے تو علی اور آپ کی اولاد کو دیکھا کہ وہ آپ سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکے ہیں، آپ نے انہیں سلام کیا حالانکہ انہیں آپ زمین پر چھوڑ کر گئے تھے" ۔[12]

---

[10] ایضاً

[11] ایضاً ج ۴ ص ۲۲۶

[12] "تفسیر البرہان" ج ۲ ص ۴۰۴ برسی سے منقول۔

ایک روایت اور سنیے، یہ روایت صدوق نے "الامالی" میں نقل کی ہے
کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا،
"جب (معراج کی رات) مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو میں اپنے رب
کے قریب ہوا، حتیٰ کہ میرے اور خدا کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم
فاصلہ رہ گیا، خدا نے فرمایا: اے محمد! تو مخلوق میں کس سے محبت کرتا ہے؟
میں نے کہا، اے رب! علی سے، خدا نے فرمایا، ادھر دیکھ اے محمد!
میں نے اپنی بائیں طرف دیکھا تو علی بن ابی طالب علیہ السلام وہاں موجود تھے"[۱۳]
یہی نہیں، اس سے بھی بڑھ کر ایک اور روایت سنیے، کہتے ہیں کہ
حضور سے پوچھا گیا:
"معراج کی رات آپ کے رب نے آپ سے کس کی زبان میں باتیں کیں؟
آپ نے کہا: مجھ سے میرے رب نے علی بن ابی طالب کی زبان میں خطاب
کیا، حتیٰ کہ میں کہنے لگا، (یا اللہ) تو مجھ سے مخاطب ہے یا علی؟"[۱۴]
علی ہر جگہ نبی سے پہلے ہیں، آسمان پر بھی آپ سے پہلے، رب کے پاس
بھی آپ سے پہلے، انہی کی زبان سے خدا خطاب کرتا ہے، انہی کی زبان سے گفتگو
کرتا ہے، علی اپنی خلقت کے اعتبار سے بھی نبی سے افضل، علی ہی کی وجہ سے
آپ کا ذکر بلند اور بوجھ ہلکا ہوا، علی ہی کے واسطہ سے آپ کی دعائیں قبول ہوئیں،
آپ ہی کی طاقت کی وجہ سے آپ بچے اور آپ کی جان محفوظ رہی، علی ہی نے
آپ کو قوت بخشی اور آپ کے دین کو مستحکم کیا، یہی بات ایک شیعہ ہم عصر بھی

---

۱۳ ایضاً

۱۴ "کشف الغمۃ" ج ۱ ص ۱۰۶

لکھ رہا ہے کہ:

"آپ نے دین کی بنیاد رکھی اور اسے مستحکم کیا، اگر آپ نہ ہوتے تو دین باقی نہ رہتا اور بنیاد مضبوط نہ ہوتی"۔ ۱۵

ایک دوسرا لکھتا ہے:" شیعہ ہی کی وجہ سے اسلام قائم ہوا، ان کے امام کی تلوار ہی سے اسلام کی بنیاد رکھی گئی اور اسلام کے ستون کھڑے کئے گئے"۔ ۱۶

ان سے پہلے قمی نے بھی رسول اللہ کی توہین میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ ایک من گھڑت قصہ بنا کر رسول اللہ کی طرف منسوب کر رہا ہے کہ:

"آپ مکہ میں تھے، ابوطالب کی وجہ سے کوئی آپ کو کچھ کہنے کی جسارت نہیں کرتا تھا۔ بچے آپ کو تنگ کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نکلتے تو یہ آپ پر مٹی اور کنکر پھینکا کرتے تھے۔ آپ نے علی علیہ السلام سے شکایت کی ـــ دیکھیے کتنی بری تعبیر اختیار کی ان لوگوں نے، کس طرح اس نبی کی، اس عظیم بہادر، نڈر، شہسوار اور سپہ سالاروں کے سردار کی توہین کر رہے ہیں؟ ـــ علی نے کہا یا رسول اللہ: میرے ماں باپ آپ پر قربان! جب آپ نکلیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور امیر المؤمنین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ بچوں نے اپنی عادت کے مطابق رسول اللہ سے چھیڑ خانی شروع کی۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے بچوں پر حملہ کر دیا۔ آپ نے ان کے چہروں، ناک اور کانوں پر کاٹنا شروع کر دیا"۔ ۱۷

لکھتے ہیں کہ" آپ ہی نے رسول اللہ کو ہجرت کے دن بچایا تھا"۔ ۱۸

---

۱۵ "اصل الشیعۃ واصولہا"، محمد حسین آل کاشف الغطاء ص ۶۸ نواں ایڈیشن

۱۶ "اعیان الشیعۃ" لمحسن الامین ج ا جزء اول قسم اول ص ۱۲۳

۱۷ "تفسیر القمی" ج ا ص ۱۱۴ ۱۸ "نور الثقلین" ج ۲ ص ۲۱۹

درحقیقت علی ہی سب کچھ ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے صرف اس لیے رسول بنایا تھا کہ آپ لوگوں کو علی کی طرف بلائیں ورنہ علی کے مقابلے میں بذاتِ خود آپ کچھ بھی نہیں ـــــ یا اللہ اس بکواس و توہین پر ہمیں معاف فرما۔ جعفر کی یہ روایت ابنِ بابویہ قمی اور دوسرے واسطوں سے بھی یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ :

"نبی علیہ السلام ایک سو بیس مرتبہ آسمانوں پر تشریف لے گئے، ہر مرتبہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف علی کی ولایت کی وحی کی، اتنی مرتبہ علی کی ولایت کی وحی کی کہ اور کسی فرض کی اتنی تاکید نہیں کی گئی" [۱۹]

ایک روایت اور سنیے "جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ، اے محمد! تیرا رب تجھے سلام کہہ رہا ہے اور کہتا ہے، نماز فرض کی گئی اور مریض کو رخصت دے دی گئی، روزہ فرض کیا گیا اور مریض اور مسافر کو رخصت دے دی گئی، حج فرض کیا گیا اور کمزور و تنگدست کو معاف کر دیا گیا، زکوٰۃ فرض کی گئی اور اس آدمی سے معاف کر دی گئی جو نصاب کا مالک نہ ہو لیکن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت میں کوئی رخصت اور چھوٹ نہیں" [۲۰]

اللہ تعالیٰ کی طرف اس جھوٹ کو منسوب کرتے ہیں کہ :

"علی بن ابی طالب میری مخلوق پر میری حجت ہے، میرے شہروں میں میرا نور ہے، میرے علم کا امین ہے۔ جس نے اسے پہچانا اگرچہ میری نافرمانی کی، میں اسے دوزخ میں نہیں ڈالوں گا۔ جس نے اس کا انکار کیا، خواہ میری اطاعت کی، میں اسے جنت میں نہیں داخل کروں گا" [۲۱]

---

[۱۹] مقدمہ "تفسیر البرہان" ص ۲۲

[۲۰] مقدمہ "البرہان" محاسن برقی سے منقول ص ۲۲

[۲۱] "البرہان" مقدمہ ص ۳۳

انبیاءؑ کی توہین

ان لوگوں نے اس قسم کی بکواسات اور نازیبا باتیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان میں نہیں کیں بلکہ اللہ کے تمام رسولوں اور نبیوں کے بارے میں یہ لوگ اس قسم کی، بلکہ اس سے بھی زیادہ گستاخانہ اور اہانت آمیز باتیں کرتے ہیں۔ کس قدر جرأت ہے کہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کی توہین و تخفیف کرتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے، کہتے ہیں کہ، جعفر کا علم موسیٰ اور خضر سے بھی زیادہ تھا۔ کلینی سیف تمار سے نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"ہم شیعہ کی ایک جماعت کے ساتھ ایک کمرے میں ابوعبداللہ علیہ السلام کے پاس موجود تھے، آپ نے کہا: ہم پر کوئی جاسوس ہے؟ ہم نے دائیں بائیں دیکھا، ہمیں کوئی نظر نہیں آیا، ہم نے کہا، ہم پر کوئی جاسوس نہیں، آپ نے کہا: ربّ کعبہ کی قسم، ربِّ کعبہ کی قسم! تین دفعہ آپ نے یوں ہی کہا: اگر میں موسیٰ اور خضر کے پاس موجود ہوتا تو انہیں بتادیتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں، میں انہیں وہ کچھ بتادیتا جو اُن کی دسترس سے باہر ہے۔" [۲۲]

اللہ کے تمام برگزیدہ اور اولوالعزم رسولوں کی توہین کرتے ہوئے ان لوگوں نے ایک عجیب قصہ گھڑ لیا ہے، کہتے ہیں "جب علی پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس گئے، دیکھا کہ علی آپ کے سامنے کھڑے ہیں، دایاں ہاتھ دائیں کان پر رکھا ہوا ہے اور اذان دے رہے ہیں، پوری یکسوئی سے کھڑے ہیں، اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کا اقرار کر رہے ہیں۔ حالاں کہ

---

۲۲ "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ ج ا ص ۲۶۱

آپ اسی دن پیدا ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگے، میں پڑھوں؟ آپ نے کہا، پڑھ"۔ اس کے بعد پورا قصہ سنیے اور سر دھنیے:

"آپ نے ان صحائف سے پڑھنا شروع کیا جو خدائے بزرگ و برتر نے آدم پر نازل کیے تھے، اس کے بعد شیث پر نازل ہونے والے صحائف شروع سے لے کر آخر تک حرف بحرف پڑھ دیے، اگر شیث بھی موجود ہوتے تو اقرار کر لیتے کہ آپ کو یہ صحائف ان سے بھی زیادہ یاد ہیں، پھر موسیٰ کی تورات پڑھی، اگر موسیٰ بھی موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو تورات زیادہ یاد ہے، پھر داؤد کی زبور پڑھی، اگر داؤد خود بھی موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو زیادہ یاد ہے، پھر عیسیٰ کی انجیل پڑھی، اگر عیسیٰ بھی موجود ہوتے تو تسلیم کر لیتے کہ آپ کو انجیل زیادہ یاد ہے، پھر قرآن پڑھا، میں نے دیکھا کہ آپ کو بھی قرآن اتنا ہی یاد ہے جتنا اس وقت تک مجھے یاد تھا، باوجودیکہ آپ نے مجھ سے قرآن کی ایک آیت بھی نہیں سنی تھی"۔ ۲۳ھ

"كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا"

"یہ بات جو ان کے منہ سے نکلی ہے بہت بڑی ہے۔ یہ لوگ جھوٹ بکتے ہیں"

لکھتے ہیں کہ "قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا:

کہاں ہے وہ جو زمین پر خدا کا خلیفہ تھا؟ داؤد نبی علیہ الصلوۃ والسلام اٹھیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی، اگرچہ آپ بھی خلیفہ ہیں، لیکن اس سے آپ مراد نہیں، پھر پکارنے والا پکارے گا، کہاں ہے وہ جو زمین پر خدا کا خلیفہ تھا؟ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام

۲۳ھ "روضۃ الواعظین" ص ۸۴

اٹھیں گے، خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے ندا آئے گی: اے لوگو! یہ ہیں علی بن ابی طالب جو زمین پر خدا کے خلیفہ اور اس کے بندوں پر خدا کی حجت تھے"۔[۲۴]

اللہ کے رسولوں اور نبیوں کی توہین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "خدا کے نبی ایوب سے نعمت اسی لیے لے لی گئی تھی کہ آپ نے علی کی ولایت کا انکار کیا تھا، اسی طرح صفی اللہ یونس علیہ السلام کو بھی مچھلی کے پیٹ میں اسی لیے گرفتار کر دیا گیا تھا کہ آپ نے بھی علی کی ولایت کا انکار کیا تھا، اسی طرح یوسف اور آدم علیہ السلام کو بھی آپ کی ولایت کا انکار کرنے کی وجہ سے سزائیں ملیں"۔

حویزی نے اپنی تفسیر میں ایک روایت نقل کی ہے کہ "عبداللہ بن عمر، زین العابدین کے پاس آئے اور پوچھا،

اے ابن الحسین! کیا آپ نے کہا ہے کہ: یونس بن متّیٰ کو مچھلی کے پیٹ میں اس لیے ڈال دیا گیا تھا کہ آپ پر میرے دادا کی ولایت پیش کی گئی تھی تو آپ نے اسے قبول کرنے میں توقف کیا تھا؟ آپ نے کہا: ہاں، تیری ماں تجھے روئے، اس نے کہا: اگر آپ سچے ہیں تو مجھے کوئی نشانی دکھائیے۔ آپ نے اپنی اور میری آنکھوں پر پٹی باندھنے کا حکم دیا، تھوڑی دیر کے بعد ہمیں آنکھیں کھولنے کا حکم دیا، اچانک ہم نے دیکھا کہ ہم ایک ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے کنارے کھڑے ہیں، ابن عمر نے کہا،

میرے آقا! میرا خون آپ کی گردن پر، میرے بارے میں خدا سے ڈریئے،

آپ نے کہا، آرام اور سکون کے ساتھ، اگر تو سچا ہے تو؛ پھر کہا: اے مچھلی! کہتا ہے کہ: سمندر سے ایک مچھلی کا سر نمودار ہوا، گویا ایک بہت بڑا پہاڑ

---

[۲۴] "کشف الغمہ" ج ۱ ص ۱۴۱

ہے، وہ کہہ رہی تھی، اے اللہ کے ولی میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔ آپ نے پوچھا، تُو کون ہے؟ اس نے کہا، میرے آقا! اللہ تعالیٰ نے آدم سے لے کر تیرے دادا محمد تک کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس پر تم، اہلِ بیت کی ولایت نہ پیش کی گئی ہو۔ ان انبیاء میں سے جس نے ولایت کو تسلیم کر لیا وہ محفوظ رہا اور چھٹکارا پا گیا۔ جس نے توقف کیا، اسے تسلیم کرنے میں پس و پیش کی، اسے امتحان میں ڈال دیا گیا۔ اسی وجہ سے آدم کو مصیبت میں مبتلا کیا گیا، اسی وجہ سے نوح کو طوفان میں مبتلا کیا گیا، اسی وجہ سے ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا، اسی وجہ سے یوسف کو کنویں میں پھینکا گیا، اسی وجہ سے ایوب کو امتحان میں ڈالا گیا، اسی وجہ سے داؤد سے غلطی سرزد ہوئی، تا آنکہ خدا نے یونس کو مبعوث کیا اور اس کی طرف وحی کی، کہ اے یونس امیر المؤمنین کی ولایت تسلیم کر لے۔" ۲۵ھ

اسی جیسی ایک روایت بحرانی نے اپنی تفسیر "البرہان" کے مقدمہ میں نقل کی ہے، بیان کرتا ہے کہ "سلمان نے علی (رضی اللہ عنہ) سے کہا:

اے امیر المؤمنین! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ ہی زمین پر خدا کی وہ حجت ہیں جس کے طفیل آدم کی توبہ قبول ہوئی، آپ ہی کے وسیلہ سے یوسف نے کنویں سے نجات پائی اور آپ ہی کی وجہ سے ایوب کو خدا نے (مصیبت سے) نجات دے کر، اپنی نعمت عطا کی۔" ۲۶ھ

"معانی الاخبار" سے نقل کرتے ہیں کہ "ابو عبد اللہ سے علی (رضی اللہ عنہ) کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے "ہمارا معاملہ بہت مشکل و دشوار ہے، سوائے مقرب فرشتے، ایسے نبی کے جو رسول بھی ہو، اور اس

۲۵ھ "تفسیر نور الثقلین" ج ۳ ص ۴۳۵۔

۲۶ھ "البرہان" مقدمہ ص ۲۷

بندے کے جس کے دل کا خدا نے امتحان لے لیا ہو، کوئی اس کا اقرار نہیں کر سکتا۔"

(آپ نے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:)

"فرشتوں میں کچھ فرشتے مقرب ہیں اور کچھ غیر مقرب، نبیوں میں کچھ رسول ہیں اور کچھ رسول نہیں۔ مومنین میں کچھ ایسے ہیں جن کا امتحان لیا گیا تھا اور کچھ ایسے جنھیں امتحان میں مبتلا نہیں کیا گیا، تمہارا معاملہ فرشتوں پر پیش کیا گیا تو ان میں صرف مقرب فرشتوں نے اسے تسلیم کیا، نبیوں پر پیش کیا گیا تو ان میں سے صرف رسولوں نے اقرار کیا، مومنین پر پیش کیا گیا تو اُن میں سے صرف ان مؤمنین نے اقرار کیا جو امتحان میں مبتلا ہو چکے تھے"۔ [۲۷]

ابو الانبیاء حضرت آدم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "وہ کلمات جو خدا نے آدم کو عطا کیے تھے اور جن کی وجہ سے آدم کی توبہ قبول ہوئی، وہ یہ تھے کہ آپ نے محمد، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے وسیلہ سے سوال کیا تھا"۔ [۲۸]

یہ ہے ان لوگوں کا اصل عقیدہ جسے یہ اپنے سینوں میں چھپائے بیٹھے ہیں، ان کی کتابوں میں بھی یہی موجود ہے۔ اہلِ بیت کی پیروی و محبت کے پردے میں دراصل یہ اللہ کے ان برگزیدہ انبیاءؑ اور رسولوں کی، جن میں تمام رسولوں کے سردار اور امامِ مرسلین بھی شامل ہیں، توہین کرتے پھرتے ہیں۔

اہلِ بیت کی توہین

اہلِ بیت، خواہ وہ نبیؐ کے اہلِ بیت ہوں یا علیؓ کے اہلِ بیت، کوئی بھی

---

[۲۷] "مقدمۃ البرہان" ص ۲۶

[۲۸] "کتاب الخصال" لابن بابویہ قمی ج ۱ ص ۲۷۰ "الکلمات التی تلقاہا آدم من ربہ" کے عنوان کے تحت

ان کی بدزبانیوں اور ان کے اندر کی خباثت اور ضمیر کی ذلالت کی وجہ سے، ان کے گستاخانہ قلم سے محفوظ نہیں رہا۔ ان لوگوں نے اہلِ بیت کی بھی اسی طرح توہین کی جس طرح نبیوں اور رسولوں کی توہین کر چکے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم کے سگے بھائی اور آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی توہین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

یہ آیت: "فلبئس المولیٰ ولبئس العشیر" (بُرا ہے دوست اور بُرا ہے خاندان) آپ کے بارے میں نازل ہوئی ہے"۔ ۲۹ھ

کہتے ہیں کہ "یہ دونوں آیتیں، پہلی آیت "ومن کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا" (اور جو اس دنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا اور زیادہ گمراہ ہوگا) اور دوسری آیت "ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم" (اور تمہیں میری نصیحت فائدہ نہیں دیتی، اگر میں تمہیں نصیحت کرنے کا ارادہ کروں) بھی آپ ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں"۔ ۳۰ھ

رسول اللہ کے چچیرے بھائیوں، سردارانِ بنی ہاشم، عاملِ علیؓ عبداللہ بن عباسؓ اور آپ کے بھائی عبیداللہ بن عباسؓ کے بارے میں کہتے ہیں:

"امیر المؤمنین نے کہا تھا، یا اللہ فلاں آدمی کے دونوں بیٹوں پر لعنت کر۔ حاشیہ میں وضاحت کی گئی ہے کہ اس سے مراد عبداللہ اور عبیداللہ ہیں — یا اللہ جس طرح ان کے دل اندھے ہیں، ان کی آنکھیں بھی اندھی کر دے۔ ان کی موت

۲۹ھ "رجال الکشی" ص ۵۴

۳۰ھ "رجال الکشی" ص ۵۲، ۵۳

میری گردن پر۔ ان کی آنکھوں کے اندھے پن کو ان کے دل کے اندھے پن کی دلیل بنا دے"۔ ۳۱ھ

علیؓ کے سگے بھائی عقیلؓ بن ابی طالب کے بارے میں علیؓ بن ابی طالب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، آپؓ نے اپنے مددگاروں اور ساتھیوں کی کمی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا:

"میرے اہلِ بیت میں میرے ساتھ اس وقت قوت و وجاہت والا کوئی نہیں بچا، حمزہ جنگِ احد میں شہید کر دیے گئے، جعفر بھی اپنی موت کے دن مار دیے گئے اور اب میں دو ذلیل، حقیر اور ڈرپوک آدمیوں، عباس اور عقیل کے درمیان زندہ رہ گیا ہوں"۔ ۳۲ھ

اسی جیسی روایت کلینی نے محمد باقر سے نقل کی ہے، کہتا ہے کہ:

"آپ (علیؓ) کے ساتھ صرف دو کمزور اور ذلیل و بے کس آدمی رہ گئے جنھوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا، عباس اور عقیل"۔ ۳۳ھ

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ عباسؓ اور عقیلؓ اور آپؓ دونوں کی اولاد کا شمار نبیؐ کے اہلِ بیت میں ہوتا ہے۔ اربلی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے، کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا تھا کہ:

"آپ کے اہلِ بیت کون کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا، آلِ علی، آلِ جعفر، آلِ عقیل اور آلِ عباس"۔ ۳۴ھ

۳۱ھ "رجال الکشی" ص ۵۲ "علی کی عبداللہ اور عبیداللہ کو بددعا" کے عنوان کے تحت

۳۲ھ "الانوار النعمانیۃ" للجزائری۔ "مجالس المؤمنین" ص ۷۸، مطبوعہ: قدیم، ایران

۳۳ھ "الفروع من الکافی" کتاب الروضۃ

۳۴ھ "کشف الغمۃ" ج ۱ ص ۴۳

حضورؐ کے بیٹے کی توہین

ان لوگوں نے ایک جھوٹی کہانی بیان کی ہے جس میں حضورؐ کے بیٹے کی شان میں، فاطمہؓ کے بیٹے اور آپ کے پوتے کے مقابلے میں توہین کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ حضورؐ کے بیٹے کی شان فاطمہؓ کے بیٹے سے کمتر تھی، خلاصہ اس کہانی کا یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آپ کی بائیں ران پر آپ کے بیٹے ابراہیم اور دائیں ران پر آپ کے پوتے حسین تھے۔ آپ کبھی ایک کو چومتے کبھی دوسرے کو، جبرئیل نے یہ دیکھا تو کہا: آپ کے رب نے مجھے بھیجا ہے اور سلام کہا ہے، اور کہا ہے کہ: ایک ہی وقت میں یہ دونوں نہیں رہ سکتے، آپ ایک کو منتخب کر لیجئے اور دوسرے کو اس پر قربان کر دیجئے، رسولُ اللہ نے ابراہیم کی طرف دیکھا اور روئے، پھر سیّد الشہداء کی طرف دیکھا ۔۔ دیکھیے کتنے بُرے پیرایۂ بیان میں علیؓ اور نبیؐ کے بیٹے کا موازنہ کر رہے ہیں ۔۔۔ آپ روئے، پھر کہنے لگے: ابراہیم کی والدہ ماریہ ہیں، اگر یہ فوت ہو جائیں تو میرے سوا کوئی غمگین نہیں ہوگا، حسن کی والدہ فاطمہ اور والد علی ہیں جو میرے چچازاد بھائی اور میری رُوح کی طرح ہیں، جو میرے گوشت اور خون کی طرح ہیں، اگر ان کا بیٹا فوت ہو گیا تو وہ بھی غمناک ہوں گے اور فاطمہ بھی، آپ نے جبرئیل سے کہا، اے جبرئیل! میں ابراہیم کو حسین پر قربان کرتا ہوں، حسین کی زندگی و بقا کے لیے مجھے اس کی موت قبول ہے"[۳۵]

---

۳۵ "حیات القلوب" للمجلسی ص ۵۹۳ "المناقب" لابنِ شہر آشوب

بیٹیوں کی توہین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی توہین یوں کرتے ہیں کہ آپؐ کی تینوں بیٹیوں کا آپؐ کی اولاد ہونا ہی تسلیم نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ نبیؐ، اُن (آپؐ کی بیٹیوں) کے والد نہیں تھے، بلکہ وُہ ربیبہ (بیوی کے پہلے شوہر سے اولاد) تھیں۔
شیعہ مصنف حسن امین لکھتا ہے:

"مورخین بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں، تاریخی شواہد کے ساتھ میری تحقیق ہے کہ سوائے زہرا کے اور کوئی بیٹی آپ کی اولاد نہیں تھی، ظاہر ہے کہ دوسری بیٹیاں محمدؐ سے پہلے، خدیجہ کے دوسرے شوہر کی بیٹیاں تھیں" ۳۶ھ

علیؓ کی توہین

خود علی رضی اللہ عنہ کی بھی، جسے یہ لوگ پہلا امام معصوم سمجھتے ہیں، بیحد توہین و تصغیر اور تذلیل و تحقیر کرتے ہیں، آپ کو بزدل و کمزور اور درماندہ و عاجز ثابت کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ: "جب ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی بیعتِ خلافت کی گئی اور علی نے آپ کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بیعت نہ کی، تو ابوبکر نے آپ کی طرف قنفذ کو بھیجا اور کہا،
پلٹ جا، اگر وہ (علیؓ) نکل آئیں تو ٹھیک، ورنہ ان کے گھر میں کود جا، اگر وہ روکیں تو ان کے گھر کو آگ لگا دے، قنفذ ملعون چلا، وہ اور اس کے ساتھی

۳۶ھ "دائرۃ المعارف الاسلامیۃ الشیعیۃ" ج ۱ ص ۲۷، دار المعارف للمطبوعات، بیروت

بلا اجازت آپ کے گھر میں گھس گئے، علی اپنی تلوار کی طرف لپکے، انہوں نے جلدی کی اور آپ پر قابو پالیا، کچھ نے اپنی تلواریں پکڑ لیں، ان کی گردن میں رسی ڈال دی۔ فاطمہ علیہا السلام دروازے میں ان لوگوں اور علی کے درمیان حائل ہوئیں تو قنفذ ملعون نے آپ کو کوڑا مارا، جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے بازو پر ایک پھوڑا سا تھا، یہ اسی مار کا اثر تھا، خدا کی لعنت اس پر۔ پھر وہ علی کو گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور ابوبکر کے پاس پہنچا دیا" ـــــ اس کے بعد کہتا ہے ـــــ "علی علیہ السلام نے اس حال میں کہ رسی ان کی گردن میں تھی، بیعت کرنے سے پہلے پکارا تھا" یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی" ۳۷ھ (اے میری والدہ کے بیٹے! بلاشبہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور وہ میرے قتل کے درپے ہو گئے)

علیؓ بن ابی طالب کا شیعہ حضرات کے ہاں یہ تخیل ہے، ان کے تصور میں ایک بزدل، ڈرپوک، خوفزدہ اور سہمے ہوئے انسان کا نام علی بن ابی طالب ہے۔

دوسری طرف آپؓ کی شجاعت و قوت اور دلیری و بے خوفی کی ایسی ایسی کہانیاں اور قصے بنائے گئے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ پچھلے صفحات میں ہم ان کی شجاعت کے کچھ قصے بیان کر چکے ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ آپؓ کو بزدل اور ڈرپوک کہا بلکہ کہتے ہیں کہ اس بزدلی اور خوفزدگی پر رسول اللہ کی بیٹی اور آپؐ کی بیوی حضرت فاطمہؓ آپؓ کو ملامت کیا کرتی اور غصے ہوا کرتی تھیں، آپؓ کو بزدلی کے طعنے دیا کرتی تھیں، کہتے ہیں کہ "جب حضرت فاطمہ نے صدیق و فاروق (رضی اللہ عنہم اجمعین) سے فدک کا

۳۷ھ "کتاب سلیم بن قیس" ص ۸۴، ۸۹

مطالبہ کیا اور اس سلسلے میں آپ سے سخت گفتگو کی تو علی نے ـــــ بقول ان کے۔ اس جھگڑے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کی، اس پر فاطمہ نے آپ سے کہا:

اے ابن ابی طالب! تو نے یوں اپنے آپ کو چھپا لیا جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ، پیٹ کے بچے کی طرح تو (خاموش) بیٹھا رہا۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کہا۔" ۳۸؎

اور کہتے ہیں کہ "فاطمہ علیہا السلام آپ کو بیٹھے رہنے پر ملامت کر رہی تھیں اور آپ خاموش تھے۔" ۳۹؎

اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ "عمر بن الخطاب آپ کی بیٹی کو ڈانٹتے رہے، اور آپ انھیں اس ڈانٹ ڈپٹ سے روک تک نہ سکے"۔ کلینی بیان کرتا ہے کہ "ابو عبد اللہ نے ام کلثوم بنتِ علی کی شادی کے بارے میں کہا تھا کہ:

یہ ایسی شرمگاہ ہے، جسے ہم سے چھین لیا گیا ہے۔" ۴۰؎

اور کہتے ہیں کہ: "علی اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی عمر سے نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن آپ سے ڈرتے تھے۔ اس لیے آپ نے اپنے چچا عباس کو وکیل بنایا کہ وہ ام کلثوم کی شادی عمر سے کر دیں۔" ۴۱؎

جب آپؓ کو خلافت و امارت پیش کی گئی تو آپؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ: "مجھے چھوڑ دو، کسی اور کو تلاش کرو"۔ مگر یہ لوگ آپؓ کی طرف جھوٹ منسوب کر کے آپؓ کی توہین کرتے ہیں، آپؓ کو اپنے مقام سے فروتر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے تصور میں آپ بھی ایک عام لالچی آدمی تھے جو منصب کے پیچھے دوڑتا ہے اور اس کے لیے ہر تدبیر اور طریقہ

۳۸؎ "الامالی" للطوسی ص ۲۵۹ "حق الیقین" للمجلسی ص ۲۰۳، ۲۰۴ "الاحتجاج" للطبرسی۔

بلا تامل اختیار کرلیتا ہے، جو اپنا مقصود حاصل کرنے کے لیے وہ تمام وسائل اور ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے جن کی توقع کسی شریف آدمی سے نہیں کی جاسکتی، ہاں ہاں! یہ لوگ آپ کو بھی لالچی اور خود غرض و مفاد پرست بتا رہے ہیں، جو اپنے مقصود کی خاطر اپنے حسب و نسب بلکہ اپنی بیوی اور اولاد کو بھی استعمال کرتا ہے۔
دیکھیے کس طرح یہ لوگ آپؓ کی توہین کرتے ہوئے اپنی اہم، مستند اور معتمد کتابوں میں لکھ رہے ہیں کہ جب ابوبکرؓ کی بیعت ہوچکی اور علیؓ کے کانوں میں بھی یہ خبر پہنچی تو آپؓ نے کہا کہ: "یہ نام (یعنی خلیفہ) تو صرف میرے ہی لیے ہے اور پھر اس روز اس کے متعلق کچھ نہیں کہا"۔

"جب رات ہوگئی تو آپ نے فاطمہ علیہا السلام کو سوار کرایا، اپنے دونوں بیٹوں حسن اور حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی نہیں چھوڑا جس کے گھر آپ نہ گئے ہوں، انھیں اپنے حق کے لیے خدا کی قسمیں دیں، اپنی مدد کے لیے پکارا، لیکن ان میں سے کسی آدمی نے آپ کی بات قبول نہ کی"۔ [۴۲]

کیا اس سے زیادہ توہین کا تصور کیا جاسکتا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جیسا آدمی اپنی بیوی، بنتِ رسولؐ کو گدھے پر سوار کرائے، رسولؐ اللہ کے نواسوں کو ساتھ لے اور لوگوں کے دروازوں پر، ایک دریوزہ گر کی طرح ان سے مدد و نصرت

---

[۳۹] "اعیان الشیعہ" ص ۳۶، قسم اول

[۴۰] "الکافی فی الفروع" ج ا ص ۱۴۱

[۴۱] "حدیقۃ الشیعۃ"، لمقدس اردبیلی ص ۲۷۷

[۴۲] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۸۲، ۸۳

اور رحم کی بھیک مانگتا پھرے؟!
کتنا گھناؤنا اور بُرا جھوٹ ہے!
اسی پر بس نہیں، اور بھی سنیئے:

"جب علی علیہ السلام نے دیکھا کہ لوگ آپ کی مدد نہیں کرتے، آپ کو چھوڑ چکے ہیں، سب ابوبکر پر متفق ہو چکے ہیں اور ان کی عزت و تعظیم کر رہے ہیں تو آپ اپنے گھر میں پڑے رہنے لگے۔" ۴۳ھ

ان الفاظ و کلمات پر غور کیجئے، اس چھوٹی سی عبارت کو بار بار پڑھیے، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان لوگوں کی آراء کیا ہیں، کس طرح یہ لوگ علیؓ کی تخفیف و تحقیر کرتے ہیں اور یہ تصور دیتے ہیں کہ علیؓ کو سب لوگ چھوڑ چکے اور مسترد کر چکے تھے۔

شیعہ حضرات کے محدث ابنِ بابویہ قمی نے اپنی کتاب میں اس جیسی بہت سی روایات بیان کی ہیں، اس نے بیان کیا ہے کہ کس طرح علیؓ کے تھوڑے سے مددگاروں نے ابوبکرؓ کو جواب دیا اور ان کی خلافت و امارت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ برملا، لوگوں کی موجودگی میں آپ کے خلاف باتیں کیں، جب ابوبکرؓ کے ساتھیوں نے سنا تو ان کی طرف آئے:

"تلواروں کو سونتتے ہوئے، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا، خدا کی قسم! اگر تم میں سے پھر کسی نے دوبارہ ایسی بات کی تو ہم ان کے خون سے اپنی تلواریں سیراب کریں گے۔ اس کے بعد وہ لوگ ــــ یعنی علیؓ کے ساتھی ــــ اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے اور پھر کبھی کسی نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔" ۴۴ھ

۴۳ھ "کتاب سلیم بن قیس" ص ۸۲

۴۴ھ "کتاب الخصال" للقمی ج ۲ ص ۴۶۵

آپ کی توہین وتحقیر کا ایک پہلو تو یہ ہے، دوسرا پہلو ان لوگوں نے یہ اختیار کیا کہ دنیا بھر کی قباحتیں اور خامیاں آپؓ کی صورت اور مزاج پر چسپاں کر دیں۔ ایک خامی یہ ہے کہ آپؓ کے پاس مال نہیں تھا اور آپؓ قلاش و فقیر تھے، کہتے ہیں:

"مفلس (ابوطالب) کے گھر سے اس کی تمام اولاد کو دوسرے لے گئے تھے تاکہ وہ اپنے ساتھی کی کفالت کر سکیں اور ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے"۔[۴۵]

اسی لیے جب حضورؐ نے علیؓ سے فاطمہؓ کی شادی کرنا چاہی تو فاطمہؓ نے اس شادی سے انکار کر دیا تھا، کہتے ہیں کہ:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (فاطمہؓ) کی شادی علی سے کرنے کا ارادہ کیا تو فاطمہ کو بتایا، فاطمہ کہنے لگیں: یا رسول اللہ، آپ کو اپنی مرضی کا زیادہ حق ہے، لیکن قریش کی عورتوں نے مجھے (علی) کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ پھولے پیٹ والا، لمبی لمبی کہنیوں والا، مضبوط جوڑوں والا، کنپٹیوں پر سے گنجا اور موٹی موٹی آنکھوں والا ہے، اس کے کندھے اونٹ کے کندھے کی طرح لٹکتے ہیں، ہنسی سے دانت نکلے ہوئے ہیں اور اس کے پاس کوئی مال بھی نہیں"۔[۴۶]

اصفہانی، ابنِ ابی اسحاق سے نقل کرتے ہوئے فاطمہؓ کا یہ بیان نقل کرتا ہے کہ:

"میرے والد نے مجھے جمعہ کے روز مسجد میں داخل کیا، مجھے اٹھایا، میں نے

---

۴۵ "مقاتل الطالبین" لابی الفرج ص ۲۶

۴۶ "تفسیر القمی" ج ۲ ص ۳۳۶

علی کو دیکھا کہ وہ منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے ہیں، وہ ایک بوڑھے اور گنجے آدمی تھے، سوجی ہوئی پیشانی اور دونوں کندھوں کے درمیان کافی چوڑائی تھی۔ ان کی داڑھی نے ان کا سینہ بھر دیا تھا، ان کی آنکھ میں نرمی (آشوب چشم تھی)"[47]

آپ کی پوری ہیئت کذائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"علی علیہ السلام گندمی رنگ اور درمیانے قد والے تھے، یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ آپ کا قد چھوٹا تھا، بڑی سی توند تھی، باریک انگلیاں تھیں، موٹی موٹی کلائیاں تھیں، باریک باریک پنڈلیاں تھیں۔ آپ کی آنکھوں میں نرمی (آشوب چشم) تھی، گھنی داڑھی تھی، کنپٹیوں سے گنجے اور ابھری ہوئی پیشانی والے تھے"[48]

کافی میں ایک اور روایت کلینی سے نقل کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شادی کے بعد بھی علی رضی اللہ عنہ سے خوش نہیں تھیں اور نہ آپ رضی اللہ عنہا نے دل سے علی رضی اللہ عنہ کو قبول کیا تھا، روایت یوں ہے کہ:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کی شادی علی علیہ السلام سے کر دی تو آپؐ ان کے پاس گئے، دیکھا کہ فاطمہ رو رہی ہیں، آپ نے ان سے پوچھا، کس چیز نے تجھے رُلایا؟

بخدا اگر میرے گھرانے میں اس سے بہتر کوئی دوسرا ہوتا تو میں تیری شادی ہرگز اس سے نہ کرتا، میں نے اس کے ساتھ تیری شادی نہیں کی، خدا نے تیری شادی کی ہے"[49]

اربلی بریدہ سے نقل کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ

---

[47] "مقاتل الطالبیین" ص ۲۷

[48] ایضاً

[49] "الفروع من الکافی"

علیہ وسلم نے کہا: اٹھ اے بریدہ، ہم فاطمہ کے پاس جائیں گے، ہم آپ کے پاس گئے، آپ نے اپنے والد کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، آپ نے پوچھا: میری بیٹی! کس چیز نے تجھے رلا دیا؟ فاطمہ نے کہا: کھانا کم، فکر زیادہ اور غم بہت ہے" ــــ ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے کہا ــــ "بخدا میرا غم بہت زیادہ ہو گیا ہے، فاقے بہت ہو رہے ہیں اور میری بیماری بڑھ گئی ہے"۔[۵۰]

یہ ان لوگوں کا حال اور یہ ان کا انداز ہے! ان لوگوں سے کیا توقع اور امید کی جا سکتی ہے؟ جو رسول اللہ کے صحابہؓ، صدیقؓ، فاروقؓ اور ذو النورینؓ جیسے بزرگ، پاکیزہ لوگوں پر، بلکہ سید المرسلین سمیت اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوںؑ پر زبان درازی کرنے سے نہیں رکتے، کیا یہ لوگ، علیؓ اور آپؓ کے اہل بیت کا احترام کریں گے: نہیں اور کبھی نہیں!

علیؓ اور رسول اللہ کی زوجہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی توہین کرتے ہوئے ایک انتہائی ناپاک اور بہت گندی روایت بیان کرتے ہیں اور:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ایک لحاف تھا، اور کوئی لحاف نہیں تھا، عائشہ بھی آپ کے ساتھ تھیں، چنانچہ رسول اللہ علی اور عائشہ کے درمیان سویا کرتے تھے، سب پر ایک ہی لحاف ہوتا تھا۔ جب رسول اللہ رات کو اٹھتے تو اپنے ہاتھ سے عائشہ اور علی کے درمیان لحاف کے وسط سے حد بندی کر دیا کرتے"۔[۵۱]

کیا اس سے زیادہ توہین کی جا سکتی ہے؟

---

[۵۰] "کشف الغمہ" ج ا ص ۱۴۹-۱۵۰

[۵۱] "کتاب سلیم بن قیس" ۲۲۱

ہاں ہاں! اس سے بھی زیادہ، اور بہت زیادہ، بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ علی، رسول اللہ کے پاس آئے، ابوبکر اور عمر بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ علی کہتے ہیں کہ:

میں آپ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گیا، عائشہ نے علی سے کہا: تجھے میری اور رسول اللہ کی ران کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملی؟ آپ نے کہا: رہنے دے اے عائشہ!" ۵۲

ایک دفعہ علی آئے "تو بیٹھنے کو کوئی جگہ نہ ملی، رسول اللہ نے ان کی طرف اشارہ کیا: ادھر آجا (اپنے پیچھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) عائشہ چادر اوڑھے رسول اللہ کے پیچھے کھڑی تھیں، علی آئے اور رسول اللہ اور عائشہ کے درمیان بیٹھ گئے، عائشہ غصے ہو گئیں اور کہنے لگیں: تیری سرین کو میری گود کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملتی؟ اس پر رسول اللہ کو غصہ آگیا، آپ نے کہا: اے حمیرا، میرے بھائی کو تکلیف پہنچا کر مجھے تکلیف نہ دے" ۵۳

اس طرح یہ لوگ علیؓ کی توہین کرتے ہیں۔ اور یہی تھے جو آپؓ کو اقتدار پر فائز ہونے کے بعد بھی جب آپؓ مسلمانوں کے خلیفہ اور امیر بن چکے تھے، چھوڑ گئے تھے، کسی بھی جنگ یا معرکہ کا وقت آتا تو یہ اس سے جان بچاتے پھرتے، بہانے ڈھونڈتے پھرتے کہ کسی طرح آپؓ کے ساتھ جانے سے بچ جائیں، بغیر کسی عذر کے، کبھی کھلم کھلا اور کبھی کسی حیلے بہانے سے! تاریخ کی کتابیں ان کی غداریوں سے بھری پڑی ہیں، یہ لوگ ہمیشہ معرکوں اور جنگوں میں

---

۵۲ "البرہان فی تفسیر القرآن" ج ۴ ص ۲۲۵

۵۳ "کتاب سلیم بن قیس العامری" ص ۱۷۹

آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے ہیں، عین اس وقت جب جنگ کے شعلے پوری طرح بھڑک اٹھے، یہ لوگ آپ کو جنگ کے بھڑکتے شعلوں میں چھوڑ کر کنارہ کش ہو گئے۔ اسی کے بارے میں علیؑ کہہ رہے ہیں:

"خدا تمہیں موت دے، تم نے میرے دل کو نفرت اور میرے سینے کو غصہ سے بھر دیا۔ تم نے مجھے تہمتوں کے کڑوے گھونٹ پلائے، تم نے میری مرضی کے خلاف نافرمانی و سرکشی کی، مجھے چھوڑ گئے اور قریش نے یہاں تک کہہ دیا کہ: ابنِ ابی طالب ایک بہادر آدمی ہے لیکن جنگ کرنا نہیں جانتا۔ اس کے بعد کہا، لیکن اس کی کیا مرضی و رائے جس کی اطاعت ہی نہ کی جاتی ہو۔"۵۴

ایک دفعہ کہا: "سنو، میں نے ان لوگوں سے لڑنے کے لیے صبح و شام تمہیں پکارا، چھپ کر اور اعلانیہ تمہیں پکارا، میں نے تمہیں کہا: اس سے پہلے کہ وہ تم پر حملہ کر دیں، تم ان پر حملہ کر دو، خدا کی قسم کوئی قوم بھی اپنے گھروں کے آنگن میں نہیں لڑی مگر ذلیل و رسوا ہوئی، تم نے ایک دوسرے کی مدد نہ کی، ایک دوسرے کو چھوڑ دیا تو دشمن نے تم پر بھرپور حملہ کر دیا۔ وہ ملکوں کے مالک ہو گئے، تم تلواریں نیام میں ڈالے رہے اور دشمن کے گھڑ سواروں نے تم پر ہلہ بول دیا۔ حسان بن حسان بکری کو مار ڈالا، تمہارے لشکر کو اپنی جگہ سے دور ہٹا دیا۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان کا کوئی آدمی مسلمان عورت کے پاس جاتا، اس کی پازیب اتار لیتا، اس کے گلے کا ہار اور کانوں کی بالیاں کھینچ لیتا۔ اور وہ اسے روک نہیں سکتی تھی بس اس سے رحم کی بھیک مانگتی، وہ مال و

---

۵۴ "نہج البلاغۃ" ص ۷۰، ۷۱

دولت سے لدا نکل جاتا، کوئی آدمی اسے زخمی نہ کرتا، کوئی اس کا خون نہ بہاتا، کوئی مسلمان عورت اس کے بعد اگر افسوس سے مر جاتی تو اس کا مرنا اس کے لیے باعثِ ملامت نہ ہوتا، بلکہ میرے نزدیک تو اسے مر ہی جانا چاہیے، حیرت ہے ــــ حیرت ہے، ــــ خدا کی قسم ان لوگوں کے باطل پر متفق ہونے، تمہارے حق سے دُور ہونے کی وجہ سے دل مر رہے ہیں، غم بڑھ رہے ہیں۔ تمہارا بُرا ہو کہ تم تیروں کی نشانہ گاہ بن گئے، تم پر حملہ کیا جاتا اور تم حملہ نہیں کرتے، تم سے جنگ کی جاتی ہے اور تم جنگ نہیں کرتے، وہ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں اور تم خوش ہو! میں نے گرمی کے دنوں میں تمہیں ان کی طرف چلنے کا حکم دیا تو تم نے کہا کہ: اب موسم گرما کی شدید ترین گرمی ہے، ہمیں کچھ مہلت دے دیجئے کہ گرمی کی شدت میں کمی آجائے، میں نے سردی کے موسم میں چلنے کا حکم دیا تو تم نے کہا کہ: اب موسم سرما کی شدید ترین سردی ہے، ہمیں کچھ مہلت دیجئے کہ سردی کی شدت میں کمی آجائے، اسی طرح تم ہمیشہ سردی اور گرمی سے بھاگتے ہو تو خدا کی قسم تلوار سے تو اور زیادہ بھاگو گے۔" [۵۵]

حضورؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی توہین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی، حسن وحسین کی ماں، علی کی بیوی، حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی بھی یہ لوگ بے حد توہین کرتے ہیں؛ آپؓ کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جو ایک عام مسلمان اور ایمان والی عورت بھی نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ رسول اللہ کی جان کا ٹکڑا اور جنت کی

---

[۵۵] نہج البلاغہ ص ۷۰۔ ۷۱۔

عورتوں کی سردار سے ایسی باتیں سرزد ہوں، کہتے ہیں کہ آپؓ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، علی رضی اللہ عنہ سے برہم رہتی تھیں، ان پر اعتراض کرتی رہتی تھیں اور ان کی معمولی معمولی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی شکایت بھی حضورؐ سے کیا کرتی تھیں، جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ حتیٰ کہ بقول ان کے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بھی آپؓ ان پر اعتراض کیا کرتی تھیں اور حضورؐ سے شکایت کیا کرتی تھیں۔

شیعہ حضرات کا محدث ابن الفتال نیسابوری[۵۶] بیان کرتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کے ایک باغ میں پودے لگائے تھے، علی نے اسے بیچ ڈالا اور اس کی قیمت لے کر پوری کی پوری مدینہ کے فقیروں اور مسکینوں میں تقسیم کر دی اور اپنے پاس ایک درہم بھی نہیں رکھا۔

جب آپ گھر آئے تو فاطمہ آپ سے کہنے لگیں، اے میرے چچا کے بیٹے! تو نے وہ باغ بیچ ڈالا جس میں میرے والد نے پودے لگائے تھے؟

آپ نے کہا: ہاں: اس سے بہتر چیز کے بدلے میں، اب بھی نفع بعد میں بھی نفع۔ آپ نے پوچھا: قیمت کہاں ہے؟

علی نے کہا: میں نے اسے تقسیم کر دیا ہے، فاطمہ کہنے لگیں: میں بھوکی ہوں

---

۵۶ یہ محمد بن حسن فتال نیساپوری ہے "جلیل القدر متکلم، فقیہ، عالم زاہد اور متقی تھا۔ اسے ابوالمحاسن عبدالرزاق سردار نیسابور نے قتل کر دیا تھا"۔ (رجال الحلی ص ۲۵۹ مطبوعہ: ایران)

پانچویں صدی کے شیعہ شیوخ میں سے ہے "روضۃ الواعظین" کا مصنف ہے۔

(تاسیس الشیعہ ص ۳۹۵) "شیعہ حضرات کا جلیل القدر شیخ ہے۔ مدرس، علم کلام کا ماہر، فقیہ، عالم، قاری، مفسر اور دیندار آدمی تھا۔ امین اور معتمد علماء میں سے تھا"۔ محمد مہدی خراسان کے مقدمہ

میرے دونوں بیٹے بھوکے ہیں اور کوئی شک نہیں کہ آپ بھی ہماری طرح بھوکے ہیں، اور اس میں سے ایک درہم بھی نہیں بچا، آپ نے علی کے کپڑے کا کنارہ پکڑ لیا، علی کہنے لگے: اے فاطمہ! مجھے چھوڑ دے، آپ کہنے لگیں خدا کی قسم ہرگز نہیں، میرے اور آپ کے درمیان میرے والد فیصلہ کریں گے، چنانچہ جبرئیل رسول اللہ کے پاس آتے اور کہا: اے محمد! اللہ تجھے سلام کہہ رہا ہے اور کہتا ہے کہ: علی کو میری طرف سے سلام کہہ دے، اور فاطمہ سے کہہ دے کہ تیرے لیے مناسب نہیں ہے کہ تو علی کے ہاتھ روکے۔" ۵۷

اسی طرح یہ لوگ آپ کی طرف اس جھوٹ کو بھی منسوب کرتے ہیں کہ:

"آپ نے ابوبکر اور عمرؓ کے سامنے فدک کا مسئلہ اٹھایا اور ان کے ساتھ خوب جھگڑا کیا، لوگوں کے بیچ کھڑے ہو کر ان سے گفتگو کی، آپ زور زور سے چیخیں جس کی وجہ سے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔" ۵۸

اور کہتے ہیں کہ ایک دفعہ " آپ نے عمر کا گریبان پکڑ لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا۔" ۵۹

کہتے ہیں کہ آپؓ نے ابوبکرؓ کو دھمکایا تھا کہ:

" اگر تو علی سے نہ رکا تو میں اپنے بال کھول دوں گی اور اپنا گریبان پھاڑ ڈالوں گی۔" ۶۰

کتاب ص ۱۱ سے منقول (مطبوعہ قم، ایران)

۵۷ " روضۃ الواعظین " ج ۱ ص ۱۲۵

۵۸ " کتاب سلیم بن قیس " ص ۲۵۳

۵۹ " الکافی فی الاصول "

۶۰ " تفسیر العیاشی " ج ۲ ص ۶۷ - اسی جیسی روایت " الروضۃ من الکافی " ج ۱ ص ۲۳۸ میں بھی موجود ہے۔

کہتے ہیں کہ "آپ خلفاء کے ساتھ جنگیں اور معرکہ آرائیاں کرتی رہیں جس کے نتیجے میں آپ کا گھر جلا دیا گیا، آپ کی پسلی توڑ دی گئی، آپ کے پیٹ کا بچہ گر گیا"۔ ان بکواسات و خرافات سے خدا کی پناہ ——— اور کہتے ہیں کہ "انہی صدمات کی وجہ سے آپ کی موت واقع ہوئی"[۶۱]

اس کے علاوہ بھی اس جیسی بہت سی باتیں یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

حسنؓ بن علیؓ کی توہین

جس قدر توہین شیعہ حضرات کی طرف سے حضرت حسنؓ کی کی گئی ہے، شاید اور کسی کی اتنی توہین و تحقیر نہ کی گئی ہو، آپؓ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو آپ کے والد کا جانشین اور اپنا امام بنا لیا تھا، لیکن آپ کچھ عرصہ ہی خلیفہ رہے کہ ان لوگوں نے آپ کو بھی اسی طرح چھوڑ دیا تھا جس طرح آپ کے والد کو چھوڑ دیا تھا۔ جس طرح علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے عہد شکنی کی تھی اسی طرح آپؓ سے بھی غداری کی۔

مشہور شیعہ مؤرخ یعقوبی کہتا ہے:

"حسن اپنے والد کے بعد دو ماہ خلیفہ رہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چار ماہ خلیفہ رہے، آپ عبید اللہ بن عباس کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر لے کر معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے بڑھے ..... معاویہ نے عبید اللہ کو ایک لاکھ درہم دیے جس کی وجہ سے آپ کے ساتھیوں میں سے آٹھ ہزار (معاویہ) کے ساتھ ہو گئے، معاویہ حسن کی طرف بڑھا۔ مغیرہ بن شعبہ، عبد اللہ بن شعبہ، عبد اللہ بن عامر اور

---

[۶۱] "کتاب سلیم بن قیس" ص ۸۴-۸۵

عبدالرحمٰن بن ام الحکم آپ کے پاس آئے، آپ مدائن کے مقام پر اپنے خیموں میں موجود تھے، اس کے بعد یہ سب حضرات آپ کے پاس سے اٹھ گئے، لوگوں نے سنا کہ یہ حضرات کہہ رہے تھے : اللہ نے رسول اللہ کی اولاد کی وجہ سے خون ریزی سے بچالیا، فتنہ تھم گیا، آپ نے صلح کر لی۔ لشکر تتر بتر ہوگیا، کسی نے ان کی بات کی سچائی میں شک نہیں کیا، لوگ حسن پر کود پڑے، مالِ غنیمت لوٹنے لگے، حسن ایک گھوڑے پر سوار ہو کر مظلم ساباط میں چلے گئے، جراح بن سنان اسدی گھات میں بیٹھ گیا، اس نے کدال آپ کی ران میں مار کر آپ کو زخمی کر دیا، آپ کی داڑھی پکڑی، اسے کھینچا اور آپ کی گردن موڑ دی۔

حسن کو مدائن کی طرف لے جایا گیا، آپ خون بہہ جانے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور شدید بیمار ہو گئے تھے، لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا، معاویہ عراق کی طرف بڑھا اور اقتدار پر قبضہ کر لیا، حسین انتہائی اور شدید بیمار تھے، جب حسن نے دیکھا کہ آپ میں مقابلہ کی قوت نہیں۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ چکے ہیں تو آپ نے معاویہ کی مزاحمت نہ کی، بلکہ معاویہ سے صلح کر لی۔" ۶۲؎

شیعہ مورخ مسعودی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے معاہدہ کرنے کے بعد لوگوں سے یوں خطاب کیا:

"اے کوفہ والو! میں نے تمہاری تین خصلتوں کی وجہ سے تمہیں نظر انداز کر دیا، میرے والد سے تمہارا لڑنا، میرا سامان چھیننا اور مجھے پیٹ (لالچ) کا طعنہ دینا، میں معاویہ کی بیعت کر چکا ہوں، سنو اور فرمانبرداری کرو۔"

۶۲؎ یہ لوگ جب یہ بات سنتے ہیں کہ حسن نے معاویہ (رضی اللہ عنہما) سے صلح کر لی تو

"اہل کوفہ نے حسن کے شامیانے اور اونٹ کا کجاوہ لوٹ لیا۔ آپ کے پیٹ میں خنجر مارا، جب آپ کو پیش آمدہ واقعات کا پورا یقین ہو گیا تھا تو آپ نے صلح کر لی۔" ۶۴؎

اس حد تک آپ کی توہین کی کہ:

"آپ کا خیمہ تک آپ سے چھین لیا، حتیٰ کہ آپ کے نیچے سے مصلیٰ بھی لے گئے، پھر عبدالرحمٰن بن عبداللہ جعال ازدی نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کے کندھوں سے چادر کھینچ لی، آپ بغیر چادر کے تلوار گردن میں لٹکائے بیٹھے رہے۔" ۶۵؎

"بنی اسد کے ایک آدمی جراح بن سنان نے آپ کی ران میں نیزہ مارا جو گوشت کو چیر کر ہڈی تک جا پہنچا..... حسن کو بستر پر ڈال کر مدائن پہنچایا گیا..... آپ اپنے زخم کا علاج کرتے رہے۔ قبائل کے کچھ سرداروں نے

بے حد شرمندہ ہوتے ہیں۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں اور اپنی عقل و فکر کی پیدا کردہ تاویلات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حسنؓ نے معاویہؓ سے صلح تو کر لی مگر بیعت نہیں کی۔ آپ کی امارت و خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہم خوفِ طوالت کی وجہ سے ان لوگوں کی کتابوں میں سے صرف ایک روایت یہاں نقل کیے دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو آدمی بصیرت حاصل کرنا چاہئے اس کے لیے یہی ایک روایت کافی ہے۔ اس روایت کو فنِ رجال کے بہت بڑے امام ابو عبداللہ جعفر نے بیان کیا ہے، کہتا ہے:

"معاویہ نے حسن بن علی صلوات اللہ علیہا کو لکھا کہ آپ، حسین اور علی کے دوسرے ساتھی میرے پاس آئیں، ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ انصاری بھی چل پڑا۔ یہ لوگ شام پہنچے، معاویہ نے انھیں آنے کی اجازت دی۔ اور ان کے لیے خطباء کو تیار کیا۔

معاویہ کو اپنی خفیہ اطاعت کے متعلق لکھ بھیجا، آپ کو اس پر ابھارا کہ آپ جلدی سے فاصلہ طے کرتے ہوئے ان تک پہنچیں، ان لوگوں نے معاویہ کو یقین دلایا کہ جونہی یہ لوگ آپ کے لشکر کے قریب پہنچیں گے حسن کو ان کے حوالے کر دیں گے یا موقعہ پا کر مار ڈالیں گے۔ حسن علیہ السلام کو اس بات کا پتہ چلا۔ ..... وہ لوگ آپ کو چھوڑ گئے، اس سے آپ کی بصیرت میں اضافہ ہوا۔ آپ نے ان کی نیت کی خرابی بھانپ لی، آپ سمجھ گئے کہ یہ آپ کو گالیاں بکتے اور کافر قرار دیتے ہیں، آپ کا خون کرنے اور آپ کے مال و دولت کے لوٹ لینے کو حلال سمجھتے ہیں"۔ ۹۶ھ

جس طرح یہ لوگ اپنی کرتوتوں اور اپنے ہاتھوں سے آپؑ کی توہین کرتے رہے، اسی طرح اپنی بدزبانیوں سے بھی آپ کی توہین کرتے رہے۔ کشی نے

کہنے لگا اے حسن! اٹھ اور بیعت کر، آپ اٹھے اور بیعت کر لی، پھر حسین سے کہا: اٹھ اور بیعت کر! پھر کہا، اے قیس! اٹھ اور بیعت کر، میں نے حسین کی طرف دیکھا کہ دیکھوں، وہ کیا حکم دیتے ہیں؟ (حسنؑ کی جگہ حسینؓ کی طرف، کیونکہ معلوم ہے کہ وہ اپنے بھائی کی صلح کے سخت مخالف ہیں) پھر کہا: اے قیس! یہ میرے سامنے ہے، یعنی حسین علیہ السلام۔ اور ایک روایت میں ہے حسن اٹھ کر اس کی طرف گئے اور کہا، اے قیس! بیعت کر لے۔ چنانچہ اس نے بیعت کر لی۔"

۶۳ھ "تاریخ الیعقوبی" ج ۲ ص ۲۱۵

۶۴ھ "مروج الذہب" ج ۲ ص ۴۳۱

۶۵ھ "الارشاد" للمفید ص ۱۹۰

۶۶ھ "کشف الغمۃ" ص ۵۴۰، ۵۴۱ - اس کی روایت یہاں نقل کی گئی ہے.....

ابو جعفر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

"حسن علیہ السلام کا ایک ساتھی، جسے سفیان بن ابی لیلیٰ کہا جاتا تھا، اپنی سواری کے جانور پر بیٹھا حسن کے پاس آیا، حسن اپنے گھر کے صحن میں چھپے بیٹھے تھے، اس نے آپ سے کہا، اے مومنین کو ذلیل کرنے والے، السلام علیک! آپ نے کہا، تجھے کیا معلوم ہے؟

اس نے کہا: تو نے امت کے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہا اور پھر اپنی گردن سے یہ جوا اتار پھینکا اور اس نافرمان امت کے گلے میں ڈال دیا جو خدا کی نازل کردہ تعلیمات کے برعکس حکومت چلا رہی ہے۔" ۶۷

پھر حسن نے اسے بتایا کہ آپ کے گروہ اور آپ کے والد کے گروہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، کیسی کیسی توہین اور گستاخیاں کی ہیں، آپ نے بلند آواز میں کہا:

"خدا کی قسم! معاویہ میرے حق میں ان لوگوں سے بہتر ہے جو اپنے آپ کو میرا گروہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا، میرا مال لوٹ لیا، خدا کی قسم! معاویہ سے معاہدہ کر کے میں نے اپنی جان بچالی، اپنے گھر والوں کو محفوظ کر لیا، یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالتے اور میرے اہل بیت کو مار ڈالتے، بخدا! اگر میں معاویہ سے جنگ کرتا تو یہ لوگ مجھے گردن سے پکڑ کر اس کے حوالے کر دیتے۔ میں نے اس سے مصالحت کر لی، یہ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالتے یا مجھے قیدی بنا لیتے، اس نے مجھ پر احسان کیا،

"الارشاد" ص ۱۹۰ "الفصول المھمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ" ص ۱۶۲ مطبوعہ طہران۔

۶۷ "رجال الکشی" ص ۱۰۳

بنی ہاشم پر احسان کیا، معاویہ اور اس کے بعد آنے والا ہمیشہ ہمارے زندوں اور مردوں پر احسان کرتا رہے گا"۔[۶۸]

آپ کی توہین یوں بھی کی کہ آپ کی اولاد اور پشت سے امامت کا سلسلہ منقطع کر دیا، بلکہ آپ کی اولاد میں سے اگر کوئی امامت کا دعویٰ کرے تو اس پر اُن لوگوں کی طرف سے کفر کا فتویٰ ہے۔

حسین بن علیؓ

حسینؓ بھی اپنے بھائی، ماں اور اپنے والد سے کچھ زیادہ خوش قسمت نہیں، اس کے باوجود کہ یہ لوگ آپ سے محبت و تعلق کے دعووں میں بے حد مبالغہ آرائی کرتے ہیں، اپنے آپ کو ان کا پیرو اور مطیع کہتے ہیں، لیکن آپ کو بھی توہین و تحقیر سے معاف نہیں کیا، آپ کی توہین کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"آپ کی والدہ، رسول اللہ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو آپ کا پیدا ہونا ناپسند تھا، جبکہ بارہا آپ کی ولادت کی بشارت دی جا چکی تھی، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی ولادت کی بشارت کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے۔ فاطمہ نے آپ کو کراہت و ناپسندیدگی کے ساتھ جنم دیا، اور اسی ناپسندیدگی ہی کی وجہ سے حسینؓ نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا"۔ یہ تمام روایات ان لوگوں کی حدیث کی اہم ترین اور مستند و صحیح ترین کتابوں میں مروی ہیں، یہ کتابیں ان لوگوں کے ہاں اسی درجہ کی ہیں جس درجہ کی کتاب اہلِ سنت کے ہاں صحیح بخاری ہے۔ کلینی، جعفر سے روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے:

---

[۶۸] "الاحتجاج" للطبرسی ص ۱۴۸!

"جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا، فاطمہ علیہا السلام عنقریب ایک لڑکے کو جنم دیں گی جسے آپ کے بعد آپ کی امت قتل کر ڈالے گی، جب فاطمہ کو حسین کا حمل ہو گیا تو آپ اس حمل کو سخت ناپسند کرنے لگیں، اسی طرح ناگواری کے ساتھ آپ نے حسین کو جنم دیا۔ اس کے بعد ابو عبد اللہ علیہ السلام کہتے ہیں:

دنیا میں کوئی ماں ایسی نہیں جو اپنے لڑکے کو ناگواری سے جنم دے، آپ اس لیے حسین کو ناپسند کرنے لگیں کہ آپ کو علم ہو چکا تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اس کے بعد کہا: آپ ہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے "ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا"[۶۹] (ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی، اس کی ماں نے اسے تکلیف برداشت کر کے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور پھر وضع حمل کی بھی تکلیف برداشت کی۔"

توہین! اور کس قدر توہین، گستاخی! اور کس قدر گستاخی، جھوٹ اور کتنا بڑا جھوٹ؟

اور کہتے ہیں کہ "حسین نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ اور کسی عورت کا۔ نبی آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور اپنے انگوٹھے کو آپ کے منہ میں رکھ دیا کرتے آپ اسے چوس لیتے جو دو یا تین دن کے لیے کافی ہوتا۔"[۷۰]

اسی طرح کا سلوک یہ لوگ آپ سے پہلے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ

---

۶۹ "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ ج اص ۴۶۴ باب ولادت حسین۔

۷۰ ایضاً ص ۴۶۵

کر چکے ہیں، چنانچہ تمام شیعہ مورخ بیان کرتے ہیں کہ کوفہ والوں نے ــــ وُہ کوفہ، جو شیعہ حضرات کا مرکز تھا اور جس کی تعریف میں ان لوگوں نے جانے کیا کیا کہا ہے، دیکھیے جعفر کوفہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہماری ولایت زمین و آسمان، پہاڑوں اور شہروں پر پیش کی گئی، کسی نے بھی اسے اس طرح قبول نہیں کیا جس طرح کوفہ والوں نے"۔ [۱]

کوفہ ہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے شہروں میں سے چار شہر چن لیے، فرمایا: والتّین والزّیتون وطور سینین وھٰذا البلد الامین۔ التّین سے مدینہ، الزّیتون سے بیت المقدس، طورِ سینا، سے کوفہ، اور ھٰذا البلد الامین سے مکہ مراد ہیں"۔ [۲]

اسی لیے کوفہ سے حسینؓ کو ڈیڑھ سو کے قریب خطوط لکھے گئے، جن میں ان لوگوں نے لکھا تھا کہ:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حسین بن علی کی طرف جو اپنے، اور اپنے والد امیر المؤمنین کے گروہ کی طرف سے امیر المؤمنین ہیں، سلام اللہ علیک، اما بعد، لوگ آپ کے منتظر ہیں، آپ کے سوا ان کی کوئی رائے نہیں، اے رسول اللہ کے بیٹے، جلدی کیجیے، جلدی،

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ [۳]

ایک اور خط میں لکھا کہ: "اما بعد، باغات سر سبز ہو چکے ہیں، پھل تیار ہو چکے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں تو آپ مضبوط لشکر کی طرف آجائیے

---

[۱] "بصائر الدرجات للصفار" جزء ثانی، دسواں باب

[۲] مقدمۃ البرہان ص ۲۲۳

[۳] "کشف الغمہ" ج ۲ ص ۳۲۔ اسی کے الفاظ منقول ہیں "الارشاد" ص ۲۰۳ "الفصول المہمۃ"

والسلام"۷۴ے

"جب شیعہ کی طرف سے پے در پے خطوط اور ان کے نمائندے مسلسل آپ کے پاس پہنچنے لگے تو آپ نے اپنے چچا کے بیٹے مسلم بن عقیل کو ان کے پاس بھیجا، کوفہ والے بے تابانہ آپ کے پاس پہنچ گئے، آپ کے گرد جمع ہو گئے، سب نے روتے ہوئے آپ کی بیعت کی، ان کی تعداد اٹھارہ ہزار سے متجاوز تھی"۷۵ے

کچھ دنوں بعد مسلم بن عقیل نے آپ کو لکھا: "آپ کے ساتھ ایک لاکھ تلواریں ہیں، تاخیر نہ کیجئے"ے

آپ نے مسلم بن عقیل اور کوفہ والوں کو جواب دیتے ہوئے لکھا:

"میں منگل کو، ذی الحجہ کے مہینے میں ترویہ کے روز روانہ ہوں گا، جونہی میرا نمائندہ تم تک پہنچے تم اپنے کام کے لیے مستعد ہو جاؤ، میں تمہارے پاس آرہا ہوں"۷۶ے

مگر حالات بدل گئے، شیعہ اپنی سابقہ عادت و دستور کے مطابق بدل گئے، مسلم بن عقیلؑ کو بے کسی و بے یاری کے عالم میں قتل کر دیا گیا، جب حسینؑ کو آپ کی موت کی خبر پہنچی اور کوفہ میں ابن زیادہ کے لشکر کا سامنا ہوا تو "آپ تہمد باندھے، جوتا پہنے اور چادر اوڑھے ان کے پاس گئے، اللہ کی حمد و ثنا کی، اس کے بعد کہا: اے لوگو! میں نہیں آرہا تھا، تم نے خطوط لکھے کہ

فی معرفۃ احوال الائمۃ"، ص ۱۸۲

۷۴ے الارشاد للمفید ص ۲۰۳۔ اعلام الوریٰ للطبرسی ص ۲۲۳ اسی کے الفاظ نقل کیے گئے ہیں۔

۷۵ے "الارشاد" للمفید ص ۲۰۵ ے ایضاً ص ۲۲۰ ۷۶ے ایضاً ص ۲۲۰

ہمارے پاس آئیے، ہمارا کوئی امام نہیں، شاید آپ کے ذریعے اللہ ہمیں حق وہدایت پر جمع کر دے، اگر یہی بات تھی تو میں تمہارے پاس آگیا ہوں، اب مجھے وہ کچھ دو جس پر میں نے تمہارے وعدوں اور یقین دہانیوں کی وجہ سے بھروسہ کیا تھا۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے، میرا آنا تمہیں ناپسند ہے، تو میں تمہیں چھوڑ کر جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جاتا ہوں" ۷۷ھ

پھر یہ لوگ آپ رض کو چھوڑ گئے، آپ سے منہ پھیر لیا، اور آپ کو دشمن کے حوالے کر دیا تاکہ وہ آپ کو اور آپ رض کے ساتھ اہلِ بیت اور دوسرے ساتھیوں کو قتل کر دے، محسن امین بیان کرتا ہے:

"اس کے بعد اہلِ عراق میں سے بیس ہزار افراد نے حسین کی بیعت کی، انہی لوگوں نے آپ کو دھوکا دیا، اور آپ کو چھوڑ کر، آپ کی بیعت کو اپنی گردنوں میں ڈالے چلے گئے اور پھر آپ کو مار ڈالا" ۷۸ھ

شیعہ مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ جب اہلِ کوفہ نے آپ کو قتل کر دیا تو:

"آپ کے خیمے لوٹ لیے، عورتوں کو گرفتار کر کے انھیں کوفہ لے جایا گیا، جب یہ کوفہ پہنچیں تو کوفہ کی عورتیں چیختی چلاتی اور روتی ہوئی نکلیں، یہ دیکھ کر علی بن حسین نے کہا: یہ ہمارے حال پر روتی ہیں تو ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟" ۷۹ھ

یہ ہیں شیعہ حضرات اور اس طرح یہ لوگ اہلِ بیت کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے جن سے محبت واتباع کے دعوے کرتے پھرتے ہیں۔

۷۷ھ "الارشاد" ص ۲۲۴

۷۸ھ "اعیان الشیعۃ" قسم اول ص ۳۴

۷۹ھ "تاریخ الیعقوبی" ج ۱ ص ۲۳۵

دوسرے اہلِ بیت

اسی طرح نبیؐ اور علیؓ کے دوسرے اہلِ بیت بھی ان لوگوں کی ضرر رسانی، ایذا رہی
اور توہین و گستاخی سے محفوظ نہیں رہے، انھیں بھی یہ لوگ کافر و فاسق کہتے اور
گالیاں بکتے ہیں، حسینؓ کی اولاد میں سے ان آٹھوں کے علاوہ جو کوئی بھی اپنا حق
مانگے، حکومت و اقتدار کا مطالبہ کرے یا اپنی امامت کا دعویٰ کرے، خواہ وُہ
آپ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، حسنؓ کا بیٹا ہو یا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیٹا
ہو، یہ اسے کافر اور فاسق کہیں گے اور گالیاں بکیں گے۔ محمدؒ بن حنفیہ اور
آپ کے بیٹے ابی ہاشم۔ زید بن زین العابدین اور آپ کے بیٹے یحییٰ، عبداللہ بن
محض بن حسن مثنیٰ اور آپ کے بیٹے محمد جن کا لقب نفس الزکیہ ہے، آپکے
بھائی ابراہیم، علی کے بیٹے نقی، جعفر بن علی اور دوسرے بہت سے علوی حضرات
کو یہ لوگ گالیاں بکتے ہیں، اسی طرح تمام طالبیین (ابی طالب کی اولاد) کو
بھی، جن کا ذکر اصفہانی نے "مقاتل الطالبیین" میں کیا ہے، اور اسی طرح
جعفر بن ابی طالب اور عقیل بن ابی طالب کو بھی یہ لوگ گالیاں بکتے ہیں۔
جو آدمی بھی عباسیین میں سے امامت کا دعویٰ کرے، اسے یہ لوگ کافر
سمجھتے ہیں، باوجودیکہ انھیں نبیؐ کے اہلِ بیت اور رسول اللہ کی اولاد ہونا
تسلیم کرتے ہیں، اور اسی طرح مصر کے فاطمی خلفاءؓ کو بھی۔ اس سلسلے میں ان

شیعہ فاطمیون

سمجھ نہیں آتی کہ آج کے شیعہ نے کیوں انہیں خود میں شامل کر لیا اور کہنے

لوگوں نے بہت سی روایات بھی گھڑ رکھی ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ "ابوجعفر سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب پوچھا گیا کہ، یوم القیمٰۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ" (اور قیامت کے دن آپ اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کے چہروں کو دیکھیں گے کہ وُہ سیاہ ہو چکے ہیں) آپ نے کہا (یہ اس آدمی کے بارے میں ہے) جو کہے کہ میں امام ہوں اور درحقیقت امام نہ ہو، راوی کہتا ہے: میں نے پوچھا، اگرچہ علوی ہو؟

آپ نے کہا: اگرچہ علوی ہو، میں نے پوچھا، اگرچہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہو؟ آپ نے کہا، اگرچہ آپ کی اولاد میں سے ہو۔

لگے کہ: "یہ شیعہ کی حکومت تھی. وہ لوگ ہمارے مذہب کے داعی اور ہماری عزت ہیں، انہوں نے مصر میں علم و تہذیب کی بنیادیں رکھیں مسجدیں، لائبریریاں اور یونیورسٹیاں تعمیر کیں (الشیعہ فی المیزان للمغنیہ ص ۱۴۹۔ اور مابعد کے صفحات، "اعیان الشیعۃ" ص ۲۶۴ قسم ثانی)

حالانکہ یہ لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ وُہ سب کے سب کافر اور اسلام ملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔ سن چار سو دو ۔ ربیع الاول کے مہینے میں عباسی خلیفہ قادر کے زمانے میں ایک روئیداد (رپورٹ) پیش کی گئی تھی جس پر ان لوگوں کے اشراف اور بڑے بڑوں کے دستخط تھے۔ بالخصوص اس کے، جسے ان لوگوں نے نقیب الاشراف، اور جامع نہج البلاغۃ کا لقب دے رکھا ہے یعنی سید رضی اور اس کے بھائی مرتضیٰ کے۔ ایک تاریخی امانت کے طور پر ہم اسے بتمامہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

"مصر کا ایک خلیفہ منصور بن نزار ہے جس کا لقب حاکم ہے۔ خدا اس کے لیے مصیبتوں، بلاؤں اور رسوائیوں کا فیصلہ کرے۔ ابن معد بن اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن سعید ہے ـــــ اللہ اسے خوش بختی نہ دے ـــــ جب یہ مغرب کی طرف گیا تو عبیداللہ کے نام سے اور مہدی کے لقب سے پکارا جانے لگا، وہ اس سے پہلے کے ناپاک و غلیظ ـــــ اس پر، اور سب پر لعنت ہو۔ خوارج کے داعی تھے۔ علی بن ابی طالب کی اولاد کے ساتھ ان کا نسب ہرگز نہیں ملتا۔ یہ غلط اور جھوٹ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ طالبیین میں سے کوئی بھی ان کے بارے میں یہ کہنے سے رکا ہو کہ یہ خوارج کے داعی تھے۔ مغرب میں ان کے پہلے امیر کے وقت ہی سے یہ بات حرمین میں پھیل چکی تھی۔ اس قدر پھیل چکی تھی کہ اب کوئی ان کے جھوٹ سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ ان کی بات کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ مصر کا یہ خلیفہ اور اس کے پیشرو سب کے سب کافر، فاسق و فاجر اور زندیق تھے، ان کے مذہب کے عقائد بت پرستانہ اور آتش پرستانہ ہیں۔ ان لوگوں نے حدود توڑیں، شرمگاہوں کو مباح سمجھا، خون بہائے، نبیوں کو گالیاں بکیں، اسلاف پر لعنتیں بھیجیں اور ربوبیت کے دعوے کیے۔

دستخط

شریف رضی، اس کا بھائی سید مرتضیٰ، ابن الازرق موسوی، علویوں میں سے محمد بن محمد بن عمر بن ابی یعلی۔ قاضی ابو محمد عبداللہ بن اکسنانی، قاضی ابو قاضی ابوالقاسم جزری، امام ابو حامد اسفرائینی اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگ۔" ("النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ" لجمال الدین تسغری بردی اتابکی، متوفی ۸۷۴ھ ج ۴ ص ۲۲۹، ۲۳۰ "شذرات الذہب" "تاریخ الاسلام" للذہبی "مرآۃ العقول" "المنتظم" ـــــ "عقد الجمان")

اور آپ کے بیٹے جعفر کی نقل کردہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا ــــ
"اگرچہ فاطمی ہو، علوی ہو"۔ ۸۱ھ
ایک روایت میں ہے "جس نے امامت کا دعوای کیا اور وہ اس کا اہل نہ
ہو، وہ کافر ہے"۔ ۸۲ھ
یہ تو رہے اپنی جگہ۔ حسینؓ کی اولاد میں سے ان آٹھ اماموں، جنھیں ان
لوگوں نے امام کا لقب دے رکھا ہے اور نواں ان کا موہوم امام (امام غائب)
ان ائمہ کی بھی تحقیر و توہین میں ان لوگوں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی، ان پر بھی
یہ لوگ اعتراض کرتے ہیں، برا بھلا کہتے ہیں، انھیں بھی ان لوگوں نے چھوڑ
دیا، انھیں ذلیل کیا، مذاق اڑایا، ان پر وہ تہمتیں لگائیں جس سے وہ حضرات
پاک ہیں، ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا جو سلوک ان کے آباء واجداد،
حسنینؓ، علیؓ بن ابی طالب اور سیدِ کونین و رسولؐ الثقلین اور دیگر نبیوں اور
رسولوںؑ کے ساتھ کر چکے ہیں۔

علی بن حسینؒ

علی بن حسینؒ جنھیں ان لوگوں نے زین العابدین کا لقب دیا ہے اور
جن کے بارے میں ان کا اعتقاد ہے کہ آپ اپنے والد کے بعد امام ہیں،
آپ کی اطاعت و پیروی ضروری ہے، انھیں یہ لوگ ایک عام اور معمولی آدمی
سے بھی زیادہ بزدل اور ڈرپوک کہتے ہیں، کہتے ہیں کہ آپ نے یزید۔ بقول
ان کے قاتلِ حسین۔ کی غلامی کا اقرار کیا ہے، ان کی کتاب "الکافی" میں

۸۱ھ "الاصول من الکافی" ج ا ص ۳۷۲ ۸۲ھ ایضاً

یہ روایت زین العابدین کے بیٹے محمد باقر نے بیان کی ہے کہ :

یزید بن معاویہ حج کے لیے مدینہ آیا، اس نے قریش کے ایک آدمی کو بلوایا، وہ اس کے پاس آیا۔ یزید نے اس سے پوچھا : کیا تو اقرار کرتا ہے کہ تو میرا غلام ہے، چاہوں تو بیچ دوں اور چاہوں تو اپنا غلام رکھوں، اس آدمی نے کہا: خدا کی قسم اے یزید! قریش میں حسب کے اعتبار سے تو مجھ سے زیادہ معزز نہیں، نہ تیرا باپ جاہلیت اور اسلام میں میرے باپ سے افضل تھا، تو دین میں بھی مجھ سے افضل نہیں اور نہ مجھ سے بہتر ہے، جو تو نے پوچھا، میں کیونکر اس کا اقرار کرلوں؟ یزید نے اس سے کہا، اگر تو میرے سامنے اقرار نہیں کرے گا، بخدا میں تجھے قتل کردوں گا، اس آدمی نے کہا: تیرا مجھے قتل کر دینا رسول اللہ کے بیٹے، حسین بن علی علیہما السلام کو قتل کر دینے سے تو بڑا واقعہ نہیں۔ یزید نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

پھر اس نے علی بن حسین علیہما السلام کی طرف ایک آدمی بھیجا اور آپ سے بھی وہی کچھ کہا جو اس قریشی سے کہا تھا، علی بن حسین علیہما السلام نے اس سے کہا: کیا اگر میں اقرار نہ کروں تو تو مجھے بھی اسی طرح قتل کر دے گا جس طرح کل ایک آدمی کو قتل کر چکا ہے؟ یزید پر اللہ کی لعنت ہو، کہنے لگا، ہاں کیوں نہیں، اس پر علی بن حسین علیہما السلام نے کہا: جو تو نے پوچھا میں اس کا اقرار کرتا ہوں، میں ایک مجبور غلام ہوں، چاہے تو مجھے اپنے پاس رکھ، چاہے تو بیچ ڈال" ۸۳ھ

اسی طرح ان لوگوں نے آپ کے بیٹے اور آپ کی والدہ کی توہین کرکے بھی

۸۳ھ "الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۲۳۴، ۲۳۵

آپ کو بیحد تکلیف پہنچائی، بیان کرتے ہیں کہ "آپ سے شیعہ کے معصوم ائمہ میں سے کسی نے پوچھا کہ:

میرے دو ہمسایے ہیں، ایک دشمن ہے اور دوسرا زیدی ہے - ان دونوں سے میل جول ضروری ہے، میں کس سے میل جول رکھوں؟

آپ نے کہا: دونوں بُرے ہیں، جس نے کتاب اللہ کی کسی آیت کو جھٹلایا، اس نے اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا، وُہ پورے قرآن، نبیوں اور رسولوں کا جھٹلانے والا ہے، یہ کہا: اس کے بعد کہا: یہ تمہارا دشمن ہے اور زیدی ہمارا دشمن ہے" ۸۴

آپ کی والدہ کی توہین کر کے آپ کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی، کہتے ہیں کہ:

"حسین کے شہید ہونے کے بعد سوائے پانچ کے سب کے سب مرتد ہو گئے تھے، وہ پانچ ابو خالد کابلی، یحییٰ بن ام الطویل، جبیر بن مطیع، جابر بن عبداللہ اور حسین بن علی کی بیوی شیکہ ہیں" ۸۵

نہ جانے آپ کی والدہ شہر بانو کہاں گئیں کہ شیکہ کا ذکر تو کر دیا اور اُسے چھوڑ دیا۔

محمد باقرؒ اور آپ کا بیٹا

محمد باقرؒ اور آپ کے بیٹے جعفرؒ دونوں واقعی بہت مظلوم ہیں کہ کوئی

---

۸۴ "الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۲۳۴-۲۳۵

۸۵ "مجالس المؤمنین" للشوشتری المجلس الخامس ۱۴۴ مطبوعہ طہران۔

نقص و خامی اور قبیح بات ایسی نہیں جو ان لوگوں نے ان کی طرف منسوب نہ کی ہو، بزدلی، نفاق، دھوکہ دہی، خیانت، جھوٹ یہ سب برائیاں آپ دونوں پر چسپاں کی گئی ہیں، ان دونوں کے نام پر ان لوگوں نے اپنا ایک نیا مسلک و مذہب گھڑ لیا ہے اور حقیقت میں وہ لوگ اس سے قطعی بے خبر و بے تعلق ہیں، لکھتے ہیں کہ باقر خوف اور بزدلی کی وجہ سے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو بھی حلال کر دیا کرتے تھے، مثلاً آپ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ:

"باز اور شکرے کی شکار کی ہوئی چیز حلال ہے خواہ وہ جانور وغیرہ حرام ہی کیوں نہ ہو" ۸٦ھ

اور خود انہی لوگوں نے بے شمار روایات بیان کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ باز اور شکرے کا شکار شدہ جانور حرام ہے۔

زرارہ بن اعین شیعہ حضرات کے ان اکابر راویوں اور ان کے ان مشائخ میں سے ہے جن پر اُن کے مذہب کی عمارت قائم ہے، یہ محمد بن باقر کے بارے میں کہتا ہے کہ:

"اس بوڑھے کو مخالفت کا کوئی علم نہیں تھا" ۸۷ھ (یعنی اختلاف کرنے کا طریقہ تک نہیں جانتا تھا)

ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ زرارہ بن اعین نے کہا ہے "میں نے محمد باقر سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے مجھے بتایا، پھر آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا، اسے آپ نے کچھ اور جواب دیا،

۸٦ھ "الفروع من الکافی" ج ٦ ص ۲۰۸ باب صید البزاۃ والصقور وغیر ذٰلک۔

۸۷ھ "الاصول من الکافی"

پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا، اسے آپ نے اس کے علاوہ کوئی اور جواب دیا جو مجھے اور میرے ساتھی کو دے چکے تھے، جب یہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں نے پوچھا: اے رسولؐ اللہ کی اولاد! آپ کے گروہ میں سے اہلِ عراق کے دو آدمی مسئلہ پوچھنے آئے، آپ نے ہر ایک کو دوسرے سے مختلف جواب دیا؟

آپ نے کہا: اے زرارہ! یہ ہمارے لیے بہتر ہے، اسی میں ہماری تمہاری بقا ہے، اگر تم لوگ کسی ایک چیز پر متفق ہو گئے تو لوگ ہمارے خلاف ہو جائیں گے (کیونکہ یہ مذہب ہی ایسا ہے) اور اس طرح ہم تم زیادہ دیر نہیں رہ سکیں گے۔

کہتا ہے: پھر میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہا: اگر تم اپنے شیعہ کو نیزوں یا آگ پر بھی چلنے کو کہو گے تو وہ چلیں گے لیکن وہ آپ کے پاس سے اختلاف رکھتے ہوئے اٹھتے ہیں، کہتا ہے کہ: آپ نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو آپ کے والد نے دیا تھا" ۸۸ھ

جعفر کے بارے میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ آپ نے ابو حنیفہ کے سامنے ان کی تعریف کی، جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو آپ کی برائی کرنے لگے، کلینی محمدؐ بن مسلم سے روایت کرتا ہے کہ:

"میں ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس گیا، ابو حنیفہ آپ کے پاس موجود تھے، میں نے آپ سے کہا: میں آپ کے قربان جاؤں میں نے عجیب خواب دیکھا ہے؛ آپ نے مجھ سے کہا: اے ابنِ مسلم! بیان کر، ایک عالم اس وقت تشریف رکھتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے ابو حنیفہ کی طرف اشارہ کیا، کہتا ہے، میں نے کہا: میں نے

۸۸ھ "الاصول من الکافی" کتاب فضل العلم ص ۶۵ مطبوعہ طہران

یوں دیکھا گویا میں اپنے گھر میں داخل ہوا ہوں، اچانک میری بیوی نکلی، اس نے بہت سے اخروٹ توڑے اور میرے سامنے بکھیر دیے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوا، ابو حنیفہ نے کہا، تو کنجوس لوگوں سے اپنی بیوی کے مالِ میراث کے لیے لڑتا اور جھگڑتا ہے، شدید دشمنی کے بعد تُو اپنے مقصد کو پالے گا۔ ان شاء اللہ! اس پر ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا، اے ابو حنیفہ آپ نے سچ کہا، کہتا ہے کہ: پھر جب ابو حنیفہ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں نے کہا:

میں قربان جاؤں میں اس دشمن کی تعبیر کو ناپسند کرتا ہوں، آپ نے کہا: اے ابنِ مسلم! خدا تیرا بُرا نہ کرے۔ اس کی تعبیر ہماری تعبیر کے موافق نہیں اور ہماری تعبیر اس کی تعبیر کے موافق، اس کی صحیح تعبیر وہ نہیں جو اس نے بتائی ہے، کہتا ہے: میں نے آپ سے کہا: میں قربان تو پھر آپ کا یہ کہنا کہ: آپ نے ٹھیک کہا اور آپ نے اس پر قسم بھی کھائی جبکہ وُہ غلط کہہ رہے تھے؟

آپ نے کہا: ہاں! میں نے اس پر قسم کھائی کہ اس نے غلطی کی ہے۔[۸۹]

کہتے ہیں، آپ نے کہا ہے کہ:

"میرے ستر منہ ہیں جن سے میں بولتا ہوں، اور ہر ایک سے نکلنے کا راستہ بھی ہے"[۹۰]

پچھلے صفحات میں ہم بیان[۹۱] کر چکے ہیں کہ ایسی ایسی خرافات ان لوگوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں، جن کو نقل کرتے ہوتے انسان شرم محسوس کرتا ہے، یہاں صرف ایک روایت اور بیان کرتے ہیں۔ اس روایت کو کشی نے زرارہ سے

۸۹ھ "کتاب الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۲۹۶ تعبیر منامات۔

۹۰ھ "بصائر الدرجات" جزء سادس

۹۱ھ اس کے لیے اس کتاب کا تیسرا باب دیکھیے "شیعہ اور اہلِ بیت کی طرف منسوب کیے دہ جھوٹ"

نقل کیا ہے، کہتا ہے کہ:

"خدا کی قسم! اگر میں وہ سب کچھ بیان کردوں جو میں نے ابو عبداللہ سے سنا ہے، تو مردوں کے آلہ تناسل لکڑیوں پر چڑھ جائیں"۔[92]

موسیٰ بن جعفر

موسیٰ بن جعفر کی بھی یہ لوگ بے حد توہین کرتے ہیں، نہ صرف موسیٰ بن جعفر، بلکہ آپ کی والدہ کی بھی، کہتے ہیں:

"ابن عکاشہ ابو جعفر کے پاس آیا۔ ابو عبداللہ علیہ السلام ان کے پاس کھڑے تھے، اس نے آپ کو انگور پیش کیے اور کہا: بوڑھا آدمی اور چھوٹا بچہ اس کا ایک دانہ کھاتے ہیں، تین تین چار چار دانے وہ کھاتا ہے، جو سمجھتا ہے کہ اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔ تو دو دو دانے کھا۔ یہ بات پسندیدہ ہے، ابو جعفر علیہ السلام نے کہا: ابو عبداللہ شادی کیوں نہیں کرتا حالانکہ وہ شادی کر سکتا ہے؟ راوی کہتا ہے آپ کے سامنے ایک سر بمہر تھیلی تھی، آپ نے کہا: عنقریب اہل بربر میں سے نخاس (یعنی مویشی بیچنے والا) آئیگا اور میمون کے گھر اترے گا۔ ہم اس تھیلی سے آپ کے لیے ایک لونڈی خریدیں گے، بیان کرتا ہے کہ: اس کے بعد جو ہوا سو ہوا، ایک روز ہم ابو جعفر علیہ السلام کے پاس گئے، آپ نے کہا: کیا میں تمہیں نخاس کے بارے میں نہ بتاؤں جس کا پہلے میں نے تم سے ذکر کیا تھا، جاؤ اور اس تھیلی سے آپ کے لیے ایک لونڈی خریدو، کہتا ہے کہ: ہم نخاس کے پاس آئے، اس نے کہا میں بیچ چکا ہوں، میرے پاس صرف دو بیمار لونڈیاں تھیں، ایک

---

[92] "رجال الکشی" ص ۱۲۳ زرارہ بن اعین کے حالات

لونڈی دوسری سے کچھ بہتر تھی، ہم نے کہا: دونوں کو نکال تاکہ ہم انہیں دیکھیں۔ اس نے دونوں کو نکالا، ہم نے پوچھا: یہ دونوں ایک جیسی لونڈیاں ہمیں کتنے میں دے گا؟ اس نے کہا:

ستر دینار میں، ہم نے کہا، بہتر ہے، اس نے کہا: میں ستر دینار سے کم نہیں کروں گا، ہم نے اس سے کہا: ہم تجھ سے اس تھیلی کے بدلے میں خریدتے ہیں۔ اس میں جتنے بھی دینار ہوں، ہمیں نہیں معلوم اس میں کتنے ہیں؟ اس کے پاس ایک آدمی تھا جس کا سر اور داڑھی سفید تھی، وہ کہنے لگا: اسے کھولو اور وزن کرو، نخاس نے کہا، کھولو مت، اگر ستر دینار سے ذرہ مقدار بھی کم ہوئی تو میں تمہارے ہاتھ نہیں بیچوں گا۔

اس بوڑھے نے کہا: قریب آؤ، ہم قریب ہوتے اور مہر توڑ ڈالی۔ دیناروں کا وزن کیا وہ پورے ستر دینار تھے، نہ کم نہ زیادہ، ہم نے ایک لونڈی لے لی اور ابو جعفر علیہ السلام کے پاس لے گئے، جعفر آپ کے پاس کھڑے تھے، ہم نے ابو جعفر کو پورا واقعہ سنایا، آپ نے خدا کی حمد و ثنا کی اور اس لونڈی سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: حمیدہ (حمد کرنے والی) آپ نے کہا: دُنیا میں حمیدہ اور آخرت میں محمودہ، مجھے بتا کہ تو باکرہ ہے یا ثیبہ؟ اس نے کہا: باکرہ، آپ نے کہا:

کیسے ہو سکتا ہے، نخاسیں کے ہاتھوں تو جو چیز بھی لگے یہ اسے خراب کر دیتے ہیں۔ اس نے کہا: وہ میرے پاس کئی دفعہ اس طرح سے بیٹھ جاتا جس طرح مرد عورت سے جماع کرتے وقت بیٹھتا ہے۔ تو اللہ نے اس پر ایک سفید داڑھی اور سفید سر والا آدمی مقرر کر دیا، وہ اسے تھپڑ مارتا رہتا تا آنکہ وُہ میرے پاس سے اٹھ جاتا۔ اس نے میرے ساتھ کئی مرتبہ ایسا کیا اور اس بوڑھے

سنے بھی اس کے ساتھ ویسا ہی کیا (یعنی وہ جب بھی جماع کرنے کے لیے آتا، یہ بوڑھا اسے مارنا شروع کر دیتا) آپ نے کہا: اے جعفر! اسے اپنے ساتھ لے جا، چنانچہ اس نے رُوئے زمین پر بہترین فرد، موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو جنم دیا۔" ۹۳ھ

آپ کی عقل اور علم پر بھی تنقید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: آپ سے اس عورت کا حکم پوچھا گیا جس نے شوہر کے ہوتے ہوئے اور شادی کر لی تو:

"آپ نے کہا: عورت کو سنگسار کیا جائے گا اور مرد کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا (راوی کہتا ہے) میں ابو بصیر ۹۴ھ سے ملا اور آپ سے کہا: میں نے ابوالحسن سے اس عورت کا حکم پوچھا تھا جس نے شوہر کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کر لی تو آپ نے کہا تھا کہ: عورت کو سنگسار کیا جائے گا اور مرد کو کچھ نہیں کہا جائے گا، بیان کرتا ہے کہ: ابو بصیر نے اپنے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کہا: میں نہیں سمجھتا کہ ہمارا ساتھی اب آپ کے فیصلے کا انکار کرے گا ــــ اور ایک روایت میں ہے کہ ــــ میں اپنے ساتھی کے بارے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا علم کامل نہیں۔" ۹۵ھ

ابو بصیر مرادی موسیٰ بن جعفر پر تہمت لگایا کرتا تھا کہ آپ دنیا دار ہیں، پیچھے گزر چکا ہے کہ کشی حماد بن عثمان سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے کہا ہے:

"میں، ابن ابی یعفور اور ایک اور آدمی حیرہ یا کسی دوسرے مقام کی طرف گئے، ہم نے دنیا کی بات چھیڑی تو ابو بصیر مرادی نے کہا، سنو اگر تمہارا ساتھی دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اسی میں گرفتار

۹۳ھ "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ باب موسیٰ بن جعفر کی ولادت، ج ۱ ص ۴۷۷

۹۴ھ شیعہ کے اکابر علماء اور مشائخ میں سے ہے" جعفر نے اس کے بارے میں کہا: اگر یہ نہ ہوتا

ہو کر رہ جائے گا"۹۶ھ

علی بن موسیٰ

علی بن موسیٰ بن جعفر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ عورت کے ساتھ غیر فطری راستے سے شہوت پوری کرنے کو جائز سمجھتے تھے"۹۷ھ

آپ کے بارے میں بھی آپ کے والد موسیٰ بن جعفر جیسا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ:

"ہشام بن احمد سے روایت ہے: ابوالحسن اول علیہ السلام نے کہا: کیا تجھے معلوم ہے کہ اہلِ مغرب میں سے کوئی آدمی آیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں، آپ نے کہا: ہاں، ایک سرخ آدمی آیا ہے، آپ ہمارے ساتھ چلیے، آپ سوار ہو گئے۔ ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہو کر ایک آدمی کے پاس پہنچے، دیکھا تو اہلِ مغرب میں سے ایک آدمی ہے اور اس کے ساتھ لونڈیاں ہیں، آپ نے اس سے کہا: ہمارے سامنے کر، اس نے ہمارے سامنے نو لونڈیاں پیش کیں۔ ہر ایک کے بارے میں ابوالحسن علیہ السلام کہتے رہے کہ یہ نہیں چاہیے، پھر اس سے کہا: اور دکھا، اس نے کہا: میرے پاس اور کچھ نہیں، آپ نے اس سے کہا، ہمیں اور دکھا، وہ کہنے لگا: بخدا ایک بیمار لونڈی کے سوا اور میرے پاس کچھ نہیں، آپ نے اس سے کہا، وہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس نے اسے دکھانے سے انکار کر دیا۔ اس

تو نبوت کی روایات و آثار ختم ہو جائیں اور مٹ جائیں" (رجال الکشی ص ۱۵۲)

۹۵ھ "رجال الکشی" ص ۱۹۳، ۱۵۴ ۹۶ھ ایضاً ص ۱۵۴

۹۷ھ "الاستبصار" باب اتیان النساء مادون الفرج جلد ۳ ص ۲۴۳

وقت آپ لوٹ گئے، دوسرے دن پھر آپ نے مجھے اس کے پاس بھیجا اور کہا: اس سے پوچھو کہ کتنے پیسے چاہتا ہے؟ جب وہ کہے کہ اتنے، تو کہہ دینا کہ میں نے خرید لی، میں اس کے پاس آیا، اس نے کہا: اتنے دام ہوں گے، کم نہیں کروں گا، میں نے کہا: میں نے خرید لی، جتنے دام تو نے کہے، دوں گا، اس نے کہا، پھر وُہ تیری ہو گئی لیکن یہ تو بتا کہ کل تیرے ساتھ کون آدمی تھا؟ میں نے کہا: بنی ہاشم کا کوئی آدمی تھا، اس نے پوچھا،

کون سے بنی ہاشم سے؟ میں نے کہا، بنی ہاشم کے سرداروں سے، اس نے کہا: میں کچھ زیادہ جاننا چاہتا ہوں، میں نے کہا: اس سے زیادہ مجھے معلوم نہیں، اس نے کہا، میں تمہیں اس لونڈی کے بارے میں بتاتا ہوں، اسے میں نے دور دراز کے مغربی ممالک سے خریدا ہے، اہلِ کتاب میں سے ایک عورت مجھے ملی اور پوچھنے لگی: یہ تیرے ساتھ لونڈی کون ہے؟

میں نے بتایا کہ: میں نے اسے اپنے لیے خریدا ہے، وہ کہنے لگی: مناسب نہیں کہ اس جیسی لونڈی تیرے جیسے آدمی کے پاس ہو، اس جیسی لونڈی تو روئے زمین پر سب سے بہتر آدمی کے پاس ہونی چاہیے، اسے اس آدمی کے پاس زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ اس کی اولاد سے یہ ایک لڑکے کو جنم دے گی، جس کا دین مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا، کہتا ہے: میں اسے لے آیا، وہ آپ کے پاس زیادہ عرصہ نہیں رہی کہ اس نے علی علیہ السلام کو جنم دیا"۹۸

کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ موسیٰ بن جعفر اور جعفر بن باقر جیسے آدمیوں کو بنی ہاشم یا دوسرے اشراف کے گھرانوں سے کوئی عورت نہ مل سکی جس سے یہ حضرات

---

۹۸ "عیون اخبار الرضا" لابن بابویہ ج ۱ ص ۱۷، ۱۸ "الاصول من الکافی" للکلینی ج ۱ ص ۴۸۶

شادی کر لیتے، کیا کوئی آزاد عورت ان کو نہ مل سکی کہ وہ لونڈیاں خریدنے پر مجبور ہو گئے؟ اور وہ بھی ان نخاسین سے جو ان لونڈیوں کے کپڑے اتار کر ان کی جائے جماع کے پاس بیٹھے رہے، یہ باتیں کتنے درد افزا لطیفے ہیں ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست؟

رضا کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ مامون کے چچا کی بیٹی سے عشق کرتے تھے اور وہ ان سے عشق کرتی تھی، ابن بابویہ قمی ابوالحسن رضا اور ذوالریاستین کے درمیان تعلقات کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

"ذوالریاستین، رضا علیہ السلام سے شدید عداوت رکھتا اور آپ سے حسد کیا کرتا تھا، اس لیے کہ مامون رضا کو ذوالریاستین پر ترجیح دیا کرتا تھا، سب سے پہلی ذوالریاستین کی دشمنی جو ابوالحسن کے خلاف ظہور پذیر ہوئی وہ یہ تھی کہ مامون کے چچا کی بیٹی رضا سے محبت کیا کرتی تھی، رضا اس سے محبت کیا کرتے تھے، اس کے کمرے سے مامون کے دربار کی طرف ایک دروازہ کھلتا تھا، وہ ابوالحسن رضا علیہ السلام کی طرف میلان رکھتی اور آپ سے محبت کیا کرتی تھی، اس بات کا ذکر وہ ذوالریاستین سے کیا کرتی تھی، جب ذوالریاستین کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے مامون سے کہا کہ آپ کے دربار سے عورتوں کے گھروں کی طرف کوئی دروازہ نہیں کھلنا چاہیے، مامون نے اسے بند کر دینے کا حکم دیا، ایک دن مامون رضا علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا اور ایک دن رضا مامون کے پاس آیا کرتے تھے۔ ابوالحسن علیہ السلام کا گھر مامون کے گھر کے پہلو میں تھا، جب ابوالحسن علیہ السلام مامون کے پاس آئے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہو چکا ہے، آپ نے کہا: اے امیر المومنین اس دروازے کو آپ نے کیوں بند کر دیا؟

مامون نے پوچھا: آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے کہا: اسے کھول دیا جائے

اور آپ کے چچا کی بیٹی کے پاس چلا جائے، فضل کی کوئی بات نہ مانی جائے، یہ بے موقعہ اور بے محل بات ہے، مامون نے اسے گرا دینے کا حکم دیا فضل کو اس بات کا علم ہوا تو اسے بہت غم ہوا"۔ ۹۹ھ

بقول ان کے آپ بہت بزدل اور ڈرپوک تھے؛ کہتے ہیں کہ جب رشید نے اپنے ایک امیر جلودی کو آپ کی طرف بھیجا کہ آپ کے گھر کو لوٹ لے مال و اسباب چھین لے تو چاہیے تو یہ تھا کہ آپ اپنا، اپنے اہل بیت کا، اپنی عزت و حرمت اور اپنی عورتوں کا دفاع کرتے، لیکن آپ نے خود مال اٹھا اٹھا کر ان کو دینا شروع کر دیا، کہتے ہیں:

"حسن ابوالرضا علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور اپنی عورتوں پر کوئی چیز نہ چھوڑی، حتیٰ کہ ان کے کانوں کی بالیاں، پازیب، اور بٹن تک اتار لیے، اس کے علاوہ گھر میں تھوڑا یا زیادہ جو کچھ تھا سب لے آئے ــــ اور اسے دے دیا"۔ ۱۰۰ھ

نواں امام

رضا کے بیٹے محمد، جن کا لقب قانع اور کنیت ابو جعفر ثانی ہے، ان کے بارے میں یہ شک کرتے تھے کہ یہ رضا کے بیٹے ہیں یا نہیں، ان کی امامت کو بھی قبول کرنے میں انھیں اس لیے تردد تھا کہ آپ کے چہرے کا رنگ کالا تھا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے آپ کے بارے میں شک کیا وہ آپ کے بھائی اور چچا زاد بھائی تھے، بیان کرتے ہیں کہ علی بن جعفر بن باقر نے اپنے (یعنی رضا کے بھائیوں سے کہا:

۹۹ھ "عیون اخبار الرضا"، ص ۱۵۳، ۱۵۴ ۱۰۰ھ "عیون اخبار الرضا" ج ۲ ص ۱۶۱

"ہم میں کوئی امام بھی اس طرح کالے رنگ کا نہیں ہوا[۱۰۱] اس پر رضا علیہ السلام نے ان سے کہا: وہ میرا بیٹا ہے، وہ کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیافہ شناسوں[۱۰۲] سے فیصلہ کروایا تھا، ہمارا اور آپ کا فیصلہ بھی قیافہ شناسوں پر رہا، آپ نے کہا: تم اسے ان کی طرف بھیج دو، میں نہیں بھیج سکتا، جب انھیں بلاؤ تو انھیں یہ بات مت بتاؤ اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔

جب قیافہ شناس آئے تو آپ نے ہمیں باغ میں بٹھا دیا اور آپ کے چچا زاد بھائی، سگے بھائی اور بہنیں صف بنا کر کھڑے ہو گئے، انہوں نے رضا علیہ السلام کو لیا، انہیں صوف کا جبہ اور ٹوپی پہنائی، ان کی گردن پر بیلچہ رکھا اور انھیں کہا کہ: باغ میں چلے جاؤ، اور یوں ظاہر کرو گویا تم اس میں کام کرتے ہو، پھر ابو جعفر علیہ السلام کو لے کر آئے اور کہنے لگے، اس لڑکے کو اپنے باپ سے ملا دو ــــــ قیافہ شناس کہنے لگے:

یہاں اس کا باپ موجود نہیں ہے، البتہ اس کے باپ کا چچا ہے۔ یہ اس کا چچا ہے، یہ اس کی پھوپھی ہے، اگر یہاں کہیں اس کا باپ ہے تو وہ اس باغ کا مالی ہے کیونکہ اس کے اور اس کے پاؤں ایک جیسے ہیں، جب ابو الحسن علیہ السلام لوٹے تو انہوں نے کہہ دیا کہ، یہ اس کا بیٹا ہے"[۱۰۳]

دیکھیے کیسا ڈرامہ ہو رہا ہے، کس طرح یہ لوگ اسے بیان کر رہے ہیں، اس میں علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت کی شان میں کتنی گستاخیاں کی گئی ہیں؟

---

۱۰۱ یہاں عربی کا لفظ "حائل اللون" استعمال ہوا۔ اس کے معنی رنگ "بدل جانا اور کالا ہو جانا" ہیں۔

۱۰۲ یہاں "القافہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو القائف کی جمع ہے۔

۱۰۳ "الاصول من الکافی" ج اص ۳۲۲، ۳۲۳

ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بے حد بزدل اور سہمے ہوئے انسان تھے،
جب عباسی خلیفہ معتصم نے دوسری دفعہ ان کو طلب کیا تو:
"وہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی، پھر سنبھل کر کہنے لگے: اس
موقعہ پر تو علی بھی ڈرا کرتے تھے"۔ ۱۰۴

دسواں امام

ان کے بیٹے علی کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب ان کے والد کا انتقال
ہوا تو اُن کی عمر آٹھ سال تھی، اس لیے لوگ ان کی امامت میں اختلاف اور اسے
قبول کرنے میں لے دے کرنے لگے، پھر ایک ایسے آدمی کی گواہی پر جو اُن
میں سے نہیں تھا، ان کی امامت کو قبول کیا۔ اسے اس گواہی پر مجبور کیا گیا
تھا"۔ ۱۰۵

ان کی امامت کو تسلیم کر لینے کے باوجود کہتے ہیں کہ "ان کے والد کے
ترکہ، جس میں جائداد، مال، نقدی اور لونڈیاں ہیں، ان کے سپرد نہیں کیا جائیگا۔
عبداللہ بن مساور کو اس ترکہ پر نگران مقرر کیا گیا تاکہ وہ ان کے والد کی طرف سے
انہیں پہنچا دے"۔ ۱۰۶

اس کے باوجود کہ ان کے والد سے روایت کرتے ہیں،
"اردگرد دیہات کے رہنے والے کچھ شلیعہ حضرات نے ان کے پاس آنے

---

۱۰۴ ایضاً

۱۰۵ تفصیل کے لیے کتاب الحجۃ میں یہ قصہ دیکھیے، باب الاشارہ والنص علی ابی الحسن الثالث ج ۱ ص ۳۲۴

۱۰۶ "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۳۲۵

کی اجازت چاہی، انہوں نے اجازت دے دی، وہ لوگ ان کے پاس آئے اور ایک ہی مجلس میں تیس ہزار مسئلے پوچھے، انہوں نے سب کے جواب دیئے اور اس وقت ان کی عمر دس سال تھی"[۱۰۷]

معلوم نہیں اس علم وفضل کے باوجود اس کے لیے سرپرست مقرر کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی جو اس کی دیکھ بھال کرتے پھر ان پر تہمت لگاتے ہیں کہ انہیں اتنا بھی علم نہیں تھا کہ ان کے بعد امام کون ہوگا، پہلے انہوں نے (یعنی علی بن محمدؒ نے) اپنے بڑے بیٹے ابو جعفر محمد کو امامت دے دی۔ انھیں علم نہیں تھا کہ یہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہیں گے اور ان کی زندگی ہی میں وفات پا جائیں گے، جب ابو جعفر محمدؒ فوت ہو گئے تو انہوں نے کہا: میں نے کوئی غلطی نہیں کی، اللہ ہی کو علم نہیں تھا کہ میرے بعد کون امام ہوگا، ان کی عبارت سنیے:

خدا نے ابو جعفر[۱۰۸] (ان کے بڑے بیٹے محمدؒ) کے بعد ابو محمد (ان کے دوسرے بیٹے حسن عسکری) کو ظاہر کیا، جس کے بارے میں خدا کو معلوم نہیں تھا، اسی طرح (جعفر کے دونوں بیٹوں) اسماعیل کے گذرنے کے بعد موسیٰ کو ظاہر کیا، اس کے حال کی بھی اسے خبر نہیں تھی، واقعہ یوں ہی ہے تیرا دل تجھ سے کچھ بھی کہے، ولو کرہ المبطلون"[۱۰۹]

اپنے گیارہویں امام حسن بن علی (حسن عسکری) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بڑے بھائی محمد بن علی کی وفات پر اپنا گریبان پھاڑ لیا تھا۔ اپنے منہ پر

---

۱۰۷ "الاصول من الکافی" کتاب الحجۃ باب ولادت محمد بن علی ج ا ص ۴۹۶

۱۰۸ تفصیل کے لیے ہماری کتاب "الشیعۃ والسنۃ" پہلا باب دیکھیے مسألۃ البداء۔

۱۰۹ "الارشاد" للمفید ص ۳۳۶

طمانچے مارے تھے لیکن جب یہ سنا کہ امامت ان کو مل گئی ہے تو انہوں نے خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کیا، مفید نے "الارشاد" میں اور اربلی نے "کشف الغمہ" میں اسے بیان کیا ہے۔[۴۱۱]

بارھویں امام کے بارے میں یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا، اور باوجود پوری تلاش اور جستجو کے ابھی تک اس کی کوئی خبر اور پتہ نہیں مل سکا، اور پھر ان لوگوں نے اس کی ولادت اور نشانیوں کے بارے میں بہت سی رام کہانیاں اور من گھڑت قصے گھڑ رکھے ہیں، کیا وہ پیدا ہو چکا ہے اور کہیں موجود ہے یا ابھی تک پیدا نہیں ہوا اور کہیں موجود نہیں ہے؟ پیدا نہیں ہوا اور ہو بھی چکا ہے، موجود ہے بھی اور نہیں بھی! اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہو سکتی ہے؟ اس سے بھی زیادہ کسی کی توہین کی جا سکتی ہے؟

ہم ان حضرات کی اپنی اہم ترین کتابوں کی عبارتیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، احمد بن عبیداللہ بن خاقان کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس نے حسن عسکری کے متعلق ایک لمبا قصہ بیان کیا ہے، کہتا ہے کہ:

"جب آپ بیمار ہو گئے تو سلطان نے آپ کے والد کی طرف پیغام بھیجا کہ رضا کا بیٹا بیمار ہو گیا ہے، وہ اسی وقت سوار ہوئے اور جلدی جلدی دارالخلافہ پہنچے، پھر جلدی ہی وہاں سے لوٹ گئے، آپ کے ساتھ امیر المومنین کے پانچ خادم تھے جو سب کے سب اعتبار والے اور آپ کے خصوصی خادم تھے، ان میں نحریر بھی تھا، آپ نے انھیں ہمیشہ حسن کے گھر میں موجود رہنے اور ان کے

---

[۴۱۰] ص ۳۲۶

[۴۱۱] ص ۴۰۵

حال کی خبر رکھنے کا حکم دیا، آپ نے طبیبوں کی ایک جماعت کو بلوایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ حسن کے پاس آتے جاتے رہیں، صبح و شام ان کا علاج کریں اور خیال رکھیں، اس کے دو یا تین دن کے بعد انھیں بتایا گیا کہ آپ بہت کمزور ہو چکے ہیں، آپ نے طبیبوں کو ہر وقت ان کے گھر میں رہنے حکم دیا، قاضی القضاۃ کی طرف پیغام بھیجا، اسے اپنے ہاں بلوایا اور حکم دیا کہ اپنے ساتھیوں میں سے دس ایسے آدمی چن لو جن کی دینداری، تقویٰ اور امانتداری پر تمہیں اعتماد ہو، اس نے آدمی پیش کر دیے اور انہیں لے کر حسن کے گھر کی طرف چلا گیا، انہیں حکم دیا کہ وہ رات دن حسن کے پاس موجود رہیں، یہ لوگ وہیں رہتے تھے کہ آپ انتقال کر گئے، ایک کہرام بپا ہو گیا، سلطان نے آپ کے گھر اور آپ کے کمروں کی تلاش کے لیے آدمی بھیجے، ہر چیز پر مہر لگا دی اور آپ کے بیٹے کو تلاش کرنے لگے۔ اس کے آدمی ان تمام عورتوں کو لے آئے جن کے بارے میں لگتا تھا کہ یہ حاملہ ہیں، سلطان نے انھیں اپنی لونڈیوں کے پاس بھیج دیا کہ لونڈیاں ان عورتوں کو دیکھیں، لونڈیوں میں سے کسی نے بتایا کہ ان کی ایک لونڈی کو حمل ہے، اسے ایک کمرے میں ڈال دیا گیا اس پر نحریر خادم اس کے ساتھیوں اور عورتوں کو نگران مقرر کر دیا گیا، اس کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاری میں لگ گئے، بازار بند ہو گئے، بنو ہاشم، دوسرے سردار اور میرے والد جنازہ کی طرف گئے، وہ دن جس نے دیکھا اسے قیامت کا روز معلوم ہوا، جب تیاری سے فارغ ہو چکے تو سلطان نے ابو عیسیٰ بن متوکل کی طرف پیغام بھیجا اور اسے آپ کی نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب نماز کے لیے جنازہ رکھا گیا تو ابو عیسیٰ اس کے قریب گئے، آپ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا، بنی ہاشم کے علویوں، سرداروں، منصفوں، قاضیوں اور حاکموں کو دکھاتے ہوئے کہا:

یہ حسن بن علیؑ ابن محمد بن رضا ہے جو اپنے بستر پر اپنی طبعی موت مرا، امیر المومنین کے معتمد ساتھیوں میں سے فلاں فلاں، قاضیوں میں سے فلاں فلاں، طبیبوں میں سے فلاں فلاں اس کے پاس موجود تھے، پھر آپ کا چہرہ ڈھانپ دیا اور اسے اٹھانے کا حکم دیا، آپ کو گھر کے درمیان سے اٹھایا گیا اور اس گھر میں دفن کیا گیا جس میں آپ کے والد کو دفن کیا گیا تھا۔

آپ کو دفن کر دیا گیا تو سلطان اور دوسرے لوگوں نے آپ کے بیٹے کو ڈھونڈنا شروع کیا، گھروں اور چوباروں میں بہت ڈھونڈا گیا، ان کی میراث تقسیم کرنے میں توقف کیا گیا، وہ لونڈی جس کے بارے میں شبہ تھا کہ اسے حمل ہے اس وقت تک نگرانی میں رہی تا آنکہ بات واضح ہو گئی کہ اسے حمل نہیں ہے، جب علم ہو گیا کہ اس کو حمل نہیں ہے تو آپ کی میراث آپ کی والدہ اور بھائی جعفر میں تقسیم کر دی گئی، آپ کی والدہ کو آپ کی وصیت کے مطابق حصہ دے دیا گیا۔ اور یہ سب کچھ قاضی کے ہاں درج کر دیا گیا"۔ ۱۱۳ھ

اہلِ سنّت کے ایک لکھنے والے نے کیا خوب لکھا ہے کہ جس طرح شیعہ حضرات کا مہدی اور قائم من گھڑت اور موہوم و معدوم ہے، اسی طرح ان کا قرآن بھی موجود نہیں ہے، معدوم ہے۔ اسی طرح ان کا مذہب بھی من گھڑت اور خود ساختہ ہے اور جلد ہی ان شاء اللہ معدوم ہو جائے گا۔

اس روایت کو تمام شیعہ مورخین، مصنفین اور محدثین نے ذکر کیا ہے، یہ روایت بارھویں امام کی ولادت و پرورش کے متعلق قصے کہانیوں کی اس عمارت کو منہدم کر رہی ہے جسے ان لوگوں نے تعمیر کیا ہے۔

۱۱۲ھ "کتاب الحجۃ من الکافی" ص ۵۰۵ نیز "الارشاد" للمفید ص ۳۳۹-۳۴۰،

اگر ایسا نہیں تو اس قسم کی روایات نقل کرنے کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان کی توہین کی جائے اور انہیں تکلیف پہنچائی جائے، کہتے ہیں کہ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، ان کا وجود نہیں ہے اور اسی سانس میں کہتے ہیں کہ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں، کچھ انصاف کیجئے، انصاف!

مفید اور دیگر مصنفین نے بھی لکھا ہے کہ "آپ کا بیٹا آپ کی زندگی میں ظاہر نہیں ہوا، اور نہ ہی آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے اسے پہچانا ہے۔ ابو محمد کے بھائی جعفر بن علی منصب امامت پر قابض ہو گئے، آپ کا مال میراث لے لیا، ابو محمد کی لونڈیوں کو گرفتار اور آپ کی بیویوں کو نظر بند کرنے کی کوشش کی... جعفر نے کھلم کھلا ابو محمد علیہ السلام کے مالِ وراثت پر قبضہ کر لیا اور شیعہ کے نزدیک ان کے مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کی"[۱۱۳]

یہ ہے ان کا بارہواں امام، اگر بارہواں امام ہے تو، ان میں سے کچھ لوگ واقعی اس کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں، انھیں جعفریہ کہا جاتا ہے، دوسرے شیعہ حضرات انھیں برا بھلا کہتے ہیں اور حسبِ عادت جیسے دوسرے حضرات کو گالیاں بکتے ہیں انھیں بھی گالیاں بکتے ہیں۔ یہ لوگ جعفر بن محمد کے بارے میں کہتے ہیں:

"وہ اعلانیہ فاسق و فاجر تھا، بے شرم تھا، شرابی تھا، مردوں میں کمترین اور اپنے آپ کو انتہائی ذلیل و رسوا کرنے والا تھا، گھٹیا تھا، خود اپنی نظروں میں

"کشف الغمۃ"، ص ۴۰۸، ۴۰۹ "الفصول المہمۃ" ص ۲۸۹ "جلاء العیون" ج ۲ ص ۷۶۲ "اعلام الوریٰ" للطبرسی ص ۳۷۷-۳۷۸

۱۱۳ "الارشاد" ص ۳۴۵ "اعلام الوریٰ" ص ۳۸۰

چھوٹا تھا"۔ ۱۱۴۲ء

اسے یہ لوگ جعفر کذاب کے نام سے پکارتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی کئی برائیوں سے متصف کرتے ہیں۔

اہلِ بیت اور شیعہ

یہ باب ختم کرنے سے پہلے ہم یہ بھی بتا دیں کہ اہلِ بیت پوری طرح جانتے اور سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں اور ان کی کرتوت کیا ہیں؟ اسی لیے ان حضرات نے لوگوں کو ان کی حقیقت پوری طرح بتا دی تھی" تاکہ ہر آدمی جان لے کہ یہ لعنت گر جو اندھا دھند شروع سے لے کر آخر تک سب پر لعنت کرتے چلے جاتے ہیں، درحقیقت کون ہیں؟

سب سے پہلے جو ان لوگوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئے، وہ علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ آپ نے بغیر کسی سستی اور تاخیر کے ان کے ایک ایک جرم کا نام لے لے کر انھیں مجرموں، غداروں، لعنت گروں اور دشمنوں کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا۔

آپ کہتے ہیں: "خدا نے جس کام کا بھی فیصلہ کیا تھا، جس چیز کو بھی مقدر کر دیا تھا میں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے تمہاری وجہ سے مجھے مصیبتوں میں مبتلا کیا، اے لوگو! میں نے جب بھی تمہیں کوئی حکم دیا تم نے اطاعت نہ کی، میں نے جب بھی پکارا تم نے میری پکار کا جواب نہ دیا، تم سے نرمی برتی تو تم نے اسے فراموش کیا، تمہیں لڑایا گیا تو تم بھاگ گئے، اگر لوگ کسی امام پر متفق ہو گئے تو تم نے اس میں عیب نکالے، تمہیں کسی مشکل

۱۱۴۲ء "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۵۰۴

کی طرف لایا گیا تو تم پلٹ گئے، تمہارے سوا کسی نے انکار نہیں کیا! اپنی مدد کیے جانے کا کیوں انتظار کرتے ہو جبکہ تمہارا حق ہے کہ تم جہاد کرو؟ تمہارے لیے موت ہے یا ذلت؛ بخدا اگر میرا دن آگیا ـــــ اور وہ آنے والا ہے ـ تو میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا، میں تمہارے ساتھ رہا، کھتے ہیں، کتنا رہا، زیادہ نہیں، بخدا تم! تمہیں نہ دین جمع کر سکا، نہ حمیت ہی تم میں ستعدی پیدا کر سکی، کیا حیرت کی بات نہیں کہ معاویہ نے کمینے اور بے وفا لوگوں کو پکارا تو وُہ بغیر کسی لالچ و مدد کے اس کی اتباع کرنے لگے، اور میں تمہیں پکار رہا ہوں ـــــ تمہی تو ہو مسلمانوں میں جو بچ گئے ہو ـــــ میں تمہیں مدد کے لیے پکار رہا ہوں اور عطا کے وعدہ پر ـ تم مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو، میرے بارے میں اختلاف کر رہے ہو؟

میری مرضی کا کوئی حکم بھی تم تک ایسا نہیں پہنچا جس پر تم راضی ہو گئے ہو، کوئی ناراضگی ایسی نہیں جس پر تم سب جمع نہ ہو گئے ہو، میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چیز جو میں چاہتا ہوں کہ مجھے ملے، وہ موت ہے، میں نے تمہیں کتاب پڑھ کر سنائی ہیں نے تم پر حاجیوں کا راستہ کھولا، میں جانتا ہوں کہ کیا چیز تمہیں ناپسند ہے، میں نے تمہیں اجازت دی اس چیز کی جس پر تم فخر کرتے ہو، کاش اندھا دیکھ سکتا یا سویا ہوا بیدار ہو جاتا "[۱۱۵]

ایک دفعہ ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

تباہی ہے تمہارے لیے؛ میں تمہاری سرزنش کرتے کرتے اکتا چکا ہوں، کیا آخرت کی زندگی کے بدلے میں دنیاوی زندگی پر خوش ہو؟ عزت کے

---

[۱۱۵] "نہج البلاغۃ" ص ۲۵۸، ۲۵۹

بدلے میں ذلت پر خوش ہو؟ جب میں تمہارے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں پھر جاتی ہیں، گویا تمہاری جان نکل رہی ہے یا نشہ کی وجہ سے ایک بے خودی کا سا عالم ہے، میرے ساتھی تمہیں جوش دلاتے رہے تم اندھے بنے بیٹھے رہے، گویا تمہارے دل دیوانے ہو چکے ہیں، تم عقل کھو چکے ہو، تم میرے پاس کبھی نہیں آؤ گے، تم سنجیدہ نہیں ہو، عزت والی جماعتیں کبھی محتاج ہو کر تمہارے پاس نہیں آئیں گی، تم ان اونٹوں کی طرح ہو جن کا چرانے والا گم ہو گیا ہو، جب بھی انہیں ایک طرف سے جمع کیا جائے دوسری طرف سے منتشر ہو جائیں گے، بُرا ہوا۔ خدا کی قسم! تم نے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔

تمہارے ساتھ جنگ کی جاتی ہے اور تم جنگ نہیں کرتے، تمہارے اطراف کم کر دیے گئے اور تمہیں کوئی غصہ نہ آیا[116] وہ تم سے بے خبر نہیں اور تم غفلت کی نیند سو رہے ہو۔

بخدا اے چھوڑ جانے والو، وہ غالب ہے، خدا کی قسم میں تمہارے بارے میں گمان کرتا ہوں کہ اگر جنگ بھڑک اٹھے، موت کا بازار گرم ہو جائے، تو تم علی بن ابی طالب سے یوں الگ ہو جاؤ جیسے سر (تن سے) الگ ہو جاتا ہے"[117]

ایک دفعہ آپؑ نے لوگوں کے سامنے ان کی بزدلی و غداری اور فتنہ و فساد کا ذکر کرتے ہوئے کہا: "میں تمہارے ساتھ کتنی نرمی کروں جس طرح کہ کسی پھٹے پرانے کپڑے سے نرمی کے ساتھ پیش آیا جاتا ہے تاکہ وہ مزید نہ پھٹ جائے، ایسا کپڑا

---

[116] یہ امتعاض کا لفظ بدلا گیا ہے۔ امتعاض کے معنی غصہ کے ہوتے ہیں۔

[117] "نہج البلاغہ" ص ۷۸

کہ جب اسے ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے،
جب بھی اہلِ شام کے لشکروں میں سے کسی لشکر نے تم پر حملہ کیا تو تم میں سے
ہر آدمی نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا، یوں اپنے گھروں میں گھس گئے جیسے گوہ
اپنے بِل میں گھس جاتی ہے، جیسے بجّو اپنے بھٹ میں گھس جاتا ہے، بخدا کسی کی تم
مدد کرو گے؟ جس نے تم پر تیر چلایا گویا اس نے بغیر دھار والا تیر چلایا۔"[۱۱۸]

تم — خدا کی قسم — تم اجتماعات میں بہت زیادہ ہو، جھنڈوں تلے
بہت کم ہو، میں جانتا ہوں کس چیز سے تمہاری اصلاح ہوگی، تمہارا ٹیڑھا پن دُور
ہوگا؛ لیکن میں تمہاری اصلاح کے لیے اپنے آپ کو خراب نہیں کر سکتا، خدا تمہارے
رخسارے خراب اور تمہارے بڑوں کو تباہ کرے! تم جس طرح باطل کو پہچانتے ہو، حق
کو نہیں پہچانتے۔ جس طرح حق کی تردید کرتے ہو باطل کی تردید نہیں کرتے۔"[۱۱۹]

ایک دفعہ آپؑ نے کہا: "تم نے دیکھا کہ خدا کے عہد و پیمان توڑ دیئے گئے
اور تمہیں غصہ نہ آیا، تم نے اپنے بڑوں کے کیے عہدوں کو توڑ دیا، خدا کے معاملات
تمہاری طرف ہی لوٹائے جائیں گے، تم ہی سے سرزد ہوتے ہیں اور تمہاری ہی طرف
لوٹائے جائیں گے، تم نے اپنے مقام کو تاریک کر دیا، تم نے اپنی سختیاں ان پر
ڈال دیں، خدائی امور ان کے ہاتھوں میں دے دیے، وہ شبہات پر عمل پیرا ہیں۔
شہوت رانیاں کرتے ہیں، خدا کی قسم، اگر وہ تمہیں ہر ایک ستارے کے نیچے بھی چھوڑ
جائیں تو خدا اس دن تم سب کو شر کے لیے جمع کر دے گا۔"

---

۱۱۸ ۔ ناصل (بغیر دھار والا)، جس کی دھار خراب ہوگئی ہو۔

۱۱۹ ۔ نہج البلاغہ خطبہ ۹۸، ۵۵

اور کہتے ہیں: "گویا میں تمہیں گوہ کی طرح پھنکارتے دیکھ رہا ہوں، نہ حق پر عمل کرتے ہو نہ ظلم و زیادتی کو روکتے ہو، راستے کھلے چھوڑ دیے گئے ہیں، کمزور کے لیے نجات اور مقابلہ کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے"۔[۱۲۱]

ان سے مایوس ہو کر ان پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اگر تم سیدھے راستے پر چلو تو میں تمہاری راہنمائی کروں، کجروی کرو تو تمہیں سیدھا کر دوں، اگر انکار کر دو تو تمہاری اصلاح کروں، جو بہت پختہ ہوتی لیکن کس کی اصلاح کروں؟ کس کی طرف جاؤں؟

میں چاہتا ہوں کہ تم سے ہی تمہارا علاج کروں، جیسے کوئی کانٹے کو کانٹے سے نکالے' یہ جانتے ہوئے کہ:

کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں اسلام کی طرف بلایا گیا تو انہوں نے اسلام قبول کیا، قرآن پڑھا تو اس کے مطابق فیصلے کئے، جہاد پر برانگیختہ کیا گیا تو شوق سے جہاد کے لیے بڑھے، دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے صف بہ صف زمین کے کناروں کو جا لیا، اپنی تلواریں میانوں سے نکال لیں؛ کچھ ہلاک ہو گئے، کچھ بچ گئے، نہ زندہ بچ جانے والوں کی خوشخبریاں دیا کرتے تھے نہ مرنے والوں کی تعزیت کیا کرتے تھے، روتے روتے ان کی آنکھیں سوجھ گئیں، روزوں کی کثرت سے پیٹ اندر کو دھنس گئے، دعاؤں کی کثرت سے ہونٹ خشک ہو گئے، راتیں جاگ جاگ کر رنگ زرد ہو گئے، ان کے چہروں پر خدا سے ڈرنے والوں کا سا نور تھا۔

---

۱۲۰ ایضاً ص ۱۵۴ ۔ ۱۲۱ ایضاً ص ۱۸۰

وہ چلے جانے والے میرے بھائی تھے، اگر ہم ان کے مشتاق ہوں تو یہ ہمارا حق ہے، ان کے فراق میں، ہم اپنے ہاتھ چباڈالیں تو یہ ہمارا حق ہے۔" ۱۲۲ھ

آخر میں جو کچھ ان کے دل میں تھا اُسے زبان پر لاتے ہوئے اور انہیں بددعا دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"کوفہ ہی تھا جو سب سے بڑا اور سب سے دور تھا، سوائے تیرے کوئی نہیں تھا جس میں آندھیاں چلا کرتی تھیں، خدا تجھے برباد کرے!... یا اللہ میں ان سے اکتا گیا ہوں، ۱۲۳ھ وہ مجھ سے اکتا گئے ہیں، میں ان سے تنگ ہو چکا ہوں، یا اللہ مجھے اس کے بدلہ میں بہتر آدمی عطا فرما اور انھیں میرے بدلہ میں بُرا قائد عطا فرما! یا اللہ ان کے دلوں کو اس طرح بہا دے جس طرح پانی میں نمک بہہ جاتا ہے۔" ۱۲۴ھ

پچھلے صفحات میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حسنؓ نے کہا تھا:

"خدا کی قسم میں معاویہؓ کو اپنے لیے ان لوگوں سے بہتر سمجھتا ہوں، جو اپنے آپ کو میرا گروہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے قتل کر دینا چاہا، میرا مال چھین لیا۔" ۱۲۵ھ

آپؓ نے یہ بھی کہا تھا:

"میں کوفہ اور ان کی آزمائش کو جانتا ہوں، ان میں جو فاسد ہے وہ میرے لیے درست نہیں ہو سکتا، اس میں وفا ہے نہ قول و عمل کی ذمہ داری! وہ

۱۲۲ھ "نہج البلاغہ" ص ۱۷۷-۱۷۸

۱۲۳ھ "مث" کا لفظ یہاں استعمال کیا گیا جس کے معنی "بہا دینا" ہیں۔

۱۲۴ھ "نہج البلاغۃ" ص ۶۶، ۶۷

۱۲۵ھ "الاحتجاج" للطبرسی ص ۱۴۸

اختلاف کرنے والے ہیں، ہم سے کہتے ہیں کہ ان کے دل ہمارے ساتھ ہیں اور پھر انہوں نے ہم ہی پر تلواریں سونت رکھی ہیں"[۱۲۶]

حسین بن علیؓ نے کربلا میں کھڑے ہو کر کہا تھا:

"اے شیث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث! (یہ سب آپ کے گروہ کے لوگ ہیں) کیا تم نے مجھے لکھا نہیں تھا کہ پھل پک چکے ہیں، باغات سرسبز ہو چکے ہیں، آپ اپنے تیار شدہ لشکر کی طرف تشریف لے آئیے"[۱۲۷]

حر بن یزید تمیمی نے آپ کی طرف سے کربلا میں، آپ کی شہادت کے دن، آپؓ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا:

اے کوفہ والو! تمہیں تمہاری ماں گم پائے، تم نے اس نیک آدمی کو بلایا کہ وہ تمہارے پاس آئے تو تم اس کی اطاعت کرو، تم نے سوچا کہ تم اس کے دشمن سے لڑائی کرو گے، مگر وہ جب تمہارے پاس آیا تو تم اس کے دشمن ہو گئے تاکہ اسے قتل کر ڈالو، اس کو روک لیا، اسے بند کر لیا، ہر طرف سے گھیر لیا، خدا کی وسیع و عریض زمین اس پر تنگ کر دی، وہ تمہارے ہاتھوں میں ایک ایسا قیدی بن گیا جو نہ خود کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہے، تم نے اس پر، اس کی عورتوں پر، اس کے بچوں پر فرات کا بہتا پانی بند کر دیا، وہ پانی جسے یہودی، نصرانی اور مجوسی پی سکتے ہیں، جس سے ارد گرد کے خنزیر اور کتے سیراب ہوئے لیکن حسینؓ نے پیاس کی شدت سے پچھاڑیں کھائیں، تم نے محمدؐ کی اولاد سے بہت برا

---

[۱۲۶] ایضاً ص ۱۴۹

[۱۲۷] "الارشاد" المفید ص ۲۳۴ "اعلام الورٰی باعلام الہدیٰ" للطبرسی ص ۲۴۲

سلوک کیا، خدا تمہیں پیاس والے دن پانی نہ پلائے۔"[۱۲۸]

اور یہی ہیں جن کے بارے میں فرزدق شاعر نے کہا تھا:

"اے رسولؐ اللہ کی اولاد! آپ کوفہ والوں کی طرف کیسے جاسکتے ہیں؟ یہ وہی ہیں، جنھوں نے آپ کے چچازاد مسلم بن عقیل کو قتل کر ڈالا ہے۔"[۱۲۹]

مفید بیان کرتا ہے کہ فرزدق نے کہا تھا:

"میں نے اپنی ماں کے ساتھ ۶۰ ھ میں حج کیا، میں اپنی والدہ کی اونٹنی کو لیے جارہا تھا۔ جب حرم میں داخل ہوا تو اچانک حسین بن علی علیہما السلام سے ملاقات ہوگئی، آپ مکہ سے باہر تلواروں اور ڈھالوں کے ساتھ موجود تھے، میں نے پوچھا، یہ قطار کس کی ہے؟

بتایا گیا کہ، حسین بن علی علیہما السلام کی، میں آپ کے پاس آیا، سلام کیا اور ان سے کہا، خدا آپ کی مانگی چیز آپ کو دے، جو آپ چاہتے ہیں وہ آپ کو ملے، میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ نے حج سے اتنی جلدی کیوں کی؟ آپ نے کہا، اگر میں جلدی نہ کرتا تو پکڑ لیا جاتا، پھر مجھ سے پوچھا: تو کون ہے؟ میں نے کہا: عرب کا ایک آدمی ہوں، بخدا اس سے زیادہ انہوں نے میری تفتیش نہیں کی، پھر مجھ سے کہنے لگے، مجھے ان لوگوں کے بارے میں بتاؤ جنھیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، میں نے کہا: آپ نے باخبر آدمی سے پوچھا، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ ہی پر پڑیں گی، تقدیر آسمانوں سے اترتی ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"[۱۳۰]

۱۲۸ھ ایضاً ص ۲۴۴، ۲۴۵ "اعلام الوریٰ" للطبرسی ص ۲۴۳

۱۲۹ھ "کشف الغمۃ" ج ۲ ص ۳۸

۱۳۰ھ "الارشاد" ص ۲۱۸

جہاں تک حسینؓ کا تعلق ہے،

تو آپؓ نے جب دیکھا کہ آپ کو اکیلا چھوڑ دیا گیا ہے، آپ کے خاندان کو مصیبت میں مبتلا کر دیا گیا، آپ کی مدد نہیں کی جارہی تو آپؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے پاس گئے اور ان سے کہنے لگے:

"اے کوفہ والو! تمہارا برا ہو، تم برباد ہو جاؤ، جب تم نے ہمیں کمزوری کے عالم میں مدد کے لیے پکارا تو ہم دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آئے، پھر تم نے ہم پر تلواریں اٹھائیں، تم نے ہمیں اس آگ میں جھونک دیا جو ہم نے اپنے اور تمہارے دشمنوں کے لیے بھڑکائی تھی، تم اپنے ہی دوستوں کے خلاف اپنے دشمنوں کے دست و بازو بن گئے، انہوں نے ناانصافی تمہارے اندر پھونک دی، ہم نے تمہارا کوئی گناہ نہیں کیا تھا، تم ہلاک و تباہ ہو جاؤ اگر تم ہمیں ناپسند کرتے ہو، تلوار نہ اٹھتی، غصے کے مارے عقل نہ کھو جاتی، ارادہ غضبناک نہ ہوتا، مگر تم نے ہماری بیعت کرنے میں جلدی کی، تم یوں اس پر گرے جیسے بستر پر گرا جاتا ہے، تم نے گمراہی اور بیوقوفی کی وجہ سے (عہد) کو توڑ دیا، امت کے باغیوں، سرکشوں، دوسرے گروہوں اور کتاب اللہ کو چھوڑنے والوں کی اطاعت کر لی، تم وہی ہو جو ہم کو چھوڑ گئے ہو، وہی ہو جنھوں نے ہمیں قتل کیا ہے، اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ۔"

"پھر اپنے گھوڑے کو ان کی طرف بڑھایا، آپؓ کی تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی، اور آپ اپنی جان سے مایوس ہو چکے تھے۔" ۱۳۱ھ

آخر میں آپ ان لوگوں کے لیئے جنہوں نے آپ کو کربلا بلایا، اسی طرح

۱۳۱ھ "کشف الغمۃ" ج ۲ ص ۱۸، ۱۹

بددعا کرتے ہیں جس طرح آپ کے والد نے اپنے شیعہ کے لیے بیان کی تھی، مفید بیان کرتا ہے:

"اس کے بعد حسینؓ نے ہاتھ اٹھا کر کہنا شروع کیا، یا اللہ اگر تو انھیں کچھ عرصہ تک باقی رکھے تو ان میں تفریق ڈال دے، انھیں پارہ پارہ کر دے، ان کے والیوں سے کبھی خوش نہ ہو، ان لوگوں نے ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا، پھر ہم سے دشمنی کرتے ہوئے ہمیں قتل کر ڈالا"۔ ۱۳۲ھ

علی بن حسینؓ بھی، جن کا لقب زین العابدینؒ ہے، ان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ان کے چہرے سے نقاب اٹھاتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

"یہود نے عزیرؑ سے محبت کی، ان کے بارے میں جو کچھ کیا سو کیا، نہ عزیرؑ کا ان سے کوئی تعلق نہ ان کا عزیرؑ سے کوئی تعلق۔ نصاریٰ نے عیسیٰؑ سے محبت کی، نہ عیسیٰؑ کا نصاریٰ سے کوئی تعلق نہ ان کا عیسیٰؑ سے کوئی تعلق۔ میں بھی انہی جیسا ہوں، ہماری قوم شیعہ بھی ہم سے محبت کرے گی اور ہمارے بارے میں وہی کچھ کہے گی جو یہود نے عزیرؑ اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ کے بارے میں کہا تھا۔ نہ ان لوگوں کا ہم سے کوئی تعلق نہ ہمارا ان سے کوئی تعلق"۔ ۱۳۳ھ

یہ ہے آپ کا گروہ جس نے آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ سے الگ ہو گیا۔ سوائے پانچ آدمیوں کے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہیں رہا جیسا کہ پیچھے اس روایت کو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اسی جیسی ایک روایت فضل بن شاذان نے بھی بیان کی ہے۔ ۱۳۴ھ

۱۳۲ھ "الارشاد" ص ۲۴۱ "اعلام الوری" للطبرسی ص ۹۴۹

۱۳۳ھ "رجال الکشی" ص ۱۱۱

۱۳۴ھ ایضاً ص ۱۱۳

جعفر بن باقرؒ کی روایت کے مطابق پانچ بھی نہیں، صرف تین آدمی تھے۔ کہتے ہیں:

"حسینؓ کی شہادت کے بعد سوائے تین آدمیوں کے تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ وہ تین آدمی، ابو خالد کابلی، یحییٰ بن ام الطویل، جبیر بن مطعم ہیں۔" یونس نے حمزہ سے اس جیسی ایک روایت نقل کی ہے اور اس میں جابر بن عبداللہ انصاری کا نام بھی لیا ہے۔ ۱۳۵؎

جہاں تک محمد باقرؒ کا تعلق ہے وہ شیعہ سے اس حد تک مایوس تھے کہ کہنے لگے:

"اگر سب کے سب لوگ بھی ہمارے گروہ میں آجاتے تو ان میں سے تین چوتھائی شک کرنے والے اور ایک چوتھائی احمق ہوتے۔" ۱۳۶؎

جعفرؒ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کے والد باقرؒ کے ساتھ شیعہ میں سے صرف چار یا پانچ آدمی مخلص تھے، کہتے ہیں:

"جب خدا لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا تھا تو ان کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے بھی اس تکلیف کو دور کر دیا جاتا تھا۔ وہ زندہ ہوں یا مردہ، میرے گروہ کے ستارے ہیں۔ انہوں نے میرے والد کی یاد کو زندہ رکھا، انہی کی وجہ سے خدا نے ہر بدعت دور کر دی، انہوں نے اس دین کو باطل پرستوں کی ہر نئی چیز اور انتہا پسندوں کی تاویل سے پاک کر دیا۔ اس کے بعد آپ رونے لگے، میں نے پوچھا: وہ کون تھے؟ آپ نے کہا: زندہ ہوں یا مردہ، ان پر خدا کی رحمتیں

۱۳۵؎ ایضاً ص ۱۱، ۱۳

۱۳۶؎ ایضاً ص ۷۹

نازل ہوں، وہ برید عجلی، زرارہ، ابوبصیر اور محمد بن مسلم تھے"۔[137]

جہاں تک باقر کا تعلق ہے، وہ ان بیچاروں پر بھی بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ ہشام بن سالم نے زرارہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے کہا ہے:

"میں نے ابوجعفر سے حکام کے عطیوں کے بارے میں پوچھا، آپ نے کہا:
اس میں کوئی حرج نہیں، اس کے بعد کہا، اصل میں مجھے خطرہ تھا کہ ہشام میری شکایت نہ کر دے۔ میرے نزدیک حکام کے عطیے حرام ہیں"۔[138]

وہ کیسے لوگ تھے؟ یہ بھی ہمیں جعفر بتاتے ہیں، مسمع نے روایت بیان کی ہے کہ اس نے ابوعبداللہ کو کہتے سنا ہے:

"خدا برید پر لعنت کرے، خدا زرارہ پر لعنت کرے"۔[139]

ابوبصیر کے بارے میں کہتے ہیں کہ: "کتے ٹانگیں اٹھا کر ابوبصیر کے منہ میں پیشاب کیا کرتے تھے"۔[140]

جعفر بن باقر اپنے گروہ کی شکایت یہ کہہ کر کیا کرتے تھے کہ:

"خدا کی قسم! اگر تم میں سے تین مومن آدمی بھی مجھے مل جاتے جو میری بات کو چھپاتے، تو میں ان سے کوئی بات بھی چھپانا جائز نہ سمجھتا"۔[141]

اسی لیے آپ کے ایک مرید عبداللہ بن یعفور نے آپ سے کہا، جیسا کہ

---

[137] "رجال الکشی" ص ۱۲۴

[138] ایضاً ص ۱۴۰

[139] ایضاً ص ۱۳۴

[140] ایضاً ص ۱۵۵

[141] "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۴۹۶ مطبوعہ ہند

وہ خود بیان کر رہا ہے کہ:

"میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہا: میں لوگوں سے ملتا رہتا ہوں، میری حیرت بڑھ جاتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو آپ سے دوستی نہیں رکھتے ہیں، وہ امانتدار سچے اور وفادار ہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ سے دوستی رکھتے ہیں وہ نہ امانتدار ہیں، نہ وفادار اور نہ سچے۔"[۱۴۲]

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ کے نزدیک پوری قوم شیعہ مشکوک تھی، اسی لیے آپ ہر ایک کو مختلف فتوے دیا کرتے تھے تاکہ وہ مخالفین اور دشمنوں تک نہ پہنچا دیں، پیچھے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

آپ اکثر کہا کرتے تھے:

"مجھے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو میری وصیت قبول کرے اور میرا حکم مانے سوائے عبداللہ بن یعفور کے۔"[۱۴۳]

ایک دفعہ آپ نے شیعہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگوں کو میرے خلاف اکساتے ہو؟ خدا کی قسم! مجھے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملا جو میری اطاعت کرتا اور میری بات قبول کرتا سوائے ایک آدمی کے، وہ ہے عبداللہ بن یعفور، میں نے اسے حکم دیا، وصیت کی، اس نے میرے حکم کی اتباع کی، میری بات پر عمل کیا۔"[۱۴۴]

آپ کے بیٹے موسیٰ نے ان لوگوں کی جو تعریف بیان کی ہے، ان کی

---

۱۴۲ "الاصول من الکافی" ج ۱ ص ۳۷۵ مطبوعہ طہران

۱۴۳ "رجال الکشی" ص ۲۱۳

۱۴۴ ایضاً ص ۲۱۵

حقیقت جاننے کے لیے اس سے زیادہ جامع مانع تعریف نہیں کی جا سکتی، اس لیے ہم اسی پر اپنی بات ختم کرتے ہیں، آپ نے کہا:

" اگر میرے شیعہ میں مجھے کوئی ممتاز وصف ملا ہے تو یہ کہ: اگر میں نے ان کا امتحان لیا تو انھیں مرتد پایا ہے، انھیں آزمایا تو ہزار میں سے ایک بھی مخلص نہیں تھا، اگر انھیں چھلنی میں چھانا ہے تو میرے پاس جو تھا اس کے سوا ایک بھی نہیں بچا، عرصہ گزر گیا ہے کہ وہ لوگ تلیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم شیعۂ علی ہیں"[۱۴۵]

یہ ہیں علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت اور یہ ان کے خیالات و اقوال ہیں ان لوگوں کے بارے میں جن کا دعوای ہے کہ ہم شیعۂ اہل بیت ہیں، اہلِ بیت کے پیرو اور ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اہلِ بیت ان لوگوں کے لیے تباہی و بربادی کی دعا کر رہے ہیں، ان پر لعنت پھٹکار بھیج رہے ہیں، اہلبیت نے ان لوگوں کی حقیقت، اور جو کچھ ان کے بارے میں ان کے سینوں میں چھپا ہے، سب کھول کر بتا دیا ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہلِ بیت نے ان پر لعنتیں بھیجیں اور ان سے اپنی برارت کا اظہار کیا ہے لیکن ہم اسی پر بس کر رہے ہیں۔ جو آدمی صحیح بات اور ہدایت کا راستہ معلوم کرنا چاہے، اس کے لیے اس قدر کافی ہے۔ ہم نے شیعہ حضرات کی اپنی کتابوں سے یہ حقیقت بیان کر دی ہے کہ یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے اہلِ بیت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کے متعلق اپنے سینوں میں کیا چھپائے بیٹھے ہیں؛ ہم نے مسئلہ واضح اور دو ٹوک الفاظ میں بیان کر دیا ہے، کوئی عقل والا ہے جو سمجھے؟

---

۱۴۵ "الروضۃ من الکافی" ج ۸ ص ۲۲۸

کوئی آنکھوں والا ہے جو دیکھے؟؟

"اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَہِیْدٌ!"

"بے شک اس میں اہلِ دل کے لیے اور غور سے سننے والوں کے لیے نصیحت ہے!"

میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں، "اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ"!

"اے اللہ ہمیں حق کو پہچاننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو پہچاننے اور اس سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرما!"

وہی ہے جو سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے!

علیہ توکلت والیہ انیب!

دُعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ مؤلف و مصنف کو تمام مسلمانوں کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؓ کا دفاع کرنے پر اجرِ عظیم عطا فرمائے، رحمتِ خداوندی سے کیا بعید ہے اگر مترجم کی اس حقیر کاوش کو بھی شرفِ قبولیت سے نواز دے!